ہارون الرشید

اسلم راہی

ولولہ انگیز تاریخی ناول



(اسلم راہی ایم۔اے)



عاکف بک ڈپو۔ نئی دہلی

ISBN 81-8188-052-8

نام کتاب : ہارون الرشید
مصنف : اسلم راہی
سن اشاعت : ۲۰۰۸ء
قیمت : 150روپے
مطبوعہ : خواجہ پریس، دہلی۔۶
پبلشر : عاکف بکڈپو،
۳۲۴۳، کوچہ تاراچند، دریاگنج نئی دہلی۔۲



HAROON AL RASHEED
ASLAM RAHI
PRICE RS 150/- YEAR 2008
PRINTED AT KHAOWJA PRESS DELHI-6
AAKIF BOOK DEPOT
3243, Kucha Tarachand, Darya Ganj, New Delhi-2
Ph: 011-23257189 Fax: 91-11-23265480
E-mail : aakif@del3.vsnl.net.in

کالے کوسوں کی طوفان بدوش اور خزاں پر ہول رات بھاگتی چلی جا رہی تھی چار سو اجڑی اجڑی منزلوں، ویران ویران نگر، لہو لہو شہر جیسا سکوت اندیشوں کی طغیانیوں جیسی خوف ناک خاموشی طاری تھی۔ برفانی ہوائیں ریت کے بگولوں سے مل کر ہر شے کو اس طرح اپنے سامنے زیر کرنے لگی تھیں کہ جیسے خشمناک فطرت نے چار طرف موت کے سایوں کے ہجوم اور فضا سے اڑتے ذرات پھیلانے شروع کر دیئے ہوں۔

ایسے میں وہ شاہراہ جو اناطولیہ کے میدانوں سے نکل کر جھیل وان کے شمال سے گزرتی بتلیس، ارسس سے گزر کر کبھی کوہستانوں، کبھی میدانوں، کبھی ہولناک ویرانوں اور کبھی شہروں سے ہوتی ہوئی جھیل غریرہ کے بھی شمال سے گزرنے کے بعد سیدھی مشرق کی طرف بحیرہ کیسپین کے کنارے باکو شہر کی طرف چلی گئی تھی جھیل وان اور اناطولیہ کے میدانوں کے درمیانی حصے میں شاہراہ کے ایک طرف تجارتی کاروان نے رات بسر کرنے کے لئے اپنے خیمے نصب کر رکھے تھے۔

تجارتی کاروان کے افراد سردی سے بچنے کے لئے اپنے اپنے خیموں میں دبک کر رہ گئے تھے تجارتی کاروان کا بوڑھا سردار کریاسین اپنے خیمے میں آگ کے جلتے الاؤ کے سامنے اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ گہری ہوئی رات میں اس کے خیمے کے دروازے پر ایک اجنبی نمودار ہوا وہ ڈھلی ہوئی عمر کا شخص تھا کریاسین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر ایک دم اس کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا تھا اس لیے کہ اس کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہونے والا اس کے لئے نا آشنا اور اجنبی تھا اس کے تجارتی قافلے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

تجارتی کاروان کا سردار کریاسین ایک دم اٹھ کھڑا ہوا تلوار اس نے بے نیام کر لی پھر دروازے پر کھڑے سردی سے کانپتے اس بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''کون ہو تم اور رات کے اس وقت میرے خیمے کے دروازے پر کیسے پہنچ گئے ہو میرا خیمہ میرے کاروان کے وسطی حصے میں ہے کس نے تمہیں یہاں آنے دیا۔''

اس پر دروازے پر نمودار ہونے والا بوڑھا کپکپاتی آواز میں کہنے لگا۔ ''میرے محترم

آپ کو تلوار بے نیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تو ویسے بھی سردی سے مر رہا ہوں اور پھر میں تنہا ہوں میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں میں آپ کا دشمن نہیں یوں جانو آپ کے پاس نالش اور فریاد لے کر آیا ہوں مجھ سے آپ کو نہ کوئی خطرہ ہے اور نہ کوئی خدشہ۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا رکا لگتا تھا سردی کے باعث اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی پھر دوبارہ تجارتی کاروان کے سردار کریاسین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے محترم! میں اس تجارتی کاروان کے جو محافظ ہیں انہیں بتا کر تمہارے خیمے کی طرف آیا ہوں اور اس خیمے تک انہوں نے ہی میری راہنمائی کی ہے۔"

کریاسین نے اپنی تلوار نیام میں کر لی پھر کسی قدر ہمدردی میں ڈوبی آواز میں کہنے لگا۔

"اگر ایسا معاملہ ہے تو اندر آ جاؤ میں دیکھتا ہوں کہ تم سردی سے لرز کانپ رہے ہو خیمے کے اندر آگ کا الاؤ روشن ہے اس کے پاس بیٹھو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

رات کی گہری تاریکی میں خیمے کے دروازے پر نمودار ہونے والے اس شخص کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی وہ خیمے میں داخل ہوا اور پھر کریاسین کے کہنے پر آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھ گیا۔

کچھ دیر تک کریاسین بڑی خاموشی سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ خاموش بھی رہا شاید وہ اسے کچھ موقع دینا چاہتا تھا۔ کہ وہ اپنے آپ کو گرم کر کے اپنے حواس کو بحال کرے۔

کریاسین نے جب دیکھا کہ وہ اجنبی بوڑھا کسی حد تک سنبھل چکا ہے اور آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو کچھ گرم بھی کر چکا ہے تب اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے عزیز! اب کہہ تو کیا کہنا چاہتا ہے پر دیکھ میں نہ کسی علاقے کا حاکم ہوں نہ ہی میرے پاس کوئی لشکر ہے نہ ہی میں کوئی زور آور انسان ہوں بس اس تجارتی کاروان کا سردار ہوں میں یہ بھی تمہیں بتا دوں کہ ہم لوگ آتش پرست ہیں اور ہماری منزل باکو شہر ہے ہم تجارت کی غرض سے باکو سے قسطنطنیہ شہر گئے تھے اور مال کا لین دین کرنے کے بعد اب قسطنطنیہ سے واپس اپنے شہر باکو کا رخ کیے ہوئے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے متعلق تفصیل بتا دی ہے اب تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔" اس پر بوڑھے نے غائر نگاہ سے کریاسین کا جائزہ لیا پھر وہ ہچکچاتی اور ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"میرے محترم! میرا نام زریق ہے میں ایک نصرانی ہوں۔ تاہم میرا تعلق قسطنطنیہ سے

ہے گزشتہ کئی ماہ سے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔"

زریق نام کا وہ شخص یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے آتش پرست کریاسین بول اٹھا تھا۔

"اگر تم قسطنطنیہ شہر کے رہنے والے ہو تو پھر تم نے اپنا گھر بار کیوں چھوڑا وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بناء پر تم آبائی شہر قسطنطنیہ سے نکل کر کسی محفوظ جگہ یا پناہ گاہ کی تلاش میں ہو۔"

اس سوال پر زریق کے چہرے پر دور دور تک اداسیاں اور پریشانیاں بکھر گئی تھیں پھر ٹوٹتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ کا تجارتی کاروان قسطنطنیہ سے تجارت کر کے آ رہا ہے یقیناً میرے بھائی تم جانتے ہو گے کہ اس وقت قسطنطنیہ کی سلطنت پر ملکہ آئرین حکمرانی کرتی ہے اور ہم ملکہ آئرین کے نزدیکی رشتہ دار ہیں اور اس سے رشتہ داری اور تعلق ہونا ہی ہمارے لئے ایک طرح کا گناہ اور مصیبت کا باعث بن گیا ہے دراصل ملکہ کا ایک خزانچی ہے نام اس کا نسی فورس ہے بڑا لالچی بڑا فریبی بڑی سازشیں مرتب کرنے والا انسان ہے بظاہر اپنے آپ کو ملکہ کا وفادار جانثار خیال کرتا ہے لیکن اندر ہی اندر اس نے ملکہ کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دی ہے ملکہ کی ہر نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔

میرا اور میرے بچوں کا ملکہ کے ہاں آنا جانا تھا اس لیے کہ اس کے ساتھ ہمارا قریبی رشتہ ہے لہٰذا نسی فورس نے مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ میں اس کے لیے آئرین کے خلاف کام کروں اس کی ہر حرکات و سکنات اس کے سارے فیصلوں اور اس کے ادھر اُدھر جانے اور اس کے سفر تک کے معاملات کی اسے خبر کرتا رہوں۔

جب میں نے ایسا کرنے سے معذرت کر لی تب نسی فورس میرے خلاف ہو گیا اور اس نے مجھے صرف دس دن کی مہلت دی کہ اس مہلت کے دوران اگر میں نے اس کے لیے کام کرنا شروع نہ کیا تو وہ مجھے اور میرے اہل خانہ کو ہلاک کر دے گا۔

بس یوں جانیں یہیں سے میری بدبختی کی ابتدا ہوئی نسی فورس کی طرف سے یہ مہلت ملنے کے صرف دو دن بعد میری بیوی فوت ہو گئی میرے دو ہی بچے ہیں ایک بیٹی نام اس کا شاریہ ہے جو بڑی ہے اس سے چھوٹا بیٹا ہے اس کا نام برسک ہے بیٹی سولہ سترہ سال کی ہو چکی ہے بیٹا 14-15 برس کا ہے۔

دس دن کی مہلت سے پہلے ہی پہلے میں نسی فورس سے بچ نکلنا چاہتا تھا بیوی کی تدفین کے چند ہی دن بعد میں اپنی بیٹی اور بیٹے کو لے کر ایک روز رات کی تاریکی میں قسطنطنیہ سے

نکل بھاگا۔

قسطنطنیہ سے لگ بھگ کوئی سات میل کے فاصلے پر ہیب ڈومن نام کا ایک جزیرہ ہے پہلے پہل میں نے اپنے دونوں بچوں کے ساتھ وہاں پناہ لی وہاں میرے کچھ قریبی رشتہ دار تھے ان کے ساتھ میرا رابطہ رہا اس کے بعد میں نے جب محسوس کیا کہ وہاں میں محفوظ نہیں ہوں تو میں دوسری جگہ منتقل ہوا۔

درہ دانیال سے بحیرہ مرمرا میں داخل ہوں تو تھوڑے فاصلے پر چند جزیرے ملتے ہیں نیز ایشیائے کوچک کا ایک حصہ جزیرہ نما کی شکل میں آگے بڑھا ہوا ہے پرانے جسے کوکزیکس اور اروات دونوں ناموں سے پکارا جاتا ہے ہم نے اس تنگنائے میں پناہ لے لی ہمارے پاس کافی رقم تھی قیمتی اشیاء اور جواہرات بھی تھے جن کی بناء پر اخراجات چلانے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہ آئی۔

اسی دوران ہمارے جو رشتے دار تھے انہوں نے ہمیں اطلاع دی کہ بحرہ کیسپین کے کنارے باکو شہر کے آتش پرستوں کا ایک تجارتی کاروان قسطنطنیہ میں داخل ہوا ہے اور چند روز تک وہ واپس جائے گا لہٰذا اس تنگ نائے سے نکل کر ہم نے اناطولیہ کے میدانوں کا رخ کیا جس وقت آپ کے تجارتی کاروان نے مشرق کی سمت پیش قدمی کی تو ہم تینوں باپ بیٹی اور بیٹا آپ کے پیچھے پیچھے ہولئے آج آپ نے یہاں پڑاؤ کیا ہے تو میں اپنے بچوں کو لے کر آپ کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ بھلا ہو ایک شخص کا اس نے مجھے آپ کے خیمے تک راہنمائی کی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد زریق جب رکا تو بڑی فکرمندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کریاسین نے پوچھ لیا۔ ''اگر یہ معاملہ ہے تو تمہاری بیٹی اور بیٹا کہاں ہیں؟''

زریق نے بڑے دکھ بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''محترم کریاسین! میری بیٹی اور بیٹا دونوں اس وقت آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں پہلے میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے پناہ کی التجا کرنا چاہتا تھا اور مثبت جواب ملنے کی صورت میں میں چاہتا تھا کہ اپنی بیٹی اور بیٹا دونوں کو اندر بلاؤں۔''

اس پر کریاسین کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے ایک دم وہ اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

''زریق تم نے اپنے بیٹے اور بیٹی پر بڑا ظلم کیا یاد رکھو میں بھی دو بیٹیوں کا باپ ہوں ایک کا نام ناباذ دوسری کا ناحیہ ہے مجھے بچوں کی تکلیف کا احساس ہے اٹھو پہلے تمہاری بیٹی

اور بیٹے کو اندر لاتے ہیں۔''

زریق فوراً اٹھ کھڑا ہوا کریاسین کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا آپ کی بڑی مہربانی اور شکریہ جس طرح کا برتاؤ آپ میرے ساتھ کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں میں محفوظ جگہ آیا ہوں آپ بیٹھیں میں اپنی بیٹی اور بیٹے کو اندر بلاتا ہوں۔''

کریاسین بیٹھا نہیں آگ کے جلتے الاؤ کے پاس کھڑا رہا جبکہ زریق بڑی تیزی کے ساتھ خیمے سے نکلا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد زریک اپنی بیٹی شاریہ اور بیٹے برسک کو لے کر کریاسین کے خیمے میں داخل ہوا تھا کریاسین نے دیکھا کہ شاریہ حلاوتوں اور ملاحتوں بھری امنگوں کی تازگی جیسی خوبصورت کلیوں اور پھولوں کی لدی سچائیوں کی تمتماہٹ جیسی حسین رس بھری پنکھڑیوں کی لطافت بھری شبنمی اداؤں جیسی پر جمال تھی۔ اس کا شگفتہ چہرہ جیسے صبح کی آغوش میں غنچے چٹک گئے ہوں اس کا نازک جسم چمکتی سرخ باہیں حسین گلابی گردن، دراز پلکوں والی خوبصورت گہری نیلی آنکھیں چمکتے گلابی لب۔ مسکراتے سرخ عارض اسے وقت کی شہہ نشین پر ہمہ برق کی شوخی ہمہ سحر کی مستی بنائے ہوئے تھے اس کا شباب بھڑکتا شعلہ، جوانی کڑکتی برق کی مانند تھی۔

خیمے میں داخل ہونے کے بعد اس نے کریاسین سے جب سلام کیا تب کریاسین کو اس کی آواز سن کر ایسے لگا جیسے پھولوں میں سما کر ہوائیں گنگنا رہی ہوں یا رات کے سکوت میں کاروانوں کے ان گنت جرس بج اٹھے ہوں یا سوئے ہوئے ہزاروں راگ اپنی خوابیدگی سے اٹھ کر بیداری سے بغل گیر ہونے لگے ہوں۔

کریاسین دونوں کے ساتھ بڑی محبت اور چاہت کے ساتھ پیش آیا پھر دونوں کو خیمے میں آگ کے جلتے الاؤ کے پاس اپنے آپ کو گرم کرنے کے لیے کہا ساتھ ہی اس نے زریق کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! تمہاری سواریاں کہاں ہیں؟''

زریق پھر کریاسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہم تینوں کے پاس دو ہی گھوڑے تھے بلکہ ہیں ایک پر میں دوسرے پر یہ دونوں بہن بھائی بیٹھ کر سفر کرتے رہے ہیں گھوڑے آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں۔''

اس پر کریاسین نے آواز دے کر کسی کو بلایا تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان خیمے میں داخل ہوا اسے مخاطب کرتے ہوئے کریاسین کہنے لگا۔

''خیمے سے باہر جو دو گھوڑے ہیں انہیں کاروان کے دوسرے گھوڑوں کے ساتھ باندھ دو اور گھوڑوں کے ساتھ جو سامان باندھا ہے وہ میرے خیمے میں لے آؤ یہ میرے مہمان ہیں انہیں تجارتی کاروان کی خبر ہوئی اور مجھ سے ملنے یہاں چلے آئے۔'' اس پر وہ نوجوان خیمے کے ایک طرف گھوڑوں کی طرف گیا گھوڑوں کے ساتھ باندھا ہوا سارا سامان اس نے خیمے میں لاکر رکھا پھر وہ دونوں گھوڑوں کو پکڑ کر لے گیا تھا۔

اس بار زریق کو مخاطب کرتے ہوئے کریاسین پھر کہنے لگا۔''لگتا ہے تم تینوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔''

زریق چونک پڑا کہنے لگا۔''ایسی کوئی بات نہیں ہم تینوں کھانا کھا چکے ہیں۔ ہم کو صرف رات بسر کرنے کے لئے جگہ چاہئے تھی اس کے بعد ہمیں پناہ گاہ کی بھی تلاش تھی اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ کے تجارتی کاروان میں رہتے ہوئے ہم بھی یہاں سے بہت دور کسی اچھی پناہ گاہ کی طرف چلے جائیں گے جہاں ہم کم از کم نسی فورس کے ظلم وستم سے محفوظ رہیں۔''

اس پر کریاسین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جانتا ہوں تم تینوں تھکے ہارے ہو گے اس وقت تم تینوں بالکل آرام کرو تمہارے گھوڑوں کے ساتھ بندھے جو بستر خیمے میں لائے گئے ہیں یہ بچھا لو خیمہ اس الاؤ کی وجہ سے گرم ہے تینوں آرام کرو صبح کاروان یہاں سے کوچ کرے گا۔ اگر تم پسند کرو تو میرے ساتھ باکو شہر چلو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ ہم گھر کے صرف تین ہی افراد ہیں ایک میں اور دو میری بیٹیاں ہیں ایک کا نام نایاذ اور دوسری کا نام ناجیہ ہے جب کبھی بھی میں تجارت کے لئے نکلتا ہوں تو اپنی دونوں بیٹیوں کو ان کے ماموں کے ہاں چھوڑ آتا ہوں جو باکو شہر میں ہی قیام رکھتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم تینوں میرے ساتھ باکو چلو تو میرے خیال میں کم از کم نسی فورس کی گرفت سے باہر ہو جاؤ گے۔''

جب تک کریاسین بولتا رہا زریق خاموش رہ کر سنتا رہا تاہم اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے کریاسین کے خاموش ہونے پر وہ بول اٹھا۔

''اگر آپ ہمیں اپنے ساتھ باکو شہر لے جائیں تو میں سمجھتا ہوں یہ آپ کا ہم پر بڑا احسان ہو گا وہاں یقیناً ہم محفوظ ہوں گے اور اگر آپ کے ہاں جگہ کی تنگی ہوئی تو ہمارے پاس اس قدر سرمایہ ہے کہ وہاں رہتے ہوئے اپنے لیے کوئی اچھی رہائش گاہ بھی خرید سکتے ہیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد زریق لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد دوبارہ کریاسین کی

طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''محترم کریاسین! اگر آپ کے ہاں رہتے ہوئے حالات نے ہمارے ساتھ سازگاری کا معاملہ کیا تو ہم اپنی اصل منزل کی طرف نکل جائیں گے۔''

اس موقع پر کریاسین نے بڑے غور سے زریق کی طرف دیکھا پھر کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

''تمہاری اصل منزل کیا ہے کیا تم اپنی بیٹی اور بیٹے کو خطرات میں ڈالنے کے لئے پھر قسطنطنیہ کا رخ کرو گے۔''

اس پر زریق کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''میں ایسی حماقت کیوں کر کرنے لگا کریاسین میرے محترم! ہماری اصل منزل بغداد شہر ہے بغداد میں مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید کا جو درباری طبیب ہے وہ میرے عزیزوں میں سے ہے نام اس کا جبرئیل ہے میں نے قسطنطنیہ سے نکل کر ارادہ کیا تھا کہ اپنی بیٹی اور بیٹے کو لے کر بغداد کا رخ کروں گا جبرئیل میرا قریبی عزیز ہے وہ میری بہترین حفاظت کا سامان کر سکتا ہے۔

لیکن ہائے بدقسمتی کہ میں ایسا نہیں کر سکا اس لئے کہ قسطنطنیہ کے خزانچی اور ہمارے بدترین دشمن نسی فورس کو علم ہے کہ بغداد میں میرے کچھ عزیز رہتے ہیں لہٰذا اس نے بغداد کی طرف جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی اس بناء پر میں ادھر کا رخ نہیں کر سکا چھپتا چھپاتا رہا ورنہ اب تک میں بغداد پہنچ کر اپنے اور اپنی بیٹی اور بیٹے دونوں کو محفوظ کر چکا ہوتا اب حالات اگر مجھے اور میرے بچوں کو آپ کے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں ہو سکتا ہے کہ اسی ذریعے سے کبھی نہ کبھی ہم اپنی اصل منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔''

زریق کہتے کہتے خاموش ہو گیا کریاسین کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''جو کچھ تم نے کہا ہے یہ درست ہے پر تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ باکو شہر جا کر میرے ہاں قیام کرو باکو شہر سے اکثر و بیشتر تجارتی کاروان بغداد اور دوسرے شہروں کا رخ کرتے ہیں اگر کوئی ایسا کاروان جانے والا ہوا تو میں تم تینوں کو اس کے ساتھ کر دوں گا باکو سے مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید کے کچھ مسلح دستے ان علاقوں کا محاصل لے کر بھی بغداد کی طرف جاتے ہیں اگر کبھی ایسے لوگ تیار ہوئے تو ان کی منت محتاجی کر کے میں تمہیں ان کے ساتھ کر دوں گا بہر حال فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں

تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں جلد یا بدیر تم تینوں کے با حفاظت بغداد جانے کے انتظامات ضرور کروں گا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد کریاسین پھر رکا دوبارہ وہ زریق کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''دیکھو تمہارے بستر تمہارے پاس ہیں میں جانتا ہوں کہ تم تینوں تھکے ہارے ہو اور پھر سردی کے بھی مارے ہوئے ہو ایسا کرو کہ خیمے کے ایک طرف اپنے بستر لگاؤ اور آرام کرو۔''

شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اپنے بستروں کو کھولا دونوں بستر قریب قریب لگائے ایک بستر کے اندر شاریہ گھس گئی تھی اور دوسرے میں خود زریق اور اس کا بیٹا برسک آرام کرنے لگے تھے اگلے روز صبح ہی صبح آتش پرستوں کے اس تجارتی کاروان نے بحیرہ کیسپین کے کنارے باکو شہر کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

کاروان نے ابھی چند میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ کاروان کے اندر سے دو گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے کریاسین کے گھوڑے کے دائیں بائیں آئے کریاسین کے پیچھے ایک گھوڑے پر شاریہ سوار تھی اور دوسرے پر زریق اور برسک دونوں باپ بیٹا بیٹھے ہوئے تھے جس گھوڑے پر شاریہ تھی وہ ان کا اپنا تھا دوسرا گھوڑا کریاسین نے انہیں مہیا کر دیا تھا اس لیے کہ ان کا اپنا دوسرا گھوڑا لاغر تھا۔

جو دو جوان اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے کریاسین کے دائیں بائیں آئے تھے ان میں سے ایک نے بڑی راز داری کے ساتھ کریاسین کو مخاطب کیا۔

''محترم کریاسین! یہ آپ کے ساتھ تینوں اجنبی کون ہیں اور یہ لڑکی بلا کی خوبصورت ہے۔ یہ آپ نے کہاں سے حاصل کر لی پچھلی جگہ جہاں کاروان نے پڑاؤ کیا تھا نہ یہ لڑکی آپ کے ساتھ تھی نہ وہ بوڑھا اور لڑکا یہ کہاں سے آئے۔''

کریاسین نے بڑے غور سے اس نوجوان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''شیروان کبھی کبھی ایسے معاملات بھی رونما ہو جاتے ہیں جن کی انسان امید اور توقع نہیں کر سکتا دراصل یہ تینوں میرے جاننے والے نہیں ہیں۔'' اس کے بعد کریاسین نے اختصار کے ساتھ زریق اس کے بیٹے اور اس کی بیٹی کے متعلق تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل سن کر شیروان اور اس کا ساتھی دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے پھر اس بار شیروان کی بجائے اس کا ساتھی کریاسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کریاسین ہم تاجر پیشہ لوگ ہیں تم نے ان تینوں کے ساتھ تجارتی معاملہ نہیں کیا ایک

ہمدرد انسان کا تو مظاہرہ کر دیا لیکن ان کے سلسلے میں اچھے تاجر ثابت نہیں ہوئے دیکھو ان کا تعلق شاہی خاندان سے ہے ان کے ساتھ دو معاملے کرنے چاہئے تھے یا تو تمہیں ان سے ان کی ساری پونجی مانگ لینی چاہئے تھی یقیناً خالی ہاتھ نہیں نکلے ہوں گے اس طرح تمہیں بہت کچھ حاصل ہو جاتا اور اس میں شاید ہم بھی حصے دار بن جاتے اگر یہ تینوں ایسا نہیں کرتے تو کم از کم ان تینوں کو یہ دھمکی دے دیتے کہ تم انہیں واپس قسطنطنیہ پہنچاؤ گے اور قسطنطنیہ کے خزانچی نسی فورس کے حوالے کر کے اس سے ان کے سلسلے میں منہ مانگا انعام طلب کرو گے۔''

اس بار کریاسین نے دوسرے جوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بوفون! میں تمہارے خیالات سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔

انسان اور انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہیں کسی انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی دوسرے انسان کے لیے فریب کا سامان شک و شبے کا بچھو کالی زہریلی فطرت سانسوں کے تسلسل کو روکتا دھواں اور گناہوں کا عکس ثابت ہو۔

میرے عزیزو! اگر ہم کسی کے لئے زندگی کی خوشبو نہیں بن سکتے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے لئے قضا کی قہر مانیت ثابت ہوں اگر ہم کسی کے لئے تعبیر کی شبنمی حدت ثابت نہیں ہو سکتے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے دامن میں پیاسے سپنے بھر دیں میرے عزیزو اگر کسی کے ساتھ گلوں کی زبان میں گفتگو نہیں کی جا سکتی تو یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس کے خلاف نفرت کے نشتر حرکت میں لے آئیں دیکھو ہر قوم کے ہادی پر نگاہ دوڑاؤ کسی نے انسان سے نفرت کرنے کا درس نہیں دیا گوتم کا اپدیش ہو یا عیسیٰؑ کا سرمن زرتشت کا کلام ہو یا مسلمانوں کے محترم نبیؐ کا پیغام سب نے انسان سے محبت کرنے کا درس دیا پھر تم لوگوں نے کیسے سوچ لیا کہ ان تین بے بس اجنبیوں کو دھوکہ دینا چاہئے یہ ہماری پناہ میں آئے ہیں پناہ دینا ایک ثواب کا کام ہے میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ آئندہ ان تینوں سے متعلق اس انداز میں کبھی نہ سوچنا۔''

کریاسین کی اس گفتگو سے شیروان اور بوفون دونوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے ماحول ان کے لیے بدمزہ ہو گیا ہو یا ان کے منہ میں اس کی گفتگو سے راکھ بھر گئی ہو پھر وہ اپنے گھوڑوں کو موڑ کے ہوئے کاروان کے وسطی حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد زریق اور شاریہ دونوں اپنے گھوڑوں کریسین کے گھوڑے کے قریب لائے پھر زریق نے کریاسین کو مخاطب کیا۔

"یہ دونوں کون نوجوان تھے اور کس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے میں نے دیکھا یہ دونوں بار بار مڑ کر میری اور میرے بچوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔"

جواب میں کریاسین تلخ سی ہنسی ہنس دیا۔ کہنے لگا۔

"یہ دونوں اخلاق اور کردار کے اچھے انسان نہیں ہیں بہر حال تم تینوں کو ان سے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ان دونوں سے متعلق میں تم سے پہلے ہی کہوں گا کہ اگر یہ تم سے گفتگو کریں تمہارے ساتھ گھلنے ملنے کی کوشش کریں بے تکلفی کا مظاہرہ کرنا چاہیں تو ہرگز ان کے ساتھ ایسا مت کرنا اور نہ ہی کبھی ان کے فریب میں آنا۔"

زریق شاریہ اور برسک تینوں سنجیدہ اور کسی قدر فکر مند ہو گئے تھے تاہم سفر خاموشی سے جاری رہا۔

تجارتی کاروان ایک روز بحیرہ کیسپین کے کنارے باکو شہر میں داخل ہوا اور کریاسین زریق شاریہ اور برسک تینوں کو لے کر اپنی حویلی میں داخل ہوا اندر سے بھاگتی ہوئی دو لڑکیاں نکل آئی تھیں اتنی دیر تک کریاسین ہی نہیں زریق، شاریہ اور برسک بھی اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کریاسین زریق، شاریہ اور برسک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں نایاذ اور ناجیہ میرا بیٹا کوئی نہیں بس یہ دونوں ہی میری پونجی ہیں اور بیوی میری مر چکی ہے۔" اس کے بعد اپنی دونوں بیٹیوں نایاذ اور ناجیہ سے کریاسین نے زریق شاریہ اور برسک کا بھی تعارف کروا دیا تھا۔

ناجیہ اور نایاذ دونوں بہنیں بڑے پرتپاک انداز سے شاریہ اور اس کے بھائی برسک سے ملیں دونوں نے بھاگ دوڑ کر کے سارا سامان گھوڑوں سے اتروایا اور پھر سب کو وہ حویلی کے اندرونی طرف لے گئی تھیں۔

اس طرح زریق، شاریہ اور برسک کو ایک طرح سے باکو شہر میں کریاسین کے ہاں پر سکون پناہ گاہ مل گئی تھی۔

زریق، شاریہ اور برسک کو کریاسین کے ہاں رہتے ہوئے چند دن ہو گئے تھے کہ ایک روز جبکہ کریاسین کسی کام کے سلسلے میں حویلی سے باہر گیا ہوا تھا دروازے پر دستک ہوئی۔

اس وقت زریق اور برسک دونوں باپ بیٹا ایک کمرے میں بیٹھے آرام کر رہے تھے جبکہ ایک کمرے میں شاریہ، ناجیہ، اور نایاذ بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں جب حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تب ناجیہ اٹھ کر جب صحن میں آئی تو اس نے دیکھا کہ صحن میں اس

سے پہلے ہی دروازہ کھولنے کے لئے برسک بیرونی دروازے کا رخ کر رہا تھا ناجیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے صدر دروازے کی طرف ہو لی تھی۔

برسک نے جب دروازہ کھولا تب اس نے دیکھا دروازے پر دونوں اوباش شیروان اور بوفون کھڑے تھے برسک کو دیکھتے ہی ان دونوں کے چہرے پر خوشگوار اثرات نمودار ہوئے پھر شیروان برسک کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"عزیز برسک کیا تمہارے باپ زریق اس وقت حویلی کے اندر ہی ہیں ایک موضوع پر ہم ان سے بڑی اہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں تم ایسا کرو ذرا انہیں حویلی کے دیوان خانے کی طرف بھیجو۔"

برسک ان کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ناجیہ بھی اس وقت تک صدر دروازے کے پاس پہنچ گئی شاید وہ شیروان اور بوفون دونوں کو اچھی طرح جانتی تھی سامنے نہ آئی دروازے کے پیچھے ہی سے ہاتھ کے اشارے سے اس نے برسک کو پیچھے ہٹنے کے لئے کہا پھر شیروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں محترم کریاسین کی بیٹی ناجیہ بول رہی ہوں بابا اس وقت گھر پر نہیں ہیں میں جانتی ہوں تم دونوں شیروان اور بوفون ہو دیکھو جب تک بابا گھر نہ ہوں اس وقت تک ہم نہ تمہاری زریق سے گفتگو کروا سکتے ہیں نہ کسی اور سے اگر تم کسی نہایت ہی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہو تو بابا اس وقت گھر سے باہر ہیں وہیں ان سے گفتگو کر لینا اور دیکھو جب اور جس وقت ہمارے باپ گھر پہ نہ ہوں ہم یہ پسند نہیں کریں گے کہ تم ہماری حویلی میں داخل ہو۔" اس کے ساتھ ہی ناجیہ نے دروازہ بند کرتے ہوئے اندر سے زنجیر لگا دی تھی ناجیہ نے برسک کا ہاتھ پکڑا اور اسے حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے جاتے ہوئے بڑی رازداری میں کہنے لگی۔

"برسک میرے بھائی! تم ابھی چھوٹے ہو معصوم ہو یہ دونوں اچھے اخلاق اور کردار کے انسان نہیں میں اور میری چھوٹی بہن نایاذ ان دونوں کو پہلے سے جانتی ہیں یہ انتہائی برے قماش کے لوگ ہیں اور پھر بابا کے ساتھ راستے میں جو ان دونوں نے تم تینوں سے متعلق گفتگو کی اس کی تفصیل بھی ہمیں بابا بتا چکے ہیں لہٰذا ہم لوگ کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کریں گے کہ یہ دونوں ہماری حویلی میں آئیں تم سے شاریہ یا تم دونوں کے باپ سے کسی موضوع پر گفتگو کریں۔"

جب تک ناجیہ بولتی رہی برسک مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلاتا رہا جب وہ حویلی

کے برآمدے میں گئے تب انہوں نے دیکھا کہ شاریہ اور نایاز بھی کمرے سے نکل کر وہاں آن کھڑی ہوئی تھیں اور ان کے پیچھے زریق بھی تھا سب ایک ہی کمرے میں بیٹھ گئے پھر ناجیہ نے انہیں شیروان اور بوفون سے متعلق بتا دیا تھا اتنی دیر تک دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ ناجیہ پھر اٹھی لیکن برسک فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

"میری بہن تم بیٹھو میں خود دیکھتا ہوں کون ہے تم فکر مند نہ ہو اگر اس بار بھی شیروان اور بوفون میں سے کوئی ہوا تو میں دروازہ نہیں کھولوں گا تم جانتی ہو کہ دروازے کے اندر ایک سوراخ ہے اس میں سے دیکھنے کے بعد میں دروازہ کھولوں گا۔"

ناجیہ مسکرا دی بڑے پیارے انداز میں اس نے برسک کا گال تھپتھپایا پھر کہنے لگی،

"اچھا جاؤ دیکھو کون ہے؟"

برسک بھاگتا ہوا جب صدر دروازے کی طرف گیا دروازے کے سوراخ میں سے اس نے دیکھا باہر کریاسین کھڑا تھا اس نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا کریاسین اندر داخل ہوا برسک نے دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی پھر برسک کے ساتھ کریاسین اسی کمرے میں داخل ہوا جس میں سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے جب وہ ایک نشست پر بیٹھ گیا تب ناجیہ نے کریاسین کو بھی شیروان اور بوفون کی آمد کی اطلاع کر دی تھی۔

جواب میں کریاسین کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

"میری بیٹی تم نے بہت اچھا کیا آئندہ ان دونوں میں سے یا یہ دونوں کسی وقت بھی ہماری حویلی کی طرف آئیں دروازے پر دستک دیں تو دروازہ نہیں کھولنا دونوں اوباش ہیں اپنے مفاد کی خاطر یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں بہر حال ان دونوں پر لعنت بھیجو میں کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کروں گا کہ یہ دونوں میری حویلی میں داخل ہوں برسک شاریہ یا زریق کے متعلق کسی بھی قسم کی گفتگو کریں۔" یہاں تک کہنے کے بعد کریاسین جب خاموش ہوا تب بڑے خوش کن انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے زریق بول اٹھا۔

"کریاسین میرے عزیز بھائی! ہم تینوں باپ بیٹا اور بیٹی کو یہاں رہتے ہوئے کئی روز ہو گئے ہیں میں آپ لوگوں کو اپنی مذہبی روایات نبھاتے ہوئے بھی دیکھتا ہوں اور دل میں ایک جستجو ایک تشنگی سی رہتی ہے۔ کہ میں آپ سے آپ کے مذہب کے متعلق کوئی تفصیل جانوں کہ آپ کے مذہب میں آتش پرستی کیسے شروع ہوئی آپ لوگوں کے بڑے بڑے آتش کدے کہاں ہیں کیسے یہ تعمیر ہوئے ان کے اندر کیسے اور کس انداز میں عبادت کی رسومات ادا کی جاتی ہیں۔"

جواب میں کریاسین تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر زریق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"زریق میرے بھائی! آتش پرستی کی ابتدا یا اپنے مذہب کے آتش کدوں کے متعلق جس قدر میں جانتا ہوں وہ میں آپ کو ضرور بتاؤں گا۔"

کریاسین نے کچھ سوچا پھر وہ سب کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"زریق میرے بھائی! جس قدر میں جانتا ہوں اس کے مطابق ایران میں ہوشنگ نام کا ایک بادشاہ تھا ایک دن وہ اپنے چند مصاحبوں کے ہمراہ کسی کوہستانی سلسلے کے اوپر تفریح طبع کے لئے گیا ہوا تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ انتہا درجہ کا خوفناک اژدھا وہاں نمودار ہوا جس کے منہ سے دھواں نکل رہا تھا اور سر پر دو آنکھیں خون کے کسی چشمہ کی طرح چمک رہی تھیں اس وقت بادشاہ اور اس کے مصاحب سارے نہتے تھے لہٰذا اژدھے سے بچنے کے لئے سب نے اس پر سنگ باری شروع کر دی۔

کہتے ہیں اس سنگ باری سے وہ موذی اور خوفناک اژدھا تو ہلاک نہ ہو سکا لیکن جب یہ پتھر جو ہوشنگ بادشاہ اور اس کے ساتھیوں نے کافی تعداد میں بڑی تیزی کے ساتھ پھینکے تھے وہ جب بڑی چٹانوں سے لگاتار ٹکرائے تو وہاں آگ کی چنگاریاں چٹانوں سے نکلنے لگیں یہ منظر دیکھ کر ہوشنگ انتہا کا حیران اور پریشان ہو کر رہ گیا۔

ان چنگاریوں اور نکلتی آگ سے ہوشنگ ایسا متاثر ہوا کہ اس نے اس روشنی کو قابل پرستش سمجھا اور آگ کے ان شعلوں کو اس نے نور یزدانی خیال کیا۔ اژدھا تو چلا گیا لیکن اس کے جانے کے بعد ہوشنگ نے خدا کی تعریف کی اور اسی شب پہاڑ پر اس نے آگ جلا کر اپنے ندیموں کے جھرمٹ میں ایک جشن سا منایا۔

ہوشنگ کے دور میں آگ کی پرستش کرنے کی یہی ابتدا تھی ہوشنگ کے بعد طہمورس ایران کا بادشاہ بنا اور اس کے بعد جمشید حکمران ہوا اس کے دور میں مذہب کا عقلی طور پر احساس ہوا اور ایرانیوں نے جمشید کو نہ صرف فرمارواں بلکہ ایک ربانی وجود تسلیم کر لیا یوں جانو اس طرح جمشید خود بھی خدائی کا مدعی ہوا۔

اس طرح آتش پرستی جاری رہی یہاں تک کہ گشتاسب ایران کا بادشاہ ہوا یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے خوارزم کے مقام پر آتش کدہ تعمیر کیا اس آتش کدے میں آگ روشن کی گئی اور اس کی پرستش کا اہتمام کیا بعد کے دور میں جتنے بھی آتش کدے تعمیر کئے گئے خوارزم کے اسی آتش کدے سے وہاں آگ کو منتقل کیا گیا۔" کریاسین رکا پھر کچھ سوچتا ہوا دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''زریق میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس آتش پرستی سے پہلے ایرانیوں کا عقیدہ تھا کہ مہ آباد نام کا ایک شخص ان کا ابو البشر یعنی بابا آدم پہلا بادشاہ اور پہلا پیغمبر تھا اور یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جس کو اصطلاحاً غیر تاریخی زمانہ قبل از تاریخ کہا جاتا ہے کہتے ہیں کہ مہ آباد کے زمانہ سے ایک ذات مطلق کی عبادت ہوتی تھی اور ہزاروں سال تک توحید قائم رہی پھر پیغمبری دور کے خاتمہ پر کفر و الحاد کا دور شروع ہوا۔

عہد قدیم میں ایران کے اندر جو پیغمبر آئے ان کے نام مہ آباد جے افرام شائی گیلیوں اور پاسان بتائے جاتے ہیں یہ یکے بعد دیگرے آئے یہ حاملان شریعت تھے اور ان کے دور میں توحید زندہ رہی۔

ان پیغمبروں کے بعد پہلا غیر پیغمبر حکمران کیومرث تھا تاریخ میں اسے گل شاہ بھی کہا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ صرف خدا کی بنجر زمین پر حکمران تھا اس کے دور میں ایرانی ہنوز دنیا کی معمولی و تمدنی ترقیوں سے بھی محروم تھے اسی کیومرث نے پہاڑوں کے غاروں کو مسکن بنایا جانوروں کی کھالوں سے اس نے اپنی ذات اور رعایا کے لئے لباس تیار کروائے جانوروں کو مطیع و فرمانبردار بنایا اور ان کے خرد و نوش کا بھی سامان کیا پھر آہستہ آہستہ توحید سے یہ لوگ دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ توحید کو چھوڑ کر ایران میں ستارہ پرستی کی ابتدا ہوئی اور اسی کو صابی مذہب کہا جانے لگا۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اس دور میں ایرانی سات ستاروں کو انوار کا سایہ سمجھتے تھے اور ستاروں کو قبلہ حاجات مدبر عالم اور مقرب بارگاہ یزداں جانتے تھے اور ذات باری تعالیٰ سے متعلق خیال تھا کہ وہ ایک پیکر مجسم ہے اور افلاک فرشتے اور کواکب شکل و صورت میں اس مقدس ذات سے بہت ہی مشابہ اور قریب تو ہیں۔

اس طرح ایرانیوں کے ہاں سات ستاروں کی پوجا ہونے لگی اور ان کی مورتیاں بنا کر مندروں کے اندر رکھی جانے لگیں سورج کو ان سب سیاروں کا شہنشاہ یعنی نیر اعظم خیال کیا جاتا تھا لہٰذا سب سے پہلے آفتاب کی پوجا شروع ہوئی اور وہ نور مطلق قرار پایا اور ایرانیوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انبیاء اولیاء اور حکماء ان ستاروں کے روپ میں جلوہ گر ہوا کرتے تھے اس لئے مذہب کے سرکردہ لوگوں نے ان سات ستاروں کے نا صرف نام رکھے بلکہ طبعی خواص کے مطابق ان کے لیے علیحدہ علیحدہ ہیکل اور مندر بھی بنائے اس طرح دن میں تین مرتبہ مندروں کے اندر ان ستاروں کی پوجا پاٹ ہونے لگی اور ہر ستارے کے معبود پجاری بھی جدا ہوا کرتے تھے ایک ستارے کا پجاری اور خادم دوسرے مندر میں جانے کا مجاز نہ تھا اور یہ

ہیکل اور مندر پیکرستان شیدان کہلاتے تھے۔

ایرانیوں نے اپنے قدیم دور میں جن سات ستاروں کی پرستش شروع کی ان کے نام کچھ اس طرح رکھے گئے۔

پہلے ستارے کا نام کیوان رکھا گیا اس کو زحل سینچر اور سیٹرن کا نام بھی دیا گیا دوسرے ستارے کا نام ہرمزر کھا گیا اسکو برجیس، مشتری اور قاضی فلک بھی کہہ کر پکارا گیا۔

تیسرے ستارے کا نام بہرام رکھا گیا اسے ریخ منگل، جلاد فلک اور مارس کا نام بھی دیا گیا چوتھے ستارے کو آفتاب پکارا گیا اسے ہود، خورشید، مہر، شمس ادت اور سورج کا نام بھی دیا گیا۔

پانچویں ستارے کا نام ناہید رکھا گیا اور جن دوسرے ناموں سے اسے پکارا گیا وہ نام زہرہ، سکر، مطربہ فلک ہیں۔ اسے وینس بھی کہا گیا۔

چھٹے ستارے کو تیر کہہ کر پکارا گیا اسے عطارد، بدھ، میر منشئی فلک اور مرکری کا نام بھی دیا گیا۔

آخری ستارے کو یعنی ساتویں ستارے کو ماہ کا نام دیا گیا اسے مہتاب قمر، سوم، چاند کہا۔ بھی پکارا گیا۔

ہر ستارے کی مورتی دھات سے بنائی گئی تھی اور ہر ایک کی شکل و صورت لباس رنگ و روپ خواص جداگانہ تھے یہ مورتیاں مندروں میں اسی وقت نصب کی جاتی تھیں جو وقت ان ستاروں سے منسوب اور مخصوص کیا جاتا تھا ان ستاروں میں عطارد کے پجاریوں کا دائرہ بہت وسیع خیال کیا جاتا تھا اہل قلم شعرا اطباء محاسب اور عمال عطارد کے پجاری خیال کیے جاتے تھے اسی طرح تاجر معمار اور خیاط بھی اسی مندر میں جاتے تھے۔

زہرہ کا مندر عورتوں کے لیے مخصوص کیا جاتا تھا اور اس کی پروہتانی یعنی منتظمہ عورت ہی ہوا کرتی تھی رات کے وقت کوئی مرد اس مندر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اس میں صرف عورتیں جاتی تھیں۔

مندروں میں جانے والے صرف اسی رنگ کا لباس پہنا کرتے تھے جو رنگ دیوتاؤں کے لئے مخصوص تھا اور وضع بھی خاص ہوتی تھی مگر کسی مندر کے لئے شاہانہ لباس تھا کسی کے لئے صوفیانہ کہیں رندانہ لباس مختص کیا گیا تھا مندر میں داخلہ کے وقت خاص آداب اور احترام ملحوظ رکھا جاتا بلند آواز میں مندروں کے اندر بولنا منع تھا۔

کہتے ہیں ان سات مندروں میں سورج دیوتا کا مندر سب سے بڑا تھا اور اس کا گنبد

سونے کی اینٹوں کا تھا دیواریں یاقوت الماس اور عقیق وغیرہ سے مرصع تھیں مورتی کندن یعنی طلائے احمر کی تھی اور مرد کی صورت میں اس کے دو سر تھے اور دونوں پر قیمتی تاج یاقوت سے مرصع تھے اور ہر ایک تاج میں موتی جڑے ہوئے تھے اور سواری میں ایک زبردست گھوڑا دکھایا جاتا تھا اس مورتی کا چہرہ انسانی تھا جبکہ باقی جسم اژدہے کا بنایا جاتا تھا دائیں ہاتھ میں چاندی کی ایک نکلی اور گردن میں جواہرات کا گلو بند ہوا کرتا تھا تمام پجاری اور خادم زرہ پوش رہتے تھے۔ زربفت لباس پہنتے تھے سنہری تاج جو یاقوت اور الماس سے مرصع ہوا کرتا تھا استعمال کیا جاتا تھا کمر میں سنہری پٹکا باندھا جاتا تھا اور ہاتھوں میں طلائی انگوٹھیاں رکھی جاتی تھی۔

دوسرے درجے کا مندر چاند دیوتا کا تھا جس کا گنبد سبز رنگ کا ہوا کرتا تھا اس کی مورتی کچھ اس طرح تراشی جاتی تھی کہ ایک انسان سفید بیل پر سوار ہوا کرتا تھا جس کے سر پر تاج تھا اور تاج پر تین سرنمایاں ہوتے تھے ہاتھ میں کنگن اور گلے میں طوق اور دائیں ہاتھ میں ایک یاقوت کی نکلی اور بائیں ہاتھ میں ریحان کی ایک ڈالی ہوا کرتی تھی اس مندر کے تمام پجاری سفید سبز پوش اور چاندی کی انگوٹھیاں پہنتے تھے ہر مندر کے ساتھ ایک باورچی خانہ ہوا کرتا تھا جس میں ہر وقت دستر خوان بچھا رہتا تھا اور طرح طرح کے لطیف کھانے اور شربت تیار رہتے تھے جس وقت جس کا جی چاہے کھا سکتا تھا کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی اس طرح ہر مندر سے متعلق ایک شفا خانہ بھی ہوا کرتا تھا جس میں بیماروں کا علاج ہوتا تھا اور اس کے طبیب مندر کے پجاری ہوا کرتے تھے۔

یہ تو بڑے مندروں کے حالات تھے ورنہ پوجا کے لئے ہر گھر میں ستاروں کی مورتیاں رکھی جاتی تھیں جب تک ایران میں ستارہ پرستی قائم رہی اس وقت تک کسی نے آگ کی پوجا کو اہمیت نہ دی اور نہ ہی اس کو معبود مانا لیکن چونکہ آگ مظہر یزدانی تسلیم کر لی گئی تھی اس لیے اظہار عظمت کے لئے مندروں کے ساتھ ساتھ آتش کدے بھی تھے جن میں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی لیکن دیوتوں کے سامنے اس کی چمک دمک اور حرارات کو فروغ نہ دیا جاتا تھا اور ان آتش کدوں کے متولی بھی جداگانہ ہوتے تھے۔

ہر دیوتا اور مندر کے لئے علیحدہ علیحدہ کھانوں اور روغن کا اہتمام کیا جاتا تھا اسی طرح ہر مندر اور ہر دیوتا کے لئے علیحدہ علیحدہ خوشبو کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا مثلاً کسی کے لیے صندل یعنی چندن، کسی کے لئے زعفران کسی کے لئے عود کسی کے لئے سمی کسی کے لئے سندروس کسی کے لئے حب الغار اور کسی کے لئے میا کی خوشبوئیں استعمال ہوتی تھیں۔

جہاں تک صندل زعفران اور عود کا تعلق ہے اس سے متعلق عام لوگ جانتے ہیں ان کا نام بھی سن رکھا ہے جہاں تک دوسری خوشبوؤں کا تعلق ہے تو ان سے متعلق تفصیل کچھ یوں ہے۔

سمی شام آرمینہ ایشیائے کوچک اور ان کے ہمسایہ ممالک میں درخت کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ درخت قد و قامت میں پیلو کے درخت کے برابر ہوتا ہے جس کی مسواک بنائی جاتی ہے اس درخت کو کاٹا جاتا ہے اور اس سے قطرے ٹپک کر جم جاتے ہیں جو ایک قسم کا گوند بن جاتا ہے۔ اسی گوند کو جب جلایا جاتا ہے تو خوشبو اٹھتی ہے اسی کو سمی کہتے ہیں۔

سندروس کا اپنی ذات میں کافور کی طرح کا ایک درخت کا گوند ہوتا ہے جس کا رنگ زرد ہوتا ہے اس درخت کو کاٹ کر جو دودھ نکالا جاتا ہے وہ بھی گوند ہی کی طرح کا ہوتا ہے اور جلنے پر خوشبو دیتا ہے۔

حب الغار بھی ایک درخت ہے جس کے پھل کو حب الغیر کہہ کر پکارا جاتا ہے کہتے ہیں اس درخت کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے یونانیوں کے ہاں اس کا درخت نہایت متبرک ہے اس کی لکڑی سے دستی چھڑیاں اور ٹوپیاں بنائی جاتی ہیں پتے نہایت خوشبودار ہوتے ہیں دیوتاؤں کے لیے اس کی خوشبو کو بڑی رغبت سے استعمال کیا جاتا ہے۔

میا بھی ایک درخت کا گوند ہے۔ جو شام میں ہوتا ہے۔ اس کو میا سائلہ بھی کہتے ہیں اس کو جوش دے کر منجمد کر لیا جاتا ہے گرم کرنے پر یہ خوشبودار تیل کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دیوتاؤں کے مندر میں استعمال ہونے کے لیے یہ روغن شام سے ایران میں لایا جاتا تھا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد کریاسین جب خاموش ہوا تب زریق نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''کریاسین میرے محترم تم نے جو گفتگو کی یقیناً میرے علم میں اضافہ ہوا ہے لیکن میں نے سن رکھا ہے کہ آتش پرستوں کا پیغمبر زرتشت تھا لیکن اس ساری گفتگو کے دوران تم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔'' اس پر کریاسین نے کچھ سوچا اور کہنے لگا۔

''میں تمہیں زرتشت کی تفصیل بتاتا ہوں لیکن زرتشت سے پہلے بھی آگ کی پرستش کی جاتی تھی۔

زریق میرے عزیز بھی زرتشت ایک خیالی پیکر تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس کی حیثیت کو تسلیم بھی کیا گیا ہے اور اسے ایک تاریخی وجود مانا جاتا ہے اور وہ ایرانیوں کا پیغمبر ہے۔ اس کی ماں کا نام دغدویہ تھا اور نانا کا نام اسرہ حمیرہ تھا میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ پیغمبروں کے

لیے یہ خصوصیت ہے کہ وہ اعلیٰ خاندان سے ہوتے ہیں اور ان کا نصب داغ دھبوں سے پاک ہوتا ہے اس لئے یزدان زرتشت کو شہنشاہ فریدون کی نسل سے پیدا کیا۔

زرتشت کے لغوی معنی کئی ایک ہیں کوئی اس کے معانی آگ کا پجاری اور کوئی رفیق آتش نکالتا ہے کوئی عقل کل کہتا ہے اور کوئی زریں حکومت کوئی اونٹ والا کہتا ہے۔ لیکن جو معنی قرین صحت ہیں وہ یہ کہ زرتشت کا ترجمہ یزدان پرست ہے۔

زرتشت کی ولادت کا فخر کس قریہ اور شہر کو حاصل ہے یہ تحقیق طلب ہے لیکن یہ بات تسلیم ہے کہ اس کی ماں رے کی رہنے والی تھی اور باپ آذر بائیجان کا تھا۔

زرتشت نے 660 قبل مسیح میں جنم لیا اور یوم ولادت سے تقریباً بیس سال تک کے حالات عجائب پرستی سے مالا مال ہیں لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عام شباب میں زرتشت زہد و تقویٰ رحم و کرم اور انسانی ہمدردی میں ڈوبا ہوا تھا اور کاشت کاروں پر ازحد مہربان تھا جب اس کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو وطن عزیز سے اپنے چند عزیزوں اور دوستوں کے ہمراہ بلخ میں داخل ہوا جہاں اس وقت کیانی بادشاہ گشتاسب کی حکمرانی تھی۔

بلخ میں داخل ہونے کے بعد ایک عرصہ تک زرتشت کی دربار میں رسائی نہ ہوئی لیکن جب شہرت عام ہوگئی تو چند امراء کے توسط سے دربار میں پہنچایا گیا ایک روایات یہ بھی ہے کہ کیانی بادشاہ گشتاسب کے درباری محل کی چھت شق ہوگئی۔ اور اس حادثے میں گشتاسب کو زرتشت ایک تخت پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

جس کی وجہ سے گشتاسب نے زرتشت کو سلام بھیجا اور اپنے پاس طلب کیا زرتشت گشتاسب کے سامنے پیش ہوا اور اس کے سامنے پرانے مذہب کے پیش واؤں سے زرتشت کا مظاہرہ ہوا بادشاہ کے حکم پر تین یوم تک مناظرہ ہوتا رہا۔ جب زرتشت نے پرانے مذہب کے پیش واؤں کے فلسفہ الٰہیات سے متعلق تیس سوالات کے جوابات دے دیئے تو کیانی بادشاہ گشتاسب زرتشت کی پیغمبری کا قائل ہو گیا۔

کہتے ہیں اس موقع پر زرتشت نے گشتاسب سے کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور یزدان کی دعوت دیتا ہوں میرا معجزہ ایک عود دانی ہے جس کو میں بلخ سے اپنے ساتھ لایا ہوں لہٰذا تو میرے مذہب کو قبول کر کیونکہ بادشاہی کے لیے لامذہبی پسندیدہ نہیں ہے لہٰذا گشتاسب نے زرتشت کی دعوت کو قبول کر لیا۔ گشتاشپ کے ساتھ ساتھ پرانے مذہبی پیش وا ہرلسپ اور ولی عہد اسفندیار بیگمات اور مشیروں کے علاوہ بڑے حکیم جاماسپ اور ارکان سلطنت نے بھی زرتشت کا مذہب قبول کر لیا۔

مجوسیت میں داخل ہونے کے بعد گشتاسب نے جو مسلسل احکام جاری کئے وہ اس طرح سے ہیں۔

سب سے پہلے اس نے نیشاپور کا قدیم آتش کدہ کہ اذر مہرزین جو مدت سے سرد پڑا تھا جس میں نہ لکڑی جلتی تھی نہ عود سلگتا تھا از سرنو گرم کرایا۔ اس سے پہلے آتش کدوں پر گنبد نہ بنتے تھے لہٰذا امتیاز کے لئے گشتاسب نے حکم دیا کہ ہر آتش کدہ پر شاندار گنبد تعمیر ہو اور ان گنبدوں کو گنبد زرتشت کا نام دیا گیا۔

وہ آتش کدے جو اب تک ویران تھے ان کو آباد کیا گیا اور وہاں معبد تعینات کئے گئے جنہوں نے از سرنو آگ کی دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلہ خیز کر دیا اور اشاعت مذہب کے لیے مختلف وفود روانہ کئے۔

جب گشتاسب نے مجوسیت کو قبول کر لیا تو اس واقعہ کی یاد میں زرتشت نے حکم دیا کہ آتش کدے کے دروازے پر ایک سرو کا درخت لگایا جائے۔ چنانچہ یہ درخت لگایا گیا۔ جو خلاف عادات چند سال میں غیر معمولی طور پر پھیلا اور بڑا ہوا اس میں ان گنت شاخیں نکلی کہتے ہیں یہ درخت صدیوں تک قائم رہا اور اس درخت کے نیچے ایک خوبصورت طلائی محل بھی بنایا گیا جو چالیس مربع گز تھا اور اس محل کی خاک عنبر اور زمین نقرئی تھی اس کے بعد دیوار پر روغنی تصاویر بنائی گئی ان میں فریدوں کی تصویر بھی تھی جس کے ہاتھ میں گرز تھا اس کے علاوہ قوم کے مشاہیر کی تصویریں بھی آویزاں کی گئیں اور محل کے اندر ایک شہ نشین کے طور پر ایک آہنی حلقہ تعمیر کیا گیا تھا جس پر گشتاسب بیٹھا کرتا تھا اس محل میں ایک کتبہ بھی لگایا گیا جس میں درج تھا کہ گشتاسب ن زرتشت کا مذہب قبول کر لیا ہے۔

زرتشت کے پیروکاروں کے لیے ایک کتاب بھی تھی جسے زرتشت کی کتاب کہا جاتا ہے اسے آسمانی صحیفہ کا نام بھی دیا گیا ہے جس کا نام اوستا ہے زرتشت نے قدیم پہلوی زبان میں اس کی شرح خود لکھی جس کا نام ژند رکھا باوجود تفسیر کے ژند کی عبارت عام فہم نہ ہوئی۔ ت ژند کی بھی شرح لکھی گئی اور اس کا نام پاژند رکھا گیا۔

کہتے ہیں اوستا کی تعلیم طبقہ اعلیٰ اور شرفاء تک محدود تھی عوام یا اچھوت محروم تھے مذہبی احکام کے علاوہ اوستا عہد سلف کی تاریخ بھی تھی اور مختلف علوم مثلاً ریاضی نجوم اور طب کا بھی اس میں کافی ذخیرہ تھا جو زرتشت کے علمی طباع کی دلیل ہے اصل کتاب کی متعدد نقلیں گشتاسب کے زمانے میں نقل ہوئی تھیں جا بجا اوستا کے نسخے موجود تھے لیکن سکندر اعظم کے حملے کے باعث یہ جملہ کتب تلف ہو گئیں تاہم اب بھی مختلف ابواب باقی ہیں جن میں کچھ

اذکار احکامات اور شیاطین کے خلاف دعائیں تزکیہ نفس کے اصول ان کے علاوہ یزدان اہرمن فرشتوں کا بیان ہے اوستا میں یہ بھی تھا کہ مہینہ کے تیس دن ہوتے ہیں اور ہر دن ایک فرشتہ یا موکل کے سپرد ہے جو مخلوقات کے لیے احکام نافذ کرتا ہے ان فرشتوں کو رضا مند رکھنے کے لیے خاص خاص دعائیں اور وظیفے بھی تھے آج کل جرمنی فرانس اور انگریزی میں اوستا کا موجودہ حصہ مع اصل ترجمہ کے موجود ہے۔

زرتشت کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نظام عالم دو خداؤں کے سپرد جو نیکی اور حسنات کا خدا ہے اس کا نام یزدان ہے اور جو بدی اور سیات کا خدا ہے اس کا نام اہرمن ہے یہ اپنی اپنی خدمات انجام دیتے ہیں ایک کو دوسرے کے معاملات میں دخل دینے کا استحقاق نہیں ہے لیکن نظام عالم کے اعتبار سے یزدان ہمیشہ اہرمن پر غالب رہتا ہے۔ زرتشت کے مذہب میں آگ پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس ضرورت سے قدم قدم پر آتش کدے تعمیر ہوئے تھے اگرچہ زرتشت سے قبل دس بڑے آتش کدے موجود تھے لیکن گشتاسب کے عہد سے ساسانیوں کی حکومت تک ہزاروں کی تعداد میں آتش کدے قائم ہوئے شہروں کے آتش کدے مفصلات کے مقابلے میں زیادہ شاندار ہوتے تھے اور شاہی آتش کدے تکلفات اور آتش کے لحاظ سے عجائبات کا درجہ رکھتے تھے زرتشت کے مذہب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ جس طرح ہندوستان میں مہاتما گوتم بدھ کو راجہ اشوک مل گیا تھا اس طرح زرتشت کا مبلغ ایران میں گشتاسب کیانی تھا اس ایرانی شہنشاہ نے اپنی تلوار سے وہی کام لیا جو مسیحیت پھیلانے کے لئے رومن شہنشاہ قسطنطین نے لیا تھا۔

کہتے ہیں گشتاسب نے مجوسیت پھیلانے کے لیے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر بلخ سے روانہ ہو اور بزور شمشیر مجوسیت کی اشاعت کرے اور پرانے مذہبوں کے جس قدر ہیکل اور مندر باقی ہوں سب برباد کر دیئے جائیں اسفند یار نے جن ممالک کا دورہ کیا ان میں ہندوستان بھی شامل ہے اور اسی عہد میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بھی آتش کدے قائم ہوئے جن کے حالات تاریخ اور سفر ناموں میں موجود ہیں مثلاً تاریخ میں ایک آتش کدے کا ذکر ملتا ہے جو صوبہ گیا کے شہر کے جنوب میں چھ میل کے فاصلے پر دریائے ترنجن کے کنارے تعمیر کیا گیا تھا اس آتش کدے کا معبد یا پروہت کاسیا پنڈت تھا اس آتش کدے میں ایک رات گوتم بدھ نے بھی گزاری تھی اور اپنی کرامت سے اس اژدھے کو جو آتش کدے کے اندر تھا زیر کر لیا تھا۔

چنانچہ اس واقعے کی یاد میں بھوپال میں سانچی کے مقام پر دیواروں پر جو بدھ مت کا

تمدن کیا گیا ہے اس میں بطور عجائبات کے شرقی دیوار پر اس آتش کدہ کی بھی تصویر موجود ہے اور اس کی شکل یہ ہے کہ ایک کشکول ہے جس میں پانچ پھن کا سانپ کنڈل مارے بیٹھا ہے اور اس کے اندر سے دھواں نکل رہا ہے اس زمانے تک بدھ کا اسٹیچو تیار نہیں ہوا تھا نہ تصویر کا رواج تھا بلکہ ایک تخت اور پیپل کا درخت بنایا جاتا تھا جس سے یہ مراد تھی کہ یہاں مہاتما بدھ موجود ہیں یہی حال اس نقش کا ہے اور تصویر کا رواج راجہ کنشک کے زمانے سے ہوا اسفند یار نے اپنے دور میں یہ کام کیا کہ جتنے مندر اس کے سامنے آئے سب کو منہدم کر دیا اور ہر بڑی آبادی میں ایک نیا آتش کدہ بنایا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مہم پر روانہ کرنے سے پہلے گشتاسب نے اپنے بیٹے سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جب وہ اس مہم سے کامیاب واپس آئے گا تو اسے ایران کا شہنشاہ بنایا جائے گا اور وہ خود تخت سے الگ ہو جائے گا لیکن برا ہو حالات کا گشتاسب نے اپنے داماد کے کہنے پر اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔

اس نے اپنے بیٹے اسفند یار پر چند الزامات لگا کر کسی دور دراز مقام پر قید کر دیا اور خود زال پہلوان کے پاس سیستان میں جا کے اس کی مہمانی سے لطف اٹھاتا رہا اسی دوران ایران میں ایک بہت بڑا حادثہ نمودار ہوا۔

وہ یہ کہ ترکوں کا بادشاہ ارجاسب ایران پر حملہ آور ہوا اس نے ایران پر حملہ کیا اس حملے کے نتیجے میں ایرانی لشکر کا سالار لاراسب میدان جنگ میں اور زرتشت ایک آتش کدے میں قتل کر دیئے گئے۔

اس حملے کے نتیجے میں ترکوں کے بادشاہ ارجاسب نے جس قدر بڑے بڑے آتش کدے تھے سب کو مسمار کر کے رکھ دیا۔

گشتاسب کو جب اس حملے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے اسفند یار کو بھی بلا لیا۔ دونوں باپ بیٹوں نے مل کر ترکوں کے بادشاہ ارجاسب کا زبردست مقابلہ کیا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا اس فتح کے نتیجے میں کیانی بادشاہ گشتاشب نے اپنی انتہا درجے کی خوبصورت بیٹی ہما کی شادی اپنے بیٹے اور ولی عہد اسفندیار سے کر دی کیونکہ زرتشتی مذہب کے مطابق بہن کی شادی بھائی سے جائز تھی۔‘‘ یہاں تک کہنے کے بعد کریا مین دم لینے کے لیے رکا اس کے بعد مسکراتے ہوئے اس نے زریق کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

میرے خیال میں جو کچھ آپ نے کہا تھا اس سے متعلق اس قدر تفصیل ہی کافی ہے۔

جواب میں زریق مسکرایا کہنے لگا۔

''کریاسین میرے بھائی! تو نے یہ حالات سنا کر میرے علم میں خوب اضافہ کیا میں تمہارا ممنون ہوں۔'' زریق کے ان الفاظ کا جواب دینے کے بعد کریاسین اچانک چونکا اور کہنے لگا۔

''جو خبر لے کر میں گھر میں داخل ہوا تھا وہ تو میں بھول ہی گیا۔'' کریاسین کے ان الفاظ پر اس کی بیٹی نایاذ ، ناجیہ ، شاریہ ، برسک اور زریق سب فکر مند ہو گئے تھے پھر زریق نے پوچھ لیا۔

''میرے بھائی کیسی خبر!''۔

''خبر یہ ہے کہ خزر کے ترک خاقان نے آرمینیا کے مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان گنت مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور مسلمانوں کے قتل کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ خزر کے ترک خاقان کی بیٹی ماری گئی ہے کہا جاتا ہے کہ اس کی بیٹی کے قتل کا الزام مسلمانوں پر لگایا گیا ہے جس کے لیے خاقان نے ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اب خدشہ یہ ہے کہ یہ خبر مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید تک پہنچے گی تو وہ ایسے خونی اور انتقامی ردعمل کا اظہار کرے گا کہ ان علاقوں کے اندر مسلمانوں کا انتقام لینے کے لیے وہ ایک طوفان کھڑا کر کے رکھ دے گا۔''

اس موقع پر کریاسین کی بیٹی اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی بابا چھوڑیں ان حالات کو ہمیں اس سے کیا دیکھیں مسلمان کس ردعمل کا اظہار کرتے ہیں بہرحال ہم سب آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے اب آپ آ گئے ہیں تو سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔'' اس کے بعد نایاذ ، ناجیہ اور شاریہ اٹھ کھڑی ہوئیں سب نے کھانے کے برتن لگائے پھر سب کھانا کھا رہے تھے۔

٭......٭

خلیفہ ہارون الرشید ایک روز اپنے قصر میں اکیلا تھا کہ اس نے اپنے دو شاہی داستان گوؤں کو طلب کیا ان کے نام اصمعی اور حسین تھے جب دونوں داستان گو خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے پیش ہوئے تو حسین کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

''حسین آج کوئی ایسا قصہ سناؤ جس سے میرا دل بہلے۔'' جواب میں حسین مسکرایا اور پھر وہ اپنے قصے کی ابتدا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر المومنین میں ایک سال بصرہ گیا اور محمد بن سلیمان امیر بصرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدحیہ قصیدا سنایا۔ اس پر امیر نے مجھے صلہ دے کر رخصت نہیں کیا بلکہ مہمان رکھا۔ پھر ایسا ہوا کہ میں ایک دن بصرہ کے مشہور بازار مربد میں گیا لیکن گرمی کی شدت سے بدحواس تھا ایک محل کے دروازے پر پانی پینے کے لیے ٹھہر گیا۔

اتنے میں ایک کمسن خاتون یکایک پردے سے نکلی جس کا قد رعنا شاخ بید کی طرح نازک تھا آنکھیں سرگیں اور بڑی بھویں چوڑی اور پیشانی کشادہ تھی سرخ قمیض پر عدن کی ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھی جامہ زیبی کا یہ عالم تھا کہ پنڈے کی سفیدی قمیض کی سرخی پر غالب تھی اور معیار اشتیاف ایک خاص نقطہ پر تھا۔

اس شوخ و شنگ کا پیٹ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مرے کا تھان لپیٹا رکھا ہے اور اس کی شکنیں کاغذ کی تہہ سے مشابہ تھیں سر کے بالوں سے مشک کی خوشبو اڑ رہی تھی اور پیشانی کے بالوں کو اس طرح سنوارا گیا تھا کہ یمنی چادر کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔

امیر المومنین اس کے گلے میں جواہرات کے مرصع زیور بھی تھے ناک ستواں اور ٹھوڑی، موتی جیسی گول تھی دانت موتیوں کی لڑیاں اور منہ سے خوشبو کی لپیٹیں آتی تھیں لیکن یہ حسن کی دیوی کافی پریشان نظر آتی تھی۔ بار بار دہلیز کے اندر آتی جاتی تھی اور پازیب کی چھنکار سے اس کا آنا جانا معلوم ہوتا تھا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد حسین رکا اور پھر اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر المومنین میں اس کی خوبصورتی اور قد و قامت اور حسن جمال کی کیا تعریف پیش

کروں مختصر یہ کہ وہ کسی شاعر کی مجسم تخیل تھی اور میں اس کے حسن سے مرعوب ہو چکا تھا اور پھر آپ جانتے ہیں کہ حسینوں کا رعب اور حسن ضرب المثل ہوتا ہے تاہم سلام کی غرض سے میں ڈیوڑھی میں ٹھہر گیا اور جب وہ باہر آئی تو اس کو ادب سے سلام کہا۔

اس نے سلام کا جواب دیا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی زبان میں گویائی کی طاقت نہیں ہے دل زخمی ہے اور خود کہیں کھوئی ہوئی ہے اس کے بعد میں نے اسے مخاطب کیا۔

سیدہ میں ایک بوڑھا مسافر ہوں پیاس کا مارا ہوا ہوں کسی کنیز کو حکم دیجئے کہ وہ مجھے ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دے خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔

یہ سن کر وہ بولی دور ہو یہاں پانی ہے نہ کھانا اس پر میں نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

آخر اس عتاب کا سبب کیا ہے کہنے لگی میں خود ہی عشق و محبت کی ستائی ہوئی ہوں اور جس کو دل دے چکی ہوں وہ بڑا ہی ظالم ہے اور میں اس کے رحم و کرم پر پڑی جی رہی ہوں۔

اب میں نے سوال کیا کہ جس کو تو پسند کرتی ہے محبت کرتی ہے وہ کہاں ہے بولی اسی عالم میں ہے اور وہ مجھ سے اس لیے الگ رہتا ہے کہ اس کو اپنے حسن و جمال پر بڑا ناز ہے۔

میں نے پوچھا کہ تم بار بار دروازے پر کیوں آتی جاتی ہو۔ کہنے لگی وہ روزانہ اسی جگہ سے گزرتا ہے اور اب وہ آنے ہی والا ہے۔

یہ جواب ملنے پر مجھے حیرت ہوئی اور دریافت کیا کہ وہ تم سے کبھی ملا بھی ہے۔

یہ سن کر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور گالوں پر اس طرح آنسو ڈھلک پڑے جس طرح گلاب کی پتیوں پر شبنم کے قطرے چھلکتے ہیں پھر کہنے لگی۔

وہ مجھے پسند کرتا تھا اور ہم دونوں دو شاخوں کی طرح ملے جلے رہتے تھے لیکن کسی ظالم نے ایک شاخ قلم کر دی ہے اور اب صرف ایک ہی شاخ باقی ہے جو اپنے رفیق کے غم میں سوکھ کر کانٹا ہو رہی ہے میں نے پھر سوال کیا۔

کیا تمہاری اس بے قراری کا اسے بھی علم ہے کہنے لگی۔

''اس کا علم خدا ہی کو ہوگا۔ میرا تو یہ عالم ہے کہ جب دیواروں پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو میں یہ خیال کرتی ہوں کہ وہ آ گیا ہے اور جب اچانک اس کو دیکھ لیتی ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتی ہوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے جسم کا خون خشک ہو چکا ہے اور روح قالب سے نکل چکی ہے۔''

اس کے یہ الفاظ سن کر مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یہ بات حقیقت کے کچھ خلاف

معلوم ہوتی ہے کہ اس قدر فراق اور محبت کی زندگی صبر کرنے کے باوجود تمہارا رنگ و روپ اب بھی نکھرا ہوا ہے اور یہ بات حقیقت پسندی کے خلاف لگتی ہے میری یہ گفتگو کا جواب اس خاتون نے کچھ نہ دیا تب میں نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''خاتون تم اگر اس کی محبت میں مبتلا نہ ہوتی تو میں تمہیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ بصرہ کے امیر تمہاری شمع جمال پر پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑتے۔'' اس پر وہ جھٹ سے بولی۔

''تمہارا کہنا درست ہے اس نوجوان سے محبت سے قبل یقیناً میں سراپا حسن و جمال تھی اور بصرہ کے امراء میرے دیوانے بھی تھے۔ پر ہائے حیف میں اتفاقیہ اس نوجوان پر فریفتہ ہو گئی اور گردش روزگار سے فراق میں مبتلا ہوں۔''

امیر المومنین یہاں تک کہنے کے بعد وہ کچھ رکی پھر اپنی الم بھری داستان سناتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''میری اس مصیبت کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ جشن نو روز کا دن تھا میں نے بصرہ کی چند خوبصورت سہیلیوں کو دعوت دی تھی ان مہمان لڑکیوں میں ایک بڑی آنکھوں والی چنچل شیرازی کنیز بھی تھی جس کی قیمت تاجروں نے چند دن پہلے آٹھ ہزار دینار لگا رکھی تھی۔

یہ شیرازن کنیز مجھ سے بے پناہ محبت کرنے لگی۔

پھر اسے نہ جانے کیا شرارت سوجھی کہ دعوت کے دوران وہ مجھے خلوت میں لے گئی اور کہنے لگی کہ جب تک کھانا تیار ہو چلو قہوہ نوش کرتے ہیں میں اس کی بات مان گئی۔ خلوت کے دوران اس سراپا ناز نے میرے ساتھ دھول دھپا اور خوش فعلیاں شروع کیں۔ اس کے ساتھ میں اس کھیل میں مصروف تھی کہ وہ نوجوان آ گیا۔ جو مجھے چاہتا تھا اور جس سے میں محبت کرتی تھی۔ مجھے ان لغویات میں دیکھ کر برہم ہوا اور فوراً واپس چلا گیا۔ اور تب سے ایسا بھڑکا جیسے عرب کے بچھیرے لگام کی چھنکار سے چوکنا ہو جاتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خاتون رکی اور پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''اس واقع کو تین سال ہو گئے ہیں کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا نہ خط لکھا نہ کوئی قاصد ہی بھیجا۔'' اس پر میں نے اس خاتون سے پوچھا۔

''وہ نوجوان جس کو تو نے چاہا اور جس سے تو نے محبت کی وہ عربی ہے یا عجمی۔''

اس پر وہ لڑکی بے حد خفا ہوئی کہنے لگی۔

''ارے کم بخت وہ تو عرب ہے اور بصرہ کے امراء میں سے ہے۔''

میں نے پھر اسے چھیڑنے کے انداز میں پوچھ لیا۔

"وہ بوڑھا ہے یا جوان؟"

میرے اس سوال پر وہ غضبناک ہو کر اور زیادہ بھڑک اٹھی اور کہنے لگی۔ "لگتا ہے تم کچھ سٹھیا گئے ہو وہ نوجوان ہے بدر سے زیادہ خوبصورت اور ہنوز وہ غیر شادی شدہ ہے اس کے سر کے بال کوے کے پروں تک کو شرماتے ہیں بس وہ مجھ سے الگ الگ رہتا ہے اس کے سوا کوئی عیب اس میں نہیں ہے۔"

وہ لڑکی جب خاموش ہوئی تو میں نے پھر اس سے سوال کیا۔

"جس نوجوان کو تم پسند کرتی ہو اس کا نام کیا ہے؟"

خفا ہو کر بولی تجھ کو نام سے کیا غرض ہے میں نے کہا میں اس نوجوان سے ملاقات کروں گا اور یہ دیکھوں گا کہ تم دونوں میں سے زیادہ کون خوبصورت ہے۔"

اس لڑکی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ میں ایک شرط پر تم کو اس کا نام بتاتی ہوں۔" اس پر میں چونکا اور کہنے لگا تمہاری شرط کیا ہے۔ وہ لڑکی کچھ سوچ کر بولی اگر تم ایک قاصد کی حیثیت سے میرا خط اس تک پہنچا دے تو تب میں تم کو اس کا نام بتا دوں گی۔ میں نے اس کی اس شرط کو قبول کر لیا۔ تب وہ کہنے لگی۔

"اس کا نام زمرہ بن مغیرہ ہے اس کی حویلی مربد بازار میں ہے۔"

امیر المومنین اس کے بعد اس نے مجھے وہیں بٹھایا۔ اپنی کسی کنیز سے کہہ کر اس نے قلم دوات منگوایا۔ ایک نامہ اس نے تحریر کیا اور جس وقت وہ لکھ رہی تھی میں نے دیکھا۔ اس نے اپنی خوبصورت کلائیوں پر آستینوں کو چڑھا لیا تھا اور اس کی اس ادا نے اسے پہلے سے زیادہ خوبصورت بنا دیا تھا۔ جو نامہ اس نے مجھے لکھ کر دیا تھا اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

"میرے آقا خط کے مضمون میں میں نے جان بوجھ کر دعائیہ کلمات نہیں لکھے ہیں تا کہ آپ یہ سمجھ جائیں کہ میں خفا ہوں اب یہ التماس ہے کہ جب آپ میرے گھر کی طرف سے گزریں کرم فرما کر مجھے بھی ایک نظر دیکھ لیا کریں۔ کہ مردہ جسم میں جان پڑ جایا کرے اور کبھی کبھی اپنے کرم سے ایک خط بھی لکھ دیا کریں تب میں سمجھوں گی کہ آپ کی یہ عنایت خلوت و محبت کی ان دنوں کی یادگار ہے جو میں نے اور آپ نے اس نیل گوشا میانے کے نیچے بسر کی ہیں اور وہ دن آپ کو بھی یاد ہوں گے اور خلوص و محبت کا شکریہ ادا کروں گی اور خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔"

امیر المومنین میں یہ خط لے کر صبح کو بصرہ کے والی محمد بن سلیمان کے محل میں پہنچا اس

وقت امیر کی مجلس گرم تھی۔ اور اس مجلس میں ایک نہایت ہی حسین نوجوان بھی موجود تھا۔ جو رونق محفل لگتا تھا۔ جب میں نے اس نوجوان سے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ اس کا نام زمرہ بن مغیرہ ہے جو بصرہ کے امیر کا ایک معزز درباری ہے غرض اس مجسم حسن و جمال کو دیکھ کر تسلیم کرنا پڑا کہ فی الحقیقت اس بیچاری پر جو مصیبت ہو رہی ہے وہ کم ہے۔

محفل ختم ہوئی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تب میں بھی امیر کی رہائش گاہ سے نکل کر زمرہ کے دولت کدہ پر گیا اس وقت زمرہ ایک عجیب سی شان و شوکت کے ساتھ ایک نشست پر بیٹھا تھا میں نے سلام و دعا کے بعد وہ خط پیش کیا جو لڑکی نے مجھے دیا تھا۔ اس نے بڑے اطمینان سے وہ خط پڑھا اور پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز میں نے اس کی جگہ ایک دوسری عورت کا انتخاب کر لیا ہے اور تم بھی اس کو دیکھ سکتے ہو جس کا میں نے انتخاب کیا ہے۔" چنانچہ اس نے کسی کو آواز دی۔ آواز دینے کے جواب میں ایک گل اندام اور نوخیز حسینہ پردے سے نکل کر سامنے آئی جو تن آسین کی قمیص پہنے تھی اور حسن و جمال میں بے نظیر تھی۔

زمرہ نے وہ خط جو میں نے اسے دیا تھا اس لڑکی کے حوالے کیا اور یہ بھی کہا کہ تم ہی اس کا جواب دو۔ خط پڑھتے ہی لڑکی کا چہرہ زرد پڑ گیا اور رشک و حسد کی حرارت سے پسینے پسینے ہو گئی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"حضرت آپ کو یہ کیا سوجھی کہ میری سوتن کا خط لے کر آئے۔" اب امیر المومنین میں اس سوال کا کیا جواب دیتا اٹھ کر چلا آیا میرے لئے یہ بڑی مصیبت کا دن تھا۔ چلنے میں پاؤں ڈگمگاتے تھے اور میں خاتون کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ کیا خبر لائے ہو۔

میں نے جواب دیا کہ حسرت یاس کے سوا کوئی خبر نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے وہاں دیکھا تھا اس کی تفصیل اس لڑکی سے کہہ دی اس پر اس نے کچھ ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ مگر اس نے مجھے پانچ سو دینار دیئے۔ اور میں یہ رقم لے کر گھر آ گیا۔

پھر امیر المومنین ایسا ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد میں پھر اس خاتون کے محل پر گیا۔ اس وقت دروازے پر سواروں پیادوں کا ہجوم تھا۔ میں گھر کے اندر گیا تو دیکھا کہ زمرہ کے احباب اس خاتون کو سمجھا رہے تھے کہ اب صلح کر لیجئے۔ اور وہ بگڑ کر کہہ رہی تھی کہ خدا کی قسم میں کبھی اس کی صورت نہ دیکھوں گی۔ یہ دیکھ کر میں نے شکر کا کلمہ ادا کیا۔ کیونکہ یہ صلح کے آثار تھے۔

میں اس لڑکی سے ملا تو اس نے مجھے زمرہ کا ایک خط دکھایا جس کا مضمون یہ تھا۔

"سیدہ! خدا تیری عمر دراز کرے۔ کاش میری زندگی تجھ پر منحصر نہ ہوتی اور میں تمہاری بے وفائیوں کا شکوہ کر سکتا۔ اور خیانتوں کے دہرانے کی جرأت نہ ہوتی۔ افسوس تو نے میری محبت کو ٹھکرا دیا۔ اور غیر کو مجھ پر ترجیح دی۔"

اس کے بعد اس خاتون نے مجھے وہ تحائف دکھائے جس کی قیمت تیس ہزار دینار تھی۔ اور زمرہ اس کے لیے لایا تھا پھر میں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں نے اپنی پوری کوشش کی اور اس خاتون کو زمرہ سے راضی کرا دیا۔ اور پھر اس لڑکی کا اسی روز زمرہ سے نکاح ہو گیا۔" یہاں تک کہنے کے بعد داستان گو حسین جب خاموش ہوا۔ تب خلیفہ ہارون الرشید تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا۔ پھر داستان گو حسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر زمرہ سے اس لڑکی کا نکاح نہ ہو چکا ہوتا تو میں اس خاتون کو یقیناً اپنے حرم میں داخل کر لیتا اور اس کی میرے محل میں کچھ اور ہی شان ہوتی۔"

داستان گو کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ ہارون الرشید کا حاجب دویم فضل بن ربیع اجازت لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے آنے پر ہارون الرشید کے چہرے پر کچھ تشویش کے آثار نمودار ہوئے۔ داستان گو کو اس نے جانے کی اجازت دے دی۔ پھر اپنے حاجب فضل بن ربیع کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید کہہ رہا تھا۔

"ابن ربیع تمہارا اس طرح یہاں آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔ کہو کیا بات ہے؟"

اس پر فضل بن ربیع بے حد تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امیر المومنین ارمینیا سے ایک قاصد آیا ہے۔ وہ بہت بری خبر لے کر آیا ہے۔ خزر خاقان نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔" یہاں تک کہتے کہتے حاجب کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ اس نے دیکھا کہ ہارون الرشید تڑپ کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ اس کی حالت یکسر بدل گئی تھی۔ چہرے پر آتش و آہن کے خون کی طغیانیوں کا بحر اور قضا کی نبض کو برہم کر دینے والا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ نمودار ہو گیا تھا۔ حالت ایسی ہو گئی تھی کہ وہ جیسے اس کی غضبناکی ایک اڈھیاؤ کر دیں گی یا جھوم کر اٹھتے تیز طوفانوں کی طرح ہلچل برپا کر کے رکھ دے گی یہ خبر سن کر اس کی نظر میں بجلیاں دل میں تڑپ اور سانسوں میں ایک ہلچل سی برپا ہو کر رہ گئی تھی پھر قصر کے اس کمرے میں اس کی آواز اس انداز سے بلند ہوئی۔ جیسے کوہساروں پر برق کڑکی ہو۔ جیسے گہری شب میں

بادل گرجے ہوں اور طوفان تک کا کلیجہ دہلا کر رکھ گئے ہوں۔ اس نے اپنے حاجب فضل بن ربیع کو مخاطب کیا تھا۔

"خزر کے غیر مسلم خاقان کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہمارے اتنے مسلمان بھائیوں کا قتل عام کرے کیا اس سے پہلے اقوام نے ہمارے بازوؤں کا کس بل نہیں دیکھا۔ کیا آسمان پر جڑے ستاروں نے ہماری قربانی اور جہاد کی داستانیں نہیں سن رکھی۔ کیا ضمیر آدم نے نہیں دیکھا کہ مسلم قوم کے فرزند نبض وطن میں خون کی مانند رواں ہونا بھی جانتے ہیں کیا تہذیب انسانی نے نہیں دیکھا کہ ہم جہاں سنگ خشت پر لعل و گوہر لٹانا جانتے ہیں۔ آہوں کو رقص غم کو چبکنا سکھاتے ہیں دل کی آنچ کو برق کانوں کو گدگدا کر متبسم زرد وادیوں کا گلستان بنا سکتے ہیں۔ وہاں ہم علمی فکری قدروں کے اندر برستے شرر کا ہیجان بھی بن سکتے ہیں۔ لطافت و شادابی میں چمکتی تیغوں کی روانی بن کر اقوام عالم کو اپنے سامنے بے ضرر بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکنا بھی جانتے ہیں۔" یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکا پھر اپنے حاجب دویم فضل بن ربیع کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن ربیع آرمینیا سے آنے والے قاصد کو میرے سامنے پیش کرو۔"

حاجب فضل بن ربیع باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اپنے ساتھ آرمینیا سے آنے والے قاصد کو لے کر اندر آیا ہارون الرشید اپنی جگہ سے اٹھا پر جوش انداز میں اس نے قاصد سے مصافحہ کیا اپنے سامنے اسے بیٹھنے کے لیے کہا پھر اسے تفصیل بتانے کا حکم دیا تب قاصد نے خزر کے غیر مسلم خاقان کی لڑکی کے مارے جانے اور اس کا الزام مسلمانوں پر لگانے اور مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنے کی داستان تفصیل سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل سن کر خلیفہ ہارون الرشید کا چہرہ ایک بار پھر تپے ہوئے سرخ گرم لوہے کی مانند ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ ہونٹ کاٹتا اور سوچتا رہا پھر قصر میں اس کی آواز گونجی تھی۔

"ابن ربیع اس قاصد کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کے طعام و قیام کا عمدہ انتظام کرو۔ سارے سالاروں علماء دین سلطنت کو اسی وقت میرے سامنے حاضر ہونے کا حکم دو فی الفور وقت ضائع نہیں کرنا۔" ہارون الرشید کا حکم سن کر فضل بن ربیع حرکت میں آیا اور آرمینیا سے آنے والے اس قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا۔

کچھ ہی دیر بعد قصر کا وہ کمرہ علماء دین اور سلطنت کے سالاروں سے بھر گیا ان میں

ہارون الرشید کے قریبی عزیزوں کے علاوہ لشکر کے بڑے بڑے سالاروں میں سے اسمٰعیل بن قاسم ابراہیم بن قاسم دونوں بھائی یزید بن غزوان داؤد بن نعمان ہاسم بن صداقت عبدالملک بن صالح سلیمان بن ابی جعفر یزید بن علیہ اور ان سب کے علاوہ ہارون الرشید کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہرثمہ بن الیمین شاہی طبیب جبرائیل قاضی القضاہ امام ابو یوسف حاجب اول محمد بن خالد برمکی وزیروں مشیروں میں سے یحییٰ برمکی، موسےٰ برمک خالد برمکی، ان کے علاوہ سلطنت کا جلاد اعظم ابو ہاشم مسرور، دوسرا شاہی طبیب عیسیٰ بن صید لانی شاہی موسیقار ابراہیم موصلی حاجب دوئم فضل بن ربیع اور دیگر عمائدین سلطنت شامل تھے۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے تب ہارون الرشید نے قاصد کی لائی ہوئی خبر کی تفصیل کہہ دی تھی۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ہارون الرشید سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''تم سب کے آنے سے پہلے میرے جانثارو جو میں نے فیصلہ کیا ہے اس سے میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ خزر کے خاقان نے آرمینیا میں مسلمانوں کا جو قتل عام کیا ہے اس کا ہم ان سے خوب انتقام لیں گے قاصد کا کہنا ہے کہ خزر کے خاقان نے لشکر کے کئی حصے آرمینیا پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کئے جنہوں نے آرمینیا میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا اور مسلمانوں کا ناقابل تلافی نقصان کیا۔

اب جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ یہ کہ میں اپنی طرف سے یزید بن غزوان کو آرمینیا کا نیا والی مقرر کرتا ہوں۔''

جو لشکر خزر کے وحشی حملہ آوروں سے انتقام لینے کے لئے روانہ کیا جائے گا اس کا سالار اعلیٰ میں اسمٰعیل بن قاسم کو مقرر کرتا ہوں جبکہ عبدالملک بن صالح اسمٰعیل بن قاسم کے نائب کی حیثیت میں شامل ہو گا ساتھ ہی تھوڑی دیر تک میں نصیبین کی طرف تیز رفتار قاصد روانہ کر رہا ہوں وہاں جو لشکر ہے اس کی کمان داری خزیمہ بن خازم کر رہا ہے اس کے لیے میں حکم جاری کر رہا ہوں کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر فی الفور باکو پہنچے۔

جہاں تک اسمٰعیل بن قاسم اور عبدالملک بن صالح کا تعلق ہے تو یہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے سیدھا باکو کا رخ کریں گے وہاں خزیم بن خازم ان سے پہلے وہاں پہنچ چکا ہو گا خزیمہ بن خازم بھی وہاں اسمٰعیل بن قاسم کے لشکر میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا خزیمہ بن خازم کو اس لیے نصیبین سے میں باکو کی طرف روانہ کر رہا ہوں کہ وہ ان علاقوں سے خوب واقف ہے یزید بن غزوان بھی آرمینیا کے حاکم کی حیثیت سے آرمینیا کے حالات درست کرے گا اس کے بعد یزید بن فرید سارے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لے

گا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد امیر المومنین ہارون الرشید لمحہ بھر کے رکا کچھ سوچا پھر اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''جب تک اسمٰعیل بن قاسم آرمینیا میں اپنی کاروائیوں میں مصروف رہے گا اس وقت تک خزیمہ بن خازم تو پہلے ہی اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا لیکن یزید بن غزوان بھی اس کے ماتحت رہے گا اسمٰعیل بن قاسم کا ہر فیصلہ آخری ہو گا خزیمہ بن خازم اور یزید بن غزوان دونوں کو اس کا اتباع کرنا ہو گا اور جب اسمٰعیل بن قاسم ہی اس مہم کو کامیاب کرے گا تب ایک والی کی حیثیت سے یزید بن غزوان وہاں کے حالات کو اپنی گرفت میں لے لے گا میرے پاس صرف اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن غزوان بیٹھے رہیں باقی سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔''

اس کے ساتھ ہی سب لوگ اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے اس موقع پر اچانک ہارون الرشید کو کچھ خیال گزرا اور وہ اسمٰعیل بن قاسم کے چھوٹے بھائی ابراہیم بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم! تم ذرا رکو۔''

ابراہیم بن قاسم رکا ہارون الرشید کے سامنے آیا ہارون الرشید نے اسے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا گھر جا کے اپنے اہل خانہ کو اپنے بڑے بھائی اسمٰعیل بن قاسم کی روانگی کی اطلاع کر دینا تا کہ اس کے کوچ کی تیاریاں جلدی ہو جائیں۔

جواب میں مسکراتے ہوئے ابراہیم بن قاسم نے اپنے سر کو خم کیا پھر وہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں سے نکل گیا تھا۔

سب کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک قصر میں خاموشی رہی ایک بھرپور نگاہ پہلے ہارون الرشید نے یزید بن غزوان پر ڈالی پھر اپنے قریب ہی بیٹھے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''اسمٰعیل بیٹے تم جانتے ہو تمہاری حیثیت میرے ہاں میرے بیٹوں عبداللہ اور محمد جیسی ہے میں نے تمہیں اپنے ترکش کا سب سے کڑا تیر جان کر آرمینیا کی مہم کے لئے مقرر کیا ہے میں جانتا ہوں کہ وہاں کے حالات بڑے ابتر اور خراب ہوں گے۔

چار سو خزر کے خاقان نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہو گا میں تم سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ تباہی اور بربادی کے اس کھیل میں تم ہر صورت میں خزر کے خاقان کے لشکروں کو اپنے سامنے زیر کرتے ہوئے اپنے علاقوں کی حفاظت اور تحفظ کا سامان کرو گے۔

ابن قاسم میں جانتا ہوں کہ تم ان نوجوانوں میں سے ہو جو موت کے نقش پا کو کھوج کر دشمن کے کاسہ دل میں زہر بھرتے ہوئے اپنی فتح مندی کا اعلان کر دیتے ہیں۔ جو واہمہ بن کر گونجتی لمبی کالی راتوں میں تنگ نوکیلی گھاٹیوں اونچے نیچے پر اسرار کوہستانی راستوں سمندر سے ساحل کی طرف بھاگتی لہروں سرکش دریاؤں اور سخت چٹانوں میں دھوپ و چھاؤں کے کھیل میں بھی دشمن پر حاوی رہتے ہوئے اس کے مقدر اور اس کی ہر تدبیر کو ریت پر لکھے نوشتے اور سطح آب پر لکھی تحریر سے بھی زیادہ ناپائیدار بناتے ہوئے اس کی حالت بے برگ وثمر کے اشجار اور بخت رسوائی سے بھی زیادہ ہولناک بنانے کا ہنر جانتے ہیں۔

ابن قاسم شاید خزر کے خاقان کو اس سے پہلے ایسے مجاہدوں سے پالا نہیں پڑا جو جھلسے ذروں کو جگمگا دیں۔ جو طاقوں کی سانسیں اکھاڑ دیں جو ایک ہی ٹھوکر میں ستم کا راج الٹ کے رکھ دیں پستی کو اٹھا کر سر اوج پر رکھ دیں ہر تشنہ گل پر شبنم کا تاج سجا دیں تنکے تنکے کو چمن بندی سکھا کے رکھ دیں اس نے شاید ابھی تک ہماری سرفروشی کا نشہ ہماری تعمیروں کی انگڑائی نہیں دیکھی۔''

ہارون الرشید جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل بن قاسم کی حالت یکسر ہی بدل گئی تھی وہ ایک دراز قد خوب منجھے ہوئے کڑیل جسم کا جوان تھا چہرے پر سرخی وسختی آ گئی تھی ہارون الرشید کے خاموش ہونے پر وہ اٹھا۔

''امیر المومنین میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں دشمن کو بے ضرر بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکوں گا ان کے مقدر میں ماتمی ستاروں خوفناک شاموں خانہ ویران تیرگی بھر کے رکھ دوں گا اگر شمال کے ان وحشیوں نے ہماری قوم کے دامن کو خون میں ڈبویا ہے اگر انہوں نے نوامیس الٰہیہ اور قوانین قدرت سے بغاوت کی ہے تو ہم اس کے خلاف کوزہ گر کے چاک کی طرح حرکت میں آئیں گے ان کے دامن میں جرات مندی کا کوئی قاعدہ ضابطہ ترغیب وتحریص کی کوئی آمیزش اور آویزش نہیں رہنے دیں گے میرے خداوند نے چاہا تو ان کے خلاف ہم دھول اڑاتے ہواؤں کے جھکڑوں اور بے روک طوفانوں کی طرح ایسے انداز میں حرکت میں آئیں گے کہ ان سرسبز زمینوں کے درخت ان پر بین کریں گے راستے انہیں لہولہان دکھائی دیں گے۔''

اسمٰعیل بن قاسم کی اس گفتگو سے شاید ہارون الرشید مطمئن ہو گیا تھا اس لئے کہ اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب ہارون الرشید اسے مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

''ابن قاسم میں آج جو قاصد روانہ کروں گا ان سے پیغام پا کر خزیمہ بن خازم نصیبین سے باکو شہر کا رخ کرے گا وہ تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا اس کے علاوہ اگر تم کسی سالار کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو تو کہو۔''

اس پر اسمٰعیل بن قاسم کہنے لگا۔

''امیر المومنین میرے لیے تو خزیمہ بن خازم ہی کافی ہے اور پھر آپ جانتے ہیں کہ یزید بن غزوان تلوار کا دھنی ہے۔ ضرورت کے وقت یہ بھی میرا بہترین دست راست ثابت ہو سکتا ہے آپ عبدالملک بن صالح کو بھی یہیں رہنے دیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب ہارون الرشید نے اپنے حاجب فضل بن ربیع کو آواز دی۔

تھوڑی دیر بعد فضل بن ربیع جب اندر داخل ہوا تو امیر المومنین نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ابن ربیع ذرا ہرثمہ بن الیمن کو بلا کر لاؤ۔''

سر کو خم کرتے ہوئے فضل بن ربیع وہاں سے نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ امیر المومنین کے محافظ دستوں کا سالار ہرثمہ بن الیمن بھی تھا دونوں امیر المومنین کے سامنے آن کھڑے ہوئے پھر ہارون الرشید نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

''تم دونوں لشکر گاہ کی طرف جاؤ وہاں سے جس لشکر نے اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ جانا ہے اس کی تیاری کی تکمیل کرواؤ۔'' اس کے بعد ہارون الرشید نے ہرثمہ بن الیمن اور فضل بن ربیع کو اس لشکر کی تفصیل بھی بتا دی تھی جس نے اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ جانا تھا پھر ہارون الرشید کے کہنے پر ہرثمہ بن الیمن اور فضل بن ربیع دونوں وہاں سے نکل گئے تھے ان کے جانے کے بعد ہارون الرشید نے اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ابن قاسم اب تم اور یزید بن غزوان بھی جاؤ اپنے گھروں کا رخ کرو اپنی تیاری کرو اس کے بعد لشکر گاہ کی طرف جاؤ اتنی دیر تک وہ لشکر تیار ہو گا جس نے تمہارے ساتھ کوچ کرنا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم وقت ضائع کئے بغیر یہاں سے باکو کی طرف کوچ کر جاؤ۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن غزوان اٹھ کھڑے ہوئے پھر ہارون الرشید کو تعظیم دیتے ہوئے قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

قصر سے نکل کر اسمٰعیل بن قاسم نے یزید بن غزوان کو مخاطب کیا۔

''ابن غزوان میرے بھائی میں گھر میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا تم بھی جس قدر جلد ہو

لشکر گاہ میں پہنچنا تا کہ ہم یہاں سے کوچ کریں۔'' یزید بن غزوان نے اسمٰعیل بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

☼......☼

اسمٰعیل بن قاسم کا چھوٹا بھائی ابراہیم بن قاسم اپنی حویلی میں داخل ہوا ابھی وہ صحن کے درمیان ہی پہنچا تھا کہ سامنے کی طرف سے اس کا باپ قاسم نمودار ہوا جس کے ساتھ قاسم کی بیٹی اور اسمٰعیل و ابراہیم کی بہن سماوا بھی تھی قاسم ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کی بیٹی سماوا اپنے بھائی ابراہیم بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی۔

''بھائی آپ اکیلے ہیں بڑے بھائی کہاں ہیں۔'' سماوا جو بارہ تیرہ سال کی بچی ہو گی اس نے یہ الفاظ اس معصومیت سے ادا کیے تھے کہ ابراہیم مسکرا دیا آگے بڑھ کر اس نے سماوا کا سر چوما پھر باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بابا آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے امیر نے سارے سالاروں کو طلب کیا تھا اس لیے کہ آرمینیا پر خزر کے خاقان نے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے امیر نے اس کی سرکوبی کے لئے جو لشکر تیار کیا ہے اس کا کمان دار بھائی کو مقرر کیا ہے بھائی تھوڑی دیر تک گھر آئیں گے میرے خیال میں وقت ضائع کئے بغیر وہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے آرمینیا کی طرف کوچ کر جائیں گے۔

امیر المومنین نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ میں یہ پیغام آپ تک پہنچاؤں تا کہ بھائی کے کوچ کی تیاری میں دیر نہ لگے سماوا تم فوراً حرکت میں آؤ اس لیے کہ ''

یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم بن قاسم کو رک جانا پڑا اس لیے کہ حویلی کی بائیں جانب سے ڈھلی عمر کا ایک شخص اور اسی عمر کی خاتون نمودار ہوئے پھر آنے والے مرد نے ابراہیم کو مخاطب کیا۔

''ابراہیم میرے بیٹے تم اسمٰعیل سے متعلق کیا کہہ رہے تھے۔''

اس پر ابراہیم نے جو گفتگو اپنے باپ اور بہن سے کی تھی اس کی تفصیل بتا دی اس پر آنے والا وہ مرد کسی قدر اداس سا ہو گیا تھا ابراہیم نے فوراً اسے مخاطب کیا۔

''عم عطریف آپ پریشان کیوں ہو گئے۔'' اس پر وہ بوڑھا جس کا نام عطریف پکارا گیا تھا کہنے لگا۔

''ابراہیم میرے بیٹے تم جانتے ہو کہ اکثر و بیشتر اپنی مہموں میں اسمٰعیل مجھے اپنے ساتھ

رکھتا رہا ہے اب میں سوچتا ہوں کہ اس مہم میں نا جانے وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا پسند کرے گا کہ نہیں پر میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہر صورت میں اس کے ساتھ جاؤں اس کے ساتھ رہوں اس لئے کہ خدا گواہ ہے کہ جہاں کہیں اسمٰعیل نہیں ہوتا وہاں میرا جی لگتا نہیں ہے۔''

عطریف دراصل کبھی قاسم کے باپ کا غلام ہوا کرتا تھا پر قاسم نے اسے آزاد کر دیا تھا عطریف عمر میں قاسم سے کافی چھوٹا تھا جو خاتون اس کے ساتھ حویلی کے اس حصے سے آئی تھی۔ وہ اس کی بیوی رویان تھی دونوں میاں بیوی کی کوئی اولاد نہ تھی اسمٰعیل بن قاسم ابراہیم بن قاسم اور ان کی بہن سماوا کو اپنی اولاد ہی کی طرح چاہتے تھے اور قاسم نے ان دونوں میاں بیوی کو اپنے عزیز و اقارب ہی کی طرح اپنی حویلی میں قیام کے لئے جگہ دے رکھی تھی۔

عطریف کی پریشانی اور فکرمندی دیکھتے ہوئے قاسم مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''عطریف میرے عزیز بھائی! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسمٰعیل کو آنے دو میں اس سے بات کروں گا وہ تمہیں ضرور اپنے ساتھ لے جانے پر رضامند ہو جائے گا۔''

ابن قاسم کی اس گفتگو سے عطریف خوش ہو گیا تھا۔ اس موقع پر رویان حرکت میں آئی اور سماوا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''سماوا میری بچی آؤ دونوں مل کے پہلے اسمٰعیل کے لئے زاد راہ تیار کریں میرے خیال میں وہ جلد لوٹ آئے گا میں چاہتی ہوں اس کی تیاری میں وقت ضائع نہ ہو۔''

ابن قاسم اور ابراہیم دونوں رویان کی اس گفتگو پر مسکرا دیئے تھے سماوا آگے بڑھی رویان کا اس نے ہاتھ تھاما پھر دونوں مڑیں اور مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں جبکہ قاسم، عطریف اور ابراہیم تینوں دیوان خانے میں بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حویلی میں اسمٰعیل بن قاسم داخل ہوا شاید اس کے آنے کی آواز کو اس کی بہن سماوا نے بھانپ لیا تھا لہٰذا وہ مطبخ سے بھاگتی ہوئی باہر نکلی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ بھاگ کر اسمٰعیل بن قاسم سے لپٹ گئی تھی پھر بڑے پیار بڑی محبت کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''بھائی چھوٹے بھائی کہہ رہے تھے کہ آپ کسی مہم پر جا رہے ہیں اس کی تفصیل بھی کچھ بھائی نے بتا دی ہے آپ کب تک روانہ ہوں گے۔''

اسمٰعیل بن قاسم نے جھک کر سماوا کا سر چوما پھر بڑی شفقت میں کہنے لگا۔

''میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے میں بس گھوڑا تیار کرنے لگا ہوں پھر یہاں سے میں

مستقر کی طرف جاؤں گا اور وہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

ساوا نے اسمٰعیل بن قاسم کا ایک ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا بڑے پیار سے اسے تھپتھپایا پھر کہنے لگی۔

"بھائی آپ تھوڑی سی دیر کے لئے دیوان خانے میں بیٹھیں وہاں بابا، عم عطریف اور بھائی بیٹھے ہوئے ہیں میں اور خالہ رویان آپ کے لیے زادراہ تیار کر رہی ہیں میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیں اب میں آپ کے کوچ کی تیاری کرتی ہوں۔"

جواب میں اسمٰعیل بن قاسم مسکرا دیا ساوا کا گال اس نے بڑے پیار سے تھپتھپایا جس پر ساوا بھاگتی ہوئی مطبخ کی طرف چلی گئی تھی جبکہ اسمٰعیل دیوان خانے میں داخل ہوا۔

آگے بڑھ کر وہ اپنے باپ قاسم کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر اسے مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"بابا میری روانگی کی تفصیل یقیناً ابراہیم نے بتا دی ہو گی میرے خیال میں مجھے کہنے کی ضرورت نہیں ہے میں بہت جلد یہاں سے کوچ کرنے والا ہوں میری کامیابی کی دعا کیجئے گا۔" قاسم مسکرایا بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔ "میرے بیٹے تم نہ بھی کہو تب بھی میں ہمہ وقت تم دونوں بھائیوں کی کامیابی اور کامرانی کے لئے دعائیں تو مانگتا ہی رہتا ہوں بیٹے جس طرح تم پہلی مہموں میں کامیاب اور کامران رہتے رہے ہو مجھے امید ہے کہ اس مہم میں بھی تم ظفر مند لوٹو گے آرمینیا کی بغاوت یقیناً خوفناک ہو گی اور اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ سالار کی حیثیت سے تمہارا انتخاب صرف تمہارے ہی نہیں ہمارے لیے بھی سعادت کا باعث ہے بیٹے زندگی میں خدمت کے ایسے مواقع بہت کم ملتے ہیں یہ بھی یاد رکھنا کہ ایک مجاہد کی زندگی سرکش ہواؤں کی موجوں رینگتے سلگتے سرخ لاوے تھکے ہارے بادلوں کی شانوں پر سرگرداں طوفانوں اور زمین کی کوکھ سے انگڑائی لے کر اٹھتے ہیجان کی مانند ہوتی ہے اسے کبھی موت و زیست کے سنگم پر کھڑی ہو کر وقت کے ناسپاس لمحوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے کبھی سرگرداں بے سمت بھٹکتی آندھیوں میں سینہ تان کر آنے والے دنوں کی خونی دلدل اور قضا کی بکھرتی کرچیوں میں اپنی فکری اور ارادی قوتوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کانٹوں کے حصار کے اس پار سرابوں عذابوں میں کھڑے ہو کر سود و زیاں کے اندیشوں ہست کے احوال اور نیستی کی داستانوں میں تمیز کرنا پڑتی ہے میرے بیٹے ان حالات ان حادثات میں کامیاب وہی مجاہد رہتا ہے جس کی لگن سچی ہو اور وہ

روشنی کی سمتوں کو تھامے اندھیروں میں دہکتی آگ کی چنگاری بن کر اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے۔ بیٹے تمہاری روانگی کے بعد میں تمہارے لیے دعا کرتا رہوں گا کہ کعبہ کا رب اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل تمہیں وقت کے لا علاج تعصب کے مرض، موروثی و تمدنی اوہام حادثات کی آندھیوں اور ناموافق زلزلوں کی قہرمانیوں سے حروف دعا کی جاگتی حدت جیسی کامیابی نگاہ و دل کو گرما دینے والی فوز مندی کی طرح نکالے۔"

قاسم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لیے کہ دروازے پر ساوا نمودار ہوئی اور اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں نے آپ کا زادراہ تیار کر دیا ہے اگر آپ میری وجہ سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو پھر میری طرف سے آپ کی تیاری مکمل ہے۔"

اس پر اسمٰعیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا قاسم ابراہیم عطریف بھی کھڑے ہو گئے سب باہر آئے سب سے پہلے ابراہیم اصطبل کی طرف گیا اسمٰعیل کے گھوڑے پر اس نے زین ڈال دی گھوڑے کو دھانہ چڑھا دیا تھا اور زین کے ساتھ اور وہاں پڑ دو خرجینیں بھی ایک طریقے اور قرینے کے ساتھ اس نے زین کے ساتھ باندھ دیں تھیں پھر وہ واپس آیا اور ساوا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ساوا بھائی کا زادراہ لاؤ میں گھوڑے پر زین ڈال آیا ہوں اور زین کے ساتھ باندھی خرجینوں میں میں دانہ ڈالتا ہوں۔"

اس پر ساوا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"نہیں میرے بھائی یوں نہیں ہو گا آپ ایسا کریں اصطبل سے گھوڑے کو نکال کر یہاں لائیں آپ نے بھائی کے گھوڑے پر زین ڈال دی ہے اور اسے دھانہ میں چڑھا دیا ہو گا زین کے ساتھ خرجینیں بھی باندھ دیں ہیں۔ آپ کی طرف سے بھائی کے لیے اتنا کام ہی کافی ہے باقی کام میں خود اپنے ہاتھوں سے انجام دوں گی۔"

ساوا کی اس گفتگو سے قاسم، عطریف، ابراہیم اور اسمٰعیل مسکرا رہے تھے پھر بڑی تیزی سے ابراہیم اصطبل کی طرف گیا اسمٰعیل کے گھوڑے کو وہ کھول کر صحن میں لے آیا اس پر ساوا فوراً حرکت میں آئی اور بھاگتے ہوئے اس نے اسمٰعیل کے گھوڑے کی زین سے پہلے پانی کا مشکیزہ باندھا خرجین میں اس نے زادراہ ڈال دیا پھر وہ اداس سی ایک طرف ہو کے کھڑی ہو گئی تھی۔

اس کی کیفیت شاید اسمٰعیل نے بھانپ لی تھی اس کی طرف بڑھا جھکا اس کی پیشانی چومی

پھر کہنے لگا۔

''میری ننھی بہن ایسے موقعے پر تجھے اداس تو نہیں ہونا چاہئے تھا میری روانگی کے وقت میری بہن کو مسکرانا چاہئے تاکہ اپنی مہم کے دوران میرے ذہن میری آنکھوں میری خوابوں میں بہن کا مسکراتا ہوا چہرہ آئے نن میرے بعد میری کامیابی کی دعا بھی کرنا۔''

سماوا مسکرا دی تھی اسمٰعیل کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں بوسا دیا پھر کہنے لگی۔

''اخی آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں میں آپ کی اکلوتی بہن ہوں میں آپ دونوں بھائیوں کے لیے دعا نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا۔'' پھر اسمٰعیل کا ہاتھ تھام کر وہ گھوڑے کے قریب لائی اور کہنے لگی۔

''بھائی آپ نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے میں نے آپ سے اس لئے نہیں پوچھا اس لئے کہ پہلی مہموں پر بھی جب کبھی آپ جایا کرتے تو آپ بغیر کھائے پیے ہی رخصت ہو جاتے تھے بہر حال زاد راہ اس قدر ہے کہ وہ آپ کے لیے کئی دن نکال جائے گا۔''

جواب میں اسمٰعیل مسکرا دیا پھر باری باری وہ قاسم عطریف اور ابراہیم سے گلے ملا اتنی دیر تک رویان بھی باہر آ گئی تھی پھر آخر میں اس نے رویان اور سماوا کو ہاتھ ہلا کر الوداع کہا اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اسے ایڑھ لگانا چاہتا تھا کہ قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

''اسمٰعیل میرے بیٹے رکو عطریف بھی تمہارے ساتھ جائے گا۔ یہ اس کی خواہش ہے۔ انکار نہ کرنا۔''

اسمٰعیل کچھ کہنے والا تھا کہ ابراہیم بول اٹھا۔

''بھائی! میں نے آپ کو بتایا نہیں عم عطریف کا گھوڑا اصطبل میں زین ڈال کر میں تیار کر چکا ہوں آپ کی طرف سے قبل بابا عم کو آپ کے ساتھ بھیجنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔''

اسمٰعیل نے غور سے عطریف کی طرف دیکھا۔ عطریف نے مسکراتے ہوئے جواب میں اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسمٰعیل اسے ساتھ لے جانے پر رضامند ہو گیا۔ ابراہیم بھاگ کر اس کا گھوڑا لے آیا۔ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

☼......☼

اسمٰعیل بن قاسم کی روانگی کے اگلے روز جعفر برمکی کے محل میں یحییٰ برمک فضل برمک موسیٰ برمک خالد برمک اور محمد بن خالد برمک کے علاوہ ان کے عزیز و اقارب اور کچھ بیٹے بھی جمع ہوئے۔

جعفر برمکی کے محل کا وہ شان دار کمرہ تھا جس میں یہ سب لوگ کسی خاص مقصد کے تحت جمع ہوئے تھے۔ جس محلے میں یہ برمکی آباد تھے بغداد کا یہ محلہ شمالیہ کہلاتا تھا اور یہیں سب برمک آباد تھے پہلے بھی اس حصے میں خالد برمکی نے ایک محل تعمیر کیا اس کی وفات کے بعد یحییٰ اور فضل نے بھی شمالیہ میں شاندار عمارتیں اور محل تعمیر کروائے اور سب سے آخر میں جعفر نے یہ محل اپنے لیے تعمیر کروایا کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی عظیم الشان عمارت بنائی گئی تھی جس کا مقابلہ بنو عباس کے قصر الخلا اور قصر الذہب سے ہو سکتا تھا۔

باہر کے لوگ جو سیاحت کے لئے بغداد میں آتے تھے۔ وہ جعفر کے اس محل کو ضرور دیکھتے تھے اس عمارت کی تعمیر شاہان عجم کے طرز تعمیر پر ہوئی تھی اور جس کی لاگت پر اس وقت لگ بھگ دو کروڑ درہم خرچ ہوئے تھے جعفر برمکی کو خود بھی اس محل پر ناز تھا۔

اس محل کی تعمیر کے بعد ہارون الرشید کسی قدر جعفر سے برہم بھی ہوا تھا چنانچہ جعفر کو بھی اس معاملہ میں ہارون الرشید سے کسی قدر اندیشہ اور خطرہ لاحق ہونے لگا تھا اس محل کی تعمیر کے بعد جو لوگ بھی محل کو دیکھنے آتے جعفر ان سے یہ سوال ضرور کیا کرتا تھا کہ اس میں جو عیب ہوں وہ بیان کیے جائیں تاکہ اصلاح کر دی جائے۔

بہر حال یہ ایک شاندار محل تھا جس میں برامکہ کے علاوہ ان کے کچھ اور عزیز و اقارب اور عجمی جمع ہوئے جب سب لوگ وہاں جمع ہوئے تب ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے جعفر کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! تم سب لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم پر یہ واضح کیا جائے کہ حالات جو سامنے آ رہے ہیں وہ اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ عربوں کے خلیفہ کی طرف سے ایرانیوں پر ترجیح اور فضیلت دی جانے لگی ہے میں صرف حال ہی کا ایک

واقعہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔

آرمینیا میں جو بغاوت کھڑی ہوئی ہے اس میں اسمٰعیل بن قاسم کو بھیجنا کوئی زیادہ اہم اور ضروری نہیں تھا وہ اس لئے کہ اسمٰعیل بن قاسم ان علاقوں سے آشنا نہیں ہے اس مقصد کے لئے فضل برمکی یا خالد برمکی کو بھیجا جا سکتا تھا ہمارا علاقہ گو خراسان ہے لیکن آرمینیا کا علاقہ بھی ہمارا خوب دیکھا بھالا ہے کسی ایرانی یا عجمی کو اس مہم پر روانہ نہ کرنے کے کوئی اچھے نتائج نہیں نکلیں گے اس لیے کہ امیر المومنین نے جہاں آرمینیا کی اس مہم کو سر کرنے کے لئے عرب سالار اسمٰعیل بن قاسم کا انتخاب کیا ہے وہاں دوسری ترجیح یہ دی گئی ہے کہ آرمینیا کا والی یزید بن غزوان کو مقرر کیا گیا ہے اور وہ بھی اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے اب یزید بن غزوان آرمینیا کے علاوہ خراسان پر بھی نگاہ رکھے گا اور پہلے کی طرح ہم خراسان میں من مانی نہ کر پائیں گے۔

دیکھو! حالات خطرے کا جرس بجانے لگ گئے ہیں اسمٰعیل بن قاسم کو اگر آرمینیا کی مہم پر روانہ کرنا ہی تھا تو امیر المومنین حاجب کی حیثیت سے محمد بن خالد برمکی کو یہ سارے احکامات سونپیں اس لیے کہ وہ حاجب اول ہے لیکن ایسا نہیں کیا گیا امیر المومنین نے حاجب دوئم فضل بن ربیع سے یہ کام لیا ہے اس کا مطلب ہے خلیفہ آہستہ آہستہ اور دن بدن ایرانیوں کو نظر انداز اور عربوں کو فضیلت دینے لگ گیا ہے۔

میں تم پر یہ بھی واضح کروں کہ ہارون الرشید کے دونوں بڑے بیٹے یعنی مامون اور امین کے درمیان بھی عرب اور ایرانی کی حیثیت سے غلط فہمیاں پیدا ہونا شروع ہو چکی ہیں۔ زبیدہ کا بیٹا امین عرب ہے مامون کی ماں ایرانی ہے اب ہم ایرانیوں نے سارے عجمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر مامون الرشید کا ساتھ دینا ہے عرب امین کو مامون پر ترجیح دیں گے۔

مزید یہ کہ اسمٰعیل بن قاسم کی کمانداری میں جو لشکر آرمینیا کی مہم پر روانہ کیا گیا ہے اس میں زیادہ تر عرب شامل ہیں اس سے بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ ہمیں نظر انداز کیا جانے لگا ہے سب سے اہم بات جو میں تم لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اپنی گفتگو میں اپنی بول چال اپنی حرکات و سکنات میں بالکل محتاط رہنا کسی پر یہ واضح اور کسی پر یہ جھلک تک نہ آنے پائے کہ اندر ہی اندر عربوں اور ایرانیوں کے درمیان چپقلش کی ایک تحریک شروع ہو چکی ہے جن لوگوں سے بچ کے رہنا ہے ان کے نام بھی میں تم پر واضح کرتا ہوں۔

سب سے پہلے عیسائی اور نصرانی درباری طبیب جبرائیل سے بچ کے رہنا یہ عربوں کا ہم نوا ہے اور ہارون الرشید اس پر اعتماد بھی کرتا ہے۔

دوسرا شخص جس سے بچنا ہے وہ ابو ہاشم مسرور شاہی جلاد ہے یہ بھی انتہا درجہ کا خطرناک آدمی ہے ہارون الرشید آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد کرتا ہے اور وہ ہارون الرشید کا بہتر ندیم بھی ہے۔

تیسرا شخص جس سے بچنا ہے وہ زرادہ ہے یہ ایرانی اور عجمیوں کا سب سے بڑا دشمن ہے کٹر قسم کا عرب ہے اور امیر المومنین ہارون الرشید کے سب سے زیادہ قابل اعتماد ندیموں میں سے ہے اور ہارون الرشید کے ساتھ اس کے تعلقات کی یہ حالت ہے کہ ہارون الرشید جب اکیلا ہوتا ہے اور وہ داستان گوؤں کو نہیں بلاتا تو زرادہ کو اپنے پاس بلا کر اس کی صحبت میں وقت گزارتا ہے۔

دو اور مزید خطرناک آدمی ہیں جن سے بچ کے رہنا ہے ایک جعفر عبد اللہ ہاشمی اور دوسرا محمد بن لیث یہ بھی ہمارے بدترین دشمن ہیں اور ہارون الرشید ان پر اعتماد بھی کرتا ہے ان کے علاوہ دو اور بھی ہیں دونوں داستانوں گو ہیں حسین اور اصمعی ایک اور انکشاف میں تم پر کروں کہ امیر المومنین ہارون الرشید کا خادم خاص رجا بھی ہمارے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے اس لیے کہ اس کے اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ بہترین تعلقات ہیں اور یہ بھی کہوں کہ شاہی جلاد ابو ہاشم مسرور بھی اسی اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ بھائیوں جیسا ہے اس کی بڑی قدر کرتا ہے اس کی عزت اور احترام بھی کرتا ہے بہر حال فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں نے کچھ آدمی ایسے مقرر کر دیئے ہیں جو حالات پر نگاہ رکھیں گے اور ہم ایرانیوں کے خلاف اگر کوئی تحریک ہے یا کوئی خطرے اور اندیشے کی بات نمودار ہونا ہوگی تو وہ لوگ مجھے بروقت اطلاع دیں گے اور میں اس کا سد باب کر لیا کروں گا بہر حال اپنی گفتگو اپنے اعمال اپنی حرکات و سکنات سے کسی پر یہ واضح نہیں ہونے دینا کہ ہم اندر ہی اندر اس تحریک سے وابستہ ہیں جو حکومتی معاملات میں ایرانیوں کو عربوں پر فضیلت اور ترجیح دینے کی خواہاں ہے۔''

اس کے بعد جعفر نے تالی بجائی جس کے جواب میں کچھ لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے ان سب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جعفر کہنے لگا۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو حکومتی معاملات پر نگاہ رکھیں گے اور ہر اہم عرب کی نقل و حرکت سے ہمیں آگاہ کرتے رہیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی جعفر نے ان لوگوں کو جو کمرے میں داخل ہوئے۔ جانے کی اجازت دے دی ساتھ ہی اس نے اس مجلس کو بھی ختم کر دیا تھا۔

☼......☼

رات گہری ہونے کے ساتھ ہی تیرگی کا ہجوم یاس کے اژدحام کی طرح چاروں طرف پھیلنا شروع ہو گیا تھا خوابوں کی تتلیاں نور کے راہ گزر تھرکتی زرفشاں ندیاں شوخ وادیاں اندھے کوہستان، سنگ ریزے، سیپلیاں اور گونگے بہرے کھولتے بکھرتے بحر جھیلوں کے انوکھے عکس اڑتی رتوں میں سورج مکھی کی زردیاں اور کم خواب ساعتوں میں ہواؤں کے واہمے سب تاریکی اور اندھیرے میں ڈوب چکے تھے۔

ایسے میں آتش پرست کریاسین کے ہاں خود کریاسین شاریہ کا باپ زریق اور بھائی برسک تینوں دیوان خانے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے جبکہ خود شاریہ اور کریاسین کی دونوں بیٹیاں ناپاذ اور ناجیہ ایک دوسرے کمرے میں بیٹھی جاگ رہی تھیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ اس سے حویلی کے صدر دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

دستک پر کریاسین چونکا اپنے سامنے بیٹھے زریق اور برسک دونوں باپ بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس وقت حویلی کے دروازے پر کون دستک دے سکتا ہے۔''

برسک فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ بیٹھیں میں دیکھتا ہوں کون دستک دے رہا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی برسک باہر نکل گیا تھا۔

کریاسین اور زریق دونوں دیوان خانے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے تھے کہ تھوڑی دیر بعد برسک کے ساتھ دونوں اوباش آتش پرست شیردان اور بوفون داخل ہوئے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کریاسین چونکا تھا زریق بھی فکرمندی سے ان کی طرف دیکھنے لگا تھا دونوں آگے بڑھ کے خالی نشستوں پر بیٹھ گئے کسی نے گفتگو کا آغاز نہ کیا تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر تیز نگاہوں سے کریاسین نے شیردان اور بوفون کی طرف دیکھتے ہوئے آخر پوچھ لیا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ رات کے اس وقت تم دونوں کا میرے ہاں آنے کا کیا مقصد ہے۔''

شیردان اور بوفون دونوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف فیصلہ کن انداز میں دیکھا پھر گفتگو کا آغاز شیردان نے کیا اور کریاسین کو دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''کریاسین! ہم آج تمہارے اور محترم زریق کے ساتھ ایک انتہائی اہم معاملہ طے کرنے کے لئے ہیں۔''

کریاسین نے پھر تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ''کیسا معاملہ؟''

شیروان نے ایک نگاہ ادھر اُدھر ڈالی پھر سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''محترم کریاسین! میں چاہتا ہوں کہ تم اور زریق دونوں اپنی رضامندی سے شاریہ کو میرے عقد میں دے دو اس طرح جہاں تمہیں زریق شاریہ اور برسک کے بوجھ سے نجات مل جائے گی وہاں میرے ہاں شاریہ کی وجہ سے زریق اور برسک دونوں کو رہنے کا ٹھکانہ بھی مل جائے گا۔''

شیردان کی اس گفتگو سے زریق کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا برسک بھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا آخر کریاسین نے شیروان کو مخاطب کیا۔

''شیروان میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ زریق برسک یا شاریہ کے متعلق بالکل سوچنا ترک کر دو یہ تینوں میرے محترم اور معزز مہمان ہیں شاریہ کی حیثیت میرے ہاں میری بیٹیوں کی سی ہے زریق میرا بھائی برسک میرے بیٹوں جیسا ہے جہاں تک شاریہ کو تمہارے عقد میں دینے کا سوال ہے تو ایسا ممکن نہیں اس لیے کہ ایسی لڑکی کو تمہارے ساتھ بیاہ دینا ایسے ہی ہے جیسے عروس گل کا غرور عصمت سیاہ کاروں کے حوالے کر دیا جائے یا زیست کا سارا سرمایہ لطافت ذلیل و خوار لوگوں میں بانٹ دیا جائے اگر دنیا میں ایسا ہونے لگے تو یاد رکھو لمحوں کی سانسیں رک جائیں نفس انام تھم کے رہ جائے۔''

کریاسین کی اس گفتگو نے شیروان کو غضبناک کر دیا تھا دوبارہ وہ کریاسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کریاسین تم ہماری طاقت و قوت سے بھی آگاہ ہو اپنی بے بسی اور لاچارگی کا بھی علم رکھتے ہو یاد رکھنا اگر شاریہ کو تم اپنی مرضی اپنی رضامندی سے میرے عقد میں نہیں دو گے تو میں تم سے چھین بھی سکتا ہوں یاد رکھنا شاریہ کے لئے اب دو ہی راستے ہیں یا تو اسے میرے ساتھ شادی کرنا ہو گی ورنہ اسے تمہارے ہاں سے نکال کے قسطنطنیہ لے جاؤں گا اسے نسی فورس کے سامنے پیش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ میرے ایسا کرنے سے وہ مجھے انعامات سے مالا مال کر دے گا اب معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے چاہو تو شاریہ کو میرے ساتھ بیاہ دو نہیں تو میں اسے زبردستی لے جاؤں گا اس کے سامنے دو ہی راستے رکھوں گا یا تو میرے ساتھ شادی کرے یا واپس قسطنطنیہ جانے کے لئے تیار ہو جائے۔''

شاریہ کا باپ زریق ابھی تک یہ ساری گفتگو بڑے صبر اور تحمل سے سن رہا پھر شیروان کے خاموش ہونے پر وہ برس پڑا۔

''تم زبردستی ایسا ہرگز نہیں کر سکتے میری بیٹی شاریہ کی شادی کبھی بھی اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہو گی جہاں وہ چاہے گی وہیں اس کی شادی کروں گا اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔''

شیروان اس بار بڑی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر یہ معاملہ ہے تو پھر انھیں آؤ شاریہ کے پاس چلتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ میرے ساتھن شادی کے لئے آمادہ ہے کہ نہیں اس کے جواب دینے کے بعد پھر میں اپنے ردعمل کا اظہار کروں گا لیکن میں آج ہر صورت اسے اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔''

غضبنا کی میں زریق اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کھولتے لہجے میں کہہ اٹھا۔''میں اس کا باپ ہوں ابھی زندہ ہوں میری موجودگی میں کوئی بھی میری بیٹی کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا یاد رکھنا ہم بے گھر ضرور ہوئے ہیں بے غیرت و ذلیل نہیں ہوئے۔'' یہاں تک کہتے کہتے زریق کو اٹھ جانا پڑا اس لیے کہ شیروان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے بوفون بھی کھڑا ہو گیا پھر دونوں آگے پیچھے دیوان خانے سے نکلے ان دونوں کی اس حرکت نے کریاسین، زریق اور برسک تینوں کو فکر مند اور پریشان کر دیا تھا وہ ان کے پیچھے پیچھے لپکے شیروان اور بوفون آگے پیچھے اس کمرے کی طرف گئے جس میں شاریہ نایاذ اور ناجیہ تینوں بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں اس موقع پر کریاسین اور زریق نے کچھ سوچا پھر دونوں آگے بڑھ کر شیروان اور بوفون کی راہ روک کھڑے ہوئے پھر کریاسین برس پڑا۔

''جس کمرے کا تم رخ کر رہے ہو اس کمرے میں میری تین بیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور میں تم دونوں کو اس کمرے میں جانے کی اجازت کسی صورت نہیں دوں گا ابھی تمہارے لیے وقت ہے یہیں سے لوٹ جاؤ شرافت کا مظاہرہ کرو کسی کی شرافت کسی کی عصمت پر کیچڑ اچھالنا انتہا درجہ کا کبیدہ فعل ہے۔''

دو تین بار شیروان اور بوفون دونوں نے کریاسین اور زریق کو راستے سے ہٹانا چاہا جس پر شیروان نے اپنی تلوار بے نیام کر لی بوفون بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے تلوار نکال چکا تھا پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا دونوں کی تلواریں بلند ہوئیں شیروان نے کریاسین کو اور بوفون نے زریق کو تلواریں برسا کر ہلاک کر دیا تھا۔

یہ صورت حال برسک کے لئے ناقابل برداشت تھی وہ کسی ردعمل کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ شیروان نے بوفون کو مخاطب کیا۔

''برسک نام کے اس لڑکے کو پکڑو اور اسے بھی ہلاک کر دو تا کہ ہمارے راستے کی کوئی رکاوٹ نہ رہے بون جب برسک کی طرف بڑھا تو برسک نے بر وقت کوئی فیصلہ کیا صدر دروازے کی طرف بھاگا زنجیر کھول کر باہر نکلا اور دروازے کو باہر سے زنجیر لگا دی۔

بوفون بھاگتا ہوا اسے پکڑنے کے لئے جب دروازے کے قریب پہنچا تو دروازہ باہر سے بند تھا اس نے شیروان کو مخاطب کیا۔

''یہ لڑکا بھاگ کر دروازے کو باہر سے زنجیر لگا گیا ہے۔'' اس پر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے شیروان برس پڑا۔

''دیوار پھلانگ کر جاؤ اور اس کا تعاقب کرو اسے ہر صورت میں پکڑو اس کا پکڑا جانا ہمارے حق میں بہتر ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے شیروان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ سامنے والے کمرے سے شاریہ نایاذ اور ناجیہ نکل پڑی تھیں انہوں نے جب دیکھا کہ شیروان نے کریاسین اور زریق کو ہلاک (قتل) کر دیا ہے تب وہ تینوں بے پناہ غصے اور غضبنا کی کا مظاہرہ کرتی ہوئی شیروان پر برس پڑی تھیں غصے کی حالت میں شیروان نے پھر تلوار برسائی اور لمحوں کے اندر اس نے نہتی نایاذ اور ناجیہ کا خاتمہ کر دیا اور شاریہ کا اس نے بازو پکڑ لیا۔

شاریہ نے اپنی طرف سے پوری جدو جہد کی شیروان کی گرفت سے آزاد ہو لیکن وہ ایسا نہیں کر سکی بیچاری بے بس لاچار فاختہ کی طرح شیروان کی گرفت میں پھڑپھڑا کے رہ گئی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے شیروان نے اپنے سر پر بندھا ہوا رومال کھولا اور شاریہ کے دونوں بازو اس نے پشت پر کس کر باندھ دیئے تھے۔

پھر اس نے ایک اور کپڑا نکالا اور وہ شاریہ کے منہ پر باندھ دیا تھا شاریہ کو اٹھا کر وہ دیوان خانے میں لے گیا اور وہاں بیٹھ کر بوفون کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ادھر بوفون ہا کو شہر کی گلیوں میں سرگرداں تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ برسک کدھر بھاگ کے چلا گیا ہے جبکہ برسک بھاگتے بھاگتے ایک ایسے مکان کے دروازے کے پاس رک گیا جس کے اندر روشنی ہو رہی تھی اور دروازہ کسی قدر اندر ہونے کی وجہ سے وہاں تاریکی تھی اور چھپنے کی بہترین جگہ تھی۔

وہاں کھڑے اسے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اندر سے کسی نے سرگوشی کے انداز میں پوچھ لیا۔

''کون ہو یہاں کیوں کھڑے ہو کس سے چھپتے پھر رہے ہو۔'' آواز ادھیڑ عمر کے کسی شخص کی تھی۔

برسک پہلے ہی خوفزدہ ہو رہا تھا اس آواز نے اسے اور زیادہ لرزہ کے رکھ دیا کپکپاتے

ہوئے انتہائی دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

میں اس شہر میں اجنبی ہوں بے بس ہوں کچھ ظالموں نے میرے باپ کو قتل کر دیا ہے نہ جانے اب وہ میری بہن کا انجام کیا کرتے ہیں وہ میرے در پے ہیں مجھے پکڑنا چاہتے ہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں میں ان سے چھپتا ہوا ادھر آیا ہوں۔

برسک کا اتنا کہنا تھا کہ دروازہ آہستہ آہستہ کھل گیا اندھیرے میں برسک نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک شخص کھڑا تھا ڈھلتی ہی عمر کا تھا دروازہ کھول کر پھر اس نے سرگوشی کی۔

''اندر آ جاؤ بیٹے! اگر تم بے بس اور لاچار ہو تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ایسے لوگوں کا خدا اور اللہ محافظ و نگہبان ہوتا ہے۔'' اس بوڑھے کی اس گفتگو نے برسک کو بڑا متاثر کیا تھا اس کے کہنے پر وہ اندر داخل ہوا بوڑھے نے پھر دروازہ بند کر دیا برسک کو وہ اپنے ساتھ ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس میں روشنی ہو رہی تھی وہاں پہلے سے ایک بوڑھی خاتون بیٹھی ہوئی تھی ہاتھ کے اشارے سے اس بوڑھے نے ایک نشست پر برسک کو بیٹھنے کے لئے کہا برسک وہاں بیٹھ گیا پھر اس بوڑھے کے کہنے پر برسک نے اپنے سارے حالات تفصیل کے ساتھ کہہ ڈالے تھے۔

برسک جب اپنے حالات سنا چکا تب بوڑھا انتہائی دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بیٹا تمہارے اور تمہارے باپ کے حالات سن کر بے حد دکھ ہوا پر جو لوگ اس کام میں ملوث ہیں وہ بڑے دراز دست ہیں ان سے ٹکرانا کسی کے بس کا روگ نہیں ہے جہاں تک میرا تعلق ہے بیٹے میرا نام ثمامہ بن سلیمان ہے یہ میری بیوی برصومہ ہے ہم دونوں الحمد اللہ مسلمان ہیں میں شہر کی شرقی سرائے کے باہر بیٹھ کے گھوڑوں کی نعل بندی کا کام کرتا ہوں گزر بسر اچھی ہو جاتی ہے بیٹے میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہیں ہمارے پاس پناہ لیے رکھو ہمارے ہاں تمہاری حیثیت ایک بیٹے کی سی ہو گی جس کمرے میں اس وقت تم بیٹھے ہو اس کے ساتھ والے حصے میں ایک تہہ خانہ ہے بوقت ضرورت تم اس تہہ خانے میں چھپ کر اپنے آپ کو محفوظ کر سکتے ہو۔

ایک بات میں مزید تم سے کہوں کہ یہ شیروان اور بوفون آتش پرست ہیں انتہا درجہ کے ستم گر اور ظالم انسان ہیں انسانی زندگی کی ان کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تمہارے باپ اور تمہارے میزبان کے اہل خانہ کو قتل کرنے کے بعد وہ ہر صورت میں تمہیں تلاش کریں گے اس لئے کہ وہ تمہیں خطرہ خیال کرتے ہوئے ہر صورت میں تمہارا خاتمہ چاہیں

گے لہذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ جب تک حالات تمہارے حق میں پلٹا نہیں کھاتے اس وقت تک باہر نہ نکلنا کسی کے سامنے نہ آنا اسی گھر میں پڑے رہنا تمہیں تلاش کرنے کے لیے اپنے مختلف کارندوں اور نمائندوں کو وہ شہر میں پھیلا سکتے ہیں گھر گھر کا جائزہ بھی لے سکتے ہیں ایسا کوئی واقعہ پیش آئے تو میری بیوی تمہیں تہہ خانے میں چھپا دے گی وہاں تم محفوظ رہو گے میں نے جو کچھ کہا ہے تمہاری ہی بہتری کے لئے کہا ہے اس گھر میں تمہاری حیثیت ایک بیٹے کی سی ہو گی اس کے بعد اگر کوئی فیصلہ تم اپنی مرضی سے کرنا چاہو تو تم آزاد ہو گے بیٹے۔''

ثمامہ بن سلیمان کی گفتگو سے برسک بڑا مطمئن اور آسودہ سا دکھائی دے رہا تھا ثمامہ جب خاموش ہوا تب وہ انتہائی ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''آپ نے جو الفاظ کہے ہیں انہیں میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکوں گا آپ ایک ایسے وقت میں مجھے اپنے گھر میں پناہ دے رہے ہیں جبکہ اس شہر میں میرا کوئی ٹھکانہ کوئی پناہگاہ نہیں ہے اگر قدرت نے کبھی موقع دیا تو میں اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا بہر حال میں اپنی بہن سے متعلق بڑا فکر مند ہوں کہ نہ جانے وہ بھیڑیئے میری بہن اور ہمارے میزبان کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے کاش کوئی ایسا ہوتا جو مجھے میری بہن کی حالت سے آگاہ کرتا۔'' ثمامہ بن سلیمان کی بیوی برصومہ جو ابھی تک خاموش بیٹھی ہوئی تھی اپنی جگہ سے اٹھ کر برسک کے قریب ہو بیٹھی اپنا ہاتھ بڑے شفقت بھرے انداز میں اس نے برسک کے سر پر رکھا پھر محبت بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''بیٹے زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس گھر میں تم محفوظ ہو گئے میرا شوہر کل سے کوشش کرے گا کہ تمہاری بہن سے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کرے۔'' یہاں تک کہتے کہتے برصومہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ برسک بول پڑا۔

''میرا دل کہتا ہے کہ وہ میری بہن کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اس لئے کہ شیروان میری بہن سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے اور اگر میری بہن نے اس سے شادی نہ کی تو وہ یہی ارادہ رکھتا ہے کہ میری بہن کو قسطنطنیہ لے جائے گا اور وہاں نس فورس کے حوالے کر کے اس سے انعام واکرام کی توقع رکھے گا۔ بس اس وقت میری سب سے بڑی خواہش اور آرزو یہ ہے کہ شیروان کے قبضے میں رہتے ہوئے میری بہن کی عزت و عصمت محفوظ رہے۔ جہاں تک شیروان اور بوفون سے متعلق محترم کریاسین ہمیں بتاتے رہے ہیں یہ دونوں جرائم پیشہ لوگ ہیں کریاسین نے ایک موقعہ پر یہ بھی کہا تھا کہ جن لوگوں سے انہیں دشمنی ہوتی ہے

انہیں وہ ایک آتش کدے میں تہہ خانے کے اندر رکھتے ہیں جو شہر کے اندر شمال میں ہے میرا اندازہ ہے کہ جب تک میری بہن شیروان سے شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہو جاتی اس وقت تک شیروان شاید اسے اسی آتش کدے میں بند کر کے رکھے گا اس پر سختیاں کرے گا تا کہ وہ اس سے شادی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔"

برسک جب خاموش ہوا تب پہلے جیسے محبت بھرے انداز میں برصومہ نے اسے مخاطب کیا۔

"برسک میرے بیٹے فی الوقت اس واقعہ کو اپنے ذہن سے نکال دو پہلے یہ بتاؤ تم نے کھانا کھایا ہے۔" برسک نے احسان بھرے انداز میں برصومہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"میں کھانا تو کھا چکا ہوں۔" اس پر برصومہ پھر بول پڑی۔

"بچے جو حالات تم پر بیتے ہیں ان کا مجھے بہت دکھ اور صدمہ ہے یہاں رہتے ہوئے تم مجھے ماں اور میرے شوہر کو باپ کہہ کے مخاطب کر سکتے ہو ہم دونوں میاں بیوی کی کوئی اولاد نہیں اگر تم ہمیں باپ اور ماں کہہ کے پکارو گے تو یاد رکھنا اس میں ہماری دلی آسودگی ہو گی۔" جواب میں برسک مسکرا دیا پھر برصومہ کو مخاطب کرتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان کہنے لگا۔

"میرے خیال میں اب اٹھو دونوں مل کر اس کے آرام کا اہتمام کرتے ہیں برصومہ یاد رکھنا جب کبھی بھی دروازے پر دستک ہو اگر میں گھر پہ ہوا تو میں خود ہی برسک کو سنبھال لیا کروں گا میری غیر موجودگی میں اگر کوئی دروازے پر دستک دیتا ہے تو سب سے پہلے برسک کو تہہ خانے میں بھیجنے کے بعد دروازہ کھولنا اور دن کے وقت ہر وقت بیرونی دروازے کی زنجیر لگا کے رکھنا ایسا میں برسک کی سلامتی کے لئے کہہ رہا ہوں۔" برصومہ نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں میاں بیوی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے برسک کو بھی انہوں نے ساتھ لیا پھر ساتھ والے کمرے میں دونوں میاں بیوی نے برسک کے قیام اور اس کے آرام کا اہتمام کر دیا تھا۔

دوسری جانب شیروان ہاتھ بندھی شاریہ کو ایک نشست پر ڈالے دیوان خانے میں بڑی بے چینی سے بوفون کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ بوفون اندر داخل ہوا پہلے اس نے لاشوں کا جائزہ لیا سامنے والے کمرے کے سامنے زریق، کریاسین اور اس کی دونوں بیٹیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں پھر بوفون دیوان خانے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی شیروان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا وہ بوفون کو مخاطب کر کے پوچھنا چاہتا تھا کہ بوفون پہلے ہی

بول پڑا۔

"شیروان میرے بھائی! میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اس لڑکے کو تلاش کرنے کی لیکن وہ مجھے ملا نہیں دراصل میرے دیوار پھلانگنے تک وہ کہیں غائب ہو گیا تھا ہو سکتا ہے کسی گھر میں پھلانگ کر چھپ گیا ہو اس وقت مختلف گھروں کو پھلانگ کر تلاشی تو نہیں لی جا سکتی بہر حال وہ اسی شہر میں ہے ہم سے بچ نہیں پائے گا۔"

جواب میں شیروان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا بوفون میرے بھائی تمہارا کہنا درست ہے پر اسے تلاش کرنا انتہائی ضروری ہے وہ ہمارے لئے مصیبت کا باعث بن سکتا ہے قاتل کی حیثیت سے ہماری نشاندہی بھی کر سکتا ہے۔"

پرسکون سے انداز میں بوفون بولتے ہوئے کہنے لگا۔ "کس سے ہماری نشاندہی کرے گا ان علاقوں میں نظم ونسق ابتر ہے خاقان کے حملہ آور ہونے کے باعث یہاں نہ کوئی انتظام کرنے والا ہے نہ کسی کی فریاد سننے والا ہے نہ نظم ونسق کو درست کرنے والا ہے مسلمانوں کا خلیفہ بغداد میں بیٹھا ہوا ہے پتہ نہیں اسے ان علاقوں میں خاقان کے حملہ آور ہونے کی خبر بھی ملی ہے کہ نہیں لہٰذا ان علاقوں میں جو ابتری ہے وہ ہمارے لیے سود مند ہے اس لیے کہ وہ لڑکا ہماری شکایت کرنے کے لئے یا انصاف طلب کرنے کے لئے کسی کے پاس جا ہی نہیں سکتا اس لئے کہ یہاں فی الوقت شہر میں نہ کوئی منتظم ہے نہ ناظم نہ شہر اور شہر کے رہنے والوں کی دیکھ بال کرنے والا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بوفون تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر کہنے لگا میں اس حویلی کی زنجیر باہر سے کھول آیا ہوں ہمارے گھوڑے ابھی باہر ہی بندھے ہوئے ہیں میرے خیال میں ہمیں یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کرنا چاہئے فی الفور یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

شیروان نے بوفون سے اتفاق کیا آگے بڑھ کر اس نے شاریہ کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا پھر صدر دروازے پر آئے اندر سے لگی زنجیر کھولی شیروان نے شاریہ کو اپنے گھوڑے پر ڈالا خود بھی سوار ہوا اتنی دیر تک بوفون بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھ چکا تھا دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے شہر کے شمالی حصے کی طرف نکل پڑے تھے۔

شاریہ کو لے کر شہر کے شمال میں ایک پرانے اور قدیم آتش کدے میں داخل ہوئے وہاں کافی مسلح جوان تھے جو شیروان اور بوفون کو دیکھتے ہوئے انہیں بڑی عزت بڑا احترام دے رہے تھے چند مسلح جوانوں کی مدد سے شیروان اور بوفون دونوں شاریہ کو آتش کدے کے ایک تہہ خانے میں لے گئے ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئے جس میں آرام و قیام اور

ضرورت کا دیگر سامان موجود تھا وہاں شیروان نے شاریہ کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ کون سی جگہ ہے تمہیں کچھ خبر نہ ہو گی لیکن اب تمہارا یہی ٹھکانہ ہے میں تمہیں پندرہ دن کی مہلت دیتا ہوں اگر اس طرح تم میرے ساتھ شادی پر آمادہ ہو جاؤ تو تمہیں میں اپنی حویلی میں منتقل کر دوں گا وہاں میری بیوی کی حیثیت سے تم انتہا درجہ کی خوشحالی کی زندگی بسر کرو گی۔

اور اگر اس عرصے کے دوران مجھ سے شادی پر آمادہ نہ ہوئی تو یاد رکھنا میں تمہیں قسطنطنیہ پہنچاؤں گا نسی فورس کے حوالے کروں گا اور اس سے منہ مانگا انعام پاؤں گا میں تمہیں بے آبرو بھی کر سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا اس لئے کہ اس طرح نسی فورس کے ہاں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں رہے گی بہر حال پندرہ دن تک یہی تمہارا ٹھکانہ ہے سوچ سمجھ کر اپنا فیصلہ دینا۔''

شیروان جب خاموش ہوا تو کھا جانے والے انداز میں شاریہ نے اس کی طرف دیکھا پھر انتہائی غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''سنو! او باش انسان پندرہ دن تو بہت کم مدت ہے اگر تم اس جگہ پندرہ سال بھی رکھو تو میں تمہارے ساتھ شادی پر ہرگز آمادہ نہ ہوں میں اس سلسلے میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان تو دے سکتی ہوں پر کسی بھی صورت تمہارے ساتھ شادی پر آمادہ نہ ہوں گی۔'' اس تہہ خانے میں شیروان نے مکروہ اور طنز بھرا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

''یہ تو وقت بتائے گا کہ تم شادی پر آمادہ ہوتی ہو یا نہیں۔'' اس کے ساتھ ہی شیروان اور بونون دونوں شاریہ کو وہاں چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

☼......☼

ایک روز اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن غزوان دونوں اپنے لشکر کو لے کر باکو شہر میں داخل ہوئے عطریف بھی اسمٰعیل بن قاسم کے ہمراہ تھا ان سے پہلے ہی دوسرا سالار خزیمہ بن خازم ہارون الرشید کے حکم پر نصیبین سے باکو پہنچ چکا تھا لہٰذا اس نے اسمٰعیل بن قاسم یزید بن غزوان اور ان کے لشکریوں کا بہترین انداز میں استقبال کیا سب سے پہلے لشکریوں کی سکونت اور آرام اور رہائش کا اہتمام کیا گیا پھر اسمٰعیل بن قاسم یزید بن غزوان خزیمہ بن خازم اور چند دیگر چھوٹے سالار ایک جگہ جمع ہوئے اس موقع پر اسمٰعیل بن قاسم نے خزیمہ بن خازم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''ابن خازم سب سے پہلے میں یہ جاننا پسند کروں گا کہ یہاں پہنچنے کے بعد تم نے کیا انتظامات اور اہتمام کیا ہے؟''

اس پر ابن خازم نے کچھ سوچا پھر وہ اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن قاسم جو ہدایات امیر المومنین کی طرف سے مجھے جاری کی گئی تھیں ان کے مطابق یہاں پہنچنے کے ساتھ ہی میں اپنے کچھ مخبر اور نقیب جبیل عزیزہ کے شمالی حصوں کی طرف پھیلا دیئے ہیں تاکہ وہ یہ جانیں کہ خزر کے خاقان کے لشکر کہاں کہاں اور کس کس جگہ پھیلے ہوئے ہیں ان کی طرف سے یہ اطلاعات فراہم ہونے کے بعد پھر دشمن کے خلاف ہم حرکت میں آئیں گے۔''

خزیم بن خازم جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے اسمٰعیل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''ابن خازم میں تم سے یہی جاننا چاہتا تھا تم نے بہت اچھا کیا اس لیے کہ ان مخبروں کی اطلاعات کے بعد ہی ہم دشمن کے خلاف حرکت میں آئیں گے میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ان علاقوں کا نظم و نسق انتہا درجہ کا درہم برہم اور برباد ہو چکا ہے اکثر علاقوں کو خاقان نے تباہ و برباد کر دیا ہے اور جو اس میں کمی رہ گئی ہے اسے غیر ذمہ دار لوگ پوری کر رہے ہیں جن میں انسانی ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں اور وہ جگہ جگہ ڈاکہ زنی، چوری قتل و غارت گری کا کھیل کھیل رہے ہیں۔'' ابن خازم سنجیدہ ہو گیا کہنے لگا۔

''ابن قاسم آپ کا کہنا درست ہے یہاں کے حالات انتہائی ابتر ہیں یہاں پہنچنے کے بعد جو خبریں مجھے ملی ہیں ان کے مطابق یہاں کوئی نظم و نسق نہیں ہر کوئی اپنی اپنی مرضی کے مطابق عمل کر رہا ہے بہر حال مجھے امید ہے کہ چند یوم تک ہم ان علاقوں کے انتظامات کو درست کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔'' خزیمہ بن خازم کی اس گفتگو سے اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن غزدان دونوں مطمئن اور خوش ہو گئے تھے پھر سب اٹھ کر اپنی اپنی آرام گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔

باکو شہر میں قیام کے دوران اسمٰعیل بن قاسم عطریف کے ساتھ ایک روز شہر کی شرقی سرائے کے پاس آیا سرائے سے باہر ثمامہ بن سلیمان بیٹھ کر گھوڑوں کی نعل بندی کرتا تھا اس کے پاس آ کر اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے گھوڑے کو روکا نیچے اترا اتنی دیر تک عطریف بھی اپنے گھوڑے سے اتر چکا تھا اسمٰعیل بن قاسم ثمامہ بن سلیمان کی طرف بڑھا اسے دیکھتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسمٰعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے محترم اگر تمہارے پاس وقت ہو تو ذرا میرے گھوڑے کو دیکھو اور اس کی نعل بندی کر دو۔'' ابن قاسم کو دیکھ کر ثمامہ بن سلیمان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر انتہائی عقیدت بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ باکو شہر میں داخل ہونے والے مسلمانوں کے عساکر کے سالار اعلیٰ اسمٰعیل بن قاسم ہیں اور یہ کہ......''

یہاں تک کہتے کہتے پریشان کن انداز میں ثمامہ بن سلیمان کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

''بڑا بول نہ بول نہ بول بڑا بول۔'' ان الفاظ پر ثمامہ بن سلیمان پریشان اور گھبرا سا گیا تھا اس کی اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم نے اسے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

''میرے محترم پریشان اور فکر مند نہ ہونا تم میرا نام تو جان ہی چکے ہو میں یقیناً اسمٰعیل بن قاسم ہوں اور ایک لشکر کا سالار ہوں میرے ساتھ یہ میرا غلام ہے اس کا نام عطریف ہے جو کچھ اس نے کہا ہے اس سے فکر مند اور پریشان نہ ہونا یہ اس کا تکیہ کلام ہے ہر کسی کے ساتھ گفتگو کے دوران یہ اپنے الفاظ ضرور استعمال کرتا ہے۔ گھبرانا نہیں۔''

اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ سے ثمامہ بن سلیمان کو کسی قدر حوصلہ ہوا اسمٰعیل کے گھوڑے کو پکڑ کر وہ اپنی دکان کے قریب لایا پہلے گھوڑے کے چاروں پاؤں کا جائزہ لیا پھر

بڑے اہتمام اور پیار کے ساتھ اس نے گھوڑے کی نعل بندی کر دی تھی جب وہ اپنا کام ختم کر چکا تب اسے بڑے احترام سے مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم کہنے لگا۔

''اب یہ بتائیں مجھے آپ کو کیا دینا چاہیے۔'' گردن کو خم کرتے ہوئے بڑی عزت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان کہنے لگا۔

''امیر آپ نے مجھے کچھ نہیں دینا آپ ان علاقوں میں مسلمانوں کے لشکر کے سالار بن کر آئے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ ان علاقوں کا نظم و نسق آپ درست کریں گے خاقان نے جو تباہی و بربادی پھیلائی ہے اس کا ازالہ کریں گے اگر ایسا ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے سب کچھ پا لیا بہر حال نعل بندی کا میں کچھ نہیں لوں گا۔'' اسمٰعیل بن قاسم مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''نہیں جو کچھ تم نے کہا ہے میرے فرائض میں شامل ہے۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے ایک چری فرجیل سے کچھ سکے نکال کر ثمامہ بن سلیمان کی ہتھیلی پر رکھے پھر اس کی مٹھی بند کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''انکار نہ کرنا یہ تمہارا حق بنتا ہے اور میں زندگی میں کسی کی حق تلفی نہیں کرنا چاہتا۔''

ثمامہ بن سلیمان نے چند لمحے بڑی ممنونیت سے اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''آپ ان علاقوں کے ناظم اور منتظم کی حیثیت سے آئے ہیں اگر آپ برا نہ مانیں تو اس موقعے پر میں آپ سے کچھ کہوں؟''

اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہی تھامے ثمامہ بن سلیمان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اسے مخاطب کر کے ثمامہ بن سلیمان سے کہنے ہی لگا تھا کہ عطریف پھر بول پڑا صبر کریں بڑا بول نہ بولنا نہ بولنا بڑا بول۔'' اس بار ثمامہ بن سلیمان ان الفاظ پر مسکرایا پھر وہ اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے برسک اس کی بہن شاریہ اس کے باپ زریق کے علاوہ کریاسین اور اس کی دونوں بیٹیوں پر جو گزری تھی تفصیل کے ساتھ کہہ دی۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد غصے اور دکھ میں اسمٰعیل بن قاسم کا رنگ سرخ ہو گیا تھا عطریف کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر ثمامہ بن سلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم کہنے لگا۔

''آپ مجھے وقت بتا دیں کہ آپ دکان سے کب فارغ ہوتے ہیں میں یہاں آ جاؤں گا اس کے بعد میں آپ کے ساتھ چلوں گا سب سے پہلے میں برسک نام کے اس لڑکے کو

دیکھنا پسند کروں گا جس کی بہن پر یہ ظلم ہوا ہے اور جس کے باپ کو قتل کیا گیا ہے۔'' اسمٰعیل کے ان الفاظ پر ثمامہ بن سلیمان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر وقت کے تعین کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا میں اس وقت فارغ ہوں آپ میرے ساتھ میری حویلی چلئے میں اس لڑکے سے آپ کو ملاتا ہوں۔'' اسمٰعیل بن قاسم ثمامہ بن سلیمان کی بات مان گیا پھر اسمٰعیل اور عطریف دونوں ثمامہ بن سلیمان کے ساتھ اس کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

اپنی حویلی کے سامنے ثمامہ بن سلیمان رک گیا اس کے رکنے پر اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے پھر آگے بڑھ کر ثمامہ نے اپنی حویلی کے صدر دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر تک اندر سے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا گیا پھر کچھ دیر بعد اندر سے دھیمی سی آواز آئی آواز ثمامہ بن سلیمان کی بیوی برصومہ کی تھی وہ پوچھ رہی تھی کون ہے۔

ثمامہ بن سلیمان نے بھی دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔'' برصومہ دروازہ کھولو میرے ساتھ دو مہمان ہیں۔''

دروازہ فوراً کھل گیا سامنے برصومہ کھڑی تھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان نے اسمٰعیل کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

''امیر یہ میری بیوی برصومہ ہے۔'' ساتھ ہی ثمامہ بن سلیمان نے اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف کا بھی تعارف کروا دیا پھر سب حویلی میں داخل ہوئے۔

صحن میں جانے کے بعد ثمامہ بن سلیمان نے اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا امیر میں آپ کے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھتا ہوں اس لئے کہ ......

اسمٰعیل اس کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بول پڑا۔

''ابن سلیمان اس کی ضرورت نہیں ہے گھوڑوں کو یہیں کھڑا رہنے دو میں زیادہ دیر رکوں گا نہیں پہلے مجھے اس لڑکے سے ملاقات کرواؤ جس کا نام برسک بتایا گیا ہے۔'' اس موقع پر جواب طلب سے انداز میں ثمامہ بن سلیمان نے اپنی بیوی برصومہ کی طرف دیکھا جس پر وہ کہنے لگی۔

''وہ تہہ خانے میں ہے۔'' ثمامہ اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو دیوان خانے میں بٹھانے کے بعد برسک کو لے کے آتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی ثمامہ اسمٰعیل اور عطریف کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا دونوں کو وہاں بٹھایا پھر وہ باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں وہ برسک کے ساتھ داخل ہوا ثمامہ کی بیوی برصومہ بھی ان دونوں کے ساتھ تھی دیوان خانے میں آنے کے بعد اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے ثمامہ کہنے لگا۔

''امیر یہ برسک ہے اس سے متعلق میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں آپ سے متعلق تفصیل بھی میں نے اس سے کہہ دی ہے۔'' برسک کی حالت بری ہو رہی تھی وہ رو دینے والا ہو رہا تھا اسمٰعیل آگے بڑھا برسک کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کے سر پر ہاتھ رکھا اس کے ایسا کرنے سے برسک بیچارہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا اپنے ساتھ لپٹائے اسمٰعیل کچھ دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا پھر نشست پر بیٹھا برسک کو بھی اس نے اپنے ساتھ بٹھا لیا اس موقع پر برسک اچانک اپنی نشست سے اٹھا فرش پر اسمٰعیل کے اس نے پاؤں پکڑ لئے پھر التجا بھرے لہجے میں وہ اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔''امیر میں آپ کا انتہا درجہ کا شکرگزار ہوں میری بہن کو ان ظالموں کے چنگل سے بچا لیجئے۔''

برسک کے ایسا کرنے پر اسمٰعیل تڑپ سا گیا تھا اور اسے اٹھا کر اپنے قریب نشست پر بٹھایا پھر بڑی محبت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''برسک تمہیں ایسے رویئے کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے تمہارے متعلق ثمامہ نے مجھے تفصیل بتائی تھی میں تمہاری مدد کے لئے یہاں آیا ہوں ثمامہ مجھے بتا رہا تھا کہ تم نے اس پر یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ یہ شیروان اور بوفون دونوں پیشہ ور اوباش ہیں اور شہر کے شمال میں جو آتش کدہ ہے اسے اپنے مسکن کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں دیکھو جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے تو ثمامہ نے تمام مجھے بتایا کہ اسے ان بھیڑیوں نے قتل کر دیا ہے بلکہ تمہارے میزبان کریاسین اور اس کی دونوں بیٹیوں کو بھی ہلاک کر دیا ہے اب کریاسین کی حویلی ویران پڑی ہوئی ہے ان علاقوں میں ایسے حالات اسی لیے رونما ہوئے ہیں کہ خزر کا خاقان جو اچانک ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا اور یہاں کے انتظامات کو اس نے درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے اب مجھے امید ہے کہ بہت جلد یہاں کے انتظامات پہلے کی طرح کام کرنا شروع کر دیں گے پھر کسی پر میرے خداوند نے چاہا تو ظلم نہیں ہوگا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ

کلام وہ جاری رکھے ہوئے تھا۔

''برسک تم نے جب تک میں نہ کہوں یہاں ثمامہ کے ہاں ہی قیام کرنا ہے باہر نہیں نکلنا وہ لوگ جنہوں نے یہ خونی کھیل کھیلا ہے وہ یقیناً تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے میں بہت جلد ان پر گرفت کروں گا اور گرفت بھی ایسی کروں گا کہ وہ میرے خداوند نے چاہا تو بچ نہیں پائیں گے میں تمہیں صرف تسلی دینے کے لئے یہاں آیا تھا اور میں آج ہی ان اوباشوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا اور کوشش کروں گا کہ ہر صورت میں ان کی گرفت سے تمہاری بہن کو بازیاب کرایا جائے۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا عطریف بھی کھڑا ہو گیا اس موقع پر ثمامہ بن سلیمان نے اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ آج آپ کھانا یہاں ہمارے ساتھ کھائیں۔''

اسمٰعیل نے آگے بڑھ کر اس کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

''میرے بزرگ کبھی موقع بنا اور خداوند نے چاہا تو یہاں آپ کے ہاں کھانا ضرور کھاؤں گا آپ کے سلوک آپ کے رویے آپ کے اطوار نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے آپ نے جو اس لڑکے کو اپنے ہاں پناہ دی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی نیکی ہے بہر حال مطمئن رہیں میں برسک کی بہن شاریہ کے لئے آج ہی کچھ نہ کچھ کروں گا آپ مجھے اجازت دیں میں رخصت ہوتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل اور عطریف دیوان خانے سے نکلے ثمامہ بن سلیمان ان کے ساتھ تھا پھر مڑ کر اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''برصومہ دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دو میں دکان پہ جاؤں گا۔'' پھر تینوں باہر نکلے ثمامہ اپنی دکان کی طرف چلا گیا جبکہ اسمٰعیل اور عطریف دونوں مستقر کا رخ کر رہے تھے۔

شیروان اور بوفون دونوں اوباش باکو شہر کے شمالی آتش کدے میں داخل ہوئے جس کے اندر ایک تہہ خانے میں انہوں نے شاریہ کو رکھا ہوا تھا بہت سے مسلح جوان اس وقت آتش کدے میں موجود تھے وہ بھی ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے تھے اس موقع پر شیروان نے کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے ان مسلح جوانوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیزو! حالات کسی قدر شدت اختیار کرنے لگے ہیں مسلمانوں کا ایک سالار اسمٰعیل بن قاسم خاصے بڑے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے اس کے ساتھ اس کا ایک نائب خزیمہ بن خازم بھی ہے ساتھ ہی مسلمانوں کے خلیفہ کی طرف سے ایک شخص یزید بن فرید کو آرمینیا کے سارے علاقوں کا حاکم مقرر کیا گیا ہے وہ بھی یہاں پہنچ چکا ہے میرے

خیال میں یہ لوگ حرکت میں آئیں گے۔ خزر کے خاقان کے لشکر جو مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں ان سے ٹکرائیں گے اور ان سرزمینوں کو ان سے پاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ دیکھو شاریہ کا بھائی بھاگ چکا ہے اس شہر میں اس نے کہیں نہ کہیں تو پناہ لے لی ہو گی جہاں اس نے پناہ لی ہو گی ان کی مدد سے وہ اپنی بہن کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کرے گا ہو سکتا ہے اس کا رابطہ ایسے لوگوں سے ہو جائے جن کو یہ معلوم ہے کہ میرا اور بوفون کا اس آتش کدے میں اکثر و بیشتر آنا جانا ہوتا ہے ہمارے یہاں آنے جانے کی وجہ سے اس آتش کدے پر بھی شک کیا جا سکتا ہے کہ زریق کریاسین ناجیہ اور ناپاذ کو قتل کرنے کے بعد ہم نے شاریہ کو یہاں ہی نہ رکھا ہوا ہو۔

اس شک کی بناء پر شاریہ کا بھائی خود یا جن کے ہاں اس نے پناہ لے رکھی ہے وہ لوگ مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن قاسم کے پاس گئے اور اس سے مدد طلب کی تو یاد رکھنا وہ شخص بری طرح ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا اس سے متعلق میں نے سن رکھا ہے کہ وہ بڑا سخت قسم کا سالار ہے اور ہارون الرشید نے اسے اپنا سب سے کڑا تیر اور بہترین سالار سمجھ کر آرمینیا کی طرف روانہ کیا ہے اور اگر اس نے اس آتش کدے سے شاریہ کو بازیاب کرا لیا تو پھر یاد رکھنا ہماری کم بختی کی ابتدا ہو جائے گی اور کسی بھی صورت وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد شیروان رکا پھر وہ مسلح جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ان حالات میں بوفون کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد جو میں نے فیصلہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ آج جونہی سورج غروب ہوتا ہے تم لوگ اپنے چند ساتھیوں کو تیار کرنا جو اپنے آپ کو خوب مسلح کر کے شاریہ کو یہاں سے نکالیں گے اور اپنے کسی قابل اعتماد ساتھی کے گھر میں اسے منتقل کر دیں گے آپس میں صلاح و مشورہ کرنا تم میں سے جس کا مکان یا حویلی زیادہ محفوظ ہو وہاں شاریہ کو رکھا جائے اور پھر مجھے اطلاع دی جائے کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے جو آدمی شاریہ پر مقرر کیے جائیں انہیں خاص طور پر تنبیہ کی جائے کہ شاریہ کی حیثیت ابھی تک ہمارے ہاں معزز مہمان کی سی ہے اس کی نا صرف عزت و آبرو محفوظ رہنی چاہئے بلکہ یہ خود بھی تحفظ میں رہنی چاہئے اس سے ہم بہت فوائد اٹھائیں گے۔

دیکھو اول تو میں نے اسے پیش کش کی ہوئی ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرے اگر کر لیتی ہے تو میری دیرینہ آرزو ہے جو پوری ہو جائے گی اور اگر یہ شادی نہیں کرتی تو اسے ہم

قسطنطنیہ بھجوائیں گے اور وہاں سے اس کے بدلے خاصی بڑی رقم حاصل کریں گے بہر حال آخری فیصلہ یہ ہے کہ آج سورج غروب ہونے کے بعد جب تاریکی پھیل جائے تم لوگ شاریہ کو یہاں سے کسی بھی محفوظ حویلی میں منتقل کرنے کے بعد مجھے اطلاع کر دینا کہ اسے کہاں منتقل کیا گیا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی شیروان اور بوفون دونوں جانے کے لئے جب مڑے تو اچانک شیروان مڑا اور پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں اور بوفون دونوں چند دنوں کے لئے روپوش ہو جائیں گے جونہی مجھے اطلاع ملے گی کہ شاریہ کو کہاں اور کس جگہ حفاظت کے ساتھ رکھا گیا ہے میں اور بوفون اس وقت تک زیر زمین چلیں جائیں گے جب تک مسلمانوں کا یہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے آگے کوچ نہیں کر جاتا اور ہم یہاں محفوظ نہیں ہو جاتے۔'' اس کے ساتھ ہی شیروان اور بوفون دونوں وہاں سے چلے گئے تھے۔

☼......☼

عشاء کی نماز کے بعد اسمٰعیل بن قاسم عطریف اور خزیمہ بن خازم تینوں باکو شہر کے شمالی آتش کدے میں داخل ہوئے ان کے ساتھ کافی مسلح جوان تھے آتش کدے کے چاروں طرف بھی مسلح جوان کھڑے کر دیئے گئے تھے اس وقت آتش کدے میں جس قدر شیروان اور بوفون کے آدمی تھے ان سب کو اسمٰعیل بن قاسم کے کہنے پر ایک جگہ جمع کر دیا گیا پھر خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

ابن خازم میرے بھائی! مجھے بتایا گیا ہے کہ اس آتش کدے کے تہہ خانے بھی ہیں یہ جو جوان کھڑے ہیں ان میں سے ایک کو ساتھ لو اپنے کچھ مسلح جوانوں کو ساتھ لے کے جاؤ اور سارے تہہ خانوں کا جائزہ لو اگر یہ لوگ تہہ خانے سے متعلق نہیں بتاتے تو پھر میں ان کا کوئی دوسرا علاج شروع کروں گا ہمیں ہر صورت میں شاریہ کو برآمد کرنا ہے۔''

اس پر خزیمہ بن خازم فوراً حرکت میں آیا چند مسلح جوانوں کے ساتھ شیروان کے ایک آدمی کو بھی ساتھ لیا شیروان کے آدمی نے بڑی شرافت کا مظاہرہ کیا سارے تہہ خانے دکھائے لیکن وہاں شاریہ نہ ملی خزیمہ بن خازم ناکام واپس آیا اور اداس سے لہجے میں اسمٰعیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن قاسم! میں ان کے ایک آدمی کی مدد سے سارے تہہ خانے دیکھ چکا ہوں یہاں کوئی لڑکی نہیں ہے۔'' اسمٰعیل پہلے کی نسبت زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اپنے چند مسلح جوانوں کو اس نے حکم دیا کہ آتش کدے کے سارے لوگوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا جائے۔

آناً فاناً ایسا کیا گیا شیروان اور بوفون کے سارے آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا پھر چند لمحوں تک اسمٰعیل بڑے غور سے ان سب کا جائزہ لیتا رہا اس کے بعد انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تم میں سے کوئی بتائے گا کہ وہ لڑکی جس کا نام شاریہ ہے جسے شیروان اور بوفون نے اس کے باپ کو قتل کر کے اٹھایا تھا اسے کہاں رکھا گیا ہے دیکھو جھوٹ مت بولنا جہاں

تک مجھے علم ہوا ہے اسے اسی آتش کدے میں رکھا گیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل کچھ دیر انتظار کرتا رہا شیروان اور بوفون کے کسی بھی آدمی نے زبان نہیں کھولی بالکل چپ رہے۔

اس موقع پر اسمٰعیل بن قاسم نے پھر کوئی فیصلہ کیا اور خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن خازم میرے بھائی! یہ یوں اگلیں گے نہ بولیں گے مجھے سب پیشہ ور اوباش اچکے اور جرائم پیشہ لوگ لگتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی معاملہ کرنے کے لئے ہمیں اپنا رویہ اپنا سلوک بدلنا ہوگا۔

یہ پہلے ہی ایک قطار میں کھڑے ہیں تم ان کے دائیں جانب ہو اپنی تلوار بے نیام کرلو دائیں جانب سے ان کے سر کاٹنے شروع کردو ان میں سے بچے گا وہی جو یہ بتائے گا کہ شاریہ نام کی لڑکی اس وقت کہاں ہے۔"

اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ نے ان سب کو بوکھلا کے رکھ دیا تھا سب سرسوں ہو گئے تھے اور عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر جب ایک جھٹکے کے ساتھ خزیمہ بن خازم نے اپنی بھاری چمکتی ہوئی تلوار بے نیام کی اور قطار میں سب سے پہلے آدمی کی طرف بڑھا تب وہ پہلا آدمی ایک دم بول پڑا مجھے قتل نہ کیجئے میں بتاتا ہوں وہ لڑکی کہاں ہے۔

اسمٰعیل بن قاسم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔"تم مجھے عقل مند اور سیانے لگتے ہو اپنی جان بچا گئے ہو ورنہ سب سے پہلے تمہاری ہی گردن کٹنی تھی اب تم ایک طرف ہٹ کے کھڑے ہو جاؤ۔" اسمٰعیل نے پھر دوسرے لوگوں کو مخاطب کیا۔

"تم میں سے ایسا کون سا شخص از خود تیار ہوتا ہے جو ہمیں شیروان اور بوفون کی رہائش گاہوں تک لے جائے نہیں لے کے جائے گا تو تم سب کی گردنیں کٹیں ہی گی۔"

اس پر ایک اور شخص شیروان اور بوفون کی رہائش گاہ تک راہ نمائی کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

جب ایسا ہو چکا تب مطمئن انداز میں اسمٰعیل بن قاسم پیچھے ہٹا خزیمہ بن خازم کے پاس آیا اور راز داری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابن خازم میرے بھائی! یہ جو دونو جوان بولے ہیں ان میں سے پہلے کو میں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں اور اس لڑکی کو برآمد کرتا ہوں اپنے ساتھ کچھ مسلح جوانوں کو بھی لے

جاؤں گا دوسرا جوان جو بولا ہے اسے تم اپنے ساتھ لے جاؤ باقی سارے مسلح جوان تمہارے ساتھ جائیں گے اور یہ جو شیروان اور بوفون کے باقی ساتھی ہیں انہیں بھی تم ساتھ لے جاؤ تم ان کی راہنمائی میں شیروان اور بوفون پر گرفت کرو اور شیروان اور بوفون اور ان کے ساتھیوں کو لے کر اس جگہ آنا جہاں انہوں نے شاریہ کو رکھا ہوا ہے کیونکہ یہ سب اس جگہ سے واقف ہوں گے وہاں تک تمہاری راہنمائی کریں گے۔"

خزیمہ بن خازم نے اسمٰعیل بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں مسلح جوانوں کے علاوہ شیروان اور بوفون کے آدمیوں کو لے کر اس آتش کدے سے نکل گئے تھے۔

شیروان کے اس آدمی کی راہنمائی میں اسمٰعیل بن قاسم اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ باکو شہر کی ایک وسیع حویلی میں داخل ہوا اسمٰعیل بن قاسم نے احتیاط کے طور پر اپنے کچھ آدمیوں کو حویلی کے اندرونی حصے میں پھیلا دیا پھر اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ شیروان کے آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا کسی کو اس نے آواز دے کر بلایا جن پر دو مسلح جوان باہر نکلے انہیں مخاطب کرتے ہوئے شیروان کا آدمی کہنے لگا۔

"یہ مسلمانوں کے لشکر کے سالار ہیں دیکھو شاریہ کو باہر لے کے آؤ ورنہ ہم سب مارے جائیں گے یہ ہمیں آتش کدے سے پکڑ کے لائے ہیں ان کے کچھ مسلح جوان شیروان اور بوفون کو گرفتار کرنے کے لئے بھی جاچکے ہیں ان کے ساتھ تم مسلح جوان دیکھ رہے ہو حویلی کے اردگرد بھی مسلح جوان پھیلے ہوئے ہیں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا سب مارے جائیں گے۔"

شیروان کا وہ آدمی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لیے کہ اسمٰعیل بن قاسم کے اشارے پر اس کے مسلح جوانوں نے ان دونوں رومیوں کو اپنی گرفت میں کرلیا جنہوں نے دروازہ کھولا تھا پھر تحکمانہ انداز میں انہیں مخاطب کر کے اسمٰعیل کہنے لگا۔

"میری اور میرے ساتھیوں کی اس جگہ تم راہنمائی کرو جہاں تم نے اس لڑکی کو رکھا ہوا ہے۔" اس کے ساتھ ہی کچھ مسلح جوانوں کو اسمٰعیل نے مخصوص اشارہ کیا اور انہوں نے اپنے خنجر نکال کر ان دونوں کی پیٹھ میں جما دیئے تھے اور آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔

اس پر وہ دونوں آگے آگے چل دیئے شیروان کا آدمی جو راہنمائی کرتا ہوا آیا تھا وہ بھی ان کے ساتھ تھا اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ان کے ہمراہ تھے۔

سب ایک کمرے میں داخل ہوئے وہاں شاریہ ایک معمولی سی کھاٹ پر انتہائی بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی جب سب لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے تو

بیچاری پر پھڑ پھڑاتی فاختہ کی طرح بدحواس ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

کسی ردعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتی تھی کہ اسمٰعیل بن قاسم آگے بڑھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بی بی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جن لوگوں نے تمہیں یہاں محبوس کر رکھا ہے یوں جانو ان کا آخری وقت آ چکا ہے مجھے افسوس ہے کہ اس شہر میں تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی میں مسلمانوں کے اس لشکر کا سالار اسمٰعیل بن قاسم ہوں جو چند دن پہلے یہاں باکو شہر میں داخل ہوا ہے یہاں کے انتظام دیکھ کر مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے مجھے اس بات کا بھی بہت دکھ ہے کہ ان ظالموں نے تمہارے باپ کو قتل کر دیا ہے اس کے لئے مجھے دلی دکھ اور افسوس ہے اب شہر میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گا۔''

اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ پر شاریہ کا دل بھر آیا تھا بیچاری کھاٹ پر سر رکھتے ہوئے بیٹھ گئی زار و قطار رونے لگی تھی کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا یہاں تک کہ اسمٰعیل بن قاسم نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''بی بی تمہارا رونا اپنی جگہ درست اور معقول ہے ان ظالموں نے تم لوگوں پر بڑے ظلم کیے ہیں بہر حال اٹھو یہاں سے نکلو۔'' شاریہ نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اس موقع پر اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے مسلح جوانوں کو مخاطب کیا۔

''یہ شیروان اور بوفون کے سارے آدمیوں کو گرفت میں رکھو ان کا انجام ابھی باقی ہے۔''

اس پر شیروان کا وہ آدمی جو راہنمائی کرتے ہوئے وہاں لایا تھا وہ بول اٹھا۔

''میں نے یہاں تک آپ کی راہنمائی کی ہے کیا میرا بھی انجام ان لوگوں جیسا ہوگا۔''

اس کے سوال کا جواب اسمٰعیل بن قاسم دینا ہی چاہتا تھا کہ عطریف بول پڑا۔

''بڑا بول نہ بول نہ بول بڑا بول۔''

اس کے ان الفاظ پر وہ شخص اور زیادہ بوکھلا گیا تھا اسمٰعیل کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''تمہارا فیصلہ کرنا ابھی باقی ہے اس شخص کے الفاظ سے فکر مند نہ ہو نہ گھبراؤ یہ میرا عم ہے جو کچھ اس نے کہا ہے یہ اس کا تکیہ کلام ہے چلو تم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے چلو۔''

جب اسمٰعیل کے سارے مسلح جوان انہیں ہانکتے ہوئے باہر نکلنے لگے تب شاریہ جو

اسمٰعیل کے پیچھے آ رہی تھی کچھ سوچتے ہوئے اس کے پہلو میں آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میرے محترم! آپ نے اپنا نام اسمٰعیل بن قاسم بتایا ہے آپ مسلمانوں کے لشکر کے سالار ہیں کیا میں آپ کو ابن قاسم کہہ کے مخاطب کر سکتی ہوں۔''

اسمٰعیل کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''یقیناً تم مجھے ابن قاسم کہہ سکتی ہو جب میں ابن قاسم ہوں تو تمہیں مجھے اسی نام سے مخاطب کرنا چاہئے۔''

شاریہ کے لبوں پر پر سکون سا تبسم نمودار ہوا پھر وہ ایک تجسس بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''میرے باپ کو تو ان ظالموں نے قتل کر دیا ہے کیا میرے بھائی کا کچھ پتا چلا۔''

اسمٰعیل بن قاسم نے پھر ہمدردی بھرے انداز میں شاریہ کو مخاطب کیا۔

''تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہارا بھائی زندہ ہے محفوظ ہے اور اس وقت یوں جانو کہ وہ میری حفاظت میں ہے میں یہاں سے تمہیں تمہارے بھائی سے ملانے کے لئے لے کر جاؤں گا۔'' شاریہ نے اس موقع پر ممنونیت اور شکر گزاری سے بھری ہوئی نگاہ اسمٰعیل بن قاسم پر ڈالی پھر چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے لگی سب حویلی کے سکونتی حصے سے نکل کر باہر آ گئے تھے۔

اتنی دیر تک خزیمہ بن خازم بھی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا جب وہ اسمٰعیل کے قریب آیا تو اسمٰعیل نے ابن خازم اور شاریہ کا تعارف کروایا اس موقع پر خزیمہ نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

''میری بہن تیرے ساتھ جوان لوگوں نے زیادتی کی ہے اس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔'' خزیمہ بن خازم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

''میرے بھائی پہلے یہ بتاؤ شیروان اور بوفون کا کیا ہوا کیا انہیں گرفتار کیا گیا۔'' دکھ بھرے انداز میں خزیمہ بن خازم کہنے لگا۔

''نہیں امیر وہ گرفتار نہیں ہو سکے میرے خیال میں انہیں پہلے پتہ چل گیا تھا کہ ہم ان کے خلاف حرکت میں آ چکے ہیں اس لئے اپنی جانیں بچانے کے لئے اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ بھاگ چکے ہیں۔'' اسمٰعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''کہاں تک بھاگیں گے ایک نہ ایک روز ہماری گرفت میں آئیں گے اور انہیں ان کے مظالم کے سارے گناہوں کی سزا ضرور ملے گی اب ایسا کرو یہ شیروان اور بوفون کے جتنے

آدمی ہیں انہیں ایک طرف کھڑا کرو۔''

اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ خزیمہ بن خازم نے شیروان اور بوفون کے سارے آدمیوں کو صحن میں ایک طرف کھڑا کر دیا لمحہ بھر کے لئے اسمٰعیل بن قاسم کی گردن جھکی رہی اس موقع پر بڑے تفکر بھرے انداز میں شاریہ خزیمہ بن خازم اور دوسرے لوگ دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے دیکھا رات کی تاریکی میں چھوٹی چھوٹی مشعلوں کی روشنیوں میں اسمٰعیل بن قاسم کا چہرہ غضبناک ہو گیا تھا۔ آنکھیں قہر برسانے لگی تھیں پھر خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن خازم اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ آگے بڑھو ان سب کا خاتمہ کر دو یہ جرائم پیشہ لوگ ہیں اوباش ہیں انہیں زندہ رکھا گیا تو شہر کے اندر پھر شیروان اور بوفون کی مدد کرتے ہوئے جرائم ہی پھیلائیں گے ایسے لوگوں سے بہتری کی امید نہیں کی جا سکتی۔''

اسمٰعیل بن قاسم کا یہ حکم سن کر اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ ابن خازم آگے بڑھا اور ان سب کا خاتمہ کر دیا تھا پھر اسمٰعیل بن قاسم کے حکم پر وہیں گڑھا کھود کر ان سب کو اس میں دبا کے رکھ دیا گیا تھا۔

جب یہ کارروائی مکمل ہو گئی تب اسمٰعیل بن قاسم نے خزیمہ بن خازم کی طرف دیکھا کہنے لگا۔ ''ابن خازم میرے بھائی! سارے ساتھیوں کو لے کر مستقر کی طرف چلے جاؤ میں اور عطریف اس بے بس اور مظلوم لڑکی کو اس کے بھائی سے ملاتے ہیں۔''

خزیمہ جواب میں اپنے ساتھیوں کو لے کر مستقر کی طرف چلا گیا تھا جبکہ اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں شاریہ کو لے کر ثمامہ بن سلیمان کے گھر کی طرف ہو لیے تھے اسمٰعیل بن قاسم نے عطریف کو اپنے پیچھے اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا تھا جبکہ عطریف کے گھوڑے پر شاریہ کو بٹھایا گیا تھا۔

ثمامہ بن سلیمان کی حویلی کے باہر آ کر اسمٰعیل اور عطریف دونوں اتر گئے اور انہیں دیکھتے ہوئے شاریہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی پھر آگے بڑھ کر اسمٰعیل نے دروازے پر دستک دی۔

تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ ''کون ہے۔''

اسمٰعیل اپنا منہ دروازے کے قریب لے گیا اور سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔ ''ابن سلیمان دروازہ کھولو میں اسمٰعیل بن قاسم ہوں۔''

دروازہ فی الفور کھل گیا تینوں اندر داخل ہوئے ایک گھوڑے کی باگ اسمٰعیل نے دوسرے کی عطریف نے پکڑ رکھی تھی ان کے پیچھے پیچھے شاریہ بھی حویلی میں داخل ہوئی

اسمٰعیل نے ثمامہ بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

''ابن سلیمان ہم دونوں کے گھوڑوں کو یہیں رہنے دو ہم زیادہ دیر یہاں رکیں گے نہیں یہ ہمارے ساتھ شاریہ ہے برسک کی بہن ذرا برسک کو دیوان خانے میں لاؤ۔'' اس کے ساتھ ہی ثمامہ بن سلیمان وہاں سے ہٹ گیا تھا اسمٰعیل اور عطریف دونوں شاریہ کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوئے اور وہاں نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دیوان خانے میں ثمامہ بن سلیمان اور برصومہ کے ساتھ برسک داخل ہوا اسے دیکھتے ہی شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی دونوں بہن بھائی بھاگے اور ایک دوسرے سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے تھے۔

اس موقعہ پر برصومہ نے آگے بڑھ کر دونوں کو علیحدہ کرنا چاہا لیکن ہاتھ کے اشارے سے اسمٰعیل نے روک دیا کہنے لگا۔

''خالہ رک جاؤ دونوں بہن بھائی کو گلے مل کر پہلے خوب رونے دو تا کہ ان کا دکھ اور غم ہلکا ہو جائے۔'' برصومہ نے اس سے اتفاق کیا پھر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی تھی تھوڑی دیر تک دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے لپٹ کر خوب روئے پھر اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے علیحدہ ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسمٰعیل نے برسک کو اپنے پاس بیٹھنے کے لئے کہا اس پر برسک حرکت میں آتے ہوئے اسمٰعیل کے پہلو میں بیٹھ گیا شاریہ کو پکڑ کر برصومہ نے اپنے پاس بٹھا لیا اور اپنا تعارف بھی کروا دیا تھا۔

کمرے میں اب اسمٰعیل بن قاسم کی آواز گونجی تھی اس نے شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بی بی میں ایک بار پھر تمہارے سامنے دکھ افسوس اور تاسف کا اظہار کرتا ہوں کہ کاش ہم تمہارے باپ کو بچا سکتے لیکن ہم ایسا نہیں کر سکے تم دونوں کے باپ کے مرنے کا ہمیں بے حد دکھ اور صدمہ ہے دیکھو اب تم دونوں بہن بھائی مل چکے ہو خاتون تم بڑی ہو برسک ابھی چھوٹا ہے نادان ہے اب تم یہ بتاؤ کہ تم کہاں رہنا پسند کرو گی۔

تم دونوں بہن بھائی کو یہاں محترم بن سلیمان کے ہاں بھی رکھا جا سکتا ہے اس لیے کہ ابھی تک شیروان اور بوفون زندہ ہیں باغی ہو گئے ہیں اگر انہیں خبر ہوئی کہ برسک نے یہاں پناہ لی تھی اور اس کے کہنے پر ہم نے تمہیں بازیاب کروایا ہے تو وہ لوگ ثمامہ بن سلیمان کے دشمن ہو جائیں گے اور میں ایسا نہیں چاہتا دوسری بات یہ ہے کہ بی بی! میں چند روز تک لشکر کے ساتھ یہاں ہوں میرے کچھ مخبر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں جونہی انہوں نے

مجھے اطلاع دی کہ خزر کے خاقان کے لشکریوں نے کہاں کہاں اپنے پڑاؤ کر رکھے ہیں میں فوراً یہاں سے کوچ کروں گا اور ان سے نمٹنا ہی میرے یہاں آنے کا مقصد اور مدعا ہے اپنی ساری کاروائی کی تکمیل کے بعد میں واپس بغداد چلا جاؤں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر شاریہ کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

''میں جانتی ہوں آپ کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں بہر حال ہم دونوں آپ کے لشکر میں رہنے سے تو رہے ویسے جب ہم قسطنطنیہ سے چلے تھے تو ہماری منزل بغداد شہر تھا وہاں درباری طبیب جرائیل ہمارا قریبی عزیز ہے ہم اس کے پاس جانا چاہتے تھے لیکن حالات ہمیں یہاں باکو شہر کی طرف لے آئے اب میری آپ سے استدعا ہے کہ باکو شہر کے مغرب میں ایک خاصہ بڑا کلیسا ہے آپ مجھے اور میرے بھائی کو وہاں کلیسا میں چھوڑ دیجئے میں اور میرا بھائی دونوں یہی سمجھیں گے کہ وقتی طور پر اپنے آپ کو کلیسا کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ ساتھ ہی آپ سے یہ بھی التجا اور استدعا کروں گی کہ جب آپ آرمیدیا کی اس مہم سے فارغ ہو جائیں تو ہمیں اپنے ساتھ بغداد لے جائیں اس لئے کہ یہاں ہم محفوظ نہیں رہیں گے جتنا عرصہ آپ مہم میں معروف رہیں گے میں سمجھتی رہوں گی کہ کلیسا میں ہم دونوں بہن بھائی کسی قدر تحفظ اور امن میں رہیں گے بغداد جا کر میں اپنے عزیز جرائیل بن بختیشوع کے ہاں رہنا پسند کروں گی۔''

شاریہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسمٰعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''جیسا تم چاہ رہی ہو ایسا ہی ہوگا میں اور عم عطریف۔ اب اپنے مستقر کی طرف جاتے ہیں تم دونوں بہن بھائی رات یہیں بسر کرو صبح فجر کی نماز کے بعد ابھی سورج طلوع نہیں ہوا ہوگا تو میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ یہاں ہوں گا اس وقت تم دونوں بہن بھائی تیار رہنا میں تم دونوں کو لے کر کلیسا لے جاؤں گا اور تم دونوں کو تمہاری حفاظت کے لئے کلیسا والوں کے حوالے کر دوں گا۔'' اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف رخصت ہو گئے جبکہ ثمامہ بن سلیمان نے حویلی کے صدر دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔

☼......☼

اگلے روز صبح ہی صبح برسک اور شاریہ دونوں بہن بھائی کھانا کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اس پر چونکنے سے انداز میں ثمامہ بن سلیمان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا

''میرا دل کہتا ہے کہ یہ امیر اسمٰعیل بن قاسم کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔'' شاریہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر ثمامہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگر آپ کہیں تو میں اور برسک دونوں بہن بھائی تہہ خانے میں چلے جاتے ہیں۔''

ثمامہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''نہیں بیٹی! یہاں سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ اگر کوئی خطرے والی بات ہوئی تو میں دروازے پر دستک دینے والوں سے دور سے گفتگو کروں گا جو تمہارے لیے اشارہ ہوگا اور تم دونوں بہن بھائی تہہ خانے میں چلے جانا اگر ایسا نہ ہوا تو پھر سمجھنا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔'' اس کے ساتھ ہی ثمامہ بن سلیمان حویلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھا تھا جبکہ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی اس کمرے سے نکل کر ساتھ والے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

ثمامہ نے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ باہر اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں اپنے گھوڑوں کی بھاگیں پکڑے کھڑے تھے ثمامہ نے سارا دروازہ کھول دیا۔

''اندر آئیں میں چاہتا ہوں آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں۔'' اسمٰعیل بن قاسم اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

''نہیں ابن سلیمان تمہارا بہت شکریہ ذرا تم شاریہ اور اس کے بھائی برسک کو فوراً لے آؤ میں انہیں فی الفور کلیسا میں پہنچانا چاہتا ہوں تا کہ انہیں یہاں سے کوئی نکلتے ہوئے دیکھ نہ لے۔''

ثمامہ نے دروازہ کھلا ہی رہنے دیا پھر بڑی تیزی سے مڑا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی تھے برسک نے آگے بڑھ کر باری باری اسمٰعیل اور عطریف سے مصافحہ کیا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسمٰعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

''برسک میرے بھائی! تم دونوں بہن بھائی عطریف کے گھوڑے پر ہو بیٹھو عطریف کو میں اپنے پیچھے بٹھا لوں گا جلدی کرو وقت ضائع نہ کرو۔''

دونوں بہن بھائی آگے بڑھے عطریف نے اپنے گھوڑے کی بھاگ پکڑے رکھی دونوں بہن بھائی گھوڑے پر جب بیٹھ گئے تب گھوڑے کی بھاگ عطریف نے شاریہ کو تھما دی تھی اس لیے کہ شاریہ نے برسک کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل اور عطریف بھی گھوڑے پر سوار ہوئے پھر اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئے تھے۔

تیزی سے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ باکو شہر کے مغرب میں ایک کلیسا کے سامنے رکے

کلیسا کی خاصی بڑی عمارت تھی گھوڑوں سے اترنے کے بعد دونوں گھوڑوں کو کلیسا سے باہر باندھ دیا پھر چاروں کلیسا میں داخل ہوئے۔

جو سب سے پہلا شخص انہیں دکھائی دیا اسے اسمٰعیل بن قاسم نے بڑی عاجزی سے بڑے پادری کے متعلق پوچھا وہ شخص ان کی راہنمائی کرتے ہوئے ایک کمرے میں لے کے گیا جس کے اندر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ شخص کہنے لگا۔

''یہ کلیسا کے بڑے پادری ہیں آپ جو کچھ ان سے کہنا چاہتے ہیں کہہ لیں۔'' اس کے ساتھ ہی وہ واپس چلا گیا تھا

پادری نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا پھر کہنے لگا میرا نام فلطس ہے میں اس کلیسا کا پادری ہوں کہو کیا بات ہے۔

اسمٰعیل بن قاسم نے اپنا اور ساتھیوں کا تعارف کروایا تو وہ پادری فلطس بڑا متاثر ہوا آگے بڑھ کر پر جوش انداز میں اس نے اسمٰعیل ،عطریف اور برسک سے مصافحہ کیا اور پیار بھرے انداز میں شفقت بھرا ہاتھ اس نے شاریہ کے سر پر پھیرا پھر جب وہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب اسمٰعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز! آپ جانتے ہوں گے کہ ان علاقوں میں خزر کے خاقان نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے میں بغداد سے اپنے لشکر کے ساتھ اسی تباہی اور بربادی کا اس سے انتقام لینے کے لئے آیا ہوں اور میرے ذمے مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید نے ان علاقوں کا انتظام درست کر کے یہاں حاکم مقرر کرنے کی ذمہ داری لگائی یہ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی ہیں کچھ غیر ذمہ دار لوگوں سے انہیں خطرہ ہے اگر میں نے اپنی مہموں پر نہ نکلنا ہوتا تو میں خود ان کی حفاظت کا سامان کر لیتا میں شاید چند روز تک یہاں سے کوچ کر جاؤں گا میرا رخ شمال مغرب کے علاقوں کی طرف ہو گا ان حالات میں میں ان غیر ذمہ دار لوگوں سے ان دونوں بہن بھائی کی احسن طریقے سے حفاظت نہیں کر سکتا یہ دونوں بہن بھائی نصرانی ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ میں ان دونوں کو آپ کے اس کلیسا میں چھوڑ جاؤں جب تک واپس آ کر میں مکمل طور پر ان کی حفاظت کا سامان نہیں کرتا یہ چاہتے ہیں کہ یہاں آپ کے کلیسا میں رہیں اور کلیسا کی خدمت کرتے ہوئے یہاں امن اور حفاظت میں رہیں۔''

اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ سے فلطس بڑا متاثر ہوا تھا کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے عظیم سالار میں آپ کے جذبے کے ساتھ ساتھ آپ کے کردار اور

اخلاق کی قدر کرتا ہوں آپ مطمئن رہیں یہ کلیسا ان دونوں بہن بھائیں کے لئے بہترین پناہ گاہ ثابت ہو گا یہاں ان کی حفاظت کا بہترین اہتمام کیا جائے گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی جب آپ اپنی مہم سے لوٹیں گے تو جس قدر یہ پر امن انداز میں بیٹھے ہوئے ہیں ایسے ہی میں ان دونوں کو آپ کے حوالے کروں گا۔'' اسمٰعیل بن قاسم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی کہنے لگا۔

''میرے محترم! مجھے آپ سے ایسے ہی جذبے ایسے ہی رد عمل کا انتظار تھا اب یہ دونوں بہن بھائی آپ کے حوالے ہیں میں آپ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ سے جانے کی اجازت لیتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن قاسم کھڑا ہو گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے عطریف بھی کھڑا ہو گیا تھا شاریہ اور برسک بھی اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈالا چند سکے اس نے نکالے وہ سکے اس نے جب برسک کی طرف بڑھائے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا لیکن سکے برسک کو اسمٰعیل بن قاسم نے زبردستی تھما دیئے۔

''کہنے لگا میرے بھائی! یہاں رہتے ہوئے تمہیں اور تمہاری بہن دونوں کو نقدی کی ضرورت پڑے گی یہ رکھ لو تمہارے کام آئیں گے۔'' اس موقع پر اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے شاریہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر کہہ نہ سکی اس کے ہونٹ پھڑ پھڑا کے رہ گئے تھے اتنی دیر تک اسمٰعیل اور عطریف اس کمرے سے نکلے پادری فلطس ان کے ساتھ تھا شاریہ اور برسک بھی دونوں ان کے ساتھ ہو لئے۔

کلیسا کے بیرونی دروازے پر جا کر اسمٰعیل بن قاسم پھر مڑا اور دونوں بہن بھائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شاریہ چند ہفتوں یا چند مہینوں تک میری تم سے کوئی ملاقات نہ ہو سکے گی۔ کلیسا سے باہر نہ نکلنا نہ زیادہ اس کلیسا کے اس کھلے احاطے میں گھومنا کوشش کرنا کہ کلیسا کی عمارت کے اندر ہی رہو۔'' اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن قاسم گھوڑے کی رقاب میں پاؤں جمائے بغیر جست لگا کر اپنے گھوڑے پر ہو بیٹھا تھا عطریف بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ پادری فلطس شاریہ اور برسک دونوں کو لے کر کلیسا کی عمارت کی طرف لے جا رہا تھا۔

☼......☼

اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں ایک روز اپنی رہائش گاہ میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ دروازے پر خزیمہ بن خازم نمودار ہوا اور اسمٰعیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن قاسم ہمارے وہ مخبر اور نقیب جو ہم نے خزر کے خاقان شالی کے لشکر کی نقل و حرکت اور ان کے کل وقوع جاننے کے لئے بھیجے تھے وہ لوٹ آئے ہیں میرے بھائی! اگر تم کہو تو میں انہیں تمہارے پاس لے کے آؤں۔'' خزیمہ بن خازم کے اس انکشاف پر اسمٰعیل بن قاسم چونک پڑا تھا۔ خلوص بھری آواز میں کہنے لگا۔

''ابن خازم تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو میں انہی کے انتظار میں تو یہاں باکو شہر میں بیٹھا ہوا ہوں اور دن رات بڑی بے چینی سے ان کا منتظر ہوں انہیں فوراً میرے پاس لے کے آؤ۔'' خزیمہ بن خازم وہاں سے ہٹ گیا تھوڑی دیر بعد وہ چند جوانوں کو اپنے ساتھ لایا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں نے ان کا بہترین استقبال کیا اور انہیں اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا جب سب بیٹھ گئے تب اسمٰعیل بن قاسم نے آنے والے ان مخبروں کو مخاطب کیا۔

''میرے عزیزو! سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ خزر کا خاقان شالی بذات خود اس وقت کہاں ہے اور آرمینیا میں اس وقت کس کس مقام پر اس کے لشکر پھیلے ہوئے ہیں اس کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ مجھے کیسے ان کے خلاف حرکت میں آنا ہوگا۔''

اسمٰعیل بن قاسم کی اس گفتگو کے جواب میں آنے والے مخبروں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک ابن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر! شالی کے کچھ لشکر مختلف مقامات پر اپنی کاروائیاں تقریباً مکمل کرنے کے بعد پڑاؤ کئے ہوئے ہیں کسی نے ان لشکروں کے سامنے مزاحمت نہیں کی لہٰذا ان کے پاس ڈھیروں مال اسباب اور نقدی ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں سے لوٹی ہے۔

جہاں تک خاقان شالی کا تعلق ہے تو اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کے ساتھ وہ بل میسی کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے یہ چھوٹا سا ایک شہر ہے جو جھیل غریرہ کے شمال کی طرف

واقع ہے باکو سے اگر مغرب کی طرف رخ کریں تو پہلے تاؤس شہر آتا ہے اس کے بعد تمانیاں جو جھیل غریرہ کے قریب شمال میں ہے پھر تمانیان سے ایک شاہراہ کیرکن سے ہوتی ہوئی بل میسی کی طرف جاتی ہے بل میسی کے باہر ہی خاقان شالی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قیام کیے ہوئے ہے۔

شالی کا دوسرا لشکر لسوان کے مقام پر اس وقت پڑاؤ کئے ہوئے ہے یہ شہر جھیل غریرہ اور جھیل وان کے درمیان جبل ارارات کے دائیں جانب کھلے اور وسیع میدانوں کے اندر ہے اس حصے کے لشکر کے پاس کافی مال غنیمت بھی ہے۔

تیسرا لشکر تاؤس کے مقام پر ہے یہ جھیل غریرہ کے شمال مشرق میں ہے یہاں بھی کافی بڑا لشکر ہے۔ شالی کا چوتھا بڑا لشکر لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے اور یہ شہر جھیل غریرہ کے شمال مغرب میں واقع ہے اس طرح خاقان شالی کے گویا چار اعساکر اس وقت آرمینیا میں اپنی کاروائیوں میں مصروف ہیں۔

ایک خود خاقان شالی کے پاس بل میسی میں قیام کیے ہوئے ہے دوسرا لسوان میں تیسرہ تاؤس اور چوتھا لنیاکن میں۔'' مخبر جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''یہ جو تم نے خاقان شالی کے چار عساکر کا ذکر کیا ہے یہ تعداد کے لحاظ سے کیسے ہیں۔'' اس پر فکرمندی کے سے انداز میں مخبر کہنے لگا۔

''شالی کے ان سارے عساکر کی مجموعی تعداد تو بہت زیادہ ہے لیکن میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ان میں سے ہر لشکر کی تعداد اس لشکر سے کہیں زیادہ ہے جو اس وقت آپ کی کمان داری میں ہے۔'' کچھ دیر خاموش رہ کر اسمٰعیل بن قاسم نے سوچا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے عطریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عطریف ذرا ایک سفید کپڑا لے کر آؤ۔'' عطریف فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا قریب ہی ایک گٹھڑی پڑی ہوئی تھی اس میں سے اس نے سفید رنگ کا ایک کپڑا نکالا اور اسمٰعیل کی گود میں رکھ دیا اسمٰعیل نے پھر عطریف کو مخاطب کیا۔

''جس گٹھڑی سے یہ کپڑا نکالا ہے اس میں گیرو کے کچھ ٹکڑے بھی ہوں گے! اس میں سے ایک ٹکڑا نکالو۔'' عطریف پھر لپکا گیرو کا ایک ٹکڑا نکال کر اس نے اسمٰعیل کے سامنے رکھ دیا تھا اسمٰعیل نے وہ کپڑا اور گیرو کا وہ ٹکڑا اس مخبر کی طرف بڑھایا جو اس سے محو گفتگو تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جس علاقے میں خاقان شالی کے لشکر پھیلے ہوئے ہیں اور جس جس جگہ اس کے لشکروں نے پڑاؤ کیے ہوئے ہیں اس کپڑے پر ان کی نشاندہی کرو ان کے محل وقوع کو ظاہر کرو اس میں اس جگہ کی بھی نشاندہی کرو جہاں جھیل غریرہ ہے اور جھیل وان میں ساتھ ہی ساتھ دونوں جھیلوں کے درمیان جو جبل ہیں اس کی بھی نشاندہی کرو۔''

اس مخبر نے وہ کپڑا اور گیرو کا ٹکڑا لے لیا پھر اسمٰعیل بن قاسم کے کہنے پر اس نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کپڑے پر اس کے بیچ اور شمال میں جو شہر پڑتے تھے ان کی بھی نشاندہی کر دی تھی اور جہاں جہاں کوہستانی سلسلے تھے وہاں بھی اس نے انہیں نمایاں کیا تھا۔

وہ مخبر جب نقشہ مکمل کر چکا تب بڑے اطمینان سے کپڑے پر بنا ہوا وہ نقشہ اس نے پھیلا کر اسمٰعیل بن قاسم کے سامنے رکھ دیا تھا اسمٰعیل بن قاسم تھوڑی دیر بڑی گہری نگاہوں سے کپڑے پر بنے اس نقشے کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے خزیمہ بن خازم کو اپنے قریب بلایا پھر سرگوشی کے انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن خازم پہلے ہم دونوں دشمن پر حملہ آور ہونے کا سارا معاملہ طے کر لیں اس کے بعد میں یزید بن فرید سے گفتگو کروں گا میں چاہوں گا کہ وہ فی الوقت باکو میں ہی قیام رکھے اور جب ہم حالات سازگار کر لیں گے پھر معاملات اس کے حوالے کرنے کی کوشش کریں گے۔

میرے بھائی اس نقشے کو دیکھنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔

سن میرے بھائی آنے والی شب کو میں اور تم اپنے پورے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے باکو سے نکل کر یہ جو حرمیر شہر کی نشاندہی کی گئی ہے یہاں پہنچیں گے اگلا شہر اگدام آتا ہے اس شہر میں ہم داخل نہیں ہوں گے اس شہر کے شمال ہی میں رہیں گے۔ اس سے آگے جھیل غریرہ آ جاتی ہے جھیل غریرہ کے شرقی کناروں کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے ہم شمال کا رخ کریں گے اس کے بعد جھیل کے ساتھ ہی ساتھ مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے ہم جنوب مغرب کا رخ کرنے کی کوشش کریں گے جس رخ پر لسوان شہر ہے۔

اب جنوب مغرب کا رخ کرنے سے پہلے ہم اپنے مخبر چاروں طرف پھیلا دیں گے جو آس پاس سارے شہروں میں یہ افواہ پھیلا دیں گے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر جسے مسلمانوں کے خلیفہ ہارون الرشید نے بھجوایا ہے وہ خاقان شالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔

بھائی میرے اس کا ایک ردعمل ظاہر ہو گا اور یہ کہ جب خاقان شالی کے اس لشکر کو علم ہو

گا کہ ہم لسوان پر حملہ آور ہونے والے ہیں جس نے لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے یاد رکھنا لنیاکن کا یہ لشکر اپنے اس لشکر کی مدد کو پہنچے گا جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے اس لسوان سے قریب ترین شہر لنیاکن ہی ہے اس مقام پر پڑاؤ کرنے والا شالی کا لشکر لسوان کی مدد کو پہنچے گا باقی دو لشکر جو ہیں ان میں سے ایک تو خود شالی کے پاس ہے تل عیسی کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے وہ شمال میں دور پڑتا ہے ان کا چوتھا لشکر تاؤس کے مقام پر ہے اور وہ بھی لسوان سے خاصہ دور پڑتا ہے اس لیے میرا اندازہ ہے کہ ہم اگر لسوان پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لیں تو یاد رکھنا لسوان والوں کی مدد کے لئے جو لشکر پہنچے گا وہ وہی ہو گا جس نے لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔

فی الحال میں یہیں تک ہی کہنا پسند کروں گا اس کے بعد میں نے کیا کرنا ہے عین وقت پر بتاؤں گا بہر حال یہ طے شدہ ہے کہ آنے والی شب کو ہم باکو سے نکل کر حرمیر سے ہوتے ہوئے جھیل غریرہ کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھیں گے اور تمانیان شہر سے پہلے ہی مغرب کی طرف بڑھنے کے بعد جنوب کا رخ کریں گے جنوب کا رخ کرنے سے پہلے میرے بھائی میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں دشمن پر کیسے اور کس طرح ضرب لگانا چاہتا ہوں۔

اسمٰعیل بن قاسم کی اس گفتگو نے خزیمہ بن خازم کو ایک طرح کی جستجو اور پریشانی میں ڈال دیا تھا اس کے چہرے کے تاثرات کو اسمٰعیل بڑے غور سے دیکھ رہا تھا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں جانتا ہوں میری اس گفتگو نے تمہیں تجسس میں ڈال دیا ہے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا کام کرنے کا ایک طریقہ ہے اور میرے خداوند نے چاہا تو تم دیکھو گے کہ میں خاقان شالی کے لشکریوں کو اپنے آگے آگے بے ضرر ریوڑ کے جانوروں کی طرح ہانکوں گا دشمن سے نمٹنے کا جو لائحہ عمل میں تیار کرتا ہوں اسے میں صیغۂ راز میں رکھنے کا عادی ہوں اور یہاں معاملہ بڑا ٹیڑھا اور سخت ہے اس لیے کہ خاقان کے چار لشکر مختلف مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہیں اور چاروں انفرادی طور پر ہمارے لشکر سے عددی لحاظ سے زیادہ ہیں اس بناء پر مجھے ان سے کسی طریقے کسی ڈھنگ سے نمٹنا ہو گا میرے بھائی جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں اگر تمہیں کوئی شک شبہ ہو تو کہو۔'' خزیمہ بن خازم مسکرا دیا کہنے لگا۔

''نہیں امیر میں جانتا ہوں دشمن سے نمٹنے کے لئے جو بھی طریقہ آپ طے کریں گے وہ ہمارے حق میں بہتر اور سود مند ثابت ہو گا۔''

بڑے پیارے انداز میں اسمٰعیل بن قاسم نے ابن خازم کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو اٹھو ان مخبروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور انہیں آرام کرنے کا موقع فراہم کرو اس لیے کہ آنے والی شب کو یہ ہمارے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے ان علاقوں میں بھی ہماری راہنمائی کریں گے۔ ساتھ ہی لشکریوں کو آنے والی شب کو کوچ کرنے کی خبر بھی دے دو۔'' اس کے ساتھ ہی خزیمہ بن خازم سارے مخبروں کے ساتھ اسمٰعیل بن قاسم کی قیام گاہ سے نکل گیا تھا آنے والی شب کو اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر گئے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ سفر کرتا ہوا اسمٰعیل بن قاسم جب جھیل عزیرہ کے شمال میں اس جگہ آیا جہاں مختلف سمتوں کو شاہراہیں جاتی تھیں وہاں اس نے اپنے لشکر کو روک دیا اس نے دیکھا ایک شاہراہ سیدھی شمال کی طرف تمانیان، کیروکن سے ہوتی ہوئی ملنسی کی طرف چلی گئی تھی ایک دائیں ہاتھ تاؤس شہر کی طرف جاتی تھی تیسری بائیں ہاتھ لنیاکن کی طرف جا رہی تھی چوتھی کچھ دور تک جھیل عزیرہ کے کنارے کنارے آگے بڑھنے کے بعد ایک خشک نالے کو عبور کر کے قامو، لسوان اور ارارات سے ہوتی ہوئی جھیل وان کی طرف چلی گئی تھی۔

لشکر کو وہاں روکنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم نے خزیمہ بن خازم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ابن خازم میرے بھائی! یہاں میں نے لشکر کو اس لیے روکا ہے کہ اپنے کچھ آدمیوں کو اطراف میں پھیلا دو خصوصیت کے ساتھ اپنے تجربہ کار مخبروں کو جو اطراف میں یہ خبر پھیلا دیں کہ مسلمانوں کا ایک لشکر شالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم رک گیا خزیمہ بن خازم حرکت میں آیا اپنے کچھ آدمیوں کو فوراً اس نے اطراف میں پھیل کر جو خبر پھیلانے کے لئے اسمٰعیل نے کہی تھی اس کے لئے روانہ کر دیا تھا جب اندھیرا ہو چکا تب اسمٰعیل بن قاسم نے پھر پیش قدمی شروع کر دی۔

جھیل عزیرہ کے نکونے کنارے کے پاس سے ہوتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن قاسم جنوب مغرب کے رخ پر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جو کامو سے ہوتی ہوئی لسوان کو جاتی تھی تھوڑا سا آگے جا کر پھر اس نے اپنے لشکر کو روکا اس کی طرف دیکھتے ہوئے خزیمہ بن خازم کسی قدر پریشانی کا اظہار کر رہا تھا اس موقع پر اسمٰعیل کے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر وہ خزیمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن خازم میں یہاں وہ قدم اٹھانے لگا ہوں یا دوسرے معنوں میں یہ کہہ سکتے ہو کہ یہاں میں تم سے وہ بات کہنے لگا ہوں جو میں نے باکو شہر میں تم سے نہیں کہی تھی دیکھ میرے بھائی! سورج مغرب میں غروب ہونے والا ہے یہاں تھوڑی دیر رکتے ہیں لشکری آرام بھی کر لیں گے نماز پڑھی جائے گی کھانا بھی کھا لیں گے اس کے بعد جو ہم نے کرنا ہے وہ میری بات غور سے سنو۔

ہمارے آدمی تھوڑی دیر تک یہ بات تو چاروں طرف پھیلا چکے ہوں گے کہ مسلمانوں کا لشکر شالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کی پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان میں پڑاؤ کر رکھا ہے اس طرح یہ خبر لنیاکن شہر بھی پہنچے گی جہاں شالی کے ایک لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔

اب میرے بھائی! تم یہ کام کرو اپنے کچھ مخبروں کو کھانا کھلانے اور کچھ تھوڑا سا ستانے کا موقع فراہم کر کے اس شاہراہ کی طرف روانہ کرو جو یہاں سے لنیاکن کی طرف جاتی ہے جب یہ خبر پھیلے گی کہ ہم لسوان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں تو یاد رکھنا شالی کا وہ لشکر جو لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے وہ ضرور وہاں سے نکل کر لسوان کا رخ کرے گا جب اس کی پیش قدمی کی اطلاع ہمارے مخبر دیں گے میں اور تم دونوں اپنے لشکر کو حرکت میں لائیں گے ہم لسوان کا رخ نہیں کریں گے ہم آندھی اور طوفان کی طرح پلٹ کر شال کی طرف بڑھیں گے اور اس لشکر پر حملہ آور ہوں گے جس نے لنیاکن سے ہماری طرف کوچ کیا ہو گا رات کی گہری تاریکی میں اس لشکر پر شب خون مارنے کے انداز میں حملہ آور ہو کر میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں بھائی مل کر اسے نیست و نابود کر دیں اور اس لشکر کی شکست ریخت کرنے کے بعد پھر ہم دونوں شالی کے اس لشکر کا رخ کریں گے جس نے لسوان میں پڑاؤ کر رکھا ہے اور مجھے امید ہے اس کی حالت بھی ہم بدتر نہیں بلکہ بدترین کریں گے۔''

اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب بے پناہ سکون اور آسودگی کا اظہار کرتے ہوئے ابن خازم کہہ رہا تھا۔

امیر آپ نے میرے سارے وسوسات سارے شکوک و شبہات بالکل ہی مٹا کے رکھ دیئے ہیں جس وقت باکو میں آپ نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی اس وقت میں ایک عجیب سے تجسس میں تھا کہ جانے دشمن سے نمٹنے کے لئے آپ کیا طریقہ کار استعمال کرتے ہیں لیکن اب میرا ذہن بالکل ہلکا اور پرسکون ہو گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو طریقہ کار آپ اپنا رہے ہیں اس کے تحت ہم دشمن کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

جواب میں اسمٰعیل بن قاسم مسکرا دیا پھر اس نے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جبیل عزیرہ کے شمال میں اسمٰعیل نے اپنے لشکر کا عارضی پڑاؤ کر لیا تھا لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا گیا وہاں کھانے کا اہتمام کیا گیا کچھ مخبروں کو اس لشکر کی نگاہ داری پر بھی مقرر کر دیا گیا تھا جو لنیا کن کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا عشاء کی نماز کے بعد آدھا لشکر جاگتا رہا باقی آدھے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا اس طرح باری باری سارے لشکریوں نے کسی حد تک آرام کر لیا تھا ستا لیا تھا۔

آدھی رات کے بعد وہ مخبر سوئے جنہیں شالی کے اس لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا جو لنیا کن کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا انہوں نے اسمٰعیل کو آ کر یہ اطلاع دی کہ ''اس لشکر کو خبر ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر شالی کے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے لہٰذا شالی کا وہ لشکر لسوان والے حصے کی مدد کے لئے لنیا کن سے کوچ کر چکا ہے۔''

یہ خبر یقیناً اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں کے لئے حوصلہ افزاء تھی اس لیے کہ سارے حالات ان کی مرضی ان کی خواہش کے مطابق رونما ہو رہے تھے۔

یہ خبر ملتے ہی اسمٰعیل نے اپنے لشکر کو ہر چیز سمیٹنے کا حکم دیا اس کے بعد لشکر اس کی کمان داری میں شمال مغرب کے رخ پر کوچ کر رہا تھا وہ مخبر جنہوں نے شالی کے لشکر پر نگاہ رکھی تھی اور اس کی پیش قدمی کی خبر دی تھی وہ لشکر کے آگے رہتے ہوئے لشکر کی راہنمائی کر رہے تھے۔

اب اسمٰعیل اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جبیل عزیرہ کے شہر کاموسے نکلنے کے بعد لنیا کن سے ہوتی ہوئی کاسوان کی طرف چلی گئی تھی یہی وہ شاہراہ تھی جو پورے آرمینیا سے گزرنے کے بعد آگے روسی علاقوں کی طرف چلی جاتی تھی۔

اس شاہراہ پر کافی آگے جانے کے بعد مخبروں کے کہنے پر اسمٰعیل نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا اس لیے کہ مخبروں نے اطلاع دے دی تھی کہ تھوڑا آگے شالی کا لشکر بڑی تیزی سے جنوب کی سمت پیش قدمی کر رہا ہے یہ خبر ملتے ہی اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں نے اپنے لشکریوں کو شاہراہ سے ہٹا کر دائیں جانب جو چھوٹے بڑے ٹیلے تھے ان کی اوٹ میں کر لیا تھا۔

اسمٰعیل بن قاسم نے ایسا شاید اس لیے کیا تھا کہ وہ دشمن کے لشکر کا جائزہ لینے کے بعد اس پر ضرب لگانا چاہتا تھا بہر حال شاہراہ سے ہٹ کر اس نے ٹیلوں کے پیچھے ایک طرح سے گھات لگالی تھی تھوڑی ہی دیر بعد شاہراہ پر گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں جس کا مطلب تھا

کہ شالی کا لشکر بڑی برق رفتاری سے عزیرہ جبیل کے شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر پیش قدمی کر رہا تھا۔

تاہم اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ چوکنے اور مستعد تھے شالی کے لشکر سے اٹھنے والی آوازیں اب لحہ بہ لحہ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔

جونہی شالی کا لشکر شاہراہ کے کنارے ان ٹیلوں کے پاس سے گزرنے لگا جہاں اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا تب ایک خونی ردعمل کی ابتدا ہوئی۔

اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ ٹیلوں کی گھات سے غم انگیز تباہی کے نزول خوش بختی کو بدبختی میں بدل دینے والے بے روک ہیجان کی طرح نمودار ہوا پھر وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ طوفانی تاختوں، خشونت آمیز بجلیوں کی کڑک اور دلوں تک کو ہلا دینے والے عناصر کی ہولناک غضبناکی کی طرح تکبیریں بلند کرتا ہوا شالی کے لشکر پر رات کے سرد تابوت میں موت کی راکھ بکھیرتے خشمناک بگولوں دشمن کی ہر قید و تدبیر ہر حزر و احتیاط اور اس کے ہر ستم و عتاب کو اپنی خواہشوں کی مسافتوں میں سمیٹ دینے والے آہنی عزم و استقلال کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

گو اپنے پہلے اور اچانک حملے میں اسمٰعیل بن قاسم نے شالی کے لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچایا تھا اور اپنے سامنے آنے والی کئی صفیں نا صرف یہ کہ اس نے الٹ کے رکھ دیں تھیں بلکہ انہیں مکمل طور پر کاٹتے ہوئے ان کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کم کر دی تھی لیکن جلد ہی شالی کا وہ لشکر سنبھل گیا اور پھر جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی اسمٰعیل بن قاسم کے لشکر پر قوت قاہرہ رکھنے والے سیاہ دل ستم گروں خرابی اور یاسیت انگیزی پھیلاتے موذی اور کمینہ فطرت بھیڑیوں اور اندھی اہانیت رکھنے والے خونخوار پہاڑی دشمنوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جبیل عزیرہ کی طرف جانے والی شاہرہ پر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے موت کے تلاطم خیز طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ قضا کے پیچ و تاب کھاتے تیور اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئے تھے۔ خیالوں تک کو مسمار کر دینے والی خوفناک زہریلی آوازوں نے اطراف و اکناف میں بڑی تیزی سے پھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اندھیری رات کی خاموشیوں میں تاریخ کا سرمایہ بنتے حادثے اور وقت کی رفتار کا کردار بنتے بے تاب امنگوں کے جنون اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

شالی کے لشکری جو شروع میں فنا کے شرربار بگولوں، درد کے اڑتے ذرات تھے آسیب

زدہ بھرنا اور فطرت کے بے لگام باغیوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔ اب اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم کی جوابی کارروائی سے بوکھلانے لگے تھے۔ اسمٰعیل اور اس کے لشکری میدان جنگ کی جس سمت میں رخ کرتے اپنے پیچھے شالی کے لشکریوں کی نعشوں کے ڈھیر لگاتے چلے گئے تھے۔ رات اب اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی مشرق کی طرف سے روشنی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور پھر شالی کے لشکریوں نے دیکھا لمحہ بہ لمحہ اسمٰعیل بن قاسم خزیمہ بن خازم اور ان کے لشکریوں کے حملوں میں زیادہ رعنائی خونفائی اور شدت پیدا ہونا شروع ہو چکی تھی یہاں تک کہ بڑی تیزی کے ساتھ شالی کے لشکریوں کی حالت اجاڑ اجاڑ سرد راتوں کی الناک سسکیوں شب کی گمبھیر سیاہی میں ذلت و پستی کے کفن اور زندگی کے مصائب بھرے طوفانوں میں بدنصیبی کے سایوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا جھیل عزیرہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر اسمٰعیل، خزیمہ شالی کے لشکر کو بدترین شکست دی تھی جس وقت مشرق کی طرف سے سورج نے زمین کے ننگے پنڈے کو جھانکا اس وقت تک اسمٰعیل اور اس کے لشکریوں نے شالی کے لشکر کے بڑے حصے کو کاٹ کے رکھ دیا تھا روشنی میں جب شالی کے لشکریوں نے دیکھا کہ ان کے لشکر کا بڑا حصہ کٹ چکا ہے اور ان کے بڑے بڑے سالار تک مارے جا چکے ہیں تب انہیں اپنے سامنے اپنی شکست یقینی دکھائی دینے لگی لہٰذا ہزیمت قبول کرتے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسمٰعیل اور خزیمہ نے بڑی شدت اور قہرمانی کے ساتھ دور تک ان کا تعاقب کیا اور مزید ان کی تعداد کو کم کیا بہت کم شالی کے لشکری اپنی جانیں بچا کر شال کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوئے تھے یہاں تک کہ اسمٰعیل اور خزیمہ دونوں تعاقب ترک کر کے اس جگہ آئے جہاں دشمن کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔

میدان جنگ میں واپس آ کر اسمٰعیل اور خزیمہ یہ دونوں اپنے گھوڑوں سے نیچے اترے پھر آگے بڑھ کر اسمٰعیل نے خزیمہ کو گلے لگایا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن خازم میں تمہیں اپنی پہلی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔'' جواب میں خزیمہ مسکرایا بڑے پیارے انداز میں اسمٰعیل کے کندھے دباتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے بھائی! یہ الفاظ تو مجھے آپ کے لئے ادا کرنے چاہئے تھے خدا کی قسم میں آپ کی کارگزاری کا جائزہ لیتا رہا ہوں قسم خدا واحد کی میں نے اپنی زندگی میں آج تک ایسا سالار نہیں دیکھا جو دشمن کی صفوں کے اندر گھس کر انہیں للکارتے ہوئے اور تکبیریں بلند

کرتے ہوئے بڑی تیزی سے مرگ کے جام پلاتا چلا جائے۔ میرے بھائی کسی کی جائز تعریف نہ کرنا بھی بخل ہے آپ یقیناً ان مجاہدوں ان سالاروں میں سے ہیں جو شب و روز کی گردشوں میں سرابوں کو حقیقت میں ڈھال سکتے ہیں۔ جو دیمک کی طرح چاٹتی بدشگونیوں کی لہروں کو آزادی کے تڑپتے جذبوں اور شیطانوں کی ازلی پکار کے سامنے ریت کے بگولوں کی حشر سامانیاں اور نزع کی بے صوت حکایتیں کھڑی کرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔''

خزیمہ جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''بس میرے بھائی زیادہ تعریف نہ کرو یہ جو ہمیں خداوند قدوس نے فتح عطا کی ہے یہ سب ہماری اجتماعی کوششوں کا نتیجہ ہے اس میں میری انفرادی ہمت و جوان مردی کارفرما نہیں ہے۔ بہر حال اب جو قدم ہم نے اٹھانا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

سب سے پہلے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنی ہے لشکریوں کے کھانے کا بھی اہتمام کرتے ہیں اس کے بعد میں یہ چاہوں گا کہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کیا جائے اس لئے کہ میں اب اپنا اگلا ہدف شالی کے اس لشکر کو بنانا چاہتا ہوں جس نے لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے۔

میرے بھائی! جنوب کی طرف بڑھ کر ہم کاموشہر کے اردگرد ویرانوں میں پڑاؤ کر لیں گے اس جگہ پڑاؤ کریں گے جہاں ہم رات کے کسی بھی حصے میں اٹھ کر آسانی کے ساتھ لسوان میں مقیم شالی کے لشکر پر شب خون مار سکیں۔

میرے عزیز بھائی! شالی کے اس لشکر کو جس نے لنیاکن میں قیام کر رکھا تھا اس کا تو تقریباً ہم نے صفایا کر دیا ہے بہت کم لشکری جانیں بچا کر بھاگے ہیں اور یقیناً وہ تمل کی کے مقام پر شالی کے پاس جائیں گے اور اس سے اپنے لشکر کی تباہی کی اطلاع دیں گے۔

اب شالی جس ردعمل کا اظہار کرے گا میرے خیال میں اپنے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آئے گا جس نے تاؤس کے مقام پر قیام کیا ہوا ہے میرے اندازے کے مطابق جو لشکر شالی لے کے آئے گا اور جو لشکر تاؤس میں مقیم ہے وہ تمانیان کے مقام پر دونوں آ کے ملیں گے اس لیے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں دونوں لشکر آپس میں مل سکتے ہیں جب ایسا ہو جائے گا تو پھر ہم دیکھیں گے کہ ہم نے ان کے جواب میں کس ردعمل کا اظہار کرنا ہے۔

شالی کا جو لشکر لسوان میں قیام کئے ہوئے ہے اس پر کامیاب شب خون مارنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے بعد ہم وہاں زیادہ دن نہیں ٹھہریں گے دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے بڑی تیزی سے ہم جھیل عزیرہ کے کنارے کنارے مغرب سے نکل کر شال کی

طرف آئیں گے اور پھر شمال میں جو کوہستانی سلسلہ ہے اس کے اندر گھات لگائیں گے اور ساتھ ہی اپنے مخبروں کو ہدایت کر دیں گے کہ وہ شالی کے لشکر کی نقل و حرکت اور اس کے محل وقوع سے ہمیں آگاہ کرتے رہیں اس کے بعد حالات میں جو تبدیلی آئے گی اس کے مطابق ہم بھی اپنے حملوں اور اپنی یورش میں تبدیلی پیدا کریں گے۔

اس سلسلے میں میرے بھائی تمہیں کوئی شک و اعتراض ہو تو کہو؟'' جواب میں خزیمہ نے بڑے خوش کن انداز میں اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اس میں کسی اعتراض کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔'' خزیمہ کے اس جواب پر اسمٰعیل مسکرایا تھا پھر دونوں اپنے لشکریوں کے اندر گئے انہیں فتح کی مبارکباد دینے کے ساتھ ساتھ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے علاوہ لشکریوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم بھی دے چکے تھے۔

اسمٰعیل نے زخمیوں کی مکمل مرہم پٹی کرنے اور لشکر کو کچھ دیر وہاں آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد وہاں سے کوچ کیا پھر اس نے جھیل عزیرہ کے غربی کناروں کے پاس ویرانوں کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

☼......☼

آدھی رات سے کچھ پہلے تک اسمٰعیل نے اپنے کچھ لشکریوں کو وہاں ستانے کا موقع فراہم کیا اس کے بعد اس نے شالی کے اس لشکر پر شب خون مارنے کے لئے کوچ کیا تھا جس نے کوہستان ارارات کے دامن میں لسوان کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا تھا۔

دوسری جانب لسوان کے مقام پر مقیم خاقان شالی کے لشکر کو ابھی تک یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ ان کے لشکر کا وہ حصہ جس نے لنیاکن کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا ہے اس پر اسمٰعیل بن قاسم نے حملہ آور ہو کر اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔

اس کی تباہی کی خبر لسوان میں اس لئے نہ پہنچی تھی کہ اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ جنگ کے دوران لشکر کے اس حصے کے جو لشکری بچے تھے وہ لسوان کی طرف نہیں بھاگے تھے لسوان چونکہ ان کے جنوب میں تھا اور جنوب کی طرف سے اسمٰعیل بن قاسم حملہ آور ہوا تھا لہٰذا وہ شمال کی طرف بھاگے تھے اور ان کا شمال کی طرف بھاگنا بھی بنتا تھا اس لیے کہ ان کے خاقان شالی نے شمال میں بل نسی کے مقام پر پڑاؤ کر رکھا تھا یوں لسوان کا جو لشکر تھا اسے اپنے اس حصے کے لشکر کی تباہی اور بربادی کی خبر نہ پہنچی تھی۔

صبح کے آثار نمودار ہونے سے کچھ پہلے جبکہ رات وقت کے زنگ آلود گراں قفل توڑتی ہوئی اپنے انجام سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف کلک و حرف زمین و قلم موت کے کنوؤں اور چتا کے دھوئیں جیسی خاموشی اور سکوت طاری تھا ایسے میں اچانک اسمٰعیل بن قاسم خزیمہ بن خازم شالی کے اس لشکر پر محدود تلاطم اور طغیانیوں کے کرب وصال کی گھڑیوں تک کو ریزہ ریزہ کر دینے والی گردابوں کی یورش رگوں تک کو چوس لینے والے دیو مالائی طلسم اور لہو میں زنگ اتار دینے والی بے جیت اذیتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے شالی کے لشکر کی بدقسمتی کہ وہ سنبھل نہ سکے وہ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ آرمینیا کی ان کے ہاتھوں تباہی کے بعد کوئی لشکر اچانک ان پر حملہ آور ہو کر ان کی بربادی اور تباہی کا باعث بھی بن سکتا ہے جب تک وہ اٹھ کر تیاری کرتے یا ہتھیار سنبھالتے اس وقت تک اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے لشکریوں کے ساتھ پوری طرح ان پر تباہی، بربادی اور شکست ریخت کی طیلسان بچھانا شروع کر دی تھی۔

اسمٰعیل بن قاسم کے اس ہولناک شب خون کے باعث لسوان شہر کے نواح میں نیند کے پھندوں میں پھنسی کئی کئی آوازیں، اجڑی کھنڈر پناہ گاہوں میں موت کے قہقہوں کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی میدان جنگ میں عکس لرزنے لگے تھے دلوں کو قضا کی کائی چاٹنے لگی تھی لب پتھر جذبے اپاہج ہونا شروع ہو گئے تھے نفس نفس میں نظر نظر میں خوف کے بہتے جھرنے مچل پڑے تھے۔

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا تو وقت کی آنکھ نے دیکھا کہ لسوان کے مقام پر جو خاقان شالی کا لشکر تھا اسے اسمٰعیل بن قاسم نے بدترین شکست دے دی تھی۔ اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا بہت کم لوگوں کو جانیں بچا کر بھاگنے کا موقع ملا اور سورج طلوع ہونے تک ساری لاشوں کو کوہستانی گڑھوں میں پھینک کر ایک طرح سے میدان جنگ بھی صاف کر دیا گیا تھا۔

یہاں لسوان میں بھی اسمٰعیل کے ہاتھ مال غنیمت کی صورت میں بہت کچھ لگا دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا گیا پھر اپنے لشکر کو آرام فراہم کرنے کے لئے اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے اسمٰعیل اپنے مخبروں اور نقیبوں کی راہنمائی میں مغرب کی طرف بڑھا اور کوہستان ارارات کے دامن میں پڑاؤ کر لیا تھا۔

☼......☼

باکو شہر کے ایک خفیہ تہہ سے ایک روز شیروان اور بوفون دونوں نمودار ہوئے جس شخص نے باہر سے اس تہہ خانے کا دروازہ کھول کر انہیں باہر آنے کے لئے کہا تھا شیروان نے اسے مخاطب کیا۔

''یہ تو کہو کہ حالات کیا ہیں؟'' وہ شخص مسکرایا کہنے لگا۔

''حالات پوری طرح ہمارے حق میں ہیں گو مسلمانوں کے سالار اسمٰعیل بن قاسم نے ہمارے کچھ ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے لیکن ان کے ہاتھ آپ دونوں تک نہیں پہنچ سکے۔'' اس پر شیروان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''اور اس وقت مسلمانوں کا سالار کہاں ہے؟'' دروازہ کھولنے والا پھر بول اٹھا۔

''وہ باکو شہر سے جا چکا ہے جو اطلاعات ہمیں ملی تھیں ان کے مطابق وہ خاقان شالی کے لشکریوں سے ٹکرائے گا۔'' شیروان کے چہرے پر اس اطلاع پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی دوبارہ اس نے دروازہ کھولنے والے کو مخاطب کیا۔

''شاریہ کا کیا ہوا؟'' دروازہ کھولنے والا مسکرایا کہنے لگا۔

''شاریہ کو اس کا بھائی برسک مل گیا ہے انہیں مسلمانوں کے سالار نے شاید ان دونوں بہن بھائی کی خواہش پر شہر کے مغرب میں کلیسا۔ ہے وہاں چھوڑ دیا ہے ان دنوں وہ دونوں بہن بھائی اسی کلیسا میں ہیں۔'' اس موقع پر شیروان نے بوفون کی طرف اس انداز میں دیکھا کہ اس کے دیکھنے کے انداز میں ایک طرح کی شیطانیت جوش مار رہی تھی پھر مسکراتے ہوئے بوفون کو شیروان نے مخاطب کیا۔

''بوفون حالات تو خود بخود ہی ہمارے حق میں ہوتے جا رہے ہیں گو ہمیں اپنے کچھ ساتھیوں کی قربانی دینی پڑی جنہیں مسلمانوں کے سالار نے قتل کرا دیا لیکن پھر بھی گوہر تو ابھی بھی ہماری گرفت میں ہے کسی مناسب موقع پر اور کسی اچھے دن کا انتخاب کر کے کلیسا میں داخل ہوں گے اور شاریہ اور اس کے بھائی برسک دونوں کو وہاں سے رہائی دلائیں گے اب انہیں یہاں کسی پناہگاہ میں نہیں رکھا جائے گا کلیسا سے نکالنے کے بعد میں چاہتا ہوں

انہیں اپنے چند قابل اعتبار ساتھیوں کے حوالے کر کے اور ان کی نگرانی میں قسطنطنیہ کی طرف روانہ کر دیا جائے جبکہ ہم تھوڑی دیر پہلے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوں گے یعنی ہمارے وہ ساتھی جو شاریہ اور برسک کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوں گے ہم ان سے تھوڑا آگے رہیں گے تاکہ راستوں پر نگاہ رکھی جائے میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں بہن بھائی کو با حفاظت قسطنطنیہ میں نسی فورس کے ہاں پہنچا کر اس سے منہ مانگا انعام حاصل کیا جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد شیروان رکا دوبارہ اس نے دروازہ کھولنے والے کو مخاطب کیا۔

''اب شہر کی کیا حالت ہے نظم ونسق تبدیل ہوا ہے یا ویسے کا ویسا ہی ہے۔'' اس پر وہ شخص کہنے لگا۔

''نہیں شہر میں تبدیلی ہو چکی ہے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ دونوں گھروں کو نہ جائیں بلکہ اسی آتش کدے میں ہی چند دن گزاریں اس لیے کہ شہر میں مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر قیام کئے ہوئے ہے اور ایک شخص نام جس کا یزید بن غزوان ہے جسے مسلمانوں کے خلیفہ نے آرمینیا کا حاکم مقرر کیا ہے وہ بھی یہیں قیام کیے ہوئے ہے مسلمانوں کا سالار اسمٰعیل بن قاسم پہلے آرمینیا کے حالات کو درست کرے گا پھر ان علاقوں کی حکمرانی یزید بن غزوان کے حوالے کر کے وہ لوٹ جائے گا۔

یزید بن غزوان کو آپ دونوں کے حالات کی پوری خبر ہے مسلمانوں کا سالار اسمٰعیل بن قاسم اسے تم دونوں سے متعلق تفصیل بھی بتا کے گیا ہے لہٰذا ان حالات میں میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ مزید کچھ دن تک آپ اسی تہہ خانے میں رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے مسلح جوان آپ دونوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہوں۔'' شیروان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ہم دونوں تہہ خانے ہی میں چند دن مزید رہیں گے اس وقت بھوک لگی ہے پہلے ہمارے کھانے کا اہتمام کرو۔'' اس کے ساتھ ہی شیروان اور بوفون ایک دوسرے کمرے میں جا کے بیٹھ گئے وہ شخص ان کے لئے کھانا لانے کے لئے آتش کدے کے دوسرے حصے کی طرف گیا تھا۔

☼......☼

ایک روز شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی کلیسا کے ایک کمرے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اس لیے کہ اس کمرے کے دروازے پر ثمامہ بن سلیمان نمودار ہوا تھا اسے دیکھتے ہی برسک اس کی طرف بھاگا اور اس سے لپٹ گیا پھر بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اسے مخاطب کیا۔

''بابا! اماں کیسی ہیں؟'' ثمامہ بن سلیمان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک گٹھڑی برسک کو تھما دی کہنے لگا۔

''اماں ٹھیک ہے بیٹے اس نے یہ تمہارے لئے کھانے کی مختلف اشیا بھجوائی ہیں وہ تمہارے متعلق جاننے کے لئے بڑی بے چین اور فکر مند تھی میں نے کہا تم گھر ہی رہو میں ان دونوں بہن بھائی کو دیکھ آتا ہوں۔''

اتنی دیر تک شاریہ بھی آگے بڑھی ثمامہ بن سلیمان کا ہاتھ تھام کر اس نے ایک نشست پر بٹھایا پھر دونوں بہن بھائی بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے تھے۔

سامان کی گٹھڑی جو برسک نے اٹھا رکھی تھی وہ شاریہ نے اس سے لے لی اس نے دیکھا کہ گٹھڑی ابھی گرم تھی اس پر اس نے مسکراتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

''بابا! لگتا ہے اس میں کھانے کی گرم گرم چیزیں ہیں۔'' اس پر ابن سلیمان مسکرا دیا کہنے لگا۔

''بٹیا تمہارا کہنا درست ہے دراصل تمہاری اماں میرے ساتھ آنا چاہتی تھی پر میں نے ہی اسے روک دیا وہ تم دونوں بہن بھائی کو دیکھنے کی بڑی مانگ کر رہی تھی پر حالات ایسے ہیں کہ میں اسے اپنے ساتھ فی الحال نہیں لا سکتا اب دعا کرو کہ حالات ہمارے حق میں پلٹا کھا جائیں اور تم دونوں بہن بھائی آزادی کے ساتھ کلیسا سے نکل کر جہاں چاہے جا سکو۔''

ثمامہ بن سلیمان جب خاموش ہوا تب کچھ سوچتے ہوئے شاریہ بول پڑی۔

''بابا مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ابن قاسم نے نہ صرف اوباشوں اور بدمعاشوں کے ہاتھوں میری جان بچائی میرے بھائی کی حفاظت کا بھی سامان کیا اور پھر با حفاظت انتہائی عزت و احترام کے ساتھ وہ ہمیں یہاں کلیسا میں چھوڑ کے گئے اور میں اتنی نادان اتنی احمق اور بیوقوف ہوں کہ ان کی ان ساری کاروائیوں پر میں ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے دو جملے تک نہیں کہہ سکی اب میں سوچتی ہوں تو مجھے بڑی شرمندگی ہوتی ہے کہ ابن قاسم میرے متعلق کیا سوچتے ہوں گے کہ یہ ایسی بد دماغ اور گھمنڈی، مغرور لڑکی ہے کہ اس پر اتنا احسان کئے جانے کے باوجود یہ نہیں جانتی کہ کسی کا شکریہ بھی ادا کیا جاتا ہے۔'' برسک سنجیدہ اور فکر مند دکھائی دے رہا تھا ثمامہ بن سلیمان ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں بہن بھائی تو یونہی سنجیدہ اور فکر مند ہو رہے ہو کیا تم دونوں سے کسی نے باز پرس کی ہے کہ تم نے ابن قاسم کا شکریہ کیوں ادا نہیں کیا گو میری اس کی ملاقاتیں کچھ زیادہ نہیں لیکن صرف دو ملاقاتوں میں ہی میں اس کی شخصیت کا جائزہ لے چکا ہوں وہ ان

جوانوں میں سے نہیں جن کی آرزوئیں ستائش کے لئے مچلتی ہیں۔ خود پسندی جن کا مادہ و ماخذ ہوتا ہے ابن قاسم جیسے جوان اداسیوں کی جاں گداز ساعتوں میں بھی تحفظ کا پیراہن پھولوں کی مسکراہٹ بن جاتے ہیں۔ خزاں نصیب ساعتوں اور مرجھائے وقت کے نوحوں میں بھی محبت کا وجدان اور رفاقت سے غم گسار ثابت ہوتے ہیں۔

بھڑکتی آتش میں بھی ایسے جوان دوستی کی طرح مہربان نیکی کی طرح یاد آور ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کا شکریہ نہ بھی ادا کیا جائے پھر بھی وہ ماں کی باہوں کی مانند مہربان باپ کی دعاؤں جیسے شفیق ہی رہتے ہیں۔''

جب تک ثمامہ بن سلیمان بولتا رہا برسک اور شاریہ دونوں بہن بھائی دھیمے دھیمے مسکراتے رہے ابن سلیمان جب خاموش ہوا تب شاریہ نے پوچھ لیا۔

''بابا ایک بات پوچھوں؟''

مسکراتے ہوئے ثمامہ کہنے لگا۔ ''پوچھو بیٹی کیا پوچھنا ہے میں بھی تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔''

''اچھا پہلے آپ بتائیں کہ آپ کیا بتانا چاہتے ہیں۔'' ثمامہ بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا میں تو تمہیں یوں جانو دونوں بہن بھائی کو ابن قاسم سے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں۔'' اس پر شاریہ چونک سی اٹھی کہنے لگی۔

''یہی کچھ تو میں آپ سے پوچھنے لگی تھی میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس شہر میں ان سے متعلق کوئی خبر آئی ہے۔'' ثمامہ مسکرایا کہنے لگا۔

''بیٹی مسلمانوں کے خلیفہ نے آرمینیا کے علاقوں کا حاکم ایک شخص یزید بن غزوان کو مقرر کیا ہوا ہے وہ آج کل شہر ہی میں قیام کیے ہوئے ہیں مسلمانوں کے چند دستے بھی یہاں موجود ہیں ان کے پاس خبریں آئی ہیں کہ اسمٰعیل بن قاسم نے آرمینیا کے مقام پر خاقان شمالی کے دو لشکریوں کو بدترین شکستیں دی ہیں اور بہترین فتوحات حاصل کی ہیں آخری خبر جو آئی تھی وہ یہ تھی کہ ایک لشکر کو اس نے عزیرہ جھیل کے شمال میں اور دوسرے کو عزیرہ اور وان کے درمیان جبل ارارات کے قریب لسوان کے مقام پر شکست دی اب سنا ہے وہ جبل ارارات کے دامن میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور خاقان شمالی کے ردعمل کا منتظر ہے اب دیکھیں آگے کیا بنتا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی ثمامہ بن سلیمان اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں بہن بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''جو چیزیں میں لایا ہوں دونوں بہن بھائی بیٹھ کے کھاؤ میں اب جاتا ہوں تمہاری اماں بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہو گی۔'' اس پر شاریہ اور برسک دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اس موقع پر ثمامہ بن سلیمان نے تڑپ کر ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو ہرگز باہر نہیں نکلنا میرے بچو جب تک حالات درست نہیں ہو جاتے یا تمہیں میں نہ کہوں یا ابن قاسم یہاں آ کر تمہاری حفاظت کا کوئی سامان نہیں کرتا اس وقت تک تم دونوں بہن بھائی کلیسا سے باہر نہیں نکلو گے۔'' ثمامہ بن سلیمان کے کہنے پر دونوں بہن بھائی وہیں کھڑے رہے جبکہ وہ خود ہاتھ ہلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔



سرما اپنے عروج پر آ رہا تھا سردی زور پکڑتی جا رہی تھی برف باری اور بارشوں کے موسم کی ابتدا ہونے والی تھی ایسے میں ایک روز اسمٰعیل بن قاسم ، ابن خازم ،عطریف اور چند چھوٹے سالار کوہستان ارارات کی چٹانوں پر دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسمٰعیل بن قاسم کے جو قاصد ان کے سامنے آئے۔

انہیں بڑی عزت بڑا احترام دیتے ہوئے اسمٰعیل نے اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا جب وہ بیٹھ گئے تب اسمٰعیل نے انہیں مخاطب کیا۔

''اب کہو میرے عزیزو! تم خاقان شالی کے دوسرے لشکروں کی طرف سے کیا خبر لے کے آئے ہو۔'' اسمٰعیل کے اس سوال پر ان دونوں میں سے ایک بول اٹھا۔

''امیر خاقان شالی کو آپ کے ہاتھوں اپنے دو لشکروں کی تباہی اور بربادی کی خبر ہو چکی ہے آپ کو معلوم ہے اس کا ایک اور لشکر تاؤس کے مقام پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور ایک لشکر خود اس کے پاس ہے جو لشکر اس کے اپنے پاس ہے اس میں سے صرف چند دستے اس نے اپنے پاس رکھے ہیں باقی کے سارے لشکر کو اس نے تاؤس کی طرف روانہ کر دیا ہے تاکہ تاؤس والے حصے سے مل کر آپ پر یلغار کی جائے اپنے دو لشکروں کی تباہی اور بربادی کی وجہ سے شالی انتہا درجے کا برہم اور غضبناک ہے اور اپنے جس سالار کو اس نے تاؤس کی طرف روانہ کیا ہے اس کے لئے اس نے سخت ہدایات جاری کی ہیں جو سالار تاؤس کے مقام پر لشکر کی کمانداری کر رہا ہے اس کو بھی اس نے ایسی ہدایات جاری کی ہیں اور دونوں سے کہا ہے کہ ہر صورت میں مسلمانوں کے لشکر کو شکست دے کر اس کے سالاروں کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

اپنے دو عساکر کی بربادی کی وجہ سے شالی کسی قدر فکر مند بھی ہے وہ امید تک نہیں کر سکتا تھا کہ مسلمانوں کا کوئی سالار یوں ارمینیا میں آ کر بڑی آسانی سے اس کے لشکریوں کو شکست دے کر اس کے لشکر کا قتل عام کرے گا وہ خود لشکر کی کمان داری کرتے ہوئے آپ کی طرف نہیں بڑھا بلکہ بل نسی کے مقام پر قیام کئے ہوئے ہے اور اس نے تیز رفتار قاصد

اپنے مرکز کی طرف روانہ کیے ہیں اور وہاں سے اس نے مزید لشکر آپ کا مقابلہ کرنے کے لئے طلب کر لیے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

''اس شالی کا جو لشکر بل تسی سے تاؤس کی طرف بڑھا ہے وہ اس وقت کہاں ہے؟''

اس سوال پر قاصد دوبارہ بول اٹھا۔ ''امیر چند دن پہلے وہ لشکر تاؤس پہنچا تھا اور اب شالی کے دونوں لشکر متحد ہو کر ان علاقوں کا رخ کر رہے ہیں جس رفتار سے میں نے انہیں ادھر آتے دیکھا تھا اس کے مطابق وہ تاؤس سے نکل کر میرے خیال میں جھیل عزیرہ کے شمال میں تمانیان شہر سے گزر کر ادھر کا رخ کر رہے ہوں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ قاصد خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے پرسکون انداز میں اسمٰعیل بن قاسم کہنے لگا۔

''میں تم دونوں بھائیوں کی کارگزاری کو سلام پیش کرتا ہوں اب تم دونوں جاؤ لشکر گاہ میں کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔'' وہ دونوں مخبر اٹھے اور وہاں سے ہٹ گئے تھے ان کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے خزیمہ بن خازم کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن خازم میرے بھائی لگتا ہے آرمینیا کی جنگوں کا سلسلہ کوئی جلد ختم ہونے والا نہیں ہے لیکن قاصدوں نے جو باتیں کہی ہیں ان کے مطابق ایک اچھی خبر بھی ہمارے لئے نکلتی ہے اور وہ یہ کہ خاقان شالی بذات خود ہمارے مقابلے پر نہیں آ رہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے کسی قدر خوفزدہ ہے اسی بناء پر اس نے قاصد اپنے مرکز کی طرف بھجوائے ہیں اور وہاں سے اس نے مزید عساکر طلب کر لئے ہیں۔

میرے بھائی اب شالی کے جو دو متحدہ لشکر ہماری طرف بڑھ رہے ہیں سب سے پہلے ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان سے کیسے نمٹنا ہے میرے بھائی دیکھو جو لشکر تم صیبین سے لے کر آئے ہو وہ تمہاری کمان داری میں رہے گا جو لشکر میں بغداد سے لے کر آیا ہوں وہ میرے ساتھ کام کرے گا۔

جس طرح قاصدوں نے تفصیل بتائی ہے اس کے مطابق دو روز تک شالی کے دونوں متحدہ لشکر یہاں جبل ارارات میں ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے پہنچ جائیں گے میرے بھائی تم صیبین والے لشکر کو لے کر یہیں پڑاؤ میں قیام کئے رکھنا لیکن چوکس و چوکنے رہنا ایسا نہ ہو

کہ شالی کے لشکری ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کریں۔

آنے والی شب میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں چلا جاؤں گا اپنے لشکر کے لئے دو تین دن کی خوراک اور دیگر سامان بھی ساتھ لے جاؤں گا رات کو میں بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چوکس رہوں گا تاکہ دشمن تم پر شب خون نہ مارنے پائے تم بھی اپنے آدھے حصے کے لشکر کو مستعد رکھا کرنا۔

اب جو صورتحال یہاں ہوگی وہ اس طرح ہے کہ جب شالی کے دونوں لشکر یہاں پہنچیں تو تم اپنے پڑاؤ سے آگے بڑھ کر ان کے خلاف صف آراء ہونا ان سے جنگ کی ابتدا کرنا میں جانتا ہوں اپنے سامنے تمہارے چھوٹے سے لشکر کو دیکھ کر وہ خوشی و آسودگی کا اظہار کریں گے کہ اتنے چھوٹے لشکر کو وہ لمحوں میں پیس کے رکھ دیں گے تم بلا جھجک ان سے جنگ کی ابتدا کرنا اور جب وہ تم سے ٹکرا رہے ہوں گے تو پھر دیکھنا میں اپنی گھات سے نکل کر کیسے ان پر ضرب لگاتا ہوں اور کیسے ان کے دامن ان کی جھولی میں شکست و بربادی کے ٹکے ڈالتا ہوں۔''

تھوڑی دیر کے لئے اسمٰعیل بن قاسم رکا تھا اس کے بعد اپنی گفتگو کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''ابن خازم میں جانتا ہوں شالی کے لشکری وحشی انداز میں حملہ آور ہونے کے عادی اور خوگر ہیں لیکن میرے بھائی ہم نے ان کی ساری وحشت ان کی ساری عظمت ان کی ساری ستمگری کو نکال پھینکنا ہے مجھے امید ہے کہ اگر ہم دونوں بھائی اپنی پوری مستعدی اور جاں نثاری سے کام لیں تو شالی کے دونوں متحدہ لشکر زیادہ دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے۔''

اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو بڑی جرأت مندی اور شجاعت کا اظہار کرتے ہوئے ابن خازم کہہ رہا تھا۔

''ابن قاسم میرے بھائی! آپ مطمئن رہیں آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کی امیدوں آپ کی خواہشوں کے مطابق دشمن پر ضرب لگاؤں گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ جس طرح ہم نے شالی کے پہلے دو لشکروں کو ڈھیر کیا ہے ان دو نئے لشکروں کی حالت بھی ان سے مختلف نہیں ہوگی۔''

ابن خازم کے اس جواب سے اسمٰعیل خوش ہو گیا تھا پھر دوبارہ وہ راز داری میں کہنے لگا۔

''ابن خازم آنے والی شب کو میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اور ضرورت کا سامان

سمیت کرگھات میں چلا جاؤں گا میرا تمہارا رابطہ قاصدوں کے ذریعے رہے گا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اب اٹھو سورج غروج ہونے والا ہے مغرب کی نماز کی تیاری کریں پھر کھانے کے بعد میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں چلا جاؤں گا۔'' اس کے ساتھ ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے اور لشکر گاہ کی طرف جا رہے تھے مغرب کی نماز کے بعد جب لشکریوں نے کھانا کھا لیا تب خزیمہ بن خازم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ہی میں مقیم رہا جبکہ اسمٰعیل بن قاسم اپنے حصے کے لشکر کو لے کر کوہستانی سلسلے کی گھات میں چلا گیا تھا۔

☼......☼

شالی کے دونوں متحد لشکر ظلم کی سرمستی نخوت کی بے زاری اور نفرت کی بھڑکتی آگ میں غرق بڑی تیزی سے کوہستان ارارات کا رخ کیے ہوئے تھے شاید وہ پہلے کی طرح آرمینیا کی سرزمینوں میں خواری کے تماشے بربادی کی رسمیں مقتل گاہ کے حادثے اور جبر وستم کے تلاطم کھڑے کرنے کا عہد کیے ہوئے تھے بڑی تیزی سے یلغار و یورش کرتے ہوئے وہ اس جگہ آئے جہاں جبل ارارات کے بالکل سامنے وادی کے اندر خزیمہ بن خازم کے لشکر کا پڑاؤ تھا۔

مسلمان مخبر شالی کے لشکریوں کی ان نقل و حرکت کی پل پل کی اطلاعات ابن خازم اور اسمٰعیل دونوں کو مہیا کر رہے تھے جس وقت شالی کے دونوں متحدہ لشکر جبل ارارات کے دامن میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے خزیمہ بن خازم پہلے ہی اپنے لشکر کی صفیں درست و استوار کر چکا تھا یہ صورتحال خاقان کے لشکریوں کے لئے نئی نہ تھی ایسے تماشے اس سے پہلے وہ بہت دیکھ چکے تھے لہٰذا آتے ہی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے پڑاؤ کی ہر چیز کو استوار کیا اور پھر جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں وہ درست کرنے لگے تھے۔

شالی کے ان دونوں متحدہ لشکروں نے دیکھا کہ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے تب انہوں نے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے میں تاخیر نہیں کی اپنی صفیں درست کرتے ہی وہ خزیمہ بن خازم کے لشکر پر شام کے لباس میں پھیلتی دکھ بھری چادر شوریدہ سر زمانے کی خیالی تشنگی میں کھولتی موت کی تاریکیوں ظلمت کی اندھی لحد میں تعصب کی کھولن اور حیات کے اوطاقوں میں آگ لگاتی بستی بستی اجاڑتی آتشی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کو سامنے رکھتے ہوئے خزیمہ بن خازم نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی وہ صرف دفاع تک محدود رہا شالی کے لشکریوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ابن

خازم کو اپنا دفاع کرنا بھی انتہائی دشوار اور مشکل ترین ہو رہا تھا ایسے میں اس کے حق میں انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

کوہستانی سلسلے کی اپنی گھات سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن قاسم اس طرح نمودار ہوا جیسے خاموشیوں کی ہولناکی میں جنوں کے ارتعاش لئے کوئی نباز فطرت نکلتا ہے جیسے دشت و دریا سے ساحلوں کے نقیب، آندھیوں کے قائد نکل کر اپنی کارروائی کی ابتدا کرنا چاہتے ہیں اور جیسے کوہ و صحرا سے طوفانوں کے انتقام بھرے غبار کے ساتھ وارد ہونے کا ارادہ کر لیتے ہیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسمٰعیل بن قاسم شالی کے اس متحدہ لشکر کے ایک پہلو پر اس طرح حملہ آور ہوا جس طرح تاریخ کے اوراق پر تشدد کے الاؤ خس و خاشاک پر خیرہ شر کی آندھیاں بکھیرے غبار پر کھولتے طوفان اور اڑتے شرر پر بپھرے سیل رواں نزول کرتے ہیں۔

اسمٰعیل بن قاسم کے ان حملوں نے دریاؤں اور آبشاروں کی رفتار میں تیزی خون سے لکھی جانے والی داستانوں کی سی ہولناکی لہو کو منجمد کرتے برفانی طوفانوں جیسا زور وقت کے پر اسرار نغموں کا سا نکھار، صدیوں کے تیرگی کے غبار میں ذرے ذرے پر کرنوں کی مہریں لگاتی روشنی جیسی تازگی و شگفتگی تھی۔

شالی کے لشکر کے لئے اب دوسرا مخالف انقلاب اٹھ کھڑا ہوا اس لئے کہ خزیمہ بن خازم ابھی تک اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں دفاع تک محدود کیے ہوئے تھا وہ جانتا تھا کہ اتنے بڑے لشکر کے خلاف وہ کسی بھی صورت جارحیت اختیار نہیں کر سکتا اب اس پر دباؤ اور بوجھ کم ہو گیا تھا اس لئے کہ شالی کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہو کر اسمٰعیل بن قاسم نے ان کی صفیں کی صفیں الٹنا شروع کر دی تھیں لہٰذا ان کے لشکر کا بڑا حصہ سمٹ کر اسمٰعیل بن قاسم کی طرف بڑھا تھا ایسے میں خزیمہ بن خازم نے بھی دفاع کا لبادہ اتار پھینکا اور وہ بھی سولت وقت کے سیلاب اور طوفانوں کے حصار کے اچانک نکل پڑنے والے آندھیوں کے شناسہ اور اندھیاؤ کے محرم کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اب شالی کے اس لشکر کا دو طرف سے قتل عام شروع ہو گیا تھا پہلو پر اسمٰعیل بن قاسم نے اس قدر زوردار حملے کیے تھے دشمن پر ایسا زور ڈالا تھا کہ وہ ان کی صفیں کی صفیں ختم کرتا ہوا ان کے لشکر کے وسطی حصے تک موت کا کھیل اور رقص شروع کر چکا تھا۔

اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے شالی کے لشکری بڑی تیزی سے اسمٰعیل بن قاسم کی طرف مڑے تھے لیکن ان کا مڑنا ان کے لئے ہی موت کا پیغام دے گیا اس لیے کہ پشت

کی جانب سے خزیمہ بن خازم جارحیت اختیار کرتے ہوئے وارد ہوا اور اس نے بھی ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

مزید جنگ کے بعد شالی کے لشکریوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم اور ابن خازم نے دور تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد کو مزید کم کیا کچھ دور تک تعاقب کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان ارارات کے ان میدانوں میں داخل ہوئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔

دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے خزیمہ بن خازم بھاگ کر اسمٰعیل بن قاسم سے بغل گیر ہوا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم میرے عزیز بھائی میں تمہیں اس شاندار فتح پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔''

عجیب سے انداز میں ابن خازم کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل مسکرایا پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن خازم تم بھی عجیب انسان ہو تم مجھے مبارکباد اس طرح دے رہے ہو جیسے میں اکیلے نے یہ فتح حاصل کی ہے۔

میرے عزیز بھائی یہ شاندار فتح حاصل کرنے میں میری تمہاری اور سارے لشکریوں تک کی کوششیں شامل حال ہیں اب آؤ پہلے اپنے لشکریوں کو اس شاندار فتح پر مبارکباد پیش کریں اس کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کا سامان کریں۔ ساتھ ہی دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے مال غنیمت میں سے اپنے لشکریوں میں بھی کچھ تقسیم کریں اس طرح ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔'' خزیمہ بن خازم نے اس تجویز سے اتفاق کیا دونوں آگے بڑھے پھر بلند آواز میں انہوں نے لشکریوں کو اس فتح پر مبارکباد دی پھر وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

☼......☼

رات خوب گہری ہو گئی تھی سرما اب اپنے عروج پر آ گیا تھا آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے ایسا لگتا تھا کہ بارش یا برف باری کا امکان تھا شیروان اور بوفون دونوں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ باکو شہر کے غربی کلیسا کے دروازے پر نمودار ہوئے گھوڑے انہوں نے ایک طرف باندھ دیئے پھر صدر دروازے پر کھڑے ہونے کے بعد شیروان نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا میں اور بوفون دونوں یہیں کھڑے ہوتے ہیں تم اندر جا کر شاریہ کو اٹھا لاؤ اگر کوئی مزاحمت کرتا ہے تو اس کا خاتمہ کرتے چلے جانا یہ گفتگو اس نے بہت دھیمے لہجے میں کی تھی لیکن خاموشی چاروں طرف اس طرح گہری تھی لگتا تھا اس کی گفتگو نے

خاموشی کا گریبان چاک کر دیا ہو ایسے میں بوفون نے اسے بڑی راز داری میں مخاطب کیا۔

''شیروان آہستہ بولو جس کام کو ہم ہاتھ ڈال رہے ہیں اس کے لئے لمحے لمحے میں بے قرار طوفان اٹھ سکتے ہیں۔'' شیروان مسکرا دیا تاہم پہلے کی نسبت دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

''طوفان کہاں سے اٹھنے ہیں شاریہ کی مدد صرف مسلمانوں کا سالار اسمٰعیل بن قاسم کر سکتا ہے اور وہ شالی کے لشکر کے ساتھ الجھا ہوا ہے وہ ہمارے خلاف کوئی کارروائی یا شاریہ کی کوئی مدد کرنے والا نہیں۔''

اس کے بعد شیروان نے ایک نگاہ کلیسا کی عمارت پر ڈالی چاروں طرف ایسا سناٹا تھا جیسے سارے جسم خواب آلود ہو گئے ہوں فکر تک خوابیدہ ہو گئی ہو اور فطرت کے عناصر نے ہر سو بوسیدہ کفن کی سی حیرانی اور قبرستانوں کی سی خاموش پھیلا کے رکھ دی ہو۔

شیروان جب خاموش ہوا تو بوفون نے راز داری میں اسے مخاطب کیا۔

''صرف اکیلی شاریہ کو کیوں اٹھاتے ہو پہلے بھی میں نے تم سے میرے بھائی کہا تھا کہ اکیلی شاریہ نہیں ساتھ اس کا بھائی برسک بھی اٹھایا جانا چاہئے دونوں بہن بھائی کو ہم قسطنطنیہ میں نسی فورس کے سامنے پیش کریں گے تو مجھے امید ہے کہ وہ ہمیں انعامات سے مالا مال کر دے گا۔''

شیروان نے سر کو جھٹک دیا ہلکا سا ایک طنزیہ قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

''بوفون بیوقوفوں اور احمقوں والی بات نہ کرو فی الحال برسک کو یہیں رہنے دو ہم صرف شاریہ کو لے کے جائیں گے اگر نسی فورس نے ہمیں شاریہ کا انعام دیا تو ہم اس سے وعدہ کر کے آئیں گے کہ ہم اس کے بھائی برسک کو بھی پکڑ کے اس کے پاس لائیں گے اس طرح ہمیں دوہرے انعام کی امید ہو سکتی ہے اور اگر ہم اسی وقت برسک کو بھی ساتھ لے جائیں تو ایک ہی وقت میں ایک انعام دے کر فارغ کر دے گا۔

شاریہ کو حوالے کرنے کے بعد جب وہ ہمیں انعامات سے نوازتا ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہم برسک اور اس کے باپ کو بھی تلاش کر رہے ہیں جونہی ملے ہم انہیں اس کے پاس پہنچا دیں گے پھر چند ہفتوں کا وقفہ ڈال کر برسک کو بھی کسی نہ کسی طرح سے اٹھائیں گے اور نسی فورس کے پاس لے کے جائیں گے اور اس سے کہیں گے ہم نے دونوں باپ بیٹے کو گرفتار کر لیا تھا لیکن چونکہ برسک کا باپ راستے میں ہم سے الجھ پڑا لہٰذا ہم نے اسے ہلاک کر دیا میرے خیال میں جب ہم ایسا کہیں گے تو نسی فورس خوش ہوگا اور پہلے کی نسبت ہمیں زیادہ نوازے گا۔''

بوفون شاید شیروان کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گیا تھا لہٰذا اس کی طرف سے توجہ ہٹا کے شیروان نے پھر اپنے مسلح جوانوں کو مخاطب کیا۔

''اب وقت ضائع نہ کرو اندر جاؤ اور شاریہ کو اٹھا کے لاؤ کلیسا کے اندر جو بھی مزاحمت کرے اس کا خاتمہ کر دینا پس و پیش نہ کرنا لیکن برسک کو کچھ مت کہنا اس کو زندہ اور سلامت رہنا چاہئے اگر وہ بھی مزاحمت کرے تو اسے کلیسا کے کسی کمرے میں بند کر کے شاریہ کو اپنے ساتھ لے آنا احتیاط یہ کرنا کہ شاریہ کے منہ پر کپڑا باندھ دینا ہاتھ پشت پر کس دینا اور اگر برسک شور کرنے کی کوشش کرے تو اس کے منہ پر بھی کپڑا باندھ کر اس کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد کسی کمرے میں ڈال دینا اور شاریہ کو باہر لے آنا۔''

اس کے ساتھ ہی شیروان اور بوفون کے وہ مسلح جوان کلیسا میں داخل ہوئے تھے۔ جونہی وہ کلیسا کے اندرونی دروازے میں گئے ایک شخص نے جو شاید کلیسا کا ملازم تھا انہیں مخاطب کیا۔

''تم کون ہو رات کے اس وقت کلیسا میں داخل ہونے میں تمہارا کیا مقصد ہے۔'' اس پر ایک مسلح جوان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم بے ضرر لوگ ہیں ایسا کرو ہمیں کلیسا کے بڑے پادری کے پاس لے کے چلو۔'' وہ شخص ان کے آگے آگے چل دیا پھر دروازے کے سامنے رک گیا کہنے لگا۔

''اندر بڑا پادری بیٹھا ہوا ہے اگر تم اس سے ملنا چاہتے ہو تو مل لو۔'' سارے مسلح جوان اندر داخل ہوئے انہیں دیکھتے ہوئے بڑا پادری گھبرا اٹھا اپنی جگہ کھڑا ہو گیا ایک مسلح جوان آگے بڑھا اور پادری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''فکر مند اور خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے دیکھو ہمارا کہا مانتے جانا ویسے ہی کرنا جیسے ہم کہیں اگر ہمارے ارادوں ہمارے مقاصد میں حائل ہونے کی کوشش کی تو نقصان اٹھاؤ گے اب کمرے سے باہر نکلو اور ہمیں اس کمرے تک لے کے چلو جس میں شاریہ اور اس کا بھائی برسک رہتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی مسلح جوان نے بڑے پادری کو مزید خوفزدہ کرنے کے لئے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔

پادری بڑا دلیر شخص تھا ہمت کر کے انہیں مخاطب کیا۔

''تم شاریہ اور اس کے بھائی سے کیا چاہتے ہو دیکھو وہ بڑے بے بس ہیں دونوں بہن بھائی ظلم و ستم کے مارے ہوئے ہیں انہیں کچھ مت کہنا۔'' اس مسلح جوان نے پھر تلوار لہرائی کہنے لگا۔

''وہ کرو جو ہم کہتے ہیں ہم ان پر کوئی ظلم و ستم کرنے والے نہیں ہیں ہمارے آگے لگو اور ان تک ہماری راہنمائی کرو۔'' پادری چپ چاپ آگے لگ گیا پھر ایک دروازے پر اس نے دستک دی تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والا برسک تھا پادری اندر داخل ہوا اس کے پیچھے پیچھے سارے مسلح جوان بھی کمرے میں داخل ہو گئے تھے سامنے ایک مسہری پر شاریہ بیٹھی ہوئی مسلح جوانوں کو دیکھتے ہوئے بیچاری بدک گئی خوفزدہ ہو گئی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہو گئی تھی اور بڑے خوفزدہ انداز میں وہ کبھی پادری کبھی مسلح جوانوں کی طرف دیکھتی تھی کمرے میں داخل ہونے کے بعد پادری نے پھر مسلح جوانوں کو مخاطب کیا۔

''یہ شاریہ ہے اور یہ اس کا بھائی برسک ہے دیکھو تمہیں ان دونوں سے کیا کام ہے۔'' اس پر وہی مسلح جوان جس نے تلوار بے نیام کی تھی گھورنے کے انداز میں پادری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہمیں برسک سے کوئی واسطہ نہیں اور نہ اس سے لینا دینا ہے نہ ہم اس سے کوئی سروکار رکھنا چاہتے ہیں ہم صرف شاریہ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔''

اس مسلح جوان کے ان الفاظ پر شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی لرز کانپ گئے تھے تاہم پادری بڑا بے خوف اور دلیر انسان تھا جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے شاریہ اس کلیسا کی بیٹی ہے اور ہم اتنے بے غیرت اور بے میت نہیں ہو گئے کہ اپنے ہاتھوں سے کلیسا کی بیٹی کو تمہارے حوالے کر دیں اور پھر یہ بھی یاد رکھنا کہ شاریہ اس کلیسا میں مسلمانوں کے سالار اعلیٰ اسمٰعیل بن قاسم کی پناہ میں تھی وہ امانت کے طور پر اسے اس کلیسا میں چھوڑ کے گیا ہوا ہے لہٰذا میں اس کلیسا میں امانت میں خیانت تو نہیں ہونے دوں گا دیکھو جن راستوں سے آئے ہو ان راستوں سے امن و سلامتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوٹ جاؤ شاریہ سے کوئی غرض و غائت نہ رکھو اس لیے کہ بیٹیاں بیٹیاں ہوتی ہیں اور ان کی عزت ان کی عصمت ان کی عفت و ناموس سب کے لئے برابر ہوتے ہیں لڑکی خواہ نصرانی ہو یا مسلمان یہودی ہو یا آتش پرست سب کی عزت و عصمت برابر کی ہوتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم سب نہ مسلمان ہو نہ نصرانی نہ یہودی تینوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تو میرا دل کہتا ہے کہ تم آتش پرست ہو اس لیے کہ اس سے پہلے بھی شاریہ اور اس کے بھائی کو آتش پرستوں نے ہی ڈسا تھا۔''

پادری کی اس ساری گفتگو کو نظر انداز کرتے ہوئے شاریہ کو پکڑنے کے لئے جب دو مسلح جوان آگے بڑھے تو پادری ہمت و جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاریہ اور ان مسلح جوانوں

کے درمیان کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

''دیکھو اس بچی سے کچھ مت کہو اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے پہلے بھی ایک بار تم نے اس پر مظالم کیئے تھے اس کے باپ کو موت کے گھاٹ اتارا تھا تو تمھیں کیا ملا اب بھی جب تم اس کو لے کر جاؤ گے تو اس کا کوئی والی وارث یا اس کا کوئی محافظ ہوا تو یاد رکھنا کہ وہ تم سے ایسا انتقام لے گا کہ تمہاری نسلیں تک چیخ چلا اٹھیں گی یہ بھی یاد رکھنا جب تک میرے جسم میں جان ہے اور جب تک میں زندہ ہوں تم شاریہ کو اس کلیسا سے نہیں لے جا سکتے۔''

مسلح جوان پادری کی گفتگو سے طیش کھا گئے شاید وہ وقت ضائع نہ کرنا چاہتے تھے ایک نے تلوار بے نیام کی اور بلند کر کے برسائی اور بڑے پادری کا اس نے خاتمہ کر دیا ایک دوسرا آگے بڑھا اس نے برسک کے منہ پر کپڑا باندھ دیا پھر اس کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد کمرے کے ایک کونے میں ڈال دیا شاریہ ایسی خوفزدہ اور بدکی ہوئی تھی کہ منہ سے آواز تک نہ نکال سکی اس کی اس بے بسی سے ان مسلح جوانوں نے پورا فائدہ اٹھایا اس کے منہ اور آنکھوں پر کپڑا باندھ دیا پھر ایک مسلح جوان نے اسے اٹھا لیا سب باہر نکلے اس دروازے کو باہر سے انہوں نے زنجیر لگا دی تھی۔

کلیسا میں جو دوسرے لوگ تھے وہ شاید بچارے امن و آشتی کی گہری نیند سوئے ہوئے تھے اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا شاریہ کو لے کر وہ کلیسا کی عمارت سے باہر نکلے جب وہ صدر دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ شیروان اور بوفون اپنے گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے پھر شیروان نے انہیں مخاطب کیا۔

''میں اور بوفون آگے نکل جائیں گے ہمارے اور تمہارے درمیان چند میل کا فاصلہ رہنا چاہئے تاکہ ہم آگے آگے رہتے ہوئے دیکھ سکیں کہ کوئی مزاحمت کرنے والا تو نہیں ہے اس طرح تم ہمارے پیچھے پیچھے شاریہ کو لے کر آنا۔'' اس کے ساتھ ہی شیروان اور بوفون دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانا شروع کر دیا تھا باقی مسلح جوان بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے شاریہ کو بھی انہوں نے ایک گھوڑے پر ڈال دیا اور وہ بھی وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

☼......☼

باکو شہر سے نکل کر شیروان بوفون اور ان کے پیچھے ان کے مسلح جوانوں نے عجیب و غریب راستہ اختیار کیا وہ شاہراہ جو باکو سے حزمیر سے ہوتی ہوئی آگے بڑھ کر عزیرہ جھیل کے شمال سے گزرنے کے بعد مغرب کا رخ کرتے ہوئے جھیل وان کے پاس سے ہوتی

ہوئی اناطولیہ کے مقاموں کی طرف جاتی تھی اس پر سفر کرنے کی بجائے انہوں نے باکو سے جھیل عزیرہ کے جنوب میں اگدام شہر کے پاس سے جو شاہراہ گزرتی تھی اس پر سفر کیا آگے بڑھتے ہوئے جبل ارارات سے وہ گزرے پھر جھیل وان کے شرق میں جو کوہستانی سلسلہ تھا جب وہ اس میں گزر رہے تھے تو ایک مسلح جوان نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے عزیز ساتھیو میں سمجھتا ہوں کہ اب ہم خطرے سے باہر آ گئے ہیں جھیل عزیرہ کے اطراف میں ہمارے لئے خطرات تھے اس لیے کہ مسلمانوں کے لشکر اسی علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں جبل ارارات تک ہمارے لیے خطرہ تھا اب ہم جبل ارارات کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں جھیل وان یہاں سے قریب ہے اور ہمارے سامنے جو اب بڑا شہر آئے گا وہ ارس ہے اور کوئی قوت مزاحمت نہیں کرے گی نہ کوئی ہمارا راستہ روکنے کے لئے آئے گا اور مجھے امید ہے کہ ہم شاریہ کو با حفاظت قسطنطنیہ پہنچا کر انعامات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اب ہمارے لئے یہ بھی آسانی ہے کہ ہم سے کافی آگے شیروان اور بوفون جا رہے ہیں اگر کوئی آگے خطرہ ہوا تو وہ ہمیں مطلع بھی کر سکتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس سے آگے کوئی خطرہ نہیں اٹھے گا اس لیے کہ مسلمانوں کا لشکر بہت پیچھے رہ چکا ہے آگے اب کوئی ایسی قوت نہیں ہے۔''

وہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ چیخ مار کر خاموش ہو گیا اس لئے کہ ایک تیر سنسناتا ہوا آیا تھا اور اس کی گردن چیرتا ہوا نکل گیا تھا اس کے ساتھی سہم کر چوکنے ہو گئے تھے اس وقت وہ ایک کوہستانی تنگ راستے سے گزر رہے تھے جس کے تھوڑا سا آگے ایک کھلا میدان تھا۔

ابھی وہ سراسیمہ سے ہی دکھائی دے رہے تھے جس کے تیر لگا تھا وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا دوسرے جب اس کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگے تو لگاتار دو تیر اور آئے اور سنسناتے ہوئے ان کے دو اور ساتھیوں کے جسموں کو چھلنی کر کے رکھ گئے تھے وہ بھی زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے آسمان پر اب بادل کافی جھک گئے تھے ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی تھی مسلح جوانوں کا ایک ساتھی چلا کر کہنے لگا۔

''لگتا ہے کوئی ہمارے تعاقب میں ہے فوراً چٹانوں کی اوٹ میں بیٹھ جاؤ جو کوئی ہمارے پیچھے آیا ہے بڑے برے وقت آیا ہے اس لیے کہ ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی ہے اور موسم بتاتا ہے کہ برف باری بھی شروع ہو جائے گی ایسے میں ہمارے لیے بے انت مشکلات اٹھ کھڑی ہوں گی یہ شاریہ کو بھی اٹھا کر ایک چٹان کے پیچھے ڈال دو۔''

اس جوان کے مشورے پر سب اپنے گھوڑوں سے اتر کر چٹانوں کی اوٹ میں بیٹھ گئے شاریہ کو بھی انہوں نے گھوڑے سے اتار کر ایک بڑی چٹان کے پیچھے ڈال دیا تھا پھر سب کسی ردعمل کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے تھے اتنے میں کسی کی انتہائی دھاڑتی ہوئی اور خوفزدہ کرنے والی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

''آتش کدے آباد کرنے والو مشیت خداوندی کا مذاق و تمسخر اڑانے والو ستم کی آگ خون کی بارش سے نہ کھیلو اپنی اپنی گھات سے باہر نکل آؤ ورنہ پچھتاؤ گے قبل اس کے کہ میں قضا کے حصار تمہارے لئے تنگ کر دوں قبل اس کے کہ میں موت کی گھات چارسو گہری کر کے پھیلا دوں قبل اس کے کہ سردی اور بارش میں تمہارے ذہنی رشتے ایک دوسرے سے منقطع ہو جائیں گھات سے باہر نکل آؤ اگر ایسا نہیں کرو گے تو یاد رکھنا میرے سامنے تمہارے سارے قیاس و گمان تمہاری ساری تاب و تابش بے ربط مسافی کی طرح بے کار اور دھواں دھواں دھول دھول ہو کر تمہاری تباہی و بربادی کا باعث بن جائے گی۔''

بولنے والے کی اس گفتگو نے ان سب کو حیران و پریشان کر دیا تھا اور وہ سوالیہ سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے جب کچھ دیر تک کسی ردعمل کا اظہار نہ ہوا تو انہوں نے دیکھا دائیں جانب سے ایک چھوٹے ٹیلے پر ایک سوار نمودار ہوا پھر وہ بڑی تیزی سے نیچے اترا تھا اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اسے پہچانا نہیں جا سکتا تھا کہ وہ کون ہے۔

جب شیروان کے ساتھی نے دیکھا کہ ان کے مقابلے میں صرف ایک ہی سوار ہے تب وہ سب گھات سے باہر نکل آئے ایک جگہ جمع ہوئے جب وہ سوار جس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا وہ قریب آیا تب شیروان کے مسلح جوانوں میں سے ایک نے اسے مخاطب کیا۔

''تم ایک ہو کر ہم سب کو قزاقوں کی طرح دھونس اور دھمکی دیتے ہو تم نے ہمارے تین جوانوں کا خاتمہ کیا ہے اب تم بچ کے نہیں جاؤ گے۔'' اس کے ساتھ ہی سب نے اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں چاہتے تھے کہ اس سوار پر حملہ آور ہوں کہ اس سوار نے جب ان کی پشت کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے مڑ کے دیکھا ان کے پیچھے بھی کچھ مسلح جوان کھڑے تھے جنہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ رکھی تھیں چہرے انہوں نے سامنے والے کی طرح ڈھانپ رکھے تھے۔

یہ صورت حال شیروان اور بوفون کے ساتھیوں کے لئے بڑی قابل رحم تھی اتنے میں سامنے والا پھر دھاڑا۔

''اپنے ہتھیار ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو جاؤ ایسا نہیں کرو گے تو میرے ایک

اشارے پر میرے مسلح جوان تم پر حملہ آور ہوں گے اور لمحوں کے اندر تم سب کو کئی ٹکڑوں میں کاٹ کے رکھ دیں گے میں زیادہ وقت نہیں لوں گا اس لیے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے میں تین گنوں گا تین گننے سے پہلے پہلے اگر تم سب نے اپنے ہتھیار ڈال کر اور دس قدم بائیں جانب ہٹ کے کھڑے ہو گے تو میں سمجھوں گا کہ تم پرامن رہنا چاہتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میرا ہاتھ فضا میں بلند ہوتے ہی میرے ساتھی تم پر حملہ آور ہوں گے پھر تم سے کوئی بچ نہیں پائے گا۔''

اس کے ساتھ ہی اس سوار نے صرف ایک ہی گنا تھا کہ شیروان کے سارے ساتھیوں نے اپنی تلواریں پھینک دیں پھر سب ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

سوار نے اپنے ساتھیوں کو تلوار بلند کر کے اشارہ کیا جس پر وہ آگے بڑھے پھر ان مسلح جوانوں کا انہوں نے گھراؤ کر لیا تھا وہ سوار بھی قریب آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دیکھو جو کچھ میں پوچھنے لگا ہوں اس کا جواب سچائی پر رہتے ہوئے دینا جھوٹ بولو گے تو کاٹ کے رکھ دیئے جاؤ گے یہ بتاؤ کہ شیروان اور بوفون کہاں ہیں۔'' اس پر خوفزدہ سے لہجے میں ایک بول پڑا۔

''وہ ہم سے چند میل آگے جا رہے تھے ہماری منزل قسطنطنیہ ہے شیروان اور بوفون دونوں شاریہ نام کی لڑکی کو نسی فورس کے حوالے کر کے انعامات حاصل کرنا چاہتے تھے۔''

کچھ دیر خاموشی رہی پھر سوار نے اپنے ساتھیوں کو جب اشارہ کیا تو ان کی تلواریں بلند ہوئیں اور انہوں نے شیروان اور بوفون کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا۔

پھر اس سوار نے اپنے چہرے سے جب نقاب ہٹایا تو وہ اسمٰعیل بن قاسم تھا۔ اسمٰعیل نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''تم سب فوراً شیروان اور بوفون کے تعاقب میں لگ جاؤ انہیں ہر صورت میں زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ میں شاریہ کو سنبھال کر واپس جاتا ہوں دیکھو ہلکی ہلکی برف باری بھی شروع ہو گئی ہے اگر بارش اور برف باری تیز ہو گئی تو تم نے دیکھا کہ راستے میں ایک بہت بڑی چٹان کافی آگے ابھری ہوئی تھی جس کے نیچے بارش اور برف باری میں پناہ لی جا سکتی ہے بچا جا سکتا ہے تیز برف باری یا بارش کی صورت میں وہیں پناہ لے لوں گا تم شیروان اور بوفون کو لے کر وہیں مجھ سے آن ملنا۔''

اسمٰعیل کے کہنے پر اس کے سارے ساتھی اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے اسمٰعیل نے کچھ سوچا پھر ان چٹانوں کی طرف گیا جہاں شیروان کے ساتھیوں نے

گھات لگائی تھی وہاں ایک چٹان کے پیچھے شاریہ پڑی ہوئی تھی اس کے منہ آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

اسمٰعیل نے بڑی ہمدردی سے اس کی طرف دیکھا پہلے اس نے شاریہ کے منہ اور آنکھوں پر باندھا ہوا کپڑا کھولا جونہی شاریہ نے اپنے سامنے اسمٰعیل بن قاسم کو دیکھا وہ دنگ رہ گئی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنی دیر تک اسمٰعیل پشت پر بندھے اس کے ہاتھ کھولنے لگا تھا شاریہ تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں اسمٰعیل کو دیکھتی رہی ساتھ ہی اپنے بازو بھی سہلاتی رہی پھر کسی قدر روتی ہوئی آواز میں اس نے اسمٰعیل کو مخاطب کیا۔

''امیر! آپ کب آئے میں اپنی زندگی اپنی زیست سے بالکل مایوس ہو چکی تھی اور ان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں نے کلی طور پر اپنے آپ کو قضا اور موت کے حوالے کر دیا تھا میں جان گئی تھی کہ اب یہ لوگ مجھے نسی فورس کے حوالے کریں گے جو کسی بھی صورت مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا لیکن میں حیران ہوں کہ آپ کیسے یہاں آمودار ہوئے اور آپ کو کیسے خبر ہوگئی کہ ان لوگوں نے مجھے کلیسا سے اٹھالیا ہے۔'' اس پر مسکراتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''شاریہ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میں نے تمہاری حفاظت تمہارے تحفظ کی ذمہ داری لی تھی اور کلیسا والوں سے میں نے کہا تھا کہ جب کوئی برا وقت آئے مجھے اطلاع کریں جس وقت ان لوگوں نے تمہیں کلیسا سے اٹھایا تھا کلیسا کا ایک ملازم ان سے پہلے ہی میری طرف روانہ ہو گیا تھا کلیسا والے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لہذا انہوں نے بروقت مجھے اطلاع دی اور میں ان کے تعاقب میں لگ گیا آگے جو کچھ ہوا ہے وہ تم دیکھ رہی ہو میرے کچھ ساتھی آگے بڑھ گئے ہیں اس لئے شیروان اور یوفون چند میل آگے جا چکے ہیں وہ ان دونوں کو پکڑ کے لائیں گے ان کے سارے مسلح جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اب اٹھو دیکھو برف باری شروع ہو چکی ہے بارش بھی ہو رہی ہے تم کمزوری لڑکی ہو سردی لگ گئی تو خواہ مخواہ ضائع ہو جاؤ گی۔''

اسمٰعیل بن قاسم کی اس گفتگو پر ہنستے اور مسکراتے ہوئے شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر اچانک اسمٰعیل بن قاسم حرکت میں آیا بھیڑ کی کھال کی وہ پوستین جو اس نے سردی سے بچنے کے لئے پہن رکھی تھی وہ اتاری اور خود اس نے شاریہ کو پہنا دی جس وقت وہ اسے پوستین پہنا رہا تھا شاریہ بڑی شکر گزاری اور ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے رہ گئی تھی منہ سے کچھ نہ بولی تھی پوستین کا ایک حصہ شاریہ نے اپنے سر پر رکھتے ہوئے سر کو بھی ڈھانپ لیا تھا تا کہ سردی نہ لگے پھر جب اسمٰعیل وہاں سے ہٹنے لگا تو دھیمے سے لہجے میں

بڑی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ نے اسے مخاطب کیا۔

''امیر! آپ نے اپنی پوستین تو اتار کر مجھے پہنا دی آپ بھیگ جائیں گے آپ کو بھی سردی لگ جائے گی۔'' مسکراتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''میں اس کا بندوبست کر لیتا ہوں۔'' پھر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا ایک کمبل اتار کر اس نے اپنے اوپر ڈال لیا پھر مرنے والوں کے سارے گھوڑوں کو اس نے ایک دوسرے سے باندھ دیا پھر وہ شاریہ کے قریب آیا آ کر کہنے لگا۔

''دیکھو ان سب کے گھوڑوں کو میں نے ایک دوسرے سے باندھ دیا صرف ایک گھوڑا رکھا جس پر تم سوار ہوگی اب آؤ میں تمہیں اس گھوڑے پر بٹھاتا ہوں میں پیچھے پیچھے رہتے ہوئے سارے گھوڑوں کو ہانکتا ہوں تم دیکھتی ہو لمحہ بہ لمحہ برف باری تیز ہوتی جا رہی ہے ایسے میں ہمیں کہیں پناہ لینا ہوگی راستے میں میں اور میرے ساتھیوں نے ایک بہت بڑی چٹان دیکھی جو چھجے کی صورت میں شاہراہ کی طرف بڑھی ہوئی تھی اس کے نیچے ہم ان سارے گھوڑوں سمیت محفوظ رہ سکتے ہیں۔'' شاریہ نے اسمٰعیل کی تجویز سے اتفاق کیا پھر اسمٰعیل نے سہارا دے کر شاریہ کو ایک گھوڑے پر بٹھایا خود اپنے گھوڑے پر بیٹھا پھر دونوں گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے واپس جا رہے تھے۔

کچھ دور آگے جا کر ایک ایسی جگہ آگئی جہاں شاہراہ چٹانوں کے اندر تک گھستی چلی گئی تھی اور چٹانوں کا اوپر کا حصہ چھجے کی صورت میں کافی آگے بڑھ آیا تھا۔ وہاں اسمٰعیل نے فالتو گھوڑوں کو روک کر ان میں سے ایک کی لگام چھجے کے نیچے ایک پتھر کے ساتھ باندھ دی اپنے گھوڑے کو وہ چھجے کے نیچے لے گیا شاریہ نے بھی اپنے گھوڑے کو قریب لا کر کھڑا کیا تھا پھر دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے شاریہ نے دائیں بائیں اوپر دیکھا پھر کسی قدر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''برف باری تیز ہوگئی ہے لیکن یہاں اس چٹان کے نیچے بالکل سکون ہے نیچے جگہ صاف پتھریلی اور خشک بھی ہے۔''

اسمٰعیل نے شاریہ کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا تھا آگے بڑھ کر وہ مرنے والوں کے گھوڑوں سے بستر کھول کر چٹان کے نیچے پھینکنے لگا تھا۔ پھر اس نے چند بستر کھول کر چٹان کے نیچے بچھائے جو فالتو کمبل بچے تھے وہ اس نے گھوڑوں کے اوپر ڈال دیئے اور گھوڑوں کو چھجے کے نیچے کھڑا کر دیا پھر شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''میں نے صاف ستھری جگہ کمبل بچھا دیئے ہیں یہاں بیٹھ جاؤ کچھ فالتو بھی ہیں اوڑھ لے لو بیٹھنا چاہتی ہو تو بیٹھو آرام کرنا چاہتی ہو تو سو جاؤ۔'' اسمٰعیل نے ایک کمبل زمین پر ڈالا دوسرا اپنے اوپر لے کر بیٹھ گیا تھا۔ شاریہ نے پوستین اتار کر ایک نوکیلے پتھر کے لٹکا دی تاکہ خشک ہو جائے اور خوردہ کمبلوں کے اندر گھس گئی تھی کچھ دیر خاموشی رہی اسمٰعیل نے دیکھا شاریہ بیچاری اداس افسردہ اور الجھی الجھی بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کا دکھ بانٹنے کے لئے اسمٰعیل نے اسے مخاطب کیا۔

''اب جب کہ تم اوباشوں کے ہاتھوں سے نجات پا چکی ہو تو اب اس قدر تفکرات میں ڈوبنے کی کیا وجہ ہے۔''

اسمٰعیل کے ان الفاظ پر شاریہ چونکی اور کہنے لگی۔ ''آپ کا کہنا درست ہے اس وقت مجھے تین قسم کے فکر لاحق ہیں جو میری جان کھا رہے ہیں۔''

اسمٰعیل نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''اب کون سے تین تفکرات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔''

شاریہ نے اپنے سامنے دیکھا زمین برف سے سفید ہو چکی تھی جس کی وجہ سے رات کے اندھیرے میں ایک چمک پیدا ہو چکی تھی اس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔ ''مجھے پہلی فکر جو کھائے جا رہی ہے وہ یہ کہ میری وجہ سے کلیسا کا پادری مارا گیا اس کا مجھے بے حد دکھ ہے دوسری فکر مجھے اپنے بھائی کی لاحق ہے کہ ان ظالموں نے اس کے منہ پر کپڑا اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھ کر کلیسا کے کمرے کے کونے میں ڈال دیا تھا نا جانے اس کا کیا بنا ہو گا۔ اور تیسری پریشانی جو میرے دکھ کا باعث بنتی جا رہی ہے وہ یہ کہ اب میرا ٹھکانہ کیا ہو گا کہاں رہوں گی کہاں مجھے تحفظ ملے گا کس جگہ کو میں اپنی پناہ گاہ کہہ سکوں گی۔''

شاریہ جب خاموش ہوئی تو اس کی تشفی و تسلی کے لئے اسمٰعیل کہنے لگا۔ ''جہاں تک بڑے پادری کے مارے جانے کا معاملہ ہے تو اس کا مجھے بھی بے حد دکھ اور صدمہ ہے اس نے یقیناً جراٴت مندی اور شجاعت اور غیرت کا ثبوت دیا کہ ان اوباشوں کے سامنے تمہاری حفاظت کا سامان کرنا چاہا۔ جہاں تک تمہارے بھائی کا تعلق ہے تو جو آدمی میری طرف گیا تھا اس کا کہنا تھا کہ شیروان اور بوفون کے ساتھیوں کے کلیسا سے جانے کے بعد کلیسا کے لوگوں نے برسک کو اس کمرے سے نکال لیا تھا لہٰذا تمہاری دوسری فکر مندی ختم ہوئی۔ تمہاری تیسری پریشانی یہ ہے کہ تمہاری حفاظت کا سامان کیا ہو گا اس پریشانی کو تم پس پشت ڈال دو اس بار تمہاری حفاظت اور تحفظ کا ایسا سامان ہو گا کہ کوئی تمہاری طرف میلی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔''

اسمٰعیل کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں شاریہ بول پڑی۔ ''امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آپ کے لشکر میں رہوں باکو شہر کی طرف جاتے ہوئے میرا دل نہیں کرتا وہاں مجھے خطرات ہی خطرات خوف ہی خوف اندیشے ہی اندیشے دکھائی دیتے ہیں شیروان اور بوفون اگر مل بھی گئے اور ان کا خاتمہ بھی ہو گیا تب بھی باکو شہر میں ان کے اوباش ساتھی تو ہوں گے جو مجھ سے میرے بھائی سے انتقام لے سکتے ہیں۔''

شاریہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسمٰعیل بول پڑا۔ ''جہاں تک تمہیں اپنے لشکر میں رکھنے کا سوال ہے تو ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ شاریہ میرے لشکر میں کوئی ایک عورت بھی نہیں ہے لہٰذا تم اکیلی میرے لشکر میں نہیں رہ سکتی اگر لشکر میں مزید عورتیں بھی ہوتیں تو ان کے اندر میں تمہیں لشکر میں رکھ سکتا تھا اب تم اکیلی کو لشکر میں رکھنا انتہا درجہ کا معیوب اور قابل اعتراض معاملہ ہے۔

اب جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ تمہاری پناہ گاہ کہاں ہو گی۔ تمہارے تحفظ کا کیا سامان ہو گا۔ تو اس کا میں اہتمام کروں گا۔ تم برسک کے ساتھ کلیسا میں ہی رہو گی۔ یہ جو مسلح جوان میں نے شیروان اور بوفون کے پیچھے بھجوائے ہیں جونہی وہ پکڑ کے انہیں لاتے ہیں شیروان اور بوفون کا خاتمہ کرنے کے بعد انہی مسلح جوانوں کے ساتھ میں تمہیں باکو کے کلیسا کی طرف روانہ کر دوں گا۔ تم اور برسک کلیسا میں ہی رہو گے اور جو مسلح جوان تمہیں یہاں سے باکو شہر لے جائیں گے۔ وہ کلیسا میں ہی قیام کریں گے۔ وہاں تم دونوں بہن بھائی کی حفاظت کا سامان کریں گے۔ باکو شہر میں آرمینیا کا نامزد والی یزید بن مزید بھی قیام کئے ہوئے ہے۔ میں اس کے نام بھی ایک پیغام بھجواؤں گا۔ کہ کلیسا میں قیام کے دوران تمہاری حفاظت اور تمہارے تحفظ کا بہترین اہتمام کیا جائے۔ بہر حال فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے کلیسا میں تمہاری اور تمہارے بھائی برسک کی حفاظت کے لیے ہر وقت مسلح جوان موجود ہوں گے۔ اب بولو اس کے علاوہ مزید تمہیں کیا پریشانی یا فکرمندی ہے۔''

اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب کسی قدر پر سکون انداز میں مسکراتے ہوئے شاریہ بول اٹھی۔ ''جو تین تفکرات اور پریشانیاں تھیں۔ آپ نے رفع کر دیں۔ اب تینوں سے بھی بڑی ایک فکرمندی مجھے لاحق ہے۔ جس نے ایک طرف سے مجھے اور میرے ضمیر کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔'' اس موقع پر عجیب سے انداز میں اسمٰعیل نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں آسمان کی طرف اٹھائے خود بھی آسمان کی طرف دیکھا پھر مزاحیہ سے انداز میں کہنے لگا۔

''یا اللہ خیر اب کیا مصیبت آن پڑی ہے۔'' اس کے اس انداز پر شاریہ کھل کے ہنس دی تھی۔ پھر اسمٰعیل ہاتھ اوپر کر کے کہنے لگا۔ ''اللہ تیرا شکر ہے تو ہنسی تو۔'' شاریہ نے پھر اسمٰعیل کو مخاطب کیا۔

''امیر اب جو پریشانی ہے وہ آپ کی وجہ سے ہے اور وہ پریشانی یہ ہے کہ پہلی بار جب آپ نے مجھے شیروان اور یوفون سے نجات دی تھی تو میں ایسی احمق اور بے وقوف لڑکی ہوں کہ اس موقع پر میں نے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ایک لفظ تک نہ کہا۔ اب ان ویرانوں میں جب آپ نے مجھے شیروان کے ساتھیوں سے نجات دی تب بھی میری بدبختی کہ میں ایسی بدحواس ایسی الجھی ہوئی تھی کہ اس موقع پر بھی میں آپ کا شکریہ ادا نہ کر سکی۔ اب سوچتی ہوں کہ آپ کے سامنے ممنونیت کا اظہار کرنے کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کیا کہوں اس لئے کہ آپ دو بار مجھ پر احسان کر چکے ہیں اور یہ احسانات ایسے ہیں جن کا بدلہ چکانے تو بہت دور کی بات ان احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھ بے بس کے پاس مناسب الفاظ بھی نہیں ہیں۔''

شاریہ کے خاموش ہو جانے پر اسے تسلی اور تشفی دیتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا دیکھو تمہیں شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لو کہ تم نے میرا شکریہ ادا کر لیا ہے اپنے ضمیر اپنے ذہن کو ہلکا کر لو۔''

اسمٰعیل کے ان الفاظ پر شاریہ کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی یہاں تک کہ اسمٰعیل نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ''ابھی وقت ہے کوئی اور پریشانی اور فکرمندی لاحق ہو تو وہ بھی کہہ دو۔''

شاریہ کھل کر ہنس دی کہنے لگی۔ ''نہیں اب کوئی فکرمندی تو نہیں لیکن آپ برا نہ مانیں تو آپ سے ایک بات کہوں۔'' اسمٰعیل نے پہلے آسمان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اللہ خیر کرے اب کوئی برا ماننے والی بات اٹھ کھڑی ہوئی ہے کہو میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانوں گا۔''

اس پر شاریہ اپنے اوپر کمبلوں کو درست کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ''امیر یہاں اس ویرانے میں نہ جانے ہم دونوں کو کتنی دیر بیٹھنا پڑے آپ جانتے ہیں کہ میری منزل بغداد ہے۔ بغداد کا درباری طبیب، جبرائیل ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔ ہم دونوں بہن بھائی اس کے پاس ہی قیام کریں گے۔ اگر آپ زحمت محسوس نہ کریں تو کیا ایسا ممکن نہیں کہ مجھے بغداد شہر کے متعلق کچھ تفصیل بتائیں۔ اس طرح جہاں ہمارا وقت اچھا کٹ جائے گا وہاں مجھے بغداد سے متعلق آپ سے معلومات بھی فراہم ہو جائیں گی۔ یہ اس لیے کہ آنے والے دنوں میں

میں نے اسی الف لیلوی شہر میں رہنا ہے۔''

اسمٰعیل نے کچھ سوچا اور پھر کہنے لگا۔ ''چلو وقت گزارنے کے لیے یہ بھی اچھا ہی ہے میں تمہیں بغداد کی تفصیل بتاتا ہوں۔ پھر چند لمحے رک کر اسمٰعیل نے کہنا شروع کیا۔

''شاریہ معاملہ کچھ یوں ہوا کہ ہمارے رسولؐ اور خلفاؓ، کے عہد میں مسلمانوں کا دارالخلافہ اور مرکز مدینۃ النبیؐ تھا۔ بعد میں کوفہ بنا اس کے بعد مصلحت ملکی کے تحت دمشق دارالخلافہ بن گیا۔ جب عباسی دور شروع ہوا تو انہوں نے وقتی طور پر انبار کو اپنا دارالخلافہ بنایا لیکن عباسی خلیفہ سفاح کے بعد جب منصور خلیفہ بنا تو اس کے دل میں نیا دارالخلافہ بنانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ انبار کا رقبہ محدود تھا اور وسعت استحکام سلطنت کی غرض سے منصور سمجھتا تھا کہ وسیع پیمانہ پر پایہ تخت آباد کیا جائے۔ دوسری صورت یہ بھی تھی کہ نیا دارالخلافہ کوفہ اور دمشق کی بغاوت انگیز آندھیوں سے محفوظ رہے۔ اس لیے پر فضا اور وسیع اراضی کی تلاش ہوئی ملک کے گوشہ نشین بوڑھے راہبوں اور دیگر لوگوں کو طلب کیا گیا۔ اور ان سے گرمی سردی بارش اور حشرات الارض کے حالات دریافت کئے گئے۔ چنانچہ کامل تحقیقات کے بعد اس جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ جہاں آج کل بغداد شہر آباد ہے۔

عرب کا یہ زرخیز خطہ سیاسی اسباب کے علاوہ اعتدال آب و ہوا میں بھی ضرب المثل تھا اور اس کے چاروں طرف زرخیز شہر اور صوبے ہیں عباسی خلیفہ منصور کے مزاج میں تفتیش اور تحقیق بہت تھی اس لیے نیا دارالخلافہ تعمیر کرنے سے پہلے وہ انبار سے بغداد کی طرف آیا جہاں پہلے ویرانے ہوا کرتے تھے۔ موصل تک گھوم کر اس نے پورے علاقے کا جائزہ لیا اس کے اس سفر میں اس کے ہمراہ کاتبوں کے علاوہ کچھ سرکردہ لوگوں کی ایک مجلس بھی تھی۔ ان سب سے اس نے مشورہ کیا ساتھ ہی اس نے اہل امراء کو بھی طلب کیا۔ اراضیات کے ماہروں سے بھی مشورہ کیا۔ چنانچہ سب نے مل کر ان ویرانوں میں جو رقبہ چنا اسی پر بغداد شہر آباد کیا گیا۔

جس رقبے کا انتخاب کیا گیا وہ ہر لحاظ سے موزوں تھا اور بڑی خوبی یہ کہ وہ دریائے دجلہ اور فرات کے قریب واقع ہے جس کی حدود میں جنگ کے موقع پر حفاظت کے لیے خندقیں تیار ہو سکتی ہیں نیز دجلہ کے اتصال سے دیار بکر سے لے کر بصرہ بحرین ہندوستان اور چین تک اور فرات کے راستے سے شام مصر خراسان اور آذربائیجان کا تجارتی مال بغداد آ جا سکتا ہے۔

منصور کا خیال تھا کہ اس طرح بغداد تجارت کی ایک مشترکہ منڈی بن سکتی تھی۔ بہر حال جس طرح دریائے نیل مصر کے لیے زیب و زینت ہے ایسے ہی دجلہ اور فرات بغداد کے

لیے زیب و زینت ہیں۔

بہر حال جگہ کا انتخاب کرنے کے بعد منصور نے اس علاقے کو پسند کیا۔ یہ بات اس کے ذہن نشین ہو گئی کہ بصرہ کوفہ واسط اور موصل کے اتصال سے بغداد میں بہت جلد ترقی ہو جائے گی۔ نئے دارالخلافہ کے لیے جو رقبہ تجویز ہوا تھا۔ اس میں بیشتر کھنڈرات تھے لیکن ایک قدیم حصہ آبادی کا موجود تھا۔ جس میں ایرانی اور عیسائی آباد تھے ان کے متعدد گرجے اور خانقاہیں بھی موجود تھیں جنہیں مناسب معاوضہ ادا کرنے کے بعد منہدم کیا گیا۔

صدیوں سے یہ روایت مشہور رہی ہے۔ کہ جس رقبہ میں منصور نے نیا شہر آباد کیا وہاں نوشیروان عادل کا ایک باغ ہوا کرتا تھا۔ جہاں بیٹھ کر وہ مقدمات کا فیصلہ کیا کرتا تھا۔ اسی مناسبت سے یہ رقبہ باغ داد مشہور ہوا یعنی ''انصاف کا باغ'' جو مخفف ہو کر بغداد ہو گیا۔ یہ وجہ صدیوں سے صحیح سمجھی جاتی رہی لیکن جدید تحقیقات نے اس وجہ تسمیہ کو غلط ثابت کر دیا۔ جدید تحقیقات یہ ہے کہ کلدانی شہروں میں بغداد پہلے سے دجلہ کے شرقی جانب ایک قدیم شہر کی صورت میں موجود تھا۔ جو مسیح سے تقریباً دو ہزار سال پہلے آباد تھا۔ جس پر گیارہ سو قبل مسیح نے اشوری حکمرانوں نے حملہ آور ہو کر قبضہ کر لیا تھا۔ اس عہد میں یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر تھا۔ لیکن بخت نصر نے اپنے زمانہ یعنی چھ سو گیارہ قبل مسیح بغداد کو بڑی ترقی دی تھی اور دجلہ کے مغربی ساحل پر ایک رفیع الشان محل تعمیر کیا تھا جس کی دیواریں محکمہ آثار قدیمہ عراق نے 1848ء میں برآمد کی ہیں۔ جو قدیم بغداد کی شکل و صورت ظاہر کرتی ہیں یہ شہر 538 م میں ایرانی حکمران کورش کے زمانے میں بھی تھا۔ پھر سن 226 میں ساسانی اس پر قابض ہوئے اور ہمارے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں خالدؓ بن ولید نے عراق فتح کیا اس وقت قدیم بغداد کا صرف ایک حصہ باقی تھا۔ جو سواق البغداد کے نام سے مشہور تھا اس زمانے میں یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا۔ اور نستوری عیسائیوں کے گرجے اور خانقاہیں بھی آباد تھیں۔ اب بغداد کے نام کی اصل وجہ پر روشنی ڈالنے کے لیے ہمیں موجودہ تحقیق کو ماننا پڑتا ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ نے عمارات سے جو اینٹیں برآمد کی ہیں ان پر مسماری رسم الخط میں قدیم بغداد کا نام بغ دار اور کہیں بل دودو لکھا گیا ہے جس کی تشریح لسانیات کے ماہر کچھ اس طرح سے کرتے ہیں۔

لسانیات کے ماہر کہتے ہیں کہ داد اور دودو دونوں کے معنی شہر کے ہیں۔ جہاں تک ان کے پہلے لفظ بغ یا بل کا تعلق ہے۔ تو بل وہی دیوتا ہے جسے کنامی بعل کہتے تھے اور جس کے نام پر شہر آباد ہوا تھا۔ اسی طرح بل بھی بعل دیوتا کا دوسرا نام ہے اور اس سے قدیم بغداد

کے نام کی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ بغداد یا بلدودو کے معنی ہوئے ''دیوتا کا شہر'' مصری آثار قدیمہ کے ماہرین اور محققین نے بھی بغداد کا ترجمہ مدینۃ الٰہا یعنی خدا کے شہر کے نام سے کیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بل قدیم کلدانی لفظ ہے۔ جس کا مترادف الٰہ ہے اور یہی لفظ عرب میں جا کر الٰہ یعنی اللہ ہو گیا۔ اور یونان میں یہ لفظ لقیاس کے نام سے مشہور ہوا۔

بہر حال ابتدائی مراحل طے ہو جانے کے بعد خلیفہ منصور نے بڑے ماہر اور قدیم منجموں کو اپنے پاس جمع کیا اور ان سے شہر کی تعمیر کے لیے ساعت سعید دریافت کی۔ زائچے مرتب کیے گئے اس کے بعد تعمیر کا کام شروع کیا گیا کہتے ہیں کہ منصور نے اپنے ہاتھ سے بنیاد کی پہلی اینٹ رکھی اور جب وہ پہلی اینٹ رکھ رہا تھا تو قرآن مقدس کی وہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ بنتا ہے ''کہ یہ زمین خدا کی ہے اور اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عنایت کر دیتا ہے۔''
منصور نے بغداد شہر کی تعمیر کے لیے جہاں بہترین صناع مقرر کیے وہاں عالم اسلام کے محترم امام اعظم کو اس نے اینٹوں کا جمع خرچ رکھنے پر مقرر کیا۔ اینٹوں کا چٹا لگا کر شمار کرنا امام ابو حنیفہؒ کی ایجاد ہے۔ عمارت کا کوئی نقشہ نہ بنایا جاتا تھا۔ بلکہ صناع اپنی رائے سے بنیاد ڈال کر کام شروع کر دیتے تھے۔ عام طریقہ یہ تھا کہ پہلے ریت بچھائی جاتی تھی اور اس پر مجوزہ عمارت کا یہ نقشہ کھینچا جاتا تھا۔ پھر نشانات کو پختہ کرنے کی غرض سے ان نشانات پر بنولے جلائے جاتے تھے۔ جب یہ نشان پختہ ہو جاتے تھے اس کے بعد عمارت کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے شہر کی حد بندی کے لیے ایک فصیل اور شہر پناہ کا کام شروع ہوا۔ شہر پناہ یعنی فصیل کی بلندی بیس گز کے لگ بھگ ہے اور اسی قدر چوڑی بھی ہے اور سوار بڑی آسانی سے گھوڑا دوڑا سکتے ہیں اور لشکر کا سامان حرب و ضرب لانے لے جانے کے لیے چھکڑے اور گھوڑوں کی بگیاں بھی چل سکتی ہیں۔ شہر کی یہ پہلی فصیل ہے۔

اس کے بعد مناسب فاصلے پر دو فصیلیں اور ہیں اس طرح بغداد شہر کے اندر تیسری فصیل ہے۔

فصیل کے گرد چار بڑے آہنی دروازے ہیں جو نقش و نگار میں بالکل مختلف ہیں اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک لگ بھگ ایک ایک میل کا فاصلہ ہے ہر دروازہ ٹھیک دوسرے دروازے کے مقابل ہے اور ان میں سے دو دروازے شہر واسط سے آئے تھے تیسرا شام سے اور چوتھا کوفہ سے لایا گیا تھا یہ چاروں قدیم عمارات کی یادگار ہیں۔

شہر کے جو چار دروازے ہیں ان کے چار مختلف نام ہیں پہلے دروازے کا نام باب کوفہ ہے جنوب و مغرب حجاز و یمن سے آنے والے اسی دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔

دوسرے دروازے کا نام باب البصرہ ہے فارس اہواز واسط یمامہ بحرین کے قافلے اسی دروازے سے بغداد شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

تیسرے دروازے کا نام باب خراسان ہے یہ دروازہ سب سے زیادہ بلند اور شاندار ہے اور عباسی خلافت کے قیام میں چونکہ خراسانیوں کا غالب حصہ رہا ہے۔ لہٰذا ان کی تالیف قلوب کے لئے دروازے کا نام باب خراسان رکھا گیا۔

چوتھے دروازے کا نام باب شام ہے اسے باب الاسلام بھی کہتے ہیں شمال مغرب سے آنے والوں کے علاوہ شام اور مصر سے آنے والے لوگ اسی دروازے سے بغداد شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

ہر دروازے پر شاندار قبے بنے ہوئے ہیں جن کی بلندی پچاس گز ہے اور آبادی کے بعد حفاظت کے لئے ہر دروازے پر ایک عسکری سالار ہوتا ہے جس کے تحت لگ بھگ ایک ہزار مجاہد ہر وقت مستعد رہتے ہیں بغداد شہر کے یہ دروازے اس قدر بلند ہیں کہ ان میں سے گھوڑ سوار اپنا نیزا بالکل سیدھا کیے بغیر آسانی سے گزر سکتا ہے۔ دروازے اس قدر بھاری اور مضبوط ہیں کہ ان کو بند کرنے اور کھولنے کے لئے کم از کم بیس پچیس آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

بغداد شہر تقریباً ایک گول دائرے کی شکل میں ہے اور یہ چار ہزار مربع گز پر پھیلا ہوا ہے اس پر تین بڑے پل بھی ہیں ایک پل کا نام جسیر اعلیٰ دوسرے کا نام جسیر اوسط اور تیسرے کا نام جسیر اسفل ہے اور شہر کے اندرونی اور بیرونی سڑکوں کا ان پلوں سے اتصال ہے پلوں کے مابین کشتیوں کی آمد و رفت کے لئے بھی دو بڑے گھاٹ بنے ہوئے ہیں اور پھر دجلہ اور فرات سے کئی بڑی اور چھوٹی نہریں نکالی گئی ہیں جو شہر کے اندر باغات کو سیراب کرتی ہیں ان کے علاوہ گھروں کے اندر کاریزوں کے ذریعے بھی پانی رواں دواں رکھا گیا ہے بغداد میں کنویں بھی کھودے جاتے ہیں اور تقریباً 15 گز کے فاصلے پر پانی نکل آتا ہے لیکن یہ پانی کھاری ہے عموماً کپڑے دھونے کے کام آتا ہے۔

نہروں کے کنارے خوبصورت بازار اور امراء کے قصر و ایوان ہیں اور ہر نہر کا خاص نام ہے جو وزیر امیر یا صاحب ثروت نہروں کے نکاس پر ذاتی روپیہ خرچ کر سکتے تھے انہیں کے نام پر ان کے نام رکھے گئے ہیں ہر گلی کوچے خوب چوڑے اور کھلے ہیں سب سے چوڑی

سڑک شاہراہ کوفہ ہے جو لگ بھگ 70 فٹ چوڑی ہے۔

ان کے علاوہ باب خراسان کے سامنے ایک وسیع میدان ہے جس میں لشکر کو جمع کر کے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے باب شام کے مقابل لشکریوں کے رہنے کے لیے رہائش گاہیں بنی ہوئی ہیں باب کوفہ کے مقابل ایک بڑی سیر گاہ ہے جو زہریہ کہلاتی ہے اور باب بصرہ کے سامنے ایک نہر ہے جس کے کنارے عموماً کتب فروشوں کی دوکانیں ہیں۔

شہر کے اندر سلطنت کی تین بڑی عمارتیں ہیں جو دیکھنے کے لائق ہیں ان میں پہلی عمارت قصر شاہی ہے اس کو قصر الذہب بھی کہتے ہیں اس کی تعمیر فصیل کے ساتھ ہی شروع ہوئی تھی یہ خلیفہ منصور کا سکونتی محل تھا شہر کے وسط میں قصر لگ بھگ دو سو مربع گز اراضی پر تعمیر ہوا تھا جس کا درمیانی کمرہ تیس گز لمبا اور 20 گز چوڑا ہے اس کے وسط میں خلیفہ کی نشست کے لئے ایک چبوترہ تھا یہ قصر بہت بلند تھا جس کی کھڑکیوں میں بیٹھ کر منصور شہر کی حالت اور امراء دولت کی شان و شوکت دیکھا کرتا تھا کہتے ہیں اس قصر کی تعمیر میں چار ہزار آٹھ سو تراسی اشرفیاں یعنی طلائی سکہ خرچ ہوا تھا قصر کے بیرونی حصہ میں باغ ہے جس کے اندر سنگ مرمر کے حوض ہیں اور ان کے قبوں پر سونے چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہے جن پر آیات قرآنی یا بہترین اشعار لکھے گئے ہیں اور باغ کی ہر روش پر سرخ سنگ ریزوں کے فرش ہیں۔

قصر الذہب پر ایک بہت بڑا برج ہے جس کا نام قبۃ الخضرا ہے اس پر گہرا پختہ سبز رنگ کیا ہوا ہے اس کی بلندی لگ بھگ 80 گز ہے اور بغداد کے اندر آنے والے قافلوں کو میلوں دور سے نظر آ جاتا ہے کہتے ہیں کہ اس ایوان کی عظمت و دل کشی اسی برج کی وجہ سے ہے۔

دوسری عمارت جو دیکھنے کے لائق ہے وہ بھی محل اور قصر ہی ہے اس کو قصر الخلد کہا جاتا ہے یہ ایوان دجلہ پر باب خراسان کے باہر ہے موقع اور رہائش کے لحاظ سے فی الحقیقت یہ فردوس اور خلد کا نمونہ ہے اس کا صدر دروازہ بہت بڑا ہے جس میں چاندی اور سونے کی کیلیں جڑی ہوئی ہیں قصر الخلد کے قریب قصر اسلام تھا جس میں مرحوم خلیفہ منصور قصر الذہب کی تعمیر سے قبل رہا کرتا تھا۔

تیسری عمارت جو دیکھنے کے لائق ہے وہ بغداد کی مسجد ہے جسے جامع منصور عباسی کا نام دیا گیا ہے جو باب کوفہ اور باب خراسان کے سامنے واقع ہے مسجد کا رقبہ 100 مربعہ گز ہے اور بڑا دروازہ طلائی دروازہ کہلاتا ہے یہ مقدس عمارت لاگت سامان اور آرائش میں عدیم النظیر ہے۔

مسجد کے ایوان میں سالاروں اور اہم لوگوں کی حویلیاں ہیں۔ مجھ غریب کی حویلی ان

حویلیوں میں سے ایک ہے اس کے علاوہ سلطنت کے دفاتر دیوان عام، دیوان خراج، دیوان جنگ، دیوان برید اسلحہ خانہ سب اس مسجد کی عمارت کے اردگرد ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم تھوڑی دیر کے لیے رکا دم لیا دوبارہ وہ شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بغداد اور اس کے اہم دروازوں اور عمارتوں کے متعلق جس قدر میں جانتا تھا وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے میرے خیال میں آج کے لئے اتنی تفصیل ہی کافی ہے۔" اس پر مسکراتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

"میں آپ کی شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرے لئے اس قدر تفصیل سنائی آپ نے یہ ساری تفصیل بتا کر ایک طرح سے میری اطلاعات میں اضافہ کیا ہے اور اب بغداد میں رہتے وقت مجھے امید ہے کہ میں اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہیں کروں گی اس لیے کہ میں نے آپ کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق شہر کا نقشہ اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا ہے۔"

شاریہ جب خاموش ہوئی تو چونکنے کے انداز میں اسمٰعیل نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔"شاید جس طرح تم سے غلطی ہوئی کہ تم نے دو مواقع پر میرا شکریہ ادا نہیں کیا ایسی ہی غلطی مجھ سے بھی سرزد ہو گئی ہے۔"

قریب بیٹھی شاریہ نے تیز نگاہوں سے اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔"آپ سے کون سی غلطی سرزد ہوئی ایسا کوئی موقع آیا ہی نہیں کہ آپ سے کوئی غلطی ہوئی ہو۔"

اس پر بڑی سنجیدہ آواز میں اسمٰعیل کہنے لگا

"شاریہ دراصل بات یہ ہے کہ تمہارے ساتھ باتوں میں میں بھول ہی گیا کہ ان ظالموں نے تمہیں کھانا بھی نہیں کھلایا ہوگا اور تمہیں بھوک بھی لگی ہوگی۔"

شاریہ کی گردن جھک گئی منہ سے کچھ نہ بولی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل پھر بول اٹھا۔"دیکھو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جب بھوک لگی ہے تو اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔میرے گھوڑے کی خرجین میں کھانے پینے کی کافی اشیاء ہیں میں تمہیں لا کے دیتا ہوں۔"

اس پر کمبل ایک طرف کرتے ہوئے شاریہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔"آپ بیٹھے رہیں مجھے بھوک تو واقعی لگی ہے میں خود سامان نکال لیتی ہوں آپ بھی کھائیں آپ کو بھی بھوگ لگی ہوگی۔"

شاریہ اسمٰعیل کے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی خرجین اور مشکیزہ کھول لائی کھانے کی

چیزیں دونوں نے اپنے سامنے پھیلائیں اور مل کر کھانا کھایا اس کے بعد شاریہ نے خرجین اور مشکیزہ پہلے کی طرح گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ اسمٰعیل کے قریب آ کر بیٹھی ہی تھی کہ چونک سی پڑی اس لیے کہ گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دی تھیں اس طرح چونکنے پر اسمٰعیل مسکرا دیا اور کسی قدر تسلی دینے کے انداز میں اس نے شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ جو تم گھوڑوں کی ٹاپیں سن رہی ہو کوئی ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے نہیں آ رہا ذرا ٹاپوں کی سمت کا جائزہ لو یہ بائیں جانب سے آ رہی ہیں اس کا مطلب ہے میرے مسلح جوان لوٹ آئے ہیں اور یقیناً وہ شیروان اور بوفون دونوں کو اپنے ساتھ لے کے آ رہے ہوں گے۔"

اسمٰعیل کی اس گفتگو سے شاریہ کو کسی قدر ڈھارس ہوئی پھر وہ کمبل اپنے اوپر ڈالتے ہوئے اسمٰعیل کے قریب ہو بیٹھی تھی تھوڑی دیر بعد سوار نمودار ہوئے وہ اسمٰعیل کے مسلح جوان تھے اور اپنے ساتھ شیروان اور بوفون کو بھی لے کے آئے تھے۔

انہیں دیکھتے ہوئے اسمٰعیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پوستین اس نے پہن لی پھر وہ بڑے غور سے شیروان اور بوفون کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

اسمٰعیل جب چند قدم آگے بڑھا تو اس کے ایک مسلح جوان نے اسے مخاطب کیا۔

"امیر! یہ وہ دونوں مجرم ہیں جن کے نام شیروان اور بوفون ہیں انہوں نے بھاگنے کی بڑی کوشش کی لیکن ہم نے بہر حال انہیں پکڑ لیا ہے۔" اسمٰعیل آگے بڑھا ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں میں سے شیروان کون ہے۔" اس پر شیروان نے ہاتھ بلند کیا اور کہنے لگا

"میں شیروان ہوں۔" طنزیہ سے انداز میں اسمٰعیل نے اسے مخاطب کیا۔

"تو تم شیروان ہو اور تمہارے ساتھ تمہارا ساتھی بوفون ہے۔کیا تم دونوں اس لڑکی کو جانتے ہو۔" اسمٰعیل نے شیروان کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے قریب آ کر کھڑی ہونے والی شاریہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

شیروان نے جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے نہیں میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔"ہم اس لڑکی کو ہرگز نہیں جانتے یہ کون ہے آپ اسے کہاں سے پکڑ کے لائے ہیں۔"

جھوٹ بولنے کی وجہ سے اسمٰعیل تاؤ کھا گیا پھر اس کا ہاتھ حرکت میں آیا ایک ایسا زور دار طمانچہ اس نے شیروان کے منہ پر مارا کہ شیروان برف پر گر گیا تھا۔

اس موقع اسمٰعیل نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم سب لوگ اپنے گھوڑوں سے اتر کر اس چھجے کے نیچے ہو جاؤ یہاں برف سے محفوظ رہا جا سکتا ہے گھوڑوں کو بھی اس کے نیچے کر لو۔''

سارے جوان چھجے کے نیچے کھڑے ہوئے تھے اتنی دیر تک شیروان بھی کھڑا ہو گیا۔ دھارتی آواز میں اسمٰعیل نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''جھوٹ بولتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی تم نے اسے کریاسین کے ہاں سے اٹھا! کریاسین اور اس کی دونوں بیٹیوں کو قتل کیا پھر اسے شہر کے شمالی آتش کدے میں رکھا اور جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ میں پہنچ گیا ہوں اور لوگ اس کی شکایت لے کے آ سکتے ہیں تو تم نے اسے آتش کدے سے نکال کر ایک حویلی میں منتقل کر دیا جہاں سے میں نے اسے نکالا اب تم جھوٹ بکتے ہو تم اسے جانتے نہیں ہو جبکہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے قسطنطنیہ لے جا رہے تھے تا کہ اسے نبی فورس کے سامنے پیش کر دو اور اس سے انعام حاصل کرو۔''

اسمٰعیل بن قاسم کی اس گفتگو سے شیروان پیلا ہو کے رہ گیا تھا گردن اس کی جھک گئی تھی اسمٰعیل بن قاسم تھوڑی دیر کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

''دیکھو تمہارے وہ ساتھی جو تمہارے پیچھے پیچھے شاریہ کو قسطنطنیہ لے جا رہے تھے ان کا میرے ساتھیوں نے خاتمہ کر دیا ہے اب تم یہ کہو کہ تمہارے دوسرے کتنے ساتھی ہیں کہاں کہاں ہیں سچ بولنا جھوٹ بولو گے تو یاد رکھنا تمہارے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر میں اس برف گرتی رات میں دور دور تک پھیلا دوں گا تمہارا انجام بڑا عبرت خیز اور درس آمیز بنا دوں گا۔'' شیروان لرز کانپ گیا کہنے لگا۔

''باکو شہر کے شمال میں جو آتش کدہ ہے اس کا بڑا مذہبی راہنما جسے ہم مغ کہہ کے پکارتے ہیں وہ میرے ساتھیوں کو جانتا ہے ان سے متعلق وہ تفصیل بتا سکتا ہے۔'' لمحہ بھر کے لیے اسمٰعیل بن قاسم کے چہرے پر انتہائی طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ سوچا اس کے بعد اس نے جانے والے انداز میں شیروان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم لوگ اوروں کی پیشانیوں کے خون آلود اور نہ ختم ہونے والے بدی کے گہن ہو نا جانے تم لوگوں نے کتنی روحوں سے جسموں کو جدا کیا ہو گا تم لوگوں نے کسی کے باپ کا دل توڑا ہو گا کسی ماں کا نور چھینا ہو گا کسی کی بیٹی کو بے حرمت کسی کی بہن کو بے توقیر کیا ہو گا تم جیسے غرض کے بندے اور زر کے پھندے صرف اپنے مفاد کی خاطر کام کرتے ہیں نہ جانے

تم لوگوں نے کتنی دلہنوں کے معصوم سہاگ لوٹے ہوں گے عظیم ماؤں کی مسکراہٹیں چھینی ہوں گی بے ضرر بچوں کی منگناہٹیں دفن کر دی ہوں گی ان گنت گھروں کے خوش رنگ چراغ بجھا دیئے ہوں گے پر یاد رکھنا وہ خدا جو باپ کو وفا عطا کرتا ہے ماں کو ممتا دیتا ہے اس کی الوہیت اس کی ربوبیت بیدار رہتی ہے تم جیسے ستم گروں کے سیاہ اعمال کو وہ خوب دیکھنے والا ہے وقت تقدیر اور انسانیت کا مذاق اڑانے والے تم جیسے سرکش اور وحشی اس کی گرفت سے آزاد نہیں رہ سکتے یاد رکھنا اس کا عذاب جب آتا ہے تو بڑی بڑی قہر مانیت رکھنے والے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل رکا پھر وہ گرجتی دھاڑتی آندھیوں جیسی آواز میں کہہ رہا تھا۔

''تم لوگ صدیوں کے فاصلوں کی گرد میں فنا کی آغوش پھیلانے والے ہو۔'' اس موقع پر شاریہ نے محسوس کیا کہ اسمٰعیل بن قاسم کے لہجے کی سنگینی میں موت کی صداؤں جیسی کیفیت طاری تھی گرجتے دھاڑتے ہوئے وہ پھر شیروان کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''دیکھ قدرت کا انتقام تو نے کچھ سوچا تو نے کسی کو جہنم و دوزخ میں پھینکنے کی کوشش کی اور تیری قضا تیری موت تجھے کھینچ کر خود تجھے فنا کے کٹہرے میں کھڑا کر گئی ہے اب یوں جانو تم لوگ جو آہ و فغاں کے ہنگامے حشر خیزیاں ظلم آرائیاں کھڑی کرتے رہے ہو ان کا خاتمہ ہو گا تم جیسے بدبختوں کو موت کی نیند نہ سلانا تعظیم انسانیت کی سراسر خامی ہے لہٰذا میں ان ویرانوں میں برف گرتی اس رات میں تم دونوں کے قتل کا حکم دیتا ہوں۔''

پھر اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھی شیروان اور بوفون کو پکڑ کر چٹانوں کی اوٹ میں لے گئے اور دونوں کا انہوں نے خاتمہ کر دیا تھا۔

شیروان اور بوفون کے خاتمے کے بعد اسمٰعیل کے سارے ساتھی جب اس کے پاس جمع ہوئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! یہاں اس بڑی چٹان تلے رات تو گزاری نہیں جا سکتی ہم تو کسی نہ کسی طرح کمبلوں میں دبک کر گزارہ کر لیں گے لیکن گھوڑے ٹھٹھر کر رہ جائیں گے میرا ارادہ یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کریں گھوڑے جب سفر کے دوران دوڑتے رہیں گے گرم رہیں گے سردی محسوس نہیں کریں گے گو برف گر رہی ہے لیکن جب تک برف گرتی رہے گی تب سردی نہیں پڑے گی برف گرنے کا سلسلہ جب ختم ہو جائے گا اور ہوا چلے گی تو سردی کا زور بڑھ جائے گا لہٰذا میرا مشورہ یہی ہے کہ یہاں سے اپنی منزل کی طرف کوچ کرنا چاہئے تم سب آپس میں صلاح و مشورہ کر لو اگر تم سب مل کر یہ خیال کرتے ہو کہ ہمیں یہاں آرام کرنا

چاہیے تو میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دے دوں گا۔''

بصورت دیگر یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب ایک نوجوان جو چھوٹا سالار تھا بڑی عقیدت مندی اور بڑی ارادت سے اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں آپ ہمارے سربراہ ہمارے سرکردہ ہیں آپ ہم سے کیوں پوچھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے ہمارے لیے تو آپ کا مشورہ ہی تعمیل کا حکم ہے اگر آپ کوچ کرنا چاہتے ہیں تو ہم میں سے کوئی بھی یہاں ٹھہرنا اور قیام کرنا پسند نہیں کرے گا۔''

اس نوجوان کی گفتگو سے ابن قاسم کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

''اگر یہ معاملہ ہے تو سنو یہاں سے ابھی کوچ کیا جائے گا پہلے میں نے سوچا تھا کہ تم لوگوں کو شاریہ کے ساتھ باکوشہر کی طرف روانہ کر دوں گا وہاں تم لوگ یزید بن غزوان سے بھی ملتے اور شاریہ پہلے کی طرح کلیسا میں قیام کر لیتی اور تم وہاں اس کی حفاظت کا سامان کرتے لیکن اب میں اپنا ارادہ تبدیل کر چکا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اب سب مل کے اپنے لشکر میں جائیں گے تم لوگ وہاں آرام کرنا وہاں سے میں ایک تازہ دم دستہ شاریہ کے ساتھ کردوں گا جو اسے باکوشہر لے جائے گا اور وہاں اس کی حفاظت کا بھی سامان کرے گا۔''

اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ انتہائی نرم لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی ''ابن قاسم اگر آپ مانیں تو اس موقع پر میں کچھ کہوں۔''

ہلکی سی مسکراہٹ اسمٰعیل بن قاسم کے چہرے پر نمودار ہوئی پھر کہنے لگا۔

''کچھ کہنے کے لئے تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔'' اس پر شاریہ بول اٹھی۔

''امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں کلیسا کے بجائے گھوڑوں کی نعل بندی کرنے والے محترم ثمامہ بن سلیمان کے ہاں قیام کروں میرے پاس وہ نقدی ہے جو آپ نے مجھے کلیسا میں دی تھی وہ میں نے کلیسا والوں کے پاس امانت کے طور پر رکھ دی تھی وہ نقدی میں ثمامہ بن سلیمان کو دے دوں گی تاکہ اس میں سے وہ میرے اور میرے بھائی کے اخراجات پورے کرے ایسا میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ کلیسا میں بھی میں محفوظ نہیں تھی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے شاریہ رکی اس کے بعد اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھا رہی تھی۔

''ابن قاسم اس سے پہلے میں نہ آتش پرستوں کے ہاں محفوظ رہی نہ ان کے آتش کدے میں پھر میرے کہنے پر آپ نے مجھے میرے ہم مذہبوں کے حوالے کر دیا میں وہاں کلیسا تک میں محفوظ نہ رہی کلیسا میری حفاظت نہ کر سکا اور یہ لوگ مجھے اٹھا کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے کلیسا کھلی اور وسیع جگہ ہے جو چاہتا ہے اس میں داخل ہو سکتا ہے ثمامہ بن سلیمان کا گھر میں نے دیکھ رکھا ہے وہ بڑا محفوظ ہے چاروں طرف سے ڈھکا ہوا ہے اگر کسی نے وہاں آنا ہے تو صدر دروازے سے آئے گا اس کے علاوہ اس مکان میں داخل ہونے کا اور کوئی ذریعہ نہیں اگر آپ برا نہ مانیں تو میں اپنے بھائی کے ساتھ وہاں رہنا پسند کروں گی۔''

شاریہ جب خاموش ہوئی تو اسے مخاطب کر کے اسمٰعیل کہنے لگا۔ ''اب باکوشہر میں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں رہے گا اس لیے کہ میں جو مسلح جوان تمہیں با حفاظت باکوشہر پہنچانے کے لئے مقرر کروں گا وہ یزید بن غزوان کے پاس بھی جائیں گے اور اسے میرا یہ پیغام دیں گے کہ سب سے پہلے باکوشہر کے شمال میں جو آتش کدہ ہے اس کے مغ سے رابطہ قائم کرے اور اس سے شیروان اور بوفون کے سارے ساتھیوں کا پتہ کر کے سب کا قلع قمع کر دے۔ اس کے باوجود اگر تم کلیسا میں نہیں رہنا چاہتی تو تمہیں ثمامہ بن سلیمان کے ہاں رکھا جائے گا اس لئے کہ شیروان کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ ہونے کے بعد وہاں تمہارے لیے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہے گا اس کے باوجود بھی ثمامہ بن سلیمان کے ہاں تمہاری حفاظت کے لئے کچھ لوگ اس کے مکان پر نگاہ رکھیں گے۔ جہاں تک اس نقدی کا سوال ہے جو تم نے کلیسا میں رکھی ہوئی ہے اس کو اپنے پاس ہی رکھنا جو جوان تمہیں اپنے ساتھ لے کر باکو کی طرف جائیں گے وہ ثمامہ بن سلیمان کو میرا یہ پیغام دیں گے کہ تم دونوں بہن بھائی پر جس قدر اخراجات اٹھیں گے میں اس مہم سے واپسی پر اسے ادا کر دوں گا۔''

اسمٰعیل بن قاسم کی اس گفتگو سے شاریہ خوش اور مطمئن ہو گئی تھی پھر اسمٰعیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا کچھ نوجوان آگے بڑھے انہوں نے سارے کمبلوں کو لپیٹ کر گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ دیا تھا شاریہ کو ایک گھوڑے پر سوار کرایا گیا پھر اسمٰعیل بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھا اس کے بعد وہ سب فالتو گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو مغرب کی طرف سے ارس شہر سے آتی ہوئی کوہستان ارارات سے گزر کر لسوان شہر کی طرف جاتی تھی۔

☼......☼

ایک روز دریائے دجلہ کے کنارے فضل بن ربیع، محمد بن لیث زرادہ جعفر عبد اللہ ہاشمی، شاہی جلاد ابو ہاشم مسرور ہارون الرشید کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہرثمہ بن الیمن اور کچھ دیگر عرب سالار جمع ہوئے جب سب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب زرادہ جو امیر المومنین ہارون الرشید کے قابل اعتماد ندیموں میں سے ایک تھا سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''عزیز بھائیو! تم لوگوں کو یہاں آنے کی زحمت دینے کا مقصد یہ ہے کہ سلطنت کے اندر ایک چپلقس سی چل پڑی ہے کچھ لوگ عربوں اور ایرانیوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے تعصب پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان میں جعفر برمکی سرفہرست ہے۔ میرے کچھ قابل اعتماد لوگوں نے یہ بھی خبر دی ہے کہ امیر المومنین نے جو لشکر اسمٰعیل بن قاسم کی کمانداری میں آرمینیا کی مہم پر بھیجا ہے تو اس پر بھی جعفر نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اس کا کہنا تھا کہ آرمینیا کی مہم کو سر کرنے کے لئے لشکریوں کا سالار کسی ایرانی کو ہونا چاہئے تھا۔

یہ ایک بہت بڑی سازش ہے۔ جو اسلامی سلطنت کو کھوکھلا کرنے اور اس کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لئے برمکی برادران مرتب کر رہے ہیں۔ سلطنت کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ یہ برمکی ایرانیوں کو ترجیح دے کر عربوں کو مکمل طور پر دیوار سے لگانا چاہتے ہیں۔

میں تم لوگوں کو بتا دوں کہ یہ سازش بڑی تیزی سے اپنا کام کر رہی ہے اور اس سازش کے مرکز جعفر برمکی کے علاوہ ان کی اولاد میں سے بھی بہت سے ان کا ساتھ دے رہے ہیں ساتھ ہی کچھ دیگر ایرانی سرکردہ لوگ بھی عربوں اور ایرانیوں کے اندر نفرت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ لشکر کے اندر بھی ان کی مکمل گرفت ہو۔

تم لوگ جانتے ہو حکومتی معاملات میں ایرانی چھائے ہوئے ہیں۔ جبکہ عساکر میں زور اور گرفت عربوں کی ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہونا چاہئے کہ عربوں اور ایرانیوں میں اخوت بھائی چارے اور یکجہتی کی فضا قائم رہے۔ اسی صورت میں اسلامی سلطنت کے اندر استحکام تعاون کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔

میرے عزیز بھائیو! یہ جو جعفر برمکی دوسرے ایرانیوں کے ساتھ ہمارے خلاف سازشیں کر رہے ہیں میں آج ہی اس کی اطلاع امیر المومنین ہارون الرشید سے کروں گا ہماری پہلی اور اولین کوشش یہ ہونی چاہئے کہ عربوں اور ایرانیوں میں اخوت بھائی چارہ قائم رہے مسلمانوں کی حیثیت سے دونوں بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔

لیکن اگر یہ ایرانی عربوں کے خلاف سازشیں کرنے سے باز نہ آئے تو پھر میں نے لشکر کے اندر جس قدر عرب سالار ہیں ان سب کو اس کی سازش سے آگاہ کروں گا اور انہیں تنبیہ کروں گا کہ ہر صورت میں عربوں اور ایرانیوں کے اندر چپلقس اور نفرت اور تعصب کو جگہ نہیں ملنی چاہئے میں تم لوگوں پر یہ بھی واضح کر دوں کہ اس وقت ان ساری سازشی عناصر کا مرکزی کردار جعفر برمکی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اس اسلامی سلطنت کی ساری دولت لے کر اپنے پاس رکھ لے کوئی اسے پوچھنے والا نہ ہو۔

وہ چاہتا ہے کہ سلطنت کا ہر کام اس کی خواہش اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ وہ یہ بھی خواہش رکھتا ہے کہ خراسان اور آرمینیا کے والی برمکی یا دیگر ایرانی مقرر کئے جائیں۔ اور ان علاقوں میں وہ دولت کے ڈھیر لگا کر اپنی ذاتی عسکری قوت کھڑی کرنے کی کوشش کریں۔

تم دیکھتے ہو دریا کے کنارے ان برمکیوں اور دیگر ایرانیوں کے شاندار محلات و قصر ہیں۔ جن پر انہوں نے لوگوں کے خون پسینے سے کمائی جانے والی دولت بیکار پانی کی طرح بہائی ہے۔

ان کے مقابلے میں عربوں کو دیکھو کیا دریائے دجلہ کے کنارے عربوں کے بھی ایسے محل ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس کے باوجود ہم ان لوگوں کو برداشت کر رہے ہیں۔ اور ان ایرانیوں کی حالت یہ ہے کہ یہ ہمارے ہی خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہیں۔''

زرادہ جب خاموش ہوا تو حاجب دوئم فضل بن ربیع بول اٹھا۔ ''ساتھیو! برمکوں کو میرے حاجب ہونے پر بھی اعتراض ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ حکومتی معاملات میں مکمل طور پر ان کی گرفت رہے اور کسی بھی عرب کا براہ راست امیر المومنین ہارون الرشید سے رابطہ نہ رہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد فضل بن ربیع بیٹھ گیا پھر شاہی جلاد مسرور اٹھا اور کہنے لگا۔

''یہ جعفر برمکی سب عرب کے سالاروں کے خلاف ہے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ اسمٰعیل بن قاسم اور ابراہیم بن قاسم دونوں بھائیوں کو ناپسند کرتا ہے۔ گو جعفر کھل کر ان دونوں بھائیوں کی طرف حرکت میں نہیں آسکا۔ بہر حال میرے بھائیو سب سے پہلے ہمیں اپنی طرف سے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ عربوں اور عجمیوں میں بھائی چارہ قائم رہے اور ایک

دوسرے کے خلاف کسی کو نفرت پھیلانے کا موقع فراہم نہ کیا جائے۔''

شاہی جلاد ابو ہاشم مسرور جب خاموش ہوا تب ہارون الرشید کی محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہرثمہ بن المین بول اٹھا۔

''میرے عزیزو! جو کچھ تم لوگوں نے کہا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے ہماری پہلی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ امت کے اندر اتفاق تعاون اور یکجہتی قائم رہے لیکن اگر ان چند سرکردہ عجمیوں نے اپنی سازشوں کا سلسلہ جاری رکھا عربوں اور عجمیوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کی تو پھر ہم ان فریب اور دھوکہ دینے والے عجمیوں کے خلاف حرکت میں ضرور آئیں گے۔ میرے خیال میں اب اس مجلس کو ختم کرتے ہیں اور اپنی طرف سے چند دن تک پوری کوشش کرتے ہیں کہ عربوں اور ایرانیوں کے درمیان نفرت کی سازش کرنے والوں کو سمجھائیں اور امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ہم کھل کر سامنے آ جائیں گے۔''

اس پر ابن زرادہ کہنے لگا۔

''میرے بھائیو مجلس کو ختم کرتے ہیں لیکن آپ لوگوں کو بتا دوں کہ میں یہاں سے سیدھا امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوں گا جو حالات رونما ہو رہے ہیں اور جعفر جو ہم عربوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رہا ہے اس سے میں امیر المومنین کو آگاہ ضرور کروں گا۔''

اس کے ساتھ ہی ابو زرادہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا دوسرے لوگ بھی اٹھے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔

☼......☼

خلیفہ ہارون الرشید اپنے قصر کے وسیع باغ میں بے شمار کنیزوں کا گانا سن رہا تھا ایک طرف عود نواز کنیزوں کا جتھا تھا دوسری جانب دف نواز تھی تیسری جانب بانسریاں والیاں تھیں چوتھی طرف بربط بجانے والیوں کا پرا تھا۔ پھر ایک گروہ طنبورہ بجانے والیوں کا تھا یہ سب ایک ساتھ مل کر گاتی تھیں جس طرح تھیٹروں میں جب پہلا پردہ اٹھتا ہے اور ایک ساتھ رقاصائیں گاتی نظر آتی ہیں یہ اسی عہد کی تقلید ہے۔

دراصل عباسی خلیفہ سفاح اور مہدی عباس جب گانا سنتے تھے تو پردے لٹکا دیئے جاتے تھے مغنی پردہ کی آڑ میں بیٹھ کے گایا کرتے تھے اور خلیفہ جو راگ سننا چاہتا تھا وہ حاجب آ کر مغنیوں سے کہتا تھا اور پردہ کے اندر سے خلیفہ کو ان مغنیوں کی آواز سنائی دیتی رہتی تھی لیکن عباسی خلیفہ ہادی اور ہارون الرشید نے پردہ بیچ میں سے اٹھا دیا۔

وہ اعلانیہ اپنے ندیموں کے ساتھ مطربوں اور مغنیہ کنیزوں کا گانا سنا کرتے تھے اور خصوصیت کے ساتھ عباسی خلیفہ ہادی گانے والی کنیزوں کو سب سے زیادہ نوازا کرتا تھا مشہور مغنی اسحاق موصلی کا بیان ہے کہ اگر ہادی چند سال اور زندہ رہتا تو میرے گھر کی دیواریں طلائی ہو جاتیں۔

ہارون الرشید کے دور میں موسیقی کا رواج عام ہو گیا تھا مردوں کے علاوہ بیگمات کی مجلس میں بھی کنیزوں کا گانا ہوتا تھا ہارون الرشید کے محل میں ماہر فن مغنیہ کنیزوں کی تعداد لگ بھگ سو سے زیادہ تھی اور چند ایسی تھیں جو شاہی مغنی ابراہیم موصلی اور اسحاق موصلی اور ابن جامع کے ہم پلہ تھیں اور ان میں مشہور کنیزیں ابراہیم اسحاق اور ابن جامع کی شاگرد بھی تھیں جو مغنیہ کنیزیں ہارون الرشید کی منظور نظر تھیں جن کا وہ گانا بہت پسند کرتا تھا ان میں فوز، فریدہ اور منت وغیرہ بہت مشہور تھیں اور اپنے فن میں باکمال تھیں۔

جس طرح ہارون کے محل میں مغنیوں کی چہل پہل رہتی تھی اس طرح برامکہ کی محل سرا میں بھی گانے والوں کی چہل پہل رہتی تھی یحییٰ برمکی، جعفر برمکی کے ہاں مغنیہ کنیزوں کی افراط تھی ہر ایک کی ڈیوڑھی میں مشاہیر کنیزیں موجود تھیں جس طرح ہارون الرشید کے ہاں سب سے اچھی گانے والی مغنیوں میں سے فریدہ مشہور تھیں اسی طرح برمکیوں کے ہاں سب سے عمدہ گانے والی کنیز دقانیر کی تھی یحییٰ برمکی کی بیویوں میں سے فاطمہ ام جعفر برمکی موسیقی کی بڑی شائق تھی اس کے محل میں بھی مشہور کنیزیں تھیں جو روزانہ اس کو گانا سنایا کرتی تھیں برامکہ کی تقلید میں دیگر امراء عرب و عجم کے محلات میں بھی زنانہ مجلسیں ہوتی تھیں جن میں کنیزیں اپنا کمال دکھاتی تھیں اور جب گانے کا یہ مزاج ترقی کر گیا تو بہت سے لوگوں نے خوبصورت کنیزوں کو خاص کر موسیقی کی تعلیم دلوانی شروع کی کیونکہ حسن و جمال کی رعنائیاں موسیقی کو اور زیادہ دلکش بنا دیتیں۔

ہارون الرشید کے دور میں موسیقی کی ترقی اور اشاعت کا راز یہ تھا کہ حکومت وقت ان کی دل جوئی کرتی تھی عباسی خلفاء بعض مغنیوں کو ایک وقت میں تین تین لاکھ درہم انعام دیا کرتے تھے اور برامکہ اس سے بھی زیادہ مغنیوں کو نوازتے تھے اسی وجہ سے اس دور میں گانے والوں اور گانے والیوں نے کمال کی ترقی کی۔

ہارون الرشید نے فنی ترقی اور کمال کے اعتبار سے مغنیوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ان میں اول دوئم اور سوئم طبقات تھے اور ان طبقات کے مطابق ان میں انعامات کی تقسیم ہوا کرتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر مغنی اور ہر مغنیہ شبانہ روز کسب کمال میں مصروف رہتے

تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے اس کے علاوہ ہارون الرشید یہ بھی کرتا کہ جب دربار میں باکمال مغنی جمع ہوتے تو وہ ان میں مناظرہ کرواتا تھا اور یہ موسیقی کے مناظرے نہایت قیمتی ہوا کرتے تھے۔

عباسی خلفاء میں دراصل موسیقی کا یہ شوق عجمیوں کی وجہ سے پیدا ہوا اس لیے کہ ایرانی امراء اپنے ملک کی تہذیب وتمدن کے بڑے شیفتہ تھے لہٰذا ان کی صحبت میں خلفائے عباسیر بھی عرب کی سادہ تمدن کو بھول گئے اور ان پر عجمیت غالب ہوگئی اس وجہ سے خلفائے بنو عباس کے عہد میں ایرانی موسیقی کو بھی ترقی حاصل ہوئی۔

عباسیوں کے عہد میں چونکہ فنون لطیفہ نے خوب ترقی کی تھی اپنے کمال کو چھوا تھا شاعری اور مصوری کی طرح موسیقی کو بھی چونکہ فنون لطیفہ میں شامل کیا جاتا ہے لہٰذا عباسیوں کے دور میں موسیقی نے بڑی ترقی کی موسیقی دراصل انسانوں کی طبع اور ان کے جذبات پر اثر ڈالتی ہے اور ایک باکمال مغنی گویا اپنے زیر و بم اور دلکش دھن سے اسی خیال اور جذبہ کو اس خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے کہ روح پھڑک اٹھتی ہے اسی بناء پر لوگ موسیقی کو جادو کا دوسرا نام دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے اس کے ذکر کو چھوڑیئے اس میں تو متاثر ہونے کا مادہ فطرتاً موجود ہے موسیقی سے حشرات الارض وغیرہ بھی متاثر ہوتے ہیں اور جس طرح لوگوں میں مشہور ہے کہ سانپ سپیرے کی بین کو اس طرح مستانہ اداؤں سے بڑھ بڑھ کر چومتا ہے اور اس کے سامنے سرنیام جھکاتا ہے۔

سانپ کے بعد اونٹ پر نظر ڈالئے کہ اس پر بدوؤں کی حدی خوانی کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے جس وقت حدی گائی جاتی ہے تو اونٹ پر اگر دس من بوجھ بھی لدا ہوا ہو تو اس موسیقی کی وجہ سے بلبلا کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ موسیقی کی وہ کرامت ہے یہ فن انسان اور حیوان پر برقی اثر ڈالتا ہے۔

کہتے ہیں موسیقی خود فطرت نے ایجاد کی اور وہی اس کی معلم اول ہے اس کا کوئی خاص موجد اس کا کوئی خاص وطن نہیں ہے ابتدا میں یہ فن خود رو ہوتا تھا پھر تہذیب و تمدن کی آغوش میں پرورش پاتا رہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ بلحاظ قدامت اور جامعیت اور اثرات کے ہندوستان کی موسیقی سب سے افضل ہے۔

اور ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق اس کے موجد مہادیوجی ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہندوستان میں موسیقی جزو عبادت ہے اور یہی اس کی ترقی کا راز بھی ہے جس کی تصدیق

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں رگ وید اور زمانہ مابعد کے بھجنوں سے ہوتی ہے۔

بڑے بڑے مندروں میں پروہتوں کے سامنے پری جمال لڑکیاں ناچتی گاتی تھیں اور ہندوستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہندو مذہب کے زیر سایہ شمالی ہند میں متھرا، اجودھیا اور بنارس موسیقی کے مرکز تھے علمی قدر دانی کے لحاظ سے دکن میں بیجا نگر کے راجہ بھی موسیقی کے دلدادہ تھے۔

ہندوستان کے بعد مصر و بابل کی موسیقی بھی مشہور تھی ان ممالک میں بھی موسیقی عبادت کا ایک حصہ تھی اور تورات مقدس سے بنی اسرائیل کی موسیقی کا حال معلوم ہوتا ہے حضرت داؤد علیہ السلام زبور بربط پر گاتے تھے اور ان دلکش نغمات کا نام مذامیر تھا اس کے علاوہ مذہبی رسومات ادا کرتے وقت بھی ارباب کمال کی چوکیاں نغمہ سرائی کرتی تھیں لیکن بیت المقدس کی تباہی کے بعد یہ فن بنی اسرائیل سے جاتا رہا۔

مصر اور بابل کے علاوہ یونانیوں نے بھی موسیقی کو علمی حیثیت سے ترقی دی اور حکماء یونان نے اس فن میں مخصوص کتابیں لکھیں اور آلات بھی بنائے۔

یونانیوں کا موسیقی میں ترقی کا دوسرا سبب یہ ہوا کہ یونانیوں نے رقص و سرود اور شاعری کو بھی مذہب کا جزو قرار دیا اور یونانی شعراء بھی عربوں کی طرح مشہور میلوں میں نظم کو گا کر پڑھا کرتے تھے کہتے ہیں موسیقی کے فن میں یونانی مصریوں کے شاگرد ہیں جبکہ رومن یونانیوں کے شاگرد ہیں اور مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں دونوں قوموں کی موسیقی سے فائدہ اٹھایا تھا۔

دراصل موسیقی ایک عملی فن ہے اور اس کا تعلق ہر قوم کی زبان لہجہ اور گلے کی آوازوں پر منحصر ہے جب قومیں اپنے مرکز سے نکل کر دوسرے مقامات پر آباد ہوتی ہیں اس وقت زبان اور لہجہ میں فرق آ جاتا ہے اور موسیقی میں تغیر و تبدل پیدا ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ جب عرب عجم و شام میں آباد ہوئے تو ان کی قدیم موسیقی میں فرق آ گیا اور یہی حال ایرانی موسیقی کا ہندوستان میں بھی ہوا۔

بعض لوگوں کا خاص کر ایرانیوں کا خیال ہے کہ موسیقی کا لفظ موسیقار سے نکلا ہے یہ ایک پرندہ تھا جس کی چونچ میں سات بڑے سوراخ تھے اور ہر سوراخ سے (70) ستر راگ نکلتے تھے لیکن علمی تحقیقات نے اس روایت کو غلط ثابت کر دیا ہے۔

دراصل موسیقی کا ماخذ لفظ میوسز ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ یونانی دیوتا زیوس کی نو بیٹیاں تھیں جو کہ میوسز کہلاتی تھیں اور یہ مختلف علوم وفنون کی موجد تھیں جن میں ادب،

شاعری، نغمہ و سرور بھی داخل تھے اس بناء پر موسیقی کی عام نسبت میوسز کی طرف ہوتی ہے اور یہی لفظ مختصر ہو کر موس رہ گیا جس پر یونانیوں نے حرف نسبت ق کا اضافہ کر کے موسق بنا دیا چنانچہ یہی لفظ برطانیہ میں میوزک فرانس میں میوزک اٹلی میں میوسکا جرمن میں میوزیکا اور عربوں نے موسیق پر ہائے نسبت آخر میں اضافہ کر کے اسے موسیقی بنا دیا۔

کہتے ہیں عربوں میں موسیقی کا رواج قوم عاد سے شروع ہو چکا تھا اس لیے کہ قوم عاد کی دو مغنیاؤں کا ذکر ملتا ہے آغاز بعثت نبوی تک امیر حمزہ کی بزم میں گانا ہوا کرتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ مدنیہ پر انصار کی لڑکیوں نے دف پر طَلَعَ البدر علینا کا مشہور ترانہ سنایا تھا کہتے ہیں ایک سفر میں جب رات ختم ہو رہی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شتر بانوں کا بھی راگ سنا تھا مزید یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سوڈ بن وقاص کا غلام قند آپ کو گانا سنایا کرتا تھا لیکن اس موسیقی کی حقیقت یہ ہے کہ بچیوں کا گانا کوئی تال سر کا گانا تھا جو شرعاً ممنوع ہے بلکہ وہ جوش حقیقت کے پھول تھے جو لڑکیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کیے تھے۔

اسلام نے موسیقی کے اس حصہ کو ممنوع قرار دیا ہے جو قدیم زمانہ میں بتوں کے سامنے بطور عبادت کے ہوتی تھی وہ راگ ممنوع ہیں جن سے فسق و فجور بدکاری کے جذبات ابھرتے ہیں لیکن اسلام حسن صوت کا مخالف نہیں ہے وہ تو لغویات کی ممانعت کرتا ہے۔

بعد کے دور میں صوفیوں نے موسیقی کو اپنایا ابتدا میں انہوں نے معتدل طریقہ اختیار کیا لیکن جب وہ حد اعتدال سے گزر گئے تو علماء تریقت نے حرمت کا فتویٰ جاری کیا مگر پھر بھی مشائخ چشت نے ہندوستان میں موسیقی کو بہت فروغ دیا یہاں تک کہ ایک صوفی کا ارشاد ہے کہ "الغناء غذارۃ رواح" یعنی گانا روح کی غذا ہے۔

بہر حال اس طبقہ میں ساز و نغمہ کو مفرح قلب و روح خیال کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں حضرت عثمانؓ کے دور میں جو پہلا مغنی ہوا وہ طویس تھا طویس چھوٹے مور کو کہتے ہیں اس طویس نے کہتے ہیں عربی اصول موسیقی کے تحت راگ گائے۔ یہ بنی مخزوم کا غلام تھا اس کا پورا نام عیسیٰ بن عبد اللہ تھا کنیت عبدالنعم تھی۔ لیکن اس کے گانے کی وجہ سے اسے طویس یعنی چھوٹا مور کہہ کر پکارتے تھے۔

☼......☼

بہر حال زرادہ جب عربوں اور ایرانیوں کے اتحاد سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے ہارون الرشید کے قصر میں داخل ہوا۔ اس وقت ہارون الرشید اپنے قصر کے باغ میں کنیزوں کا گانا

سننے کے بعد قصر کے کمرے کی طرف روانہ ہوا تھا کہ اسی وقت زرادہ بھی قصر میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر ہارون رک گیا۔ اس لیے کہ ہارون الرشید کی نگاہ میں ایک ندیم اور مصاحب کی حیثیت سے زرادوں کی بڑی قدر اور بڑا احترام تھا۔

زرادہ آگے بڑھا ہارون الرشید پر جوش انداز میں اس سے ملا اور اسے قصر کے کمرے میں لے گیا اور دونوں جب بیٹھ گئے تو اسی وقت ہارون الرشید کا وزیر معتبر جعفر برمکی بھی اسی کمرے میں داخل ہوا۔

زرادہ چونکہ جعفر برمکی کے خلاف تھا ہارون الرشید سے گفتگو کرنا چاہتا تھا اور جعفر وہاں پہنچ گیا تھا زرادہ کھڑا ہو گیا اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر المومنین! اس وقت آپ نے اپنے وزیر جعفر مملکت سے متعلق کوئی اہم گفتگو کرنا ہو گی لہٰذا میں جاتا ہوں۔ پھر کسی وقت حاضر ہوں گا۔''

لیکن ہارون الرشید نے زرادہ کو جانے کی اجازت نہیں دی بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور زرادہ وہاں بیٹھ گیا۔ ہارون الرشید کی اس گفتگو سے جعفر برمکی کو فکر لاحق ہوئی وہ پہلے ہی زرادہ کی طرف سے مشکوک تھا۔ سمجھ گیا کہ زرادہ شاید امیر المومنین کے ساتھ کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس نے ہارون الرشید سے جانے کی اجازت طلب کی تو خلیفہ نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔

لیکن جعفر برمکی بڑا ہوشیار بڑا تیز انسان تھا۔ چونکہ وہ ہارون الرشید کے دربار کے سب ملازموں اور خدام کو خوب نوازتا رہتا تھا لہٰذا وہ سب اس کے اشاروں پر کام کرتے تھے قصر سے نکلتے ہوئے وہ کچھ خدام کو کہہ گیا کہ اندر ہارون الرشید کے پاس زرادہ بیٹھا ہے جس موضوع پر وہ ہارون الرشید سے گفتگو کرے اس سے مجھے آگاہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی وہ قصر سے چلا گیا تھا۔

تنہائی میں زرادہ نے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی کہ کس طرح کچھ لوگ ایرانیوں اور عربوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کر رہے ہیں دونوں کے درمیان نفرت اور تفرقے کی خلیج پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہتے ہیں اس موقع پر ہارون الرشید نے زرادہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

''جہاں تک ہو سکے اس جعفر سے بچ کے رہنا کیونکہ میری تم پر خاص مہربانیاں جعفر کے لئے رشک حاسد کا باعث ہوں گی ایسا نہ ہو کہ تم کو کچھ صدمہ پہنچ جائے۔'' زرادہ نے عرض کیا۔ ''امیر المومنین کی شفقت اور خیر خواہی میری محافظ ہے جب تک یہ مستحکم ہے کوئی تکلیف

کوئی رنج نہیں پہنچا سکتا۔'' بہر حال زرادہ کچھ دیر وہاں بیٹھا تفصیل کے ساتھ گفتگو کی پھر اٹھ کر چلا گیا جعفر بڑا چالاک تھا جب وہ چلا گیا تو اس نے قصر کے خدام سے پوچھا کہ ہارون الرشید سے زرادہ نے کیا گفتگو کی۔ لیکن قصر کے کسی خادم کو اس کا پتہ ہی نہیں چلا اس لئے کہ زرادہ نے بالکل تنہائی میں رازدارانہ انداز میں ہارون الرشید سے گفتگو کی تھی لہٰذا قصر کا کوئی بھی خادم جعفر کو اس کی تفصیل نہ بتا سکا جعفر اب زرادہ اور ہارون الرشید کی گفتگو جاننے کے لیے بڑا بے چین بے صبر ہو رہا تھا۔ لہٰذا وہ سیدھا زوادہ کے مکان پر پہنچ گیا۔

زرادہ نے حسب توفیق جعفر کی عزت و تعظیم کی اسے بٹھایا جعفر کچھ دیر تک ادھر اُدھر کی گفتگو کرتا رہا پھر بغیر کسی تمہید کے کہنے لگا زرادہ آج جو تمہاری گفتگو ہارون الرشید کے ساتھ ہوئی ہے میں اس کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔

زرادہ نے جعفر کی اس گفتگو کو سخت ناپسند کیا اور کہنے لگا مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ امیر المومنین کے راز کسی غیر کو کہوں اور غالباً تم بھی اس کو جائز ہی رکھو گے۔

جعفر نے جب اصرار کیا تو زرادہ برہمی کا اظہار کرنے لگا۔ اس پر جعفر خاموش ہو رہا اور اس کے مکان سے رخصت ہو گیا اس کے جانے کے بعد کہتے ہیں زرادہ ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو گفتگو جعفر نے اس کے مکان پر کی تھی اس کی تفصیل بھی ہارون الرشید سے کہہ دی تھی۔

زرادہ کی اس گفتگو کے جواب میں ہارون الرشید اپنے وزیر جعفر پر بہت برہم ہوا اور زرادہ سے کہنے لگا کہ جعفر تمہارا دشمن ہو گیا ہے لیکن اطمینان رکھو اس کی کوئی بات تمہارے خلاف ہو گی نہ سنوں گا بلکہ تمہارے موجودہ اعزاز میں مزید اضافہ کروں گا چنانچہ زرادہ قصر سے رخصت ہو گیا۔

جب جعفر کو خبر ہوئی کہ زرادہ دن بدن ہارون الرشید کے نزدیک سے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہے اور یہ کہ اس کا مخالف بھی ہو چکا ہے تب جعفر برمکی نے ہارون الرشید کے قصر کے اندر سارے خدام اور مصاحبوں کو انعام و کرام سے نوازتے ہوئے اپنا ہم راز بنا لیا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی جعفر برمکی کے خلاف ایک لفظ بھی کہے۔

پھر اس نے اپنے حاجب بھائی کے علاوہ قصر کے سارے خدام کو کہہ دیا کہ جب کبھی بھی زرادہ ہارون الرشید سے ملنے کے لیے آیا کرے اسے کہہ دیا جائے کہ اب ملاقات کا وقت گزر چکا ہے یا یہ کہ خلیفہ کے پاس کسی کو حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

اس نے قصر کے سارے ملازموں کو یہ بھی کہہ دیا کہ جب ہارون الرشید زرادہ کے متعلق

پوچھے تو یہ کہہ دینا کہ زرادہ ان دنوں بیمار ہے۔

ساتھ ہی جعفر نے محل کے خدام کو بھاری انعامات دیتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ چند دن بعد خلیفہ سے یہ بھی کہہ دینا کہ بچارے زرادہ کا انتقال ہو چکا ہے۔

چنانچہ جعفر برمکی کے حکم کے مطابق سب نے ایسا ہی کیا اور جب خلیفہ ہارون الرشید کو زرادہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو سن کر اسے بڑا دکھ اور افسوس ہوا اس کے اہل و عیال کے لیے اس نے وظیفہ مقرر کر دیا۔

اب جو لوگ جعفر کے ساتھ اس سازش میں شریک تھے ان کو اس سریع جھوٹ سے خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ راز کھل جائے اس لیے سب کو یہ فکر ہوئی یا تو زرادہ کو حقیقی معنوں میں قتل کر دینا چاہئے یا اسے جلا وطن کر دینا چاہئے اور خلیفہ کو اس سے متعلق خبر نہ ہو۔

اتفاق سے ان دنوں عبداللہ ہاشمی کو اس سازش کی خبر ہو گئی عبد اللہ ہاشمی ہارون الرشید کے شکار کا مشیر تھا اور یہ جعفر برمکی کا بدترین دشمن بھی تھا۔ عبد اللہ ہاشمی عرب تھا جعفر برمکی سے اس کی دشمنی کچھ اور امور کی بنا پر بھی تھی۔ جب اسے خبر ہوئی کہ زرادہ کے خلاف قصر میں سازش تیار کی جا رہی ہے تب وہ جا کر زرادہ سے ملا اور سارے حالات اس سے بیان کیے۔ ساتھ ہی زرادہ کو تسلی دیتے ہوئے یہ بھی کہنے لگا کہ وہ اس کے ساتھ چلے ہارون الرشید جب شکار کے لیے جائے گا تو اسے ساتھ لے گا اور ہارون الرشید سے اس کے متعلق تفصیل سے گفتگو کرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب شکار گاہ میں عبد اللہ ہاشمی نے زرادہ کو ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا تو ہارون الرشید بڑا خوش ہوا اور سمجھ گیا کہ یہ سب شرارتیں جعفر برمکی کی ہیں جب شکار سے واپس آیا تو مجلس مرتب کی اور زرادہ کی زبانی سب حالات سنے۔ جعفر برمکی کی اس حرکت نے اسے ہارون الرشید کی نظروں میں گرا دیا تھا۔

☼......☼

اسمٰعیل بن قاسم ایک دن شاریہ اور اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ کوہستان ارارات کے دامن میں اپنے پڑاؤ میں داخل ہوا شاریہ کو لے کر وہ اپنے خیمے میں آیا۔ گھوڑے اس نے چھپڑ تلے بندھوا دیئے تھے۔ پھر شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خاتون یہ میرا خیمہ ہے۔ میں جانتا ہوں تم تھکاوٹ محسوس کر رہی ہو گی اور تمہیں بھوک بھی لگی ہو گی سب سے پہلے تمہارے کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اس کے بعد تم خیمے میں آرام کر لو۔ ستا لو بعد میں اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ تمہیں باکو شہر کی طرف روانہ کرتا ہوں تمہاری اور تمہارے بھائی کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔''

شاریہ اسمٰعیل کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ خیمے کے دروازے پر ایک مسلح جوان آیا اور اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''امیر تھوڑی دیر پہلے خزر کے خاقان شالی کا ایک قاصد آیا ہے۔ اس کے پاس اپنے خاقان کا ایک خط ہے جو وہ آپ کے نام ہے۔ وہ خط آپ کو پیش کرنا چاہتا ہے۔'' اسمٰعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''لگتا ہے یہ خاقان شالی اپنے مختلف لشکروں کی تباہی کے بعد جنگ کی کوئی نئی طرح ڈالنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ تم چلو سارے سالاروں سے کہو کہ وہ خزیمہ بن خازم کے خیمے میں فوراً جمع ہوں میں آتا ہوں۔''

مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا اس کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم نے پھر شاریہ کو مخاطب کیا۔ شاریہ تمہیں زحمت ہو گی میں جاتا ہوں مجھے لوٹنے میں کچھ دیر ہو جائے گی۔ میں تمہارا کھانا بھجواتا ہوں تم کھانا کھا کے آرام کرنا سو جانا تاکہ تم تازہ دم ہو کر جاسکو۔''

شاریہ نے اسمٰعیل بن قاسم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اسمٰعیل بن قاسم وہاں سے چلا گیا تھا۔

جب وہ خزیمہ بن خازم کے خیمے میں داخل ہوا تو وہاں خزیمہ کے علاوہ دیگر چھوٹے بڑے سالار جمع ہو چکے تھے۔ پھر اسمٰعیل بن قاسم کے کہنے پر خزر کے خاقان شالی کے قاصد کو بلایا گیا قاصد اسمٰعیل بن قاسم کے پاس آیا۔ اس موقع پر اسمٰعیل بن قاسم نے اسے

مخاطب کیا۔

''میرے عزیز! میں ابھی ابھی ایک مہم سے لوٹا ہوں۔ تمہیں انتظار کرنا پڑا ہو گا۔ اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ اب کہو تم اپنے خاقان کی طرف سے میرے نام کیا پیغام لے کر آئے ہو۔'' اس پر اس شخص نے اپنے لباس کے اندر سے خط نکالا اور اسمٰعیل بن قاسم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا۔ یہ خط ہمارے خاقان کی طرف سے آپ کے نام ہے۔ پڑھ لیں۔''

اسمٰعیل بن قاسم نے خط کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

''مسلمانوں کے سالار تم نے ہمارے چھوٹے چھوٹے لشکروں کو شکست دینے اور تباہ کرنے کے بعد یہ ٹھان لیا ہو گا کہ تو ناقابل تسخیر ہے یاد رکھنا ہم تمہارے سامنے شکست خوردہ نہیں ہوئے عنقریب ایک بہت بڑا لشکر لے کر تمہارے مقابل آئیں گے۔ ہم تم پر ثابت کریں گے تم پر کٹے خوابوں کی کرچیوں میں آرزوؤں کے چاند تلاش کرنے کی عبث کوشش کر رہے ہو۔ تم لب بستہ کو حسین رتوں اور اداس راتوں میں پر شوق محبت کا گداز تلاش کرنے کی ناکام کوشش میں ہو۔ مسلمانوں کے سالار وقت کے پر خوف سیلاب اور زمین پر رنگینی راتوں میں ہم نے بہت سی امتوں کی قسمت میں دربدری لکھی بہت سے گروہوں کے ہیکلوں کی فتنہ گری کو اپنے پاؤں سے روندھا بڑے بڑے سورماؤں کو بڑی بڑی سرکش اقوام کو ہم نے ریزہ ریزہ ملبوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا۔ ان کے لب پتھر جذبے اپاہج اور خوشیاں مرگ کے قہقہوں میں تبدیل کرتے ہوئے ان کے لشکروں کو تنہائی کی نوک پر لٹکا کر رکھا۔

ہمیں اس قدر نقصان پہنچانے کے بعد مطمئن نہ ہو جانا۔ تیار رہنا عنقریب میں ہواؤں میں اڑتے موت کے ہیولوں آگ کی بھڑک کے گورکھ دھندوں پر اسرار بے نام خوابوں میں روحوں کی طرح تم پر وارد ہوں گا اور تمہاری حالت ٹوٹے خوابوں کی دھجیوں بے آب چشموں کی طرح اداس اور تشنہ دھن سربریدہ مسافر فاختاؤں اور حسرتوں اور نوحوں کے نقوش سے بھی بدتر بنا کر رکھوں گا اب بھاگنا نہیں انتظار کرنا پھر دیکھنا میں تم سے اپنے لشکریوں کا کیسا ہولناک انتقام لیتا ہوں۔''

خزر کے حکام کا وہ خط پڑھنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم نے مسکراتے ہوئے خزیمہ بن خازم کو بلایا اور پھر کہنے لگا۔ ابن خازم یہ خط بلند آواز میں پڑھو تا کہ میرے سالار اسے سن لیں۔

خزیمہ بن خازم نے وہ خط لے لیا اور بلند آواز میں پڑھا۔ اس طرح اس کے متن سے سالار مطلع ہو گئے تھے اس کے بعد وہ خط ابن خازم سے اسمٰعیل نے لے لیا اور اس قاصد کے سامنے اس خط کو پھاڑ دیا اور اسے ہواؤں میں بکھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں تمہارے خاقان کو کوئی تحریری جواب نہیں دوں گا۔ جس طرح اس خط کے پرزوں کی طرح میں نے اس کے پہلے لشکروں کی حالت کی تھی۔ ایسی ہی حالت اس لشکر کی بھی کروں گا۔ جس کی کمان داری خود تمہارا خاقان شامل کرتے ہوئے آئے گا۔

میری طرف سے زبانی اسے یہ پیغام دینا کہ ہم داستانوں کا کوئی رنگین باب نہیں۔ نہ ہی وقت کی دہلیز پر خوابوں کا کوئی زندان ہیں جیسے وہ ختم اور تمام کر کے رکھ دے گا۔ اسے کہنا کہ جب وہ ہم سے ٹکرائے گا تو اسے سرائے وحشت آشوب محشر اور گرجتے بادلوں کے حشر میں سے گزرنا ہو گا میرے خداوند نے چاہا تو وہ جس لشکر کی خود کمان داری کرتے ہوئے ہمارے سامنے آئے گا۔ اس پر بھی ہم المیوں کے خوفناک مراحل، برق کے لشکاروں، دکھ درد کی زندگی کے بوجھ کی طرح وارد ہوں گے اور اس کے ہر لشکری کو تاریکی کی طرح اندھا مٹی کی طرح مطیع بنا کے رکھیں گے میری طرف سے اسے کہنا کہ مسلمانوں کا سالار کہتا ہے کہ جب وہ ہم سے ٹکرائے گا تو وہ محسوس کرے گا کہ ہم اس کی سانسوں اس کی آہوں اس کے اعصاب پر خوف پھیلا دینے والی دہکتی آگ ثابت ہوں گے اڑتے مرگ کے خوفناک ہیولوں کی طرح اسے بے جیت کر کے رہیں گے۔ اسے کہنا کہ وہ اور اس کے ساتھی بے ضمیر روشنی کے متلاشی ہیں زمین کے گناہگار مسافر ہیں سایوں کی جستجو کرنے والے بدی کے اندھے سوداگر ہیں۔ اسے کہنا کہ اس کے جبر کی دھول کو ہم دھوئیں کی طرح بکھیر دیں گے۔ اس کی نظروں کے کشکول میں غم کی بکھرتی کہانیاں اس کے ٹوٹتے قصے گڑ کے رکھ دیں گے۔ ہم اس کے ایک نہیں تین لشکروں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں اس طرح اب تک وہ قتل گاہوں کا مقروض ہے۔ اسے کہنا بھاگنے والے نہیں ہیں یہیں کوہستان ارارات میں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسے کہنا کہ دیر نہ کرے اگر بہادر ہے جرات مند ہے انسان کا بچہ ہے تو جلد ہم سے ٹکرائے پھر دیکھے ہم کیسے اس کی حالت فضاؤں کی ماتم کناں شاخوں کے قصے اور ہواؤں کے بدترین نوحوں سے بھی زیادہ ہولناک بنا کر رکھتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لیے اسمٰعیل بن قاسم رکا پھر دوبارہ اس قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''کیا میرے لشکر میں تمہارے طعام کا اہتمام کیا گیا ہے؟''

''اس پر کوئی شک نہیں میری بہتری ضیافت کی گئی ہے۔'' قاصد نے مطمئن انداز میں کہا تھا۔ اسمٰعیل فیصلہ کن انداز میں بولا کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو کوچ کر جاؤ۔ جو الفاظ میں نے کہے ہیں یہی جا کر اپنے خاقان سے کہنا ہم یہیں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں جبل ارارات کے دامن میں اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ وہ جلد ہماری طرف آئے اگر وہ ہماری طرف نہیں آتا تو ہم خود اس کی طرف کوچ کریں گے اور اسے اس کے مرکزی شہر تک مارتے بھگاتے چلے جائیں گے اب تم جا سکتے ہو۔''

اس کے ساتھ ہی وہ قاصد نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم نے خزیمہ بن خازم کو شاریہ سے متعلق ساری تفصیل کہہ دی تھی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دوبارہ ابن خازم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن خازم مسلح جوانوں کا ایک دستہ بھی تیار کر دینا جو آنے والی صبح کو شاریہ کو لے کر باکوشہر کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ میں اس دستے کے جوانوں کو سمجھا دوں گا تا کہ وہ یزید بن غزوان سے کہیں کہ شہر کے شمال میں جو آتش کدہ ہے وہ اس کے مغ سے بات کرے کہ وہ شروان اور بوفون کے سارے ساتھیوں کو جانتا ہے اور ان پر گرفت کر کے ان کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری بات میری طرف سے ان مسلح جوانوں کو یہ بھی سمجھا دینا کہ شاریہ کو لے کر سیدھے کلیسا کی طرف جائیں وہاں سے اس کے بھائی کو ساتھ لے کر ان دونوں بھائی بہن کو شہر کی غربی سرائے میں باہر گھوڑوں کی نعل بندی کرنے والے ثمامہ بن سلیمان کے گھر پہنچا دیں اور باری باری اس نعل بندی کرنے والے کے گھر کے گرد پہرہ دیں تا کہ دونوں بہن بھائی کا احسن طریقے سے تحفظ کیا جا سکے۔

دیکھو ابن خازم باکوشہر کے اوباشوں کی وجہ سے پہلے ہی اس لڑکی کے باپ کو ہلاک کیا جا چکا ہے اور ان کے میزبان اور اس کی دونوں بیٹیوں کو بھی تہ تیغ کیا جا چکا ہے میں نہیں چاہتا کہ باکوشہر میں اس قسم کی ستم آرائی کو پھر دہرایا جائے۔

اس کے علاوہ میں تم سے یہ بھی کہوں کہ یہ شب میں تمہارے ساتھ تمہارے خیمے میں بسر کروں گا برف باری میں لگاتار سفر کرتے ہوئے اور شروان و بوفون کے ساتھیوں کی سختیاں

جھیلتے ہوئے یہ لڑکی تھکی ہاری ہو گی میں چاہتا ہوں وہ میرے خیمے میں آرام کرے اگر وہ اکیلی رہنا پسند نہ کرے اور خیمے کے اندر اکیلے اسے خوف محسوس ہو تو میں عطریف سے کہوں گا کہ وہ خیمے میں سو رہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ شام ہونے کے بعد مجھے عطریف ملا نہیں ہے۔''

اس پر اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے خزیمہ کہنے لگا۔

''امیر جس وقت آپ آئے اس وقت لشکر گاہ میں لشکروں کے لئے کھانا تیار ہو رہا تھا میں نے ہی عطریف کو وہاں بھیجا ہے تاکہ وہ خود کھانے کی نگرانی کرے میرے خیال میں اب تک اس نے آپ کی آمد کا سن لیا ہو گا اور وہ آپ کے خیمے میں آ چکا ہو گا۔''

اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل، خزیمہ کے خیمے سے نکل کر اپنے خیمے کے دروازے پر آیا اس نے دیکھا خیمے کے اندر شاریہ اور عطریف کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ اسمٰعیل کو دیکھتے ہی عطریف مسکراتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا شاریہ بھی کھڑی ہو گئی اتنی دیر تک اسمٰعیل خیمے میں داخل ہوا تھا۔ عطریف تیزی سے آگے بڑھا اسمٰعیل سے گلے ملا اس موقع پر اسمٰعیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

خاتون تمہیں اٹھنے کی زحمت نہیں کرنی چاہئے تھی اپنی نشست پر بیٹھی رہو۔ اسمٰعیل بھی آگے بڑھ گیا اور عطریف اور شاریہ بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے تھے پھر اسمٰعیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

''خاتون میرے خیال میں اب تک تم نے کھانا کھا لیا ہو گا۔''

اسمٰعیل کے اس استفسار پر اداس لہجے میں شاریہ کہنے لگی۔

''نہیں میں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ بابا نے مجھ سے کہا بھی کہ میں کھانا کھا لوں۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ خود آپ کے ساتھ کھا لیں گے لیکن ایک فکرمندی کی وجہ سے کھانا کھانے کو میرا جی نہیں چاہا۔'' اسمٰعیل نے بڑی پریشانی میں شاریہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''یہاں اس خیمے میں تمہیں کون سی فکرمندی لاحق ہو گئی ہے۔'' شاریہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''امیر! جس وقت آپ مجھے اپنے اس خیمے میں لے کر آئے تھے اس وقت ایک مسلح جوان آیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ خزر کے خاقان شالی کی طرف سے ایک قاصد آیا ہوا ہے جو آپ کے نام کوئی پیغام لایا ہے۔ ظاہر ہے یہ پیغام کوئی امن کا پیغام تو نہیں ہو گا۔ وہ اس لیے کہ آپ اس کے لشکر کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ اس نے ضرور کوئی دھمکی دی ہو گی۔ یا وہ

لشکر لے کر آپ کی طرف امنڈ رہا ہو گا۔ بس اس کے ان الفاظ نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اب نجانے حالات کیسی کروٹ لیں گے اس کے علاوہ ....''

شاریہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے اسمٰعیل بول اٹھا تھا۔

''فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے زندگی میں رشتوں کی ریشمی ڈوریاں کاٹنے والے شیشہ جان اور روحوں کے ساغر کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے بہت دیکھے ہیں دکھ کے نگر آباد کرنے والے باولے کتوں سے پالا پڑ چکا ہے ان سب کو اپنے خداوند قدوس کی حمایت سے ہمیشہ مار بھگانے میں کامیاب رہا ہوں۔

یہ خزر کا خاقان شالی تو کوئی چیز ہی نہیں ہے میری قوم نے زندگی کے صحرا میں موت کی اندھی چاپ آنکھوں کے منجدھار میں جبر کی دھول زیست کے زندان میں اندھی جوانی کی کالی آندھیاں کھڑی کرنے والوں کا سامنا کر رکھا ہے اور ہر بار میری قوم کے فرزندوں نے ایسے لوگوں کی حالت قبروں پر گرتے اشکوں میلی محرابوں کے پرانے بند دروازوں سے لپٹ کر روتی ٹھٹھرتی کانپتی یادوں سے بھی زیادہ بدتر بنا کر رکھی۔ میرے خداوند نے چاہا تو خزر کے خاقان شالی کی حالت اس سے بھی بدتر ہو کر رہے گی۔''

اسمٰعیل جب خاموش ہوا تو کس قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

''امیر! شالی اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے پڑاؤ پر شب خون بھی مار سکتا ہے۔'' اسمٰعیل کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

''نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتا اس لئے کہ میرے لشکر کے پڑاؤ کے اطراف میں لگ بھگ دو دو فرسنگ کے فاصلے پر میرے لشکر کے مخبر طلایہ گر اور نقیب پھیلے ہوئے ہیں اگر کوئی قوت ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے تو وہ لوگ بروقت ہمیں مطلع کر سکتے ہیں۔''

اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد شاریہ نے کچھ سوچتے ہوئے اسمٰعیل کو مخاطب کیا۔

''آپ کے آنے سے پہلے میں عم عطریف سے ان کے گھر سے متعلق سوالات کر رہی تھی مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے لیکن یہ جان کر خوشی بھی ہوئی کہ دونوں میاں بیوی آپ لوگوں کے ہاں رہتے ہیں۔ ابھی ان سے میں نے سوال و جواب کا سلسلہ پورا نہیں کیا تھا کہ آپ آ گئے اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے بھی چند سوال کر سکتی ہوں۔'' اسمٰعیل نے بڑے غور سے شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اگر سوال برا ماننے والے ہیں تو میں برا مانوں گا۔'' شاریہ پہلے کی نسبت سنجیدہ ہو گئی

کہنے لگی۔

''میں سوالات آپ کی ذات سے متعلق نہیں آپ کے گھرانے سے متعلق کرنا چاہتی ہوں اگر واقعی آپ برا مانیں گے تو نہیں پوچھوں گی۔'' اسمٰعیل ہنس دیا اور کہنے لگا۔

''بی بی ہم لوگوں نے برا کیا ماننا ہے تم جو چاہے پوچھو بغیر برا مانے تمہیں جواب دیں گے۔'' اس پر شاریہ کو کچھ حوصلہ ہوا کہنے لگی۔

''کیا آپ بتائیں گے کہ آپ گھر کے کتنے افراد ہیں۔'' اسمٰعیل مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''ہم گھر کے چھ افراد ہیں۔ میں میرا چھوٹا بھائی ابراہیم بن قاسم، میرا باپ قاسم میری چھوٹی ننھی بہن سارا عم عطریف اور ان کی بیوی اور ہماری خالہ رویان۔''

اسمٰعیل بن قاسم کے خاموش ہونے پر فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

''میں آپ کی ذات اور آپ کے جواب دینے پر جس قدر بھی فخر کروں میرے خیال میں کم ہے۔ اس لیے کہ سب سے خوشی کی بات یہ کہ عطریف اور ان کی بیوی دونوں کو آپ اپنے اہلِ خانہ میں شمار کرتے ہیں۔'' اسمٰعیل پھر ہنس دیا۔

''ہم شامل کریں نہ کریں یہ ہمارے گھرانے کا ایک حصہ ہیں۔ یوں جانو ان دونوں میاں بیوی کے بغیر ہم چاروں نامکمل ہیں۔ اب میں آپ سے ایک اور سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ وہ یوں کہ بغداد میں جو شاہی طبیب جرائیل وہ ہمارا قریبی عزیز ہے لیکن نہ میں نے اسے شکل سے کبھی دیکھا نہ وہ شکل سے مجھے پہچانتے ہیں۔ میرے بابا انہیں جانتے تھے وہ میرے بابا کے عزیز ہیں اور اب جبکہ میرے باپ فوت ہو چکے ہیں تو کیا میں آپ سے سوال کر سکتی ہوں کہ محترم جرائیل کے کتنے بیٹے بیٹیاں ہیں۔'' کچھ سوچتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''طبیب جرائیل کا ایک ہی بیٹا ہے اور نام اس کا عیسیٰ ہے اس کے علاوہ نہ اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی عیسیٰ کی شادی ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں اس کی شادی کو چند ماہ ہی ہوئے ہیں وہ گھر کے تین ہی افراد ہیں خود جرائیل اس کا بیٹا عیسیٰ اور اس کی بیوی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی اس کے بعد اسمٰعیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

''کیا تم اکیلی اس خیمے میں رات کو رہ لوگی۔'' شاریہ چونک پڑی کہنے لگی۔

''اگر ایسا ہے تو میں آپ دونوں کے ساتھ جاؤں گی میں اکیلی تو کبھی بھی اس خیمے میں رات بسر نہیں کروں گی۔ مجھے تو نیند ہی نہیں آئے گی۔ ایک سردی ہے اس سے کانپتی رہوں

گی دوسرے خوف اور ڈر کے مارے لرزتی رہوں گی۔'' اسمٰعیل ہنس دیا کہنے لگا۔

''سردی کا تو تھوڑی دیر تک سد باب ہو جائے گا ابھی خیمے میں دہکتے ہوئے انگاروں کی انگیٹھی آ جائے گی۔ خیمے کے اس کونے میں لکڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ ساری رات ہلکی ہلکی آنچ میں انگیٹھی جلتی رہے گی اور اس سے خیمہ گرم رہے گا۔ لہٰذا سردی کا تو تم بالکل فکر نہ کرو۔''

شاریہ بیچ میں بولتے ہوئے کہہ اٹھی۔ ''چلو سردی کی تو میں کوئی پروا نہیں کرتی ٹھٹھر ٹھٹھر کر بھی رات بسر کرلوں گی لیکن میں اکیلی تو نہیں رہ سکتی اور پھر آپ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ اور عم عطریف کہاں جا رہے ہیں۔

''ہم نے کہیں بھی نہیں جانا۔ میں آج کی رات اپنے سالار خزیمہ بن خازم کے خیمے میں بسر کرلوں گا۔ ایسا ہم تمہاری خاطر کر رہے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ خیمے میں ہم بھی تمہارے ساتھ رہیں ہو سکتا ہے۔ ہمارے ایسا کرنے کو تم معیوب جانو۔''

بڑی فراخدلی اور کسی قدر مسکراہٹ میں شاریہ کہنے لگی۔ ''میں معیوب نہیں جانوں گی آپ دونوں یہیں اسی خیمے میں رہیں گے خیمہ کافی بڑا ہے ایک طرف آپ دونوں سو جائیے دوسری طرف میں بستر میں گھس کر پڑی رہوں گی لیکن میں بہر حال اکیلی نہیں رہوں گی۔''

اس پر اسمٰعیل نے عطریف کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بابا میں خزیمہ بن خازم سے کہہ آیا ہوں کہ میں آج کی رات اس کے خیمے میں بسر کروں گا تم ایسا کرو تم یہاں میرے خیمے میں سو رہو تمہاری موجودگی میں شاریہ کم از کم ڈر اور خوف محسوس نہیں کرے گی۔''

یہاں تک کہتے کہتے اسمٰعیل کو رک جانا پڑا کہ ایک نوجوان خیمے میں داخل ہوا اور دہکتے ہوئے انگاروں سے بھری انگیٹھی اس نے ان تینوں کے بیچ میں لا کر رکھ دی تھی جب وہ چلا گیا تب شاریہ بول اٹھی۔

''امیر اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ میری موجودگی میں آپ اس خیمے میں رہتے ہوئے اپنی توہین اور اپنی بے عزتی خیال کرتے ہیں۔'' اسمٰعیل بن قاسم ہنس دیا کہنے لگا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں میں تو صرف تمہارے سکون اور آسودگی کے لیے کہہ رہا تھا کہ شاید ہماری موجودگی کی وجہ سے تم پُرسکون نیند نہ کر سکو میں خزیمہ کو پیغام بھجوا دیتا ہوں کہ میں اور عطریف دونوں اپنے خیمے میں رات بسر کریں گے۔''

جواب میں شاریہ کچھ نہ کہہ سکی اس لیے کہ اسی لمحہ عطریف نے آگ بھری انگیٹھی کے پاس کھانے کے برتن رکھ دیئے تھے تینوں نے مل کر کھانا کھایا اگلے روز شاریہ ایک محافظ دستے کے ساتھ کوہستان ارارات کے دامن سے باکو شہر کی طرف کوچ کر چکی تھی۔



اسمٰعیل بن قاسم کے مقرر کردہ دستے کے مسلح جوانوں کے ساتھ شاریہ ایک روز باکو شہر کے مغربی کلیسا میں داخل ہوئی۔ ابھی وہ کلیسا کی اندرونی عمارت کی جو سیڑھیاں تھیں۔ ان کے قریب ہی پہنچی تھی کہ اندر سے برسک بھاگتا ہوا نکلا بہن بھائی ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ برسک بیچارا شاریہ سے گلے مل کر سسک سسک کر روتا رہا۔ شاریہ نے اسے تسلی دے کر سنبھالا جب وہ علیحدہ ہوا تب دونوں بہن بھائی عمارت میں داخل ہوئے کلیسا کے کارندے بھی ان کے گرد جمع ہو گئے تھے اس موقع پر شاریہ نے برسک کو مخاطب کیا۔

''برسک میرے بھائی کلیسا میں جو ہماری نقدی ہے وہ لو اور یہاں سے چلیں۔ دیکھو صحن میں مسلح جوان کھڑے ہیں وہ ہم دونوں بہن بھائی کا انتظار کر رہے ہیں۔''

بڑے غور سے شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے برسک نے پوچھ لیا۔ ''کہاں چلیں؟''

''گھوڑوں کی نعل بندی کرنے والے ثمامہ بن سلیمان کے ہاں میں سمجھتی ہوں کلیسا کی نسبت ہم دونوں بہن بھائی وہاں زیادہ محفوظ رہیں گے۔'' جواب میں برسک گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا کہ شاریہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''تم نے ابھی تک پوچھا نہیں مجھے کون لوگ اٹھا کر لے گئے مجھ پر کیا بیتی کس نے مجھے ان شیطانوں سے رہائی دلائی۔''

اس پر برسک نے بڑے پیار سے شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ''میری بہن! کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت وہ ستم گر لوگ مجھے باندھ کر چلے گئے تھے تو ان لوگوں نے مجھے کھول دیا تھا کلیسا کا ایک شخص میری بہن کی مدد کرنے کے لیے اسمٰعیل بن قاسم کی طرف چلا گیا تھا میں غلطی پر نہیں تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری بہن کی مدد کرنے والا اسمٰعیل بن قاسم کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔'' شاریہ مسکرا دی اس نے آگے بڑھ کر برسک کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگی۔

''تمہارا اندازہ میرے بھائی! درست ہے میں نے ان سے کہا تھا کہ ہم دونوں بہن بھائی کلیسا کے بجائے ثمامہ بن سلیمان کے ہاں قیام کریں گے۔'' ساتھ ہی اس پر جو بیتی تھی اس کی روداد بھی اختصار کے ساتھ کہہ دی تھی۔

پھر جلدی جلدی دونوں بہن بھائی نے کلیسا کے اندر جو سامان اور نقدی تھی وہ لی اور مسلح جوانوں کے ساتھ ہو لئے تھوڑی دیر بعد وہ ثمامہ بن سلیمان کی حویلی پر دستک دے رہے تھے۔

دروازہ جب کھلا تو انہوں نے دیکھا کہ دروازہ کھولنے والا ثمامہ بن سلیمان تھا دروازے پر جب اس نے شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی کو دیکھا تو وہ بڑے خوش کن انداز میں ان دونوں سے ملا۔ شاریہ کو مخاطب کر کے وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جو محافظ انہیں اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ان کا سرخیل شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری عزیز بہن! آپ دونوں بہن بھائی یہاں محترم ثمامہ بن سلیمان کے ہاں قیام کریں میں اور میرے ساتھی پہلے یزید بن غزدان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جو پیغام اسمٰعیل بن قاسم نے ان کے نام دیا ہے اسے پہنچانے کے بعد ہم شیردان اور بوفون کے جو ساتھی اس شہر میں موجود ہیں ان سے نمٹیں گے آپ دونوں بہن بھائی فکر مند نہ ہوں یہاں آپ کی حفاظت کا بہترین اہتمام کیا جائے گا۔ ہمارے ساتھیوں میں دو یا تین ہمہ وقت آپ لوگوں پر نگاہ رکھیں گے اور آپ کی حفاظت کا سامان کریں گے۔'' اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی حویلی میں داخل ہوئے ثمامہ بن سلیمان نے دروازہ بند کیا اتنی دیر تک اس کی بیوی برصومہ بھی حویلی کے صحن تک آ گئی تھی شاریہ اور برسک کو دیکھا تو بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور ان کو گلے لگا کے ملی پھر سب دیوان خانے میں جا کے بیٹھ گئے تھے۔

نشست سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے گفتگو کا آغاز ثمامہ بن سلیمان نے کیا تھا شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''بیٹی تمہارے کلیسا سے اٹھائے جانے پر میں اور میری بیوی دونوں فکر مند اور پریشان تھے۔ ہماری بدقسمتی کہ ہم کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ بیٹی جو کچھ تجھ پر بیتی وہ تفصیل سے بتا۔'' شاریہ نے کلیسا سے اٹھائے جانے سے لے کر شیروان اور اس کے ساتھیوں کے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہونے اور پھر راستے میں اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھیوں کے ساتھ نمودار ہونے اور شیروان اور اس کے ساتھیوں کی گرفت سے آزاد کرانے اور ان دونوں کے قتل ہونے کے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ کہہ ڈالے تھے۔

شاریہ جب خاموش ہوئی تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ثمامہ بن سلیمان کہنے لگا۔

''میری بیٹی! تمہاری ان باتوں سے مجھے سب سے اچھی جو بات لگی ہے وہ یہ ہے کہ تم نے اسمٰعیل بن قاسم سے کہہ کر قیام کے لیے کلیسا پر میرے گھر کو ترجیح دی۔ میری اور میری بیوی کی نظروں میں تم دونوں کی حیثیت بیٹی اور بیٹے کی سی ہے۔ اللہ پاک نے ہم دونوں میاں بیوی کو اولاد نہیں دی اور ہم بھی سمجھ گئے کہ اللہ نے ہم دونوں میاں بیوی کو پلے پلائے دو بچے عنایت کر دیئے ہیں۔ یہ اس کی مہربانی ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ثمامہ بن سلیمان جب خاموش ہوا تب شاریہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر نقدی کی ایک تھیلی اس کی گود میں رکھ دی تھیلی کھول کر ثمامہ نے اس کا جائزہ لیا پھر اس کا منہ بند کر دیا اور جواب طلب انداز میں شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی یہ کیا ہے؟'' شاریہ نے اس موقع پر کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''بابا! نقدی کی یہ تھیلی امیر اسمٰعیل بن قاسم نے اس وقت مجھے دی تھی جب میں اور میرے بھائی برسک دونوں نے کلیسا میں قیام کیا تھا۔ اب نقدی کی یہ تھیلی میں آپ کے حوالے کرتی ہوں۔ اس میں سے آپ گھر کے اخراجات پورے کریں گے۔'' جواب میں ثمامہ بن سلیمان مسکرا دیا۔

''میری بچی یہ بھی تم نے خوب کہا گھر کے اخراجات تو میں نعل بندی سے پورے کر لیتا ہوں۔ اچھی خاصی رقم پس انداز بھی کر لیتا ہوں۔ میری بچی تم دونوں کے آنے سے جس قدر خوشی مجھے اور میری بیوی کو ہے۔ اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ نقدی کی یہ تھیلی میرے پاس تمہاری امانت کی حیثیت سے رہے گی۔ جب تم کہیں جانا چاہو گی تو بیٹی نقدی کی یہ تھیلی تمہارے ساتھ جائے گی۔ یوں جانو تم دونوں کے آنے سے جو خوشی جو ذہنی و قلبی سکون مجھے اور میری بیوی کو حاصل ہوا اس کے ہم بڑی مدت سے منتظر تھے۔

بیٹی میں جانتا ہوں تم دونوں بہن بھائی کی منزل بغداد ہے۔ میرے بچو مجھے اس بات کا بھی بے حد صدمہ اور سخت دکھ و غم ہے کہ آتش پرستوں نے تمہارے باپ کے علاوہ تمہارے میزبان کا بھی خاتمہ کر دیا۔ بھلا ہو اس اسمٰعیل بن قاسم کا اس نے ان سے تمہارا خوب انتقام لیا اب جو مسلح جوان تمہیں لے کر آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ یزید بن غزوان سے مل کر اس شہر میں شیروان اور بوفون کے جو ساتھی ہیں ان سے نمٹیں گے۔ میرا خیال ہے اس طرح اس شہر میں کسی حد تک امن اور آشتی ہو جائے گی۔ اس لیے کہ ان اوباش آتش پرستوں نے باکو شہر میں ایک طرح کا بے راہ روی کا کہرام کھڑا کر رکھا تھا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ثمامہ بن سلیمان تھوڑی دیر کے لیے رکا کچھ سوچا پھر وہ شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میری بچی! کیا تم مجھے نزر کے خاقان شالی کے خلاف اسمٰعیل بن قاسم کی مہموں کی تفصیل نہیں بتاؤ گی۔'' ثمامہ بن سلیمان کے اس سوال پر شاریہ کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''بابا یوں جانیں خاقان شالی کے خلاف اسمٰعیل بن قاسم بہترین انداز میں کامیاب اور فتح مند رہے ہیں۔ اب تک وہ شالی کے چار عساکر کو بدترین شکست دے چکے ہیں جس دن میں امیر کے لشکر میں داخل ہوئی تھی۔ اسی دن شالی کا ایک قاصد آیا تھا۔ شالی نے ایک خط کے ذریعے امیر کو دھمکی دی ہے اور عنقریب وہ امیر کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے والا ہے۔ اب دیکھیں اس متوقع جنگ کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔'' شاریہ سے تفصیل جان کر ثمامہ بن سلیمان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر دوبارہ وہ بول اٹھا۔

''بیٹی! جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے اس کے مطابق باکو شہر تمہاری منزل نہیں تھی۔ تم دونوں نے اپنے باپ کے ساتھ بغداد کا رخ کرنا تھا۔ جہاں خلیفہ کا طبیب جبرائیل نہ صرف تمہارا جاننے والا ہے بلکہ قریبی عزیز ہے۔ اب جب کہ حالات پلٹا کھا چکے ہیں تمہارا باپ مارا جا چکا ہے تو میری بیٹی کیا تم امید کرتی ہو کہ تم بغداد میں جبرائیل کے پاس رہ سکو گی۔ وہ تم دونوں کی پذیرائی کرے گا۔ تمہارے باپ کے مارے جانے کے بعد تم دونوں کو اہمیت دے گا۔'' اس پر شاریہ کہنے لگی۔

''بابا! جبرائیل مجھے اور میرے بھائی کو شکل سے نہیں جانتا وہ ہمارا قریبی عزیز ہے اور رشتہ دار ہے۔ اسے جب ہمارے حالات کا علم ہو گا تو مجھے یقین ہے وہ ہماری پذیرائی کرے گا۔ ہم دونوں بہن بھائی کو اپنے ہاں رکھنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ بابا اگر اس نے ہم دونوں بہن بھائی کو رکھنے پر آمادگی ظاہر نہ کی تب بھی میں زیادہ فکر مند نہیں ہوں۔ اگر اس نے ہم دونوں بہن بھائی سے اجنبیت کا اظہار کیا تو میں امیر اسمٰعیل بن قاسم سے گزارش کروں گی کہ وہ بغداد شہر میں ہم دونوں بہن بھائی کے قیام کا بندوبست کر دیں اور مجھے امید ہے کہ امیر مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

بابا قسطنطنیہ تو ہم واپس نہیں جا سکتے۔ وہاں ہمارے عزیز و اقارب ہیں بہت سے رشتہ دار ہیں۔ لیکن جب تک نسی فورس زندہ ہے وہ ہماری جانوں کے در پے رہے گا۔ لہٰذا واپس قسطنطنیہ جانے کا تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔

جہاں تک اس شہر باکو میں رہنے کا تعلق ہے یہاں بھی حالات ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ ہماری وجہ سے شیروان اور بوفون کے علاوہ بہت سے آتش پرست مارے جا چکے

ہیں۔ شیروان اور بوفون کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ وہ ان آتش پرستوں کے سرکردہ تھے جنہوں نے اوباشی اختیار کر رکھی تھی یزید بن غزوان نے اگر ان کے باقی مسلح ساتھیوں کا بھی خاتمہ کر دیا تب بھی اس شہر میں ہم دونوں بہن بھائی کو خطرہ رہے گا کہ شیروان اور بوفون کی باقیات میں سے کوئی نہ کوئی اٹھ کھڑا ہو گا ہم دونوں بہن بھائی کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے لہٰذا ہم نہ قسطنطنیہ واپس جا سکتے ہیں نہ ہاکو میں قیام کر سکتے ہیں اب بغداد ہی ہماری آخری منزل ہے۔'' شاریہ جب خاموش ہوئی تب برصومہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''تم دونوں بہن بھائی! بابا! کے پاس بیٹھ کر باتیں کرو میں تم دونوں کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں۔''

اس پر شاریہ فوراً جست لگانے کے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ برصومہ کا بازو اس نے پکڑ لیا۔ پھر کہنے لگی۔

''ماں! آج کے بعد گھر میں آپ کوئی کام نہیں کیا کریں گی سارے کام میں نمٹا لوں گی۔ آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میرے ساتھ مطبخ میں چلیں مجھے ساری چیزوں کے متعلق بتا دیں کھانا میں خود تیار کروں گی۔'' شاریہ کے ان الفاظ سے برصومہ خوش ہو گئی تھی پھر وہ دونوں دیوان خانے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔

☼......☼

خاقان شالی کے قاصد کے آنے اور پھر اسمٰعیل بن قاسم کے جواب لے جانے کے بعد شالی نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ کوہستان ارارات کا رخ کیا تھا۔ تاکہ اسمٰعیل بن قاسم پر ضرب لگا کر اس کے ہاتھوں تباہ و برباد ہونے والے اپنے لشکروں کا انتقام لے سکے۔

اسمٰعیل بن قاسم کے مخبر بھی پوری طرح متحرک تھے وہ شالی کی نقل و حرکت سے اسے آگاہ کر رہے تھے اسمٰعیل بن قاسم کو جب خبر ہوئی کہ اس پر حملہ آور ہونے کے لیے شالی قریب آ گیا ہے تب جس جگہ اس نے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے اس نے پڑاؤ اٹھایا اور کوہستان ارارات کے قریب ہوا۔ وہاں اس نے ایک جگہ کا انتخاب کیا۔ وہ ایسی جگہ تھی جس کے پیچھے دو بڑے ٹیلے تھے اور ان کے درمیان میں درے کی صورت میں ایک کافی کھلا اور وسیع راستہ کوہستانی سلسلے کے اندر گھستا تھا۔

ان دو ٹیلوں کے سامنے خاقان شالی کا استقبال کرنے کے لیے اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے لشکر کو استوار کر لیا تھا۔

شالی اپنے مخبروں کی رہنمائی میں وہاں پہنچا اور آتے ہی اس نے لشکر کا پڑاؤ کیا اور پھر جنگ کی ابتداء کرنے کے لیے صفیں درست کرنے لگا تھا۔

وہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کافی کم ہے۔ آتے ہی ضرب لگا کر وہ اپنے لیے فوائد حاصل کرنا چاہتا تھا اور اپنے تباہ ہونے والے لشکریوں کا انتقام لینے کے لیے انتہائی بے چین ہو رہا تھا۔

جنگ کی ابتداء خاقان شالی نے کی اور وہ اسمٰعیل بن قاسم کے لشکر پر نفس کی ملامتوں میں اضافہ کرتی ہوس کی خواہشوں خوف کے جلتے دشت میں خناس کے وسوسوں اور بستی بستی قریہ قریہ رقص کرتی درد کی ہجر کہانیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم نے بھی بڑے خوبصورت انداز میں اپنی کارروائی کی

ابتدا کی تھی۔ اور وہ بھی شالی کے لشکر پر وقت کے حجلہ تاریک سے نکلتے موت کے الجھتے ریشم تخیل کی تشکیل میں سرایت کر جانے والی آتش ہجراں اور سنسار کی رن بھوی میں وقت کی یلغار کی طرح انقلاب برپا کر دینے والے عذاب و کرب کے لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کچھ دیر ہولناک رن پڑا میدان جنگ کے اندر چار سو غول و بد روح آسیب و چھلاوے وہم و وحشت لہر عصیان صحرم و صرصر سے جذبے اور دل آشوب مناظر پھیلاتی کوبہ کو پھیلتی برہمی رقص کرتی رہی۔

پھر اچانک اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم نے پسپا ہونا شروع کیا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ خاقان شالی کے لشکر کا دباؤ نہ برداشت کر سکتے ہوں۔ اور اس دباؤ کو کم کرنے کے لیے پیچھے ہٹے ہوں۔ اس موقع پر شالی اور اس کے لشکری نے بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اب مسلمانوں کے لشکر کو پسپا کرنا اور شکست دینا اتنا مشکل نہیں ہو گا۔ جب اپنے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل بن قاسم نے پسپا ہونا شروع کیا تب شالی اور اس کے لشکریوں نے اپنے حملوں میں اور زیادہ تیزی اور شدت پیدا کر لی تھی۔

اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم دونوں اپنے لشکروں کو لے کر ٹیلوں کے بیچ و بیچ پیچھے ہٹے۔ شالی کا لشکر جب دونوں ٹیلوں کے بیچ جو کھلا وسیع درہ تھا اس میں آیا تب ایک خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

شالی اور اس کے لشکریوں نے محسوس کیا جیسے دونوں ٹیلوں کے درمیان زیست کو قیامت کا ہنگامہ بناتی محرومیوں کی نامہربانیاں گردش میں آ گئی ہوں یا خراب و خستہ بدحال و بے نوا کر کے 'ور رگوں میں زہر کا خون بھرتے لافنا ہیولے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اس لیے کہ درے کے دونوں جانب جو ٹیلے تھے ان کے اوپر سے شالی کے لشکر پر اس تیزی سے تیر اندازی کی گئی تھی کہ شالی کے لشکر کی اگلی کئی صفیں ادھڑ کر رہ گئی تھی۔ اس کے بعد تیر اندازی پچھلی صفوں پر بھی شروع ہو گئی تھی۔

اس اچانک تیر اندازی نے شالی کے لشکر میں ایک ہلچل برپا کر کے رکھ دی تھی لگتا تھا یہ سب کچھ اسمٰعیل بن قاسم نے ایک سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کیا تھا اور جان بوجھ کر پسپا ہوا تھا تاکہ شالی کے لشکر اس کے ان تیر اندازوں کی زد میں آئیں جو پہلے سے اس نے ٹیلوں پر گھات میں بٹھا رکھے تھے۔

اپنی اگلی کئی صفوں کے نقصان ہونے اور اس کے بعد پچھلی صفوں پر بھی تیر اندازی

ہونے کے باعث شالی کے لشکر نے پیش قدمی بند کر دی تھی اب وہ ایک جگہ رک گئے تھے بلکہ کئی صفیں پیچھے ہٹنا شروع ہو چکی تھیں۔

اس سے ایک اور نئی چیز رونما ہوئی وہ یہ کہ اسمٰعیل بن قاسم نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ جو حصہ وہ بغداد سے لے کر آیا تھا وہ اس نے اپنی کمان داری میں رکھا جو حصہ خزیمہ بن خازم نصیبین سے لایا تھا وہ اس کی کمان داری میں رہنے دیا گیا بائیں جانب کے ٹیلے کے اوپر سے خزیمہ بن خازم نے چکر لگایا اور جو ٹیلا دائیں ہاتھ میں تھا اس پر سے چکر لگاتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم شالی کے لشکر کے پہلو پر زیست کی بے شالی کے قصے گھڑے کرتی نفرتوں صدیوں کے پرحول عذابوں کی طرح موت کے عناصر اور لمحوں کے ارم کو جہنم بنا دینے والے صدیوں کے پرہول عذابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اتنی دیر تک بائیں جانب کے ٹیلے سے کاوا کاٹتے ہوئے خزیمہ بن خازم بھی شالی کے لشکر کے دوسرے پہلو پر خراب و خستہ اور بے نام مسافتوں کو زیست کا عنوان بناتے بدنصیبی کے اولوں کی بارش اور منفی عمل کو اپنی فطرت بناتے تحریر کے جنون کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اب ایک بار پھر جبل ارارات کے دامن میں سانسوں کے تسلسل میں لہو لہو حروف بھرنے لگے تھے۔ چار سو ہر نہر کو بے اثر کرتی آسیب اثر موت کی اندھی چاپ اور مرگ کی موجوں کا ایک نہ ختم ہونے والا تجسس اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اب ایک طرح سے شالی کے لشکر پر تین اطراف سے حملہ ہو چکا تھا دائیں پہلو پر اسمٰعیل بن قاسم ضرب لگا رہا تھا بائیں پہلو سے خزیمہ بن خازم ان کی تعداد کم کر رہا تھا اور سامنے کی طرف سے اسمٰعیل بن قاسم کے وہ تیر انداز جو کوہستانی سلسلے کے اوپر گھات میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے تیز تیر اندازی کرتے ہوئے بڑی تیزی سے شالی کے لشکر کی تعداد کم کرنی شروع کر رکھی تھی۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد خاقان شالی کو بدترین شکست اٹھانا پڑی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم نے شالی کا تعاقب شروع کیا۔ اپنے اور دشمن کے پڑاؤ پر نظر رکھنے کے لیے کچھ دستے پیچھے چھوڑے یہ تعاقب کافی دور تک جاری رہا یہاں تک کہ شالی کے ساتھ گنتی کے چند مسلح جوان رہ گئے جن کے ساتھ وہ بڑی مشکل کے ساتھ اپنی جان بچا کر اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ پھر تعاقب ترک کر کے اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں کوہستان ارارات کے دامن میں شالی کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔

وہاں اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ چند روز تک وہاں قیام کر کے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل بن قاسم نے آرمینیا کے اندرونی حصوں کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی۔ ساتھ ہی اس نے تیز ترین قاصد باکوشہر کی طرف بھجوائے اور یزید بن غزوان کو بھی وہاں بلا لیا تھا۔

اسمٰعیل بن قاسم نے چند روز مزید یہاں قیام کیا آرمینیا کے حالات کو بہتر انداز میں درست کیا۔ جب دیکھا کہ اب کوئی تخریبی قوت وہاں نہیں رہی تب آرمینیا کا حاکم یزید بن غزوان کو مقرر کرنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم اور خزیمہ بن خازم باکوشہر کی طرف چلے گئے تھے۔ جب کہ یزید بن فرید نے بڑی تیزی سے نئے لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت کا کام شروع کر دیا تھا۔

ایک روز مغرب کی نماز کے بعد ثمامہ بن سلیمان کی بیوی برصومہ اور شاریہ دونوں مطبخ میں کھانا تیار کرنے میں مصروف تھیں جبکہ ثمامہ بن سلیمان اور برسک دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

دستک کی اس آواز پر باورچی خانے میں ڈر و خوف کے مارے شاریہ چونک سی پڑی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے برصومہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''بیٹی! اب باکو میں وہ پہلے جیسے حالات نہیں رہے۔ میں دیکھتی ہوں دروازے پر دستک ہونے کے باعث تمہارا رنگ پیلا ہو گیا ہے۔ بیٹی! اب تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے شروان اور بوفون کے سارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور اب باکوشہر میں تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

برصومہ جب خاموش ہوئی تب باورچی خانے سے شاریہ نے دیکھا۔ ثمامہ بن سلیمان دروازہ کھولنے کے لئے صدر دروازے کی طرف گیا تھا۔

برصومہ اور شاریہ دونوں نے کام چھوڑ دیا تھا اور صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھیں کہ کون دستک دے رہا ہے۔ ساتھ ہی برسک دیوان خانے سے باہر آ کر صحن میں کھڑا ہو گیا تھا۔

ثمامہ بن سلیمان نے جب دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا حویلی کے دروازے پر اسمٰعیل اور عطریف کھڑے تھے۔ ثمامہ بن سلیمان پر جوش انداز میں دونوں سے ملا پھر وہ حویلی میں داخل ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے۔ برصومہ، شاریہ اور برسک تینوں بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ برسک پہلے ہی صحن میں کھڑا تھا۔ برصومہ اور شاریہ بھی مطبخ سے نکل

کر صحن میں آ گئی تھیں ثمامہ بن سلیمان کے ساتھ اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں صحن کے وسط میں آئے تو سب سے پہلے شاریہ نے اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''امیر آپ کیسے ہیں؟'' جواب میں اسمٰعیل بن قاسم مسکرایا کہنے لگا۔

''میں اور عطریف تم دیکھتی ہو ٹھیک ہیں ہم تم دونوں بہن بھائی کا احوال جاننے کے لیے آئے ہیں۔''

اس پر شاریہ نے بھی خوش کن انداز میں پہلے اپنے پھر برسک کے سراپا پر نظر دوڑائی اور کہنے لگی۔ ''ہم دونوں بہن بھائی بھی ٹھیک ہیں۔''

شاریہ جب خاموش ہوئی تب برصومہ نے اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کیا۔ ''بیٹے میرا اندازہ ہے کہ تم دونوں نے ابھی کھانا نہیں کھایا اگر آج شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ تو میں سمجھوں کہ یہ ہمارے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔'' اس پر مسکراتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم کہنے لگا۔

''اماں! کھانا تو ابھی تک ہم دونوں نے نہیں کھایا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ دونوں کو زحمت ہو گی۔ آپ ہمارے لیے کھانا نہ ہی تیار کریں تو اچھا ہے۔ ہم دونوں جا کے مستقر میں کھانا کھا لیں گے بس ہم نے تھوڑا سا وقت لینا ہے اور ایک موضوع پر شاریہ سے گفتگو کرنی ہے۔''

برصومہ کے بجائے شاریہ شکوہ بھری آواز میں کہنے لگی۔ ''زحمت کیسی جس وقت آپ نے دروازے پر دستک دی تھی میں اور اماں کھانا تیار کر رہی تھیں آپ بابا اور برسک کے ساتھ دیوان خانے میں پہنچیں۔ میں اور اماں کھانا تیار کر لیں پھر دیوان خانے میں ہی بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی شاریہ نے برصومہ کا ہاتھ پکڑا اور مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔ ثمامہ بن سلیمان اور برسک اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف کو لے کر دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

جلد ہی دونوں نے کھانا تیار کیا پھر دیوان خانے میں کھانا لگایا سب نے پر سکون ماحول میں کھانا کھایا۔ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی کھانے کے خالی برتن مطبخ میں رکھنے کے بعد دوبارہ دیوان خانے میں آ کے بیٹھ گئے۔ تب شاریہ نے اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''امیر! ہم سب کھانے سے فارغ ہو چکے ہیں اب آپ کہیں آپ ہم سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' جواب میں اسمٰعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''دیکھو شاریہ میں جس مہم کو سر کرنے بغداد سے آرمینیا آیا تھا اسے میں مکمل کر چکا ہوں اس مہم میں میری مدد کرنے کے لیے اور میرے ساتھ نائب کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے خزیمہ بن خازم ایک لشکر لے کر نصیبین سے آیا تھا۔ وہ کل صبح ہی صبح لشکر لے کر نصیبین کی طرف چلا جائے گا۔ میں بھی کل اپنے حصے کے لشکر کو ساتھ لے کر بغداد شہر کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ آرمینیا میں پہلے سے جو لشکر موجود تھا اور خاقان شالی کی وجہ سے ادھر اُدھر بکھر گیا تھا اسے یکجا کر دیا گیا ہے ان کی کمان داری اب یہاں کا والی یزید بن غزوان کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کے لیے مزید لشکری بھرتی کرنے شروع کر دیئے ہیں جن کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ اب میں تم دونوں بہن بھائی سے یہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں کہ کیا کل تم دونوں بہن بھائی ہمارے ساتھ بغداد کی طرف کوچ کرو گے یا مستقل طور پر یہاں باکو شہر میں رہنا پسند کرو گے۔''

اسمٰعیل بن قاسم کے اس سوال پر شاریہ تڑپ سی اٹھی تھی فوراً کہنے لگی۔

''امیر! میرا اور میرے بھائی کا باکو شہر میں کیا کام میں اور میرا بھائی دونوں بابا اور اماں برصومہ کے انتہائی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنے ہاں رکھا پناہ دی اور ساتھ ہی میں آپ کی بھی احسان مند ہوں جس کے لیے میں الفاظ استعمال نہیں کر سکتی کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ دوبارہ میری حفاظت کی میرے بھائی کو محفوظ رکھا اور پھر یہ کہ یہاں بابا کے ہاں کچھ مسلح جوانوں کو مقرر کیا تا کہ وہ ہماری حفاظت کا سامان کریں اس کے لیے میں جس قدر بھی آپ کا شکریہ ادا کروں میں سمجھتی ہوں اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔'' شاریہ کے خاموش ہونے پر اسمٰعیل بن قاسم مسکرایا کہنے لگا۔

''اس سلسلے میں اول تمہیں شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے دوئم یہ کہ میں نے کوئی اتنا بڑا معرکہ سر نہیں کیا۔ تمہاری حفاظت کا سامان میں نہ کرتا تو اللہ کا کوئی اور بندہ کر دیتا۔ اس کے لیے تمہیں کسی کا شکرگزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال میں کل یہاں سے کوچ کروں گا۔'' اسمٰعیل بن قاسم کو رک جانا پڑا کیونکہ بیچ میں شاریہ بولی اور کہنے لگی۔

''اور ہم دونوں بہن بھائی! کی طرف سے جواب یہ ہے کہ کل ہم بھی آپ کے ساتھ بغداد روانہ ہوں گے اور وہاں خلیفہ کے طبیب جبرائیل کے ہاں قیام کریں گے جو ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔'' شاریہ جب خاموش ہوئی تب پہلی بار عطریف اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''شاریہ میری بیٹی! جو کچھ اسمٰعیل نے تم سے کہنا تھا کہہ چکا۔ اور جو تم کہنا چاہتی تھی تم

بھی کہہ چکی ہو۔ اب اگر تم لوگ اجازت دو۔ تو میری بچی میں بھی تم سے ایک موضوع پر گفتگو کروں۔ اس موضوع پر میں پہلے اسمٰعیل سے بات کر چکا ہوں۔ اس نے میری اس تجویز سے اتفاق بھی کیا ہے۔ اسی موضوع پر میں تم سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں اگر تم چاہو تو مجھے بعد میں جواب دے سکتی ہو۔ اپنے بھائی برسک سے بھی مشورہ کر لینا۔ دراصل بات یہ ہے کہ تم دونوں بہن بھائی طبیب جبرائیل کے ہاں قیام کرنا چاہتے ہو ساتھ ہی تم یہ انکشاف بھی کر چکے ہو کہ جبرائیل کو نہ تم نے شکل سے دیکھا ہے نہ وہ تم دونوں بہن بھائی کو پہچان سکتا ہے نہ تم سے شناسا ہے صرف تمہارے باپ کو پہچانتا ہے جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

میری بچی اس موقع پر میں جو کہنا چاہتا ہوں یاد رکھنا اس میں میرا کوئی لوبھ لالچ یا کوئی میری مرضی مفادات اس میں نہیں ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ جیسا میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہماری کوئی اولاد نہیں ہے میں پہلے غلام تھا۔ اسمٰعیل بن قاسم کے باپ کی مہربانی کہ مجھے آزاد کرا دیا اور میری شادی کا بھی اہتمام کیا اب آگے میرے خداوند کریم کو منظور نہیں تھا کہ ہم دونوں میں اولاد ہو میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ بیوی میری ہم عمر ہی ہے۔ جو مطلب کی بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تم بے شک یہاں جانے کے بعد طبیب جبرائیل کے ہاں قیام کرنا۔ لیکن بیٹی میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر کسی موقع پر تم یہ محسوس کرو کہ وہاں کا ماحول تم دونوں کے رہنے کے لئے مناسب نہیں ہے تو تم میرے پاس چلی آنا میرے اور میری بیوی کی نگاہ میں تمہاری حیثیت بیٹی اور برسک بیٹے سا ہو گا۔ میں اور میری بیوی یہ خیال کریں گے کہ خداوند کریم نے ہمیں اس عمر میں پلی بڑی ایک بیٹی اور ایک بیٹا عطا کر دیا ہے۔

بیٹا خداوند کریم نے ہمیں اولاد کی نعمت سے ضرور محروم رکھا ہے لیکن ہمیں اس کی کمی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ میں اور میری بیوی اسمٰعیل بن قاسم اور اس کے چھوٹے بھائی ابراہیم بن قاسم اور ان دونوں کی چھوٹی اور ننھی بہن ساوا کو اپنے بچے ہی خیال کرتے ہیں اور یہ تینوں بھی ہم میاں بیوی کا احترام باپ اور ماں جیسا ہی کرتے ہیں اگر تم دونوں بہن بھائی ہمارے پاس رہو تو ہماری خوشی میں مزید اضافہ ہو گا۔ میرے خیال میں تمہیں میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم سب ایک ہی حویلی میں رہتے ہیں حویلی کا ایک حصہ میرے اور میری بیوی رویان کے لیے مخصوص ہے کوئی چیز نہ ہم نے بانٹی نہ تقسیم کی ہے کھانا ایک ہی جگہ پکتا ہے اور ہم سب مل کر کھاتے ہیں بیٹی جو کچھ میں نے کہنا تھا کہہ دیا اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم جو چاہو کرنا۔''

عطریف کی اس گفتگو سے شاریہ اور برسک دونوں بے حد سنجیدہ ہو گئے تھے۔ عطریف جب خاموش ہوا۔ تب شاریہ نے کہنا شروع کیا۔ بابا جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے لیے میں ساری زندگی مشکور اور ممنون رہوں گی جرائیل کے ہاں ہم اس لیے قیام کرنا چاہتے تھے کہ بغداد میں ہمارے لیے کوئی ٹھکانہ اور پناہ گاہ نہیں تھی ورنہ جرائیل نہ مجھے نہ میرے بھائی کو جانتا پہچانتا ہے نہ ہم اس کی شکل وصورت سے واقف ہیں وہ میرے باپ کا عزیز ہے باپ ہی کو جانتا پہچانتا ہے اور ہمارا باپ اس سے آشنا تھا اب جبکہ ہمارا باپ ہی نہیں رہا۔ تو میرا خیال ہے طبیب جرائیل بھی ہمارے لئے نا آشنا رہے گا۔ اس کے ہاں میں نے اور میرے بھائی نے جو قیام کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ وہ ایک مجبوری تھی اس لیے کہ ٹھکانا کوئی پناہ گاہ نا تھی اب جب کہ آپ ہمیں پیش کش کر رہے ہیں کہ میں اور میرا بھائی آپ کے ہاں قیام کریں تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ میری اور میرے بھائی کی خوش قسمتی ہوگی کہ ہم آپ کے پاس رہیں گے۔ بابا کل صبح میں اور میرا بھائی آپ لوگوں کے ساتھ روانہ ہوں گے۔ میں بغداد شہر میں داخل ہونے کے بعد جرائیل سے بھی ملوں گی تا کہ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ وہ ہمارا رشتہ دار ہے اور ہم نے اس پر آپ کو ترجیح دی ہے۔ ملنے کے بعد میں خود اس سے گزارش کروں گی کہ اس کے بجائے ہم آپ کے ہاں رہنے کو مناسب خیال کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسے یہ بھی التماس کروں گی کہ وہ ہمارے اس اقدام کا برا نہ مانے۔''

شاریہ کے اس جواب پر عطریف کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسمٰعیل بن قاسم کے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی اس موقع پر عطریف نے برسک کو مخاطب کیا۔

''برسک میرے بیٹے شاریہ کا جواب تو میں نے سن لیا ہے اب میں تم سے بھی کچھ سننا چاہتا ہوں۔'' اس پر برسک مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بابا میں نے کچھ نہیں کہنا جو فیصلہ میری بہن دے رہی ہے وہی آخری ہے ہاں میں ضرور کہوں گا اگر اس طبیب کے ہاں رہنے کی بجائے مجھے اور میری بہن کو آپ اور امیر ابن قاسم کے ہاں پناہ ملے یہ ہماری خوش قسمتی ہے یہ ایک بہت بڑی سعادت ہوگی اس لیے کہ ہم بہن بھائی آپ دونوں سے ہی آشنا ہیں جرائیل کس مزاج کا آدمی ہے کیا اس کے طور طریقے ہیں اس سے نہ میں آگاہ ہوں نہ میری بہن واقف ہے بہر حال میری بہن کا فیصلہ میرے لیے آخری ہے۔''

جب یہاں تک گفتگو ہو گئی تب عطریف نے عجیب سے انداز میں اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھا اس پر اسمٰعیل بن قاسم کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔

''میں اور عطریف اسی موضوع پر گفتگو کرنے آئے تھے اب ہم دونوں مستقر کی طرف جاتے ہیں۔'' یہاں تک کہتے کہتے اسمٰعیل بن قاسم کو رک جانا پڑا۔ اس لیے کہ ثمامہ بن سلیمان بول اٹھا۔ ''ابن قاسم کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم دونوں آج کی شب ہمارے ہاں قیام کرو صبح یہاں سے ہی چاروں مستقر چلے جانا اور کوچ کر جانا۔'' ثمامہ بن سلیمان جب خاموش ہوا تو پرزور انداز میں شاریہ اس کی تاکید کرتے ہوئے بول اٹھی۔

''امیر میں تو سمجھتی ہوں یہ مناسب تجویز ہے آپ آج رات بابا کے ساتھ یہیں قیام کریں۔'' اس پر کھڑے کھڑے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''میں آپ دونوں کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ مجھے اور عطریف کو یہاں شب بسری کی دعوت دے رہے ہیں لیکن ہم دونوں کا لشکر گاہ میں رہنا ضروری ہے۔ تم دونوں بہن بھائی تیار رہنا۔ کل صبح ہی صبح عطریف آئے گا اور تم دونوں بہن بھائی کو مستقر لے جائے گا۔ اور ہم وہاں سے کوچ کر جائیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اسمٰعیل ثمامہ بن سلیمان سے گلے ملا اور کہنے لگا۔

''میں آپ سے الوداعی ملاقات کر رہا ہوں۔ کل صبح عطریف ان دونوں بہن بھائی کو لینے آئے گا۔ خداوند کو منظور ہوا تو پھر کبھی ملاقات ضرور ہوگی۔''

ثمامہ بن سلیمان کے بعد بڑے خوش کن انداز میں اسمٰعیل نے برصومہ سے اجازت چاہی پھر عطریف نے پرجوش انداز میں ثمامہ سے مصافحہ کیا دونوں دیوان خانے سے نکلے ثمامہ بن سلیمان برصومہ، شاریہ اور برسک ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ پھر وہ دونوں وہاں سے رخصت ہو گئے اگلے روز صبح ہی صبح عطریف شاریہ اور برسک کو ثمامہ بن سلیمان کے ہاں سے مستقر میں لے گیا تھا۔ پھر وہ دونوں بہن بھائی اسمٰعیل اور عطریف کے ساتھ ان کے لشکر میں باکو شہر سے بغداد کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔



ایک روز اسمٰعیل اور عطریف اپنی حویلی میں داخل ہوئے۔ شاریہ اور برسک دونوں ان کے ساتھ تھے۔ گھوڑوں کی باگیں پکڑے جب وہ حویلی کے صحن میں آئے تو اندر سے عطریف کی بیوی رویان اسمٰعیل کی بہن ساوا بھاگتی ہوئی باہر آ گئی تھیں۔ اسمٰعیل اور عطریف کے ساتھ وہ شاریہ اور برسک کو دیکھتے ہوئے کسی قدر تعجب کا اظہار کر رہی تھیں اتنی دیر تک دیوان خانے سے اسمٰعیل بن قاسم کا باپ قاسم اور چھوٹا بھائی ابراہیم بڑی تیزی سے باہر نکلے اور سب ایک دوسرے سے ملے پھر اسمٰعیل نے سب کا ایک دوسرے سے تعارف کروایا

اس دوران ابراہیم حرکت میں آیا اور سارے گھوڑوں کو لے کر اصطبل میں باندھ آیا تھا پھر سب دیوان خانے میں آ کے بیٹھ گئے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل کا باپ کہنے لگا۔

"بچے تمہیں اور تمہارے بھائی کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اپنے ذہن میں یہ خیال کبھی مت لانا کہ تم دونوں بے آسرا ہو مجھے تم دونوں کے باپ کے مرنے کا بہت دکھ اور غم ہے۔ جہاں تک تمہارے عزیز کا تعلق ہے وہ بھی بہت اچھا انسان ہے۔ نیک خو ہے۔"

قاسم اپنی بات مکمل نہ کر سکا تھا کہ عطریف اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا تھا کہ "بھائی آپ کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں میں غلام تھا آپ نے آزاد کر کے مجھے اپنا بھائی بنا لیا۔ میرے خیال میں اس سے بڑا زندگی میں کوئی احسان نہیں کر سکتا۔ میں آپ سے ایک اور احسان کرنے کی التجا کرتا ہوں۔ آپ سے کچھ مانگتا ہوں۔"

اسمٰعیل کا باپ قاسم مسکرایا کہنے لگا۔ "عطریف میرے بھائی! کس طرح کی گفتگو کرتے ہو۔ تم بھائی ہو تمہیں کچھ مانگنے کے لیے کچھ کہنے کے لیے التجا کرنے کی بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں ہے تم اس گھر کے افراد کا ایک حصہ ہو اس گھر کی ہر چیز کے برابر کے حق دار ہو بولو کیا کہتے ہو۔"

عطریف نے کچھ سوچا پھر ایک نگاہ اپنی بیوی رویان پر ڈالی اور کہنے لگا۔ "بھائی بات یہ ہے کہ میری اولاد نہیں ہے آرمینیا کی سرزمین میں ایک ماہ تک شاریہ اور برسک کے ساتھ رہا میں نے انہیں بیٹی اور بیٹا بنا لیا ہے اب مجھے آپ سے یہ اجازت لینی ہے کہ مجھے ان دونوں کو اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت دے دیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ "بھائی یہ دونوں بہن اور بھائی طبیب جرائیل کے ہاں قیام کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ان کو اپنے ساتھ رہنے کی پیش کش کی تو یہ میرے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو گئے اس سلسلے میں آپ میری طرف سے طبیب جرائیل سے بات کیجئے گا کہ یہ دونوں بہن بھائی اس کی بجائے ہمارے ہاں قیام کریں گے۔ ان دونوں کے یہاں رہنے سے مجھے ذہنی اور قلبی سکون حاصل ہو گا۔" عطریف جب خاموش ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے قاسم بول اٹھا۔

"عطریف میرے بھائی! اگر جرائیل چاہے بھی تو میں پسند نہیں کروں گا کہ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی اس کے ہاں قیام کریں۔ دیکھو اس کے گھر میں ایک تبدیلی رونما ہو

چکی ہے۔ تم دونوں کے جانے کے ایک ماہ بعد جرائیل کے بیٹے عیسیٰ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت گھر کے دو ہی افراد ہیں ایک بوڑھی ملازمہ ہے جو ان دونوں کا کام کر جاتی ہے۔ ان حالات میں میں نہیں پسند کروں گا کہ شاریہ جیسی جوان لڑکی ان کے ساتھ قیام کرے۔ دیکھو عطریف یہ میرا اپنا ارادہ ہے یہ میری اپنی خواہش ہے لیکن اس کا آخری فیصلہ شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی کو کرنا ہے۔ اگر یہ دونوں بہن بھائی جرائیل کے بجائے ہمارے ہاں قیام کرنا پسند کریں تو میں اس سلسلے میں جرائیل سے بات کر کے اسے مطمئن کر لوں گا۔ وہ کوئی اعتراض نہیں کھڑا کرے گا۔ اور تم جانتے ہو میری بات وہ ٹالتا نہیں ہے۔ ایسا میں اس بچی کے تحفظ اور اس کی آبرو کی حفاظت کی خاطر کر رہا ہوں دو مردوں کے بیچ میں ایک جوان لڑکی کا رہنا میں معیوب خیال کرتا ہوں اب سارا معاملہ میں اس بچی پر چھوڑتا ہوں یہ جو فیصلہ کرے گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔" قاسم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل نے شاریہ کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بی بی! تم بھی اب کچھ بولو خاموش رہنے سے تو کام نہیں بنے گا۔" اس پر شاریہ دھیمے سے لہجے میں مسکرائی کہنے لگی۔

"امیر! جو فیصلہ آپ کے والد محترم کر رہے ہیں وہ میرے لیے آخری ہے اگر طبیب جرائیل کے ہاں کوئی عورت نہیں تو میں وہاں کیسے رہ سکتی ہوں۔ میرا وہاں رہنا معیوب ہے لہٰذا میں وہاں قیام نہیں کروں گی۔ اپنے بھائی کے ساتھ یہاں آپ کے ہاں رہنا پسند کروں گی۔"

شاریہ کے ان الفاظ پر عطریف، اسمٰعیل، قاسم اور ابراہیم سب خوش ہو گئے تھے اور عطریف کی بیوی بھی بے حد خوشی کا اظہار کر رہی تھی اور اسی کی طرح اسمٰعیل کی بہن ساوا بھی خوش ہو رہی تھی پھر قاسم بولا اس نے اپنے چھوٹے بیٹے ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"ابراہیم تم جاؤ۔ جرائیل اور اس کے بیٹے عیسیٰ دونوں کو بلا کر میرے پاس یہاں لاؤ۔"

ابراہیم اٹھ کر باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اس کے ساتھ طبیب جرائیل اور اس کا بیٹا عیسیٰ دونوں تھے۔ ان کو لے کر ابراہیم دیوان خانے میں داخل ہوا۔ دونوں بڑے پر جوش انداز میں پہلے اسمٰعیل عطریف سے ملے پھر خالی نشستوں پر بیٹھ گئے اس موقع پر شاریہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قاسم نے جرائیل کو مخاطب کیا۔ جرائیل یہ جو سامنے لڑکا اور لڑکی بیٹھے ہوئے ہیں یہ دونوں بہن بھائی ہیں۔ کیا تم انہیں جانتے ہو۔

جرائیل اور عیسیٰ دونوں باپ بیٹے نے تھوڑی دیر تک بغور ان کی طرف دیکھا پھر

جرائیل کہنے لگا۔ ”نہیں میں ان دونوں کو نہیں جانتا۔“ اس موقع پر اسمٰعیل نے جرائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”کیا آپ ایسے شخص کو جانتے ہیں جس کا نام زریق ہو۔“ اس پر جرائیل چونکا اور کہنے لگا۔

”ہاں زریق کو میں جانتا ہوں وہ میرا قریبی عزیز ہے۔“ اس پر زریق شاریہ اور برسک پر جو حالات بیتے تھے وہ تفصیل کے ساتھ اسمٰعیل نے اسے کہہ دیئے تھے۔

سارے حالات سن کر جرائیل اپنی جگہ سے اٹھا۔ آگے بڑھ کر اس نے باری باری شفقت بھرا ہاتھ شاریہ اور برسک کے سر پر رکھا اور دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس پر قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

”جرائیل تمہیں اس لیے یہاں بلایا ہے کہ یہ دونوں بہن بھائی میرے ہاں قیام کرنا چاہتے ہیں عطریف انہیں بیٹی اور بیٹا بنا چکا ہے۔ اور اسی رشتے کی حیثیت سے ان دونوں کو اپنے ہاں رکھنے کا ارادہ ظاہر کر چکا ہے اب تم کہو کیا کہتے ہو پر ایک بات یاد رکھنا۔ میں بھی ان سے وعدہ کر چکا ہوں کہ یہ دونوں بہن بھائی یہاں اسی حویلی میں عطریف کی بیٹی اور بیٹے کی حیثیت سے رہیں گے۔“ طبیب جرائیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

”محترم آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں میں آپ کی کوئی بات آپ کا کوئی ارادہ ٹالنے کی جرات نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر آپ فیصلہ کر چکے ہیں کہ یہ دونوں بہن بھائی یہیں رہیں گے تو آپ کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے۔ آپ کی خوشی میری خوشی ہے۔ یہ دونوں بہن بھائی یہاں رہنے میں خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔“ یہاں تک کہنے کے بعد جرائیل رکا پھر دوبارہ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو ہم دونوں باپ بیٹا جائیں اس لئے کہ ہم نے ناشتہ کر کے شفاخانے کی طرف جانا تھا۔“ قاسم نے جب انہیں اجازت دے دی تب وہ دونوں باپ بیٹا وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اسمٰعیل کی بہن ساوا اپنی جگہ سے اٹھی۔ کسی قدر بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے وہ شاریہ کے قریب آ کر بیٹھی اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا پھر منہ اس کے کان کے قریب لے جا کر کہنے لگی۔

”اگر آپ برا نہ مانا کریں تو کیا میں آپ کو ایک بڑی بہن کی حیثیت سے آپا یا باجی کہہ کے مخاطب کر سکتی ہوں؟“ بڑے خوش کن انداز میں شاریہ نے ساوا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی۔

”تم جس طرح جس انداز میں مجھے مخاطب کرو گی میں اس انداز میں خوش ہوں گی۔“ اس پر ساوا شاریہ سے لپٹ گئی تھی پھر لپٹے ہی لپٹے کہنے لگی آپ دونوں بہن بھائی کے آنے پر اب میرے تین بھائی اور ہم دو بہنیں ہو گئی ہیں۔ آپ کے آنے سے اس گھر میں رونق پہلے سے بھی زیادہ ہو کے رہ جائے گی۔

کچھ دیر تک سب شاریہ اور ساوا کی طرف دیکھتے رہے پھر قاسم اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

”ساوا میری بیٹی! تم انہیں باتوں میں ہی لگائے رکھو گی کہ ان کے کھانے کا بھی اہتمام کرو گی۔“

قاسم نے عطریف کی بیوی رویان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”رویان میری بہن انہیں بھوک لگی ہو گی دونوں ماں بیٹی اٹھو ان کے لیے کھانا تیار کرو۔“ پھر رویان اور ساوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں شاریہ بھی کھڑی ہو گئی کہنے لگی اب جبکہ مجھے یہاں اس گھر میں رہنا ہے آج سے ہی وہ کام شروع کر دوں جو کام کل کرنے ہیں۔ رویان اور ساوا شاریہ کے ان الفاظ پر خوش ہو گئی تھیں پھر تینوں باہر نکل گئیں پہلے رویان اور ساوا دونوں نے شاریہ کو حویلی کے سارے کمرے دکھائے۔ حویلی کی پشت پر جو چھوٹا سا باغیچہ تھا جہاں پھل دار درخت تھے اس میں بھی شاریہ کو لے کر گئیں پھر تینوں باورچی خانے کے کام میں معروف ہو گئی تھیں یوں شاریہ اور برسک دونوں بہن بھائی نے وہاں قیام کر لیا تھا۔ دن کے وقت سب اکٹھے رہتے رات شاریہ اور برسک حویلی کے اس حصے میں گزارتے جس حصے میں عطریف اور اس کی بیوی رویان کا قیام تھا۔



ایک روز اسمٰعیل ابراہیم اور ان کا باپ قاسم اور عطریف چاروں ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد حویلی میں داخل ہوئے۔ قاسم اسمٰعیل اور ابراہیم حویلی کے اس حصے کی طرف چلے گئے جس میں ان کی رہائش تھی اور عطریف اپنے حصے کی طرف گیا۔ وہاں ایک کمرے میں ہوا شاریہ اور بریسک تھے عطریف جب کمرے میں داخل ہوا تو شاریہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بابا میں کافی دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں میں ایک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔'' عطریف شاریہ کے سامنے بیٹھ گیا کہنے لگا۔

''بولو تم کیا کہنا چاہتی ہو بیٹی!'' شاریہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''بابا مجھے یہاں آئے ہوئے کئی ہفتے ہو چکے ہیں میں اکثر دیکھتی ہوں کہ آپ اسمٰعیل اس کا چھوٹا بھائی ہفتوں کے کچھ دنوں کے لیے رات کا کچھ حصہ باہر گزارتے ہیں گزشتہ شب بھی آپ کافی دیر سے آئے آپ کے آنے سے پہلے میں اور بریسک دونوں بہن بھائی سو چکے تھے اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ آپ اتنی دیر تک کیوں باہر رہتے ہیں کیوں دیر سے آتے ہیں۔'' شاریہ کے اس سوال پر سادہ مسکرا دی تھی عطریف بھی مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''بیٹی! یہ قسطنطنیہ نہیں بغداد شہر ہے اسے الف لیلوی شہر بھی کہتے ہیں یوں جانو یہاں کی راتیں جاگتی ہیں بیٹی یہاں بغداد میں رات کو تین طرح کے کام ہوتے ہیں مشاعرہ ہوتا ہے الف لیلیٰ کی داستانیں سنائی جاتی ہیں اور مذہبی مناظرہ بھی ہوتا ہے۔ یہ تین طرح کے کام دریائے دجلہ کے کنارے ہوتے ہیں اور بے شمار لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔'' عطریف جب خاموش ہوا تب شاریہ نے پھر پوچھ لیا۔

''کیا آپ ان تینوں امور پر جو بغداد میں ہوتے ہیں کچھ روشنی ڈالیں گے۔ کیا یہاں شاعری کے لوگ اتنے ہی شائق ہیں کہ......'' یہاں تک کہتے کہتے شاریہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

''شاریہ میری بیٹی! عربوں میں ادبی مذاق خصوصاً شاعری اور تقریر کرنا نہایت قدیم

زمانہ سے ہے اور یہ مورخانہ فیصلہ ہے کہ نوح کے بیٹے سام کی اولاد یعنی عربوں کی زبان ام الالسنہ یعنی زبانوں کی ماں کہلاتی ہے اور اس کی شاخوں میں بطی حمیری زبانیں بے حد مشہور ہوئی ہیں۔ عربی زبان کی سب سے مقبول اور پسندیدہ حجاز کی ترقی یافتہ زبان قبیلہ قریش کی تھی جس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن کریم اسی زبان میں نازل ہوا ہے۔

بیٹی عربی میں شاعری قدیم دور سے چلی آ رہی ہے یا تم اسے یوں کہہ سکتی ہو کہ جاہلیت کے دور میں بھی عربوں میں بڑے نامور شاعر پیدا ہوئے اس دور کا ذکر چھڑا ہی ہے تو میں تمہیں اس کی تفصیل بھی بتا دیتا ہوں جاہلیت کے دو ادوار خیال کئے جاتے ہیں۔ ایک کو جاہلیت اولیٰ اور دوسرے کو جاہلیت ثانیہ کہتے ہیں پہلی جاہلیت غیر تاریخی زمانوں سے شروع ہو کر پانچویں صدی تک ختم ہو جاتی ہے اسے جاہلیت اولیٰ کہتے ہیں اور یہی وہ جاہلیت ہے جس کی شاعری پر عربوں نے فخر کیا ہے پر افسوس اس عہد کا کوئی ادبی نمونہ موجود نہیں ہے۔

دوسرا دور جسے جاہلیت ثانیہ کہتے ہیں یہ سن پچاس سے لے کر 609 تک گنا جاتا ہے اور اس دور میں فنون لطیفہ کا خاصا بڑا ذخیرہ عربوں کے ہاں موجود ہے جو بصرہ اور کوفہ کے علماء نے عہد اسلام میں مرتب کیا تھا۔

بیٹی عربوں کو اپنے حافظے پر بڑا ناز تھا۔ اور لکھنا عیب میں داخل تھا۔ یہی سبب ہے کہ حقد مین شعرائے جاہلیت کا کلام اور علوم عرب علم کا کثیر حصہ تلف ہو گیا ہے اس لئے کہ وہ تحریر میں نہ لایا گیا تھا۔ اس عہد کے علوم اور فنون مثلاً شاعری، لغط ضرب الامثال اور قومی افسانے خطابت سرمایہ فخر تھے ان کے علاوہ دیگر علوم میں جغرافیہ علم نجوم علم انساب طب کہاوت فال اور تعبیر خواب کے علاوہ جانوروں کی آواز اور پرواز کے شگون کے علوم سے بھی خوب آگاہی رکھتے تھے لیکن شاعری کو یہ سب سے زیادہ ہر دل عزیز خیال کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آج بھی عرب شاعری میں کمال رکھتے ہیں اور یہاں بغداد میں ہفتے کے کچھ دن مقرر کئے ہوئے ہیں جن کے دوران دریائے دجلہ کے کنارے شاعر جمع ہوتے ہیں اور اپنا کلام پیش کرتے ہیں ان گنت لوگ انہیں سننے کے لیے وہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ میں اسمٰعیل اور ابراہیم اکثر وہاں جاتے ہیں۔

دوسرا اجتماع بغداد میں مناظرہ کا ہوتا ہے۔ یہ بھی بہت بڑا اجتماع ہے اس کی تفصیل میں تمہیں بتاتا ہوں۔ بیٹی! جب تک اسلام جزیرہ عرب میں محدود رہا ہے۔ عقائد میں کسی قسم کا نزاع پیدا نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور اس کے ارکان محدود ہیں اور

ایمان توحید نماز روزہ حج اور زکوۃ کے مسائل قرآن اور احادیث سے اخذ کر کے ایک دستور العمل بنا دیا تھا۔ جس کا نام فقہہ ہے۔ عموماً مسلمان بغیر کسی شک و شبہ کے ارکان خمسہ کے تابع تھے۔

لیکن جب خلافت راشدہ کا دور ختم ہو گیا اور بنو امیہ حکمران ہوئے اور اسلامی حکومت میں پورا عجم مصر، افریقہ اور شام اور کچھ ایرانی رقبے کے علاوہ ہندوستان کی سرزمین بھی داخل ہوئے۔ اس وقت عقائد اور ایمان کے اکثر مسائل میں نقطہ چینی شروع ہوئی جن میں زیادہ تر خدا کی صفات قضا و قدر سزا و جزا جیسے مسائل تھے۔ اس نقطہ چینی کی ابتدا عجمیوں نے کی کیونکہ یہ قوم فطرتاً منطقی اور حجتی ہے۔ ان کے علاوہ اس دور جاہلیت سے یہودی اور عیسائی بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن کے ہاں کئی کئی خدا تھے۔

چنانچہ ان نومسلموں اور قدیم مسلمانوں کے درمیان ایک طرح کا عقائد کا تصادم اٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے توحید اور خداوند مقدس کی شکل و صورت سے متعلق بحث مباحثے اور حجتیں شروع ہوئیں۔ اور بدقسمتی سے انہی حجتوں کے زیر تحت مسلمانوں کے دو فرقے سامنے آئے ایک کا نام اشعریہ اور دوسرے کا نام معتزلہ ہے اشعریہ کا عقیدہ ہے کہ خدا کے احکامات مصلحت پر مبنی ہیں اور انسان کو اپنے افعال پر قدرت نہیں ہے۔ معتزلہ کا دوسرا نام قدریہ ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کی تمام باتیں مصلحت پر مبنی ہیں اور ایک فرو بھی حکمت سے خالی نہیں ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنے افعال کا مختار اور ذمہ دار بنایا ہے۔

بیٹی آج کل ان فرقوں میں کافی بحث و مباحثہ ہوتا ہے اور ان دو فرقوں کی وجہ دو مزید فرقے بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ایک کا مقتضائے طبیعت یہ ہے کہ صحیح بات وہی ہے کہ جس کو عقل تسلیم کرے اور دوسرا ذیلی فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ خدا اور رسولؐ اور آئمہ و جملہ مجتہدین کا ہر قول بلا عذر و حجت اور بغیر کسی دلیل و برہان کے قابل تسلیم ہے۔ اس عقلی اور نقلی نزاع کی بنا پر بھی نا ختم ہونے والے مناظروں اور بحث و مباحثے کا سلسلہ شروع ہے اور یہ سب کچھ اس یونانی فلسفے کی وجہ سے ہے جو مسلمانوں میں داخل ہو چکا ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عطریف جب رکا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ نے پوچھ لیا۔

''بابا جب آپ نے خود ہی یونانی فلسفے کا ذکر کر دیا ہے تو کیا آپ یہ بتائیں گے کہ یہ ہے کیا چیز میں خود یونانی ہوں لکھنا پڑھنا بھی جانتی ہوں مجھے اس کی اصلیت سے آگاہی نہیں ہے۔'' اس پر عطریف نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ''بیٹی بات یہ ہے کہ فلسفے کی ابتداء یونان سے

ہوئی ابتداء میں فلسفے میں وجود، وحدانیت ذات باری اور تکوین عالم پر مضامین لکھے جاتے تھے اور ان پر بحث ہوتی تھی اس دور میں سات بڑے بڑے یونانی فلاسفر پیدا ہوئے جن کے نام تالیس، انکسا، غورس، کسیمانس، امبازکلس، فیثا غورث، سقراط اور افلاطون ہیں۔

اس کے بعد فلسفے کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے اس دور میں جو دوسرے بڑے فلاسفر پیدا ہوئے وہ بقراط اور دیمقراطیس وغیرہ ہیں لیکن ایک فلسفی کو یہ سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ اسلام کے فلاسفروں نے ان کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے یونانی اس سے قائل تھے کہ تمام عالم آپ سے آپ پیدا ہو گیا ہے اور متغیر ہے لیکن جب سقراط افلاطون اور ارسطو کا زمانہ شروع ہوا تو فلسفے کا رنگ بدل گیا۔ کیونکہ سقراط الٰہیات اور طبعیات کی بجائے اخلاق کا درس دینا شروع کر دیا تھا اور حکیم افلاطون نے عقل اور نفس کے مسئلے ایجاد کر دیئے چنانچہ درس گاہوں میں یہ بھی مضامین پڑھائے جانے لگے لیکن ایک صدی کے بعد ارسطو کے منطق کو مدون کیا اور طبعیات کو اس نے دلائل سے ثابت کرنا شروع کیا۔ اب ہارون الرشید کے دور میں فلسفے کی کئی کتابیں مسلمانوں کے ہاتھوں چڑھ گئی ہیں بڑے بڑے کتب خانے بن گئے ہیں اور فلسفے کی انہی کتابوں کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر عجیب و غریب روایات و رسومات داخل ہونا شروع ہو چکی ہیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عطریف جب خاموش ہوا تو شاریہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''بابا! بغداد کی جو لڑکیاں مجھ سے ملنے آتی رہی ہیں وہ ہزار افسانے اور الف لیلیٰ کا بڑا ذکر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس میں بڑی عمدہ اچھی اور دلچسپ کہانیاں ہیں یہ ہے کیا چیز!'' جواب میں عطریف مسکرایا کہنے لگا۔

''بیٹی یہ ہزار افسانہ وہی مشہور و معروف افسانہ ہے جس کو الف لیلیٰ کہا جاتا ہے۔ میری بیٹی اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنی بیوی کو اس کی بداعمالی کی بنا پر قتل کر کے یہ انتظام کیا تھا کہ روزانہ امراء وزراء کے خاندان سے ایک دوشیزہ کا انتخاب کر کے اپنے شبستان عیش میں بلاتا تھا اور صبح کو وہ قتل کر دی جاتی تھی جب بکثرت قربانیاں ہو چکی تو ایک وزیر زادی نے نام جس کا شہر زاد تھا اس ظالم بادشاہ کو نکاح کا پیغام دیا۔ بادشاہ نے اس وزیر زادی کی درخواست قبول کر لی اور وزیر زادی کا بادشاہ سے بیاہ ہو گیا اور وہ محل میں منتقل کرا دی گئی۔ وزیر زادی محل میں جاتے جاتے اپنی چھوٹی بہن کو بھی ساتھ لے گئی جس کا نام دنیا زاد تھا۔

کہتے ہیں نصف شب کے بعد شہرزار نے اپنی بہن کی فرمائش پر اسے ایک دلچسپ کہانی سنانی شروع کی جو صبح تک ختم نہ ہو سکی یہ بھی کہتے ہیں بادشاہ کو وہ کہانی پسند آئی۔ لہٰذا شہرزار قتل ہونے سے بچ گئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اگلی شب کو وہی داستان شروع کی جائے۔

چنانچہ اس طریقہ سے شہرزاد نے تین سو کہانیاں سنائیں جو ایک ہزار ایک راتوں میں ختم ہوئیں اسی بنا پر ان کہانیوں کی جو کتاب شروع میں مرتب شروع ہوئی وہ الف لیلیٰ ولیلیٰ کے نام سے تھی بعد میں اسے الف لیلیٰ ہی کہنے لگے۔

شروع میں اس کا اصل نسخہ فارسی زبان میں تھا جس میں ایک ہزار قصے تھے اور خدا جانے یہ افسانے کتنی راتوں میں ختم ہوئے ہوں گے الف لیلیٰ مشرقی تصنیفات میں سب سے زیادہ اہم اور مقبول خیال کی جاتی ہے۔

الف لیلیٰ میں جس قدر کہانیاں ہیں ان کی نسبت مشہور ہے یہ سب ایرانی ہیں ایک عرب مورخ کا بھی یہی قول ہے لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ پوری کتاب میں ایرانی قصے ہیں صحیح نہیں ہیں۔ محققانہ فیصلہ یہ ہے کہ الف لیلیٰ میں ایشیائی ممالک میں سے ایران ہندوستان اور چین وغیرہ کی کہانیاں بھی موجود ہیں جو ان اقدام کے حالات سے بھی مطابق ہیں اور جس قدر عربی تمدن اور معاشرت ہے وہ عہد ہارون الرشید کی یادگار ہے۔ الف لیلیٰ میں میری بنی چار قسم کی کہانیاں ہیں۔

پہلی قسم کی کہانیوں میں جنوں کے متعلق عجیب و غریب قصے تہہ سمندر میں ان کے مکانات اور ان کی لڑکیوں کی شادی انسانوں کے بادشاہ سے ہونا۔ دیو پریوں اور بھوت اور شیاطین کے افسانے اور ماہی گیری کے جال میں ایک لوٹے کا پھنسنا مہر توڑنے پر ایک جن کا نمودار ہونا وغیرہ وغیرہ ہیں۔

دوسری قسم کی کہانیاں عجائبات طلسم جادو اور سیر و سیاحت سے متعلق ہیں تیسری قسم میں ایسی حکایتیں ہیں جو تاریخ سے قریب تر ہیں لیکن تاریخ نہیں ہیں۔ مثلاً ہارون الرشید کا بھیس بدل کر جعفر برمکی اور اپنے غلام مسرور کے ہمراہ راتوں کو بغداد کی گلیوں میں گشت کرنا اور نئی باتوں کا پتہ لگانا ہے۔

چوتھی قسم کی کہانیوں میں شاعرانہ ظریفانہ قصے اور حسن و عشق کی چاشنی کی داستانیں ہیں۔

قسم اول کی حکایات کا یونانیوں سے تعلق نہیں ہے یہ ہندوستان اور عرب کی پیداوار ہیں قسم دوم میں ایران چین ہندوستان بابل اور یونان کی مشترکہ کہانیاں ہیں قسم سوئم اور چہارم کی کہانیوں میں ایرانی اور عربی میں جو نہایت پر لطف ہیں پوری کتاب میں یہ انتظام کیا گیا

ہے کہ جملہ کہانیاں باہم مربوط ہیں کوئی بے جوڑ نہیں اور اس کتاب کی بڑی صفت یہ ہے کہ اکثر ایرانی افسانوں کے ہیرو کا نام بھی عرب ناموں سے تبدیل کر دیا گیا ہے اور عربی تمدن جملہ ممالک پر غالب ہے لیکن یہ لطف و دلکشی صرف عربی الف لیلیٰ میں ہے تراجم میں یہ محاسن مفقود اور یہ وہ ناول ہے جس کا عرب و عجم میں جواب تک نہیں ہے۔

الف لیلیٰ کتاب کی اشاعت اٹھارویں صدی کے آغاز میں ہوئی اور سب سے پہلے پروفیسر انتھونی نے چند قصے عربی اور مصری داستانگوؤں کی زبانی سن کر فرانسیسی میں شائع کیے اس لیے کہ یہ پروفیسر خود فرانسیسی تھا اس قصے کے چھپنے سے فرانس میں اس کی بڑی قدر ہوئی اور یہ انتخاب بڑا پسند کیا گیا اس کے بعد 1830ء میں الف لیلیٰ کا اصل نسخہ مصر میں شائع کیا گیا اور ایک شخص ایڈورڈ نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کر کے شائع کیا جو ایک تہائی صدی تک یورپ میں بے حد مقبول رہا اور یورپ کی افسانہ نگاری پر اس کا بے حد اثر ہوا۔ اور 1906 میں اسٹینلے نے اس ترجمہ کو اپنی ایڈیٹری سے باضافہ اور ترمیم کے ساتھ دوبارہ شائع کیا چونکہ پہلے ترجمہ پر یہ اعتراض تھا کہ اس کی زبان قدیم ہے اور بہت سے قصے بھی ترجمہ میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اسٹینلے نے پہلے قبائل عرب میں پھر کر عربی کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مع اپنے کنبہ کے وہ کئی سال تک قاہرہ میں رہا اور عربی کی تکمیل کی اور اس زمانے میں وہ زیادہ تر عربی لباس پہنتا تھا اور عربی میں ہی گفتگو کرتا تھا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس نے الف لیلیٰ کا ترجمہ کیا اس کے بعد مسلسل تیس برس کی محنت میں عربی کا لغت بھی مرتب کیا تھا۔

انگریزی اور فرانسیسی کے بعد ایک شخص ہیمر نے الف لیلیٰ کا جرمنی میں ترجمہ کیا اس ترجمہ کے لیے شیخ عبدالرحمٰن شرکاوی کا نسخہ استعمال کیا گیا۔

اس کے بعد 1814ء میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے ایک عربی نسخہ چار جلدوں میں شائع کیا اس کا اصل ایک قلمی نسخہ تھا جس کو ایک شخص ٹرز مصر سے لایا تھا۔

الف لیلیٰ کے مقبول عام سلسلوں میں ایک فرانسیسی ترجمہ ہے جو 16 جلدوں میں ہے۔ 1899ء میں پیرس سے شائع ہوا یہ نسخہ حواشی سے خالی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی نسخے ہیں جن کا مختلف ملکوں میں چرچا اور استعمال رہا ہے۔

اردو میں منشی عبدالکریم کا ترجمہ سب سے اچھا ہے یہ ترجمہ 1847ء میں لکھنو سے شائع ہوا تھا لیکن اس میں خامی یہ ہے کہ یہ انگریزی الف لیلیٰ کا خلاصہ ہے۔"

ظریف شاید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا پر یہاں تک کہتے کہتے وہ رک گیا اس لیے کہ کرے

کے دروازے پر ساوا نمودار ہوئی تھی اور وہ اس عطریف کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا! دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے اپنا نام ابو غضا بتاتا ہے۔'' عطریف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا شاریہ اور برصومہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دونوں ماں بیٹی ذرا ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ۔'' خود وہ ساوا کے ساتھ باہر نکلا باہر ایک شخص کھڑا تھا اسے پکڑ کر عطریف دیوان خانے میں لایا دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے پھر ابو غضا نام کے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

''میرے بھائی! کیا بات ہے تم مجھے کچھ پریشان اور اداس لگتے ہو کیا کوئی حادثہ ہو گیا یا کوئی برا معاملہ ہو گیا ہے۔'' جواب میں اس شخص نے جس کا نام ابو غضا بتایا گیا تھا تھوڑی دیر تک گردن جھکائے رکھی پھر کہنے لگا۔

''عطریف میرے بھائی! تیرا میرا دوستانہ بڑا پرانا ہے میں کچھ زیادہ ہی امیدیں لے کر تمہارے پاس آیا ہوں بس یوں جانو میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔'' عطریف نے تسلی دی حوصلہ دیا کہنے لگا۔

''تم کہو تو ہوا کیا ہے اگر میرے بس میں ہوا تو اس سلسلے میں تمہاری مدد میں ضرور کروں گا۔'' اس پر ابو غضا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''تم جانتے ہو میں نجاری کے پیشے میں کمال رکھتا ہوں شاہی مغنی ابراہیم موصلی نے مجھے اپنے محل میں کام پر لگایا لکڑی کا کام تھا اور اس نے میرے ساتھ معاہدہ کیا کہ میں اس کے گھر میں کام کرتا ہوں جب کام مکمل ہو جائے گا تو پوری ادائیگی کر دوں گا اس کے گھر میں کافی کام تھا پورا ایک ماہ اس کے محل میں لکڑی کا کام کرتا رہا ایک ماہ اور چند دن میں سارا کام مکمل کر دیا بعد میں جب میں نے معاوضہ مانگا تو پہلے پس و پیش کرتا رہا میں نے بڑی منت سماجت کی لیکن وہ پگھلا نہیں آخر میرے بار بار جانے کے بعد اس نے کل معاوضہ دینے سے انکار کر دیا ساتھ ہی دھمکی دی کہ اب میں پھر اگر اس کے پاس اپنا معاوضہ طلب کرنے کے لیے گیا تو میری گردن کاٹ دی جائے گی۔

اب بولو کیا کروں غریب آدمی ہوں تم جانتے ہو نجاری کا کام کرتا ہوں تو اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہوں اور تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ میرے گھر کے افراد بھی کافی ہیں میں نے پورا ایک ماہ جو اس کے ہاں کام کیا اگر مجھے معاوضہ نہ ملا تو سوچتا ہوں گھر کے اخراجات کیسے اور کس طرح پورے کروں گا اس سلسلے میں بہت سے لوگوں سے ملا اور سب کا کہنا ہے کہ ابراہیم موصلی نہ صرف یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید بلکہ خاندان برامکہ کا پسندیدہ ہے سب کا کہنا ہے کہ

اگر اس سے میرا معاوضہ کوئی دلا سکتا ہے تو وہ اسمٰعیل بن قاسم ہے اب میرے بھائی میں تمہارے پاس اسی غرض سے آیا ہوں کہ اسمٰعیل بن قاسم سے میری سفارش کرو کہ وہ میرا معاوضہ ابراہیم موصلی سے لے دے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ابو غضا تھوڑی دیر خاموش رہا کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''بھائی یقین جانو گھر کے اخراجات بڑی مشکل سے چلا رہا ہوں۔ اگر یہی حالت رہی تو گھر میں قحط سالی کا سماں برپا ہو جائے گا۔ تم جانتے ہو ابراہیم موصلی بغداد کے چند امیر ترین لوگوں میں سے ایک ہے لیکن بڑا حریص اور لالچی ہے میں نے بڑی محنت سے ایک ماہ چند دن اس کے ہاں لکڑی کا بہترین کام کیا ہے اور میرے کام کو اس نے سراہا بھی تھا اور اس کی تعریف بھی کی اس کے باوجود وہ میرا معاوضہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔'' ابو غضا جب خاموش ہوا تب عطریف نے کچھ سوچا پھر کہا۔

''ابو غضا میرے عزیز بھائی زیادہ فکر مند اور پریشان مت ہو اگر تمہارا معاوضہ ابراہیم موصلی سے اسمٰعیل بن قاسم دلا سکتا ہے تو یاد رکھنا تمہارا معاوضہ تمہیں ضرور ملے گا۔ تم ایسا کرو بالکل مطمئن ہو کر گھر چلے جاؤ آج رات کے کھانے پر میں اسمٰعیل سے بات کروں گا اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہارا کام کرنے پر آمادہ ہو جائے گا میں کوشش کروں گا کہ آج شام کے کھانے کے بعد میں ابراہیم موصلی کے ہاں اسمٰعیل کو لے کر جاؤں۔ اسمٰعیل کے ذریعے اسے مجبور کروں گا کہ وہ تمہارے معاوضے کی ادائیگی کرنے پر تیار ہو جائے۔

تم اپنے معاوضے کا سارا حساب کتاب ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دے دو کہ ابراہیم موصلی سے وہ رقم حاصل کی جائے۔ ذرا رکو میں آتا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی عطریف اٹھ کر دوسرے کمرے میں گیا۔ اور کاغذ اور قلم دوات اس کے سامنے لا رکھا۔ ابو غضا نے کاغذ پر حساب بنا کر عطریف کے حوالے کر دیا اس پر عطریف نے اپنے لباس میں سے چند سکے نکالے وہ اس کی مٹھی میں دیتے ہوئے کہنے لگا۔

''بھائی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے چھوٹی سی یہ رقم اپنے پاس رکھو یہ تمہارے چند دن کے اخراجات پورے کر دے گی اس کے بعد ابراہیم موصلی سے تمہاری رقم بھی مل جائے گی اب تم جاؤ اور میرے خداوند نے چاہا تو تمہارے معاوضہ کی رقم میں خود تمہارے گھر پہنچاؤں گا۔''

ابو غضا نے دعائیہ انداز میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے کچھ دیر تک عطریف کے حق میں دعائیں دیتا رہا پھر اجازت لے کر اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد شاریہ اور رویان پھر دیوان خانہ میں آ کر بیٹھ گئی اس موقع پر رویان نے عطریف کو مخاطب کیا۔

"یہ ابوخصا کیا لینے آیا تھا۔" اس پر ابوخصا کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیل شاریہ اور رویان سے کہہ دی تھی۔ عطریف جب خاموش ہوا تو بڑے تجسس آمیز انداز میں شاریہ نے اسے مخاطب کیا۔

"بابا یہ ابراہیم موصلی بھی کیا بلا ہے اور اس غریب کا معاوضہ کیوں ادا نہیں کرتا کیا یہ سلطنت کا کوئی سرکردہ آدمی ہے۔ جو کسی کا دھاؤ بھی برداشت نہیں کرتا۔" جواب میں عطریف مسکرایا کہنے لگا۔

"بیٹے تیرا اندازہ درست ہے ابراہیم موصلی شاہی مغنی ہے جہاں یہ ہارون الرشید کا پسندیدہ گویا ہے وہاں خاندان برامکہ کے ہاں یہ بڑا ہر دل عزیز ہے خصوصیات کے ساتھ جعفر برمکی ابراہیم موصلی پر جان چھڑکتا ہے میرے خیال میں یہ جعفر برمکی کی وجہ سے لوگوں سے اس قسم کا رویہ رکھتا ہے اور اسی بنا پر اس نے نجار ابوخصا کا معاوضہ دینے سے انکار کر دیا ہے بڑا حریص اور لالچی انسان ہے اس کے علاوہ بااثر بھی ہے۔"

"بابا اگر سرکردہ ہے خلیفہ کا پسندیدہ ہے لیکن برامکہ میں بھی ہر دل عزیز ہے تو کہیں یہ اسمٰعیل سے الجھ نہ پڑے اور اسمٰعیل بن قاسم کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جائے۔" یہ الفاظ شاریہ نے بڑی پریشانی اور فکرمندی میں ادا کیے تھے۔ جواب میں عطریف مسکرایا کہنے لگا۔

"بیٹی تو فکرمند نہ ہو ایسا کوئی معاملہ درپیش نہیں ہوگا مجھے امید ہے کہ اسمٰعیل بن قاسم مغنی ابراہیم موصلی سے ابوخصا کی رقم اس کا معاوضہ دلانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

عطریف کے خاموش ہونے پر شاریہ پھر بول پڑی۔

"بابا! ذرا اس مغنی ابراہیم موصلی کی تفصیل تو سنائیں ہے کیا چیز تا کہ مجھے پتہ چلے کہ اس کی ہر دل عزیزی کیسی ہے اور یہ کہیں اسمٰعیل بن قاسم کے لیے اندیشوں کا باعث تو نہیں بن سکتا۔" عطریف نے کچھ سوچا پھر شاریہ کے کہنے پر وہ دوبارہ بول اٹھا۔

"بیٹی یہ خلیفہ ہارون الرشید کا مانا ہوا مغنی ہے خلیفہ اس کی بڑی قدر و قیمت کرتا ہے پورا نام ابو اسحٰق ابراہیم بن میمون ہے اس کا باپ میمون بنو امیہ کے دور میں بھاگ کر کوفہ جا کے آباد ہو گیا تھا اسی جگہ ابراہیم کی ولادت ہوئی۔

یہ ابھی 2 سال کا تھا جب یتیم ہو گیا ماں نے پرورش کی عہد طفلی موصل میں گزارا اور وہیں سے اور اسی شہر میں گانے کی تربیت حاصل ہوئی۔

ابراہیم تعلیم یافتہ بھی ہے لیکن موسیقی سے عشق ہے لہٰذا اسی فن میں کمال حاصل کیا۔ مورخ ابن خلکان کا قول ہے کہ ابراہیم کے زمانے میں کوئی شخص راگنیوں کے ایجاد اور گانے میں اس کا مد مقابل نہ تھا۔

موصل اور اس کے علاوہ ابراہیم نے دوسرے مختلف شہروں میں بھی تعلیم پائی اور موسیقی میں قدیم استاد سیاط کا شاگرد تھا۔ یہ سیاط مکہ کا رہنے والا تھا بنو خزاعہ سے اس کا تعلق تھا یہ کسی کا غلام تھا قدیم ایرانی موسیقی کا استاد تھا۔ یہ ساز پر زور زور سے ضربیں لگاتا تھا اسی وجہ سے اس کا نام سیاط پڑ گیا یعنی کوڑے مارنے والا۔

فن میں کمال حاصل کرنے کے بعد ابراہیم پہلی مرتبہ عباسی خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر ہوا منصور نے گانا سنا اور اسے خلعت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ہزار درہم بھی انعام کے طور پر دیئے یہ پہلا عطیہ تھا جو عباسی دربار سے اس مغنی کو ملا ابراہیم نے یہ رقم اپنی تعلیم پر خرچ کی اس کے بعد ہارون الرشید وغیرہ سے لاکھوں درہم انعام میں پائے اور امیر کبیر ہو گیا ہے۔

اس کا باورچی خانہ ہمیشہ گرم رہتا ہے اس لیے کہ یہ کھانے پینے کا بڑا شوقین ہے خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں سے اسے دس ہزار درہم ماہوار ملتے ہیں۔ یہ اس وقت خوب گاتا ہے جب بغداد کا ایک عود بجانے والا زلزل اس کے ساتھ عود بجاتا ہے۔ اس وقت گاتے ہوئے یہ ایک طرح سے مست بے خود بھی ہو جاتا ہے۔

خلیفہ بغداد کے ہاں ابراہیم کے علاوہ دو اور بھی بڑے مغنی ہیں جو ابراہیم کے پائے کے ہیں۔ ان میں سے ایک ابن جامع اور دوسرا ابن محرز ہیں۔

کہتے ہیں ایک بار ہارون الرشید نے اپنے ایک مشیر سے پوچھا کہ مغنی ابن جامع کے حق میں تم کیا کہتے ہو۔

وہ کہنے لگا کہ شہد کا کیا پوچھنا ہے۔ جب چکھے منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ ابن جامع تو شہد کا ایک مشکیزہ ہے پھر پوچھا ابراہیم موصلی کی نسبت کیا رائے ہے جواب دیا وہ ایک چمن ہے جس میں ہر رنگ کے پھول چہکتے ہیں۔ اور خوشبوئیں مہک رہی ہیں اس کے علاوہ خلیفہ نے سوال کیا۔ ابن محرز کے بارے میں کیا خیال ہے اس نے عرض کیا۔ امیر المومنین اس کی یہ شان ہے جو شخص جو مزہ چاہتا ہو اس سے لے لے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ انسان کے دل میں سے ڈوب کر نکلا ہو دریافت کر آیا ہو کہ اسے کیا چیز پسند ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر کہنے لگا۔

اس ابراہیم موصلی کے متعلق ایک عجیب و غریب داستان اور حکایت بھی موجود ہے۔ جو اس نے خود ہی بیان کی۔ میری بنی میں تمہیں پہلے بتا دوں کہ اسلام سے قبل عہد جاہلیت میں عرب جن، شیاطین اور بھوت پریت کے قائل تھے اور اس زمانے میں یہ خیال تھا کہ جن بعض علوم میں انسانوں کی رہبری کرتے ہیں اور جب وہ کسی پر مہربان ہو جاتے ہیں تو ان کو نفع بھی پہنچاتے ہیں۔

ایک مشہور مغنی اصمعی کا بیان ہے کہ بغداد میں رات کے وقت مجھے ایک جن ملا اور اس نے مجھے شعرائے متقدمین میں ایک قصیدے کی فرمائش کی چنانچہ میں نے وہ قصیدہ اسے سنایا۔ جن نے خوش ہو کر مجھے ایک تھیلی نقدی کی دی۔ اسی قسم کی ایک روایت ابراہیم نے بھی اپنے ساتھ منسلک کر رکھی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ خود شیطان نے آ کر مجھ سے گفتگو کی اور مجھے ایک آہنگ سکھایا جس کا نام اس نے لحن ماخوری رکھا ہوا ہے۔ اس شیطان کے آنے کی تفصیل ابراہیم نے کچھ اس طرح بیان کی تھی۔

وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے امیر المومنین سے درخواست کی کہ جمعہ کی تعطیل مرحمت ہو تو میں اپنے اہل و عیال کی صحبت سے دل بہلاؤں۔

کہتے ہیں ابراہیم کی اس درخواست پر خلیفہ ہارون الرشید نے اسے جمعہ کی تعطیل دے دی ابراہیم گھر پہنچ کر بزم طرب سجانے میں مصروف ہو گیا اور دربانوں کو اس نے سختی سے حکم دیا کہ خبردار کوئی غیر اندر نہ آنے پائے۔

اس انتظام کے بعد ابراہیم کہتا ہے کہ وہ اپنے کمرے میں گیا اور اپنی بیویوں کے پاس بیٹھ گیا۔ کنیزیں اہتمام میں مصروف تھیں چند ہی ساعتیں گزریں کہ اچانک ایک بزرگ تشریف لائے چہرہ پر جلال تھا۔ موزہ قمیض اور جبہ پہنے ہوئے تھا سر پر ٹوپی تھی اور چاندی کا ایک عصا ہاتھ میں تھا اس کے آتے ہی سارا گھر خوشبو سے مہک اٹھا تھا۔

ابراہیم کا کہنا ہے کہ اس شخص کو دیکھتے ہی اسے غصہ آ گیا کہ وہ کیوں بلا اجازت اندر آ گیا لیکن جب آنے والے شخص نے اسے ادب سے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

آنے والے شخص نے لطف صحبت کے لئے عربوں اور ان کی شاعری کا تذکرہ چھیڑا اور ایسی فصیح و بلیغ تقریر کی کہ ابراہیم کا غصہ جاتا رہا۔

اس کی اس گفتگو سے ابراہیم کا کہنا ہے کہ یہ سمجھنے لگا کہ یہ شخص بڑا ادیب و ظریف ہے اور دربانوں نے محض اس خیال سے اسے آنے کی اجازت دے دی ہو گی کہ اس کی صحبت

ن نشاط انگیز ہو گی۔

ابراہیم کی طبیعت کو جب سکون ہوا تو کھانے کی دعوت دی گئی شیخ نے کہا بھوک نہیں ہے۔ پھر میں نے کہا۔ ساغر کا دور چلے جواب دیا تمہاری خوشی پر منحصر ہے۔

الغرض ابراہیم نے ایک پیالہ اسے دیا وہ پی گیا۔ سرور میں آ کر وہ شیخ بولا کہ ابو اسحاق اب مجھے تم وہ دلکش راگ سناؤ جس کی بدولت تم مقبول خاص و عام ہو۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنا گانا سناؤں گا۔

اس فرمائش پر ابراہیم کو غصہ آ گیا اس بات پر کہ وہ امیر المومنین کا مغنی ہے اور یہ کہ اس ناطے سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس پر حکومت کرے اور اسے گانے کے لیے کہے اور اس کے سامنے موسیقی کا دعوٰی کرے۔

لیکن ابراہیم نے ضبط کیا اور عود اٹھا کر بجانا شروع کیا۔ ایک راگ سنایا کہ بوڑھے نے گردن ہلا کر کہا۔ واہ میاں ابراہیم کیا خوب گا رہے ہو۔

ابراہیم کو اس تعریف پر بھی غصہ آ گیا کیونکہ شیخ نے اس کا نام ادب سے نہیں لیا تھا۔ ابراہیم طبیعت پر جبر کر کے گاتا رہا اور سوچ سمجھ کر ہر راگ ادا کیا کیونکہ اس کے بعد آنے والے شیخ کا نمبر تھا۔ جب ابراہیم گا چکا تو اس کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اب اپنے خادم کو اجازت دیجئے کہ وہ بھی کچھ سنائے ابراہیم نے جب اجازت دی تو آنے والے شیخ نے عود بجانا شروع کیا۔

ابراہیم کا کہنا ہے کہ خدا گواہ ہے کہ جب شیخ گا رہا تھا اسے محسوس ہوا کہ گویا عود عربی بول رہا ہے اور اس کے گھر کی دیواریں اس کے ساتھ ہم نوا ہیں اس شیخ کے گانے پر ابراہیم بھی آپے میں نہ رہا نہ کچھ بول سکا نہ جواب دے سکا اس کے بعد اس شیخ نے کچھ اشعار سنائے جس سے ابراہیم کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے۔

جب گانا ہو چکا تو شیخ نے کہا۔ ابراہیم اس راگ کا نام ماخوری ہے جو میں نے تجھے گا کر سنایا ہے تو اس کو خود بھی گایا کر اور اپنی کنیزوں کو بھی سکھا دو۔

ابراہیم کی دلی خواہش تھی کہ وہ دوبارہ اس راگ کو گائے لیکن اس نے انکار کیا پھر یکایک اٹھا اور اس کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

ابراہیم کا کہنا ہے کہ وہ تلوار لے کر اٹھا سب دروازے بند تھے۔ دربانوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آج تو کوئی غیر گھر میں داخل ہوا ہی نہیں اسی تردد میں تھا کہ آواز آئی۔

ابو اسحٰق تم خوف زدہ نہ ہو آج تمہارا ندیم و جلیس ملعون ابلیس تھا کہتے ہیں کہ ابراہیم

لاحول پڑھتا ہوا واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔" یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا اور کہنے لگا۔

"بیٹی یہ تو اس کی وہ حکایت اور کہانی ہے جو وہ لوگوں کو کہتا ہے۔ یہ ہے تو خلیفہ کا مغنی لیکن انتہا درجہ کا حریص انتہا درجہ کا لالچی لوبھ رکھنے والا انسان ہے اس کے لالچ کی ایک داستان بھی میں تجھے سناتا ہوں۔

میری بیٹی! خلیفہ ہارون الرشید کے جس قدر مغنی ہیں وہ سب وزیر جعفر برمکی اور اس کے باپ کی محفلوں میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ لیکن جن گانے والوں کو برمکیوں سے باقاعدہ وظیفہ ملتا ہے۔ ان میں ابراہیم اور اس کا بیٹا اسحاق بھی شامل ہیں۔

ابراہیم بے حد دولت مند ہے لیکن مرتا مر جائے گا حرص نہیں چھوڑے گا اور بری ترکیبوں اور حیلے بہانوں سے اس نے ایک بہت بڑا خزانہ جمع کیا ہوا ہے اور اس کے روپیہ جمع کرنے کا اندازہ کچھ اس طرح کا تھا۔

ایک دن صبح کے وقت ابراہیم کا ایک شاگرد اس کے مکان پر گیا اس نے ابراہیم کے دربان سے پوچھا کہ استاد کس کام میں مصروف ہے۔

اس پر دربان کہنے لگا اندر ہے جاؤ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا جب ابراہیم کا وہ شاگرد ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابراہیم تنہا بیٹھا ہوا تھا اور جام و صراحی سامنے تھے لیکن اس پر استغراق کا عالم تھا۔

شاگرد نے پوچھا اس حالت کا کیا سبب ہے تو ابراہیم کہنے لگا صبح سے متفکر ہوں وجہ یہ ہے کہ میرے مکان کے قریب ایک زمین فروخت ہونے والی ہے جس کی مجھے ایک عرصہ سے ضرورت ہے لیکن قیمت اس کی ایک لاکھ درہم ہے۔

شاگرد کہنے لگا۔ ایک لاکھ قیمت ہونا تردد کا سبب نہیں ہے اور نہ ہی ہونا چاہئے کیونکہ خداوند کریم نے اپنی مہربانی سے آپ کو زمین کی قیمت سے کہیں زیادہ نواز رکھا ہے۔ آپ کو اس قدر دولت و ثروت دے رکھی ہے کہ اس جیسی زمین سے کئی گنا زیادہ زمین خرید سکتے ہیں۔ اس پر ابراہیم کہنے لگا یہ تو سچ ہے لیکن میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ جو رقم میں نے جمع کر رکھی ہے اس سے نکال کر باہر خرچ کر دوں۔ شاگرد کہنے لگا۔ پھر کیا تدبیر آپ نے سوچی ہے۔ کیونکہ امیر المومنین ہارون الرشید سے بھی امید نہیں کہ وہ اتنی بڑی رقم آپ کو عطا کر دے۔

ابراہیم نے کچھ سوچا پھر اپنے شاگرد سے کہا۔ تم اس کی فکر نہ کرو میں نے ایک تدبیر

کامیابی کی نکال رکھی ہے۔ یہ کہ تم کو ایک راگنی سکھاتا ہوں یہ چند شعر یحییٰ برمکی کو میرے لہجے میں سنانا چنانچہ جب وہ اشعار میں یاد کر چکا تو کہا کہ اس وقت یحییٰ برمکی کے در دولت پر حاضر ہو یہ ایسا وقت ہے کہ اس کے پاس کافی لوگ جمع ہوتے ہیں جب اس کا دربار شروع ہو تو سب سے پہلے پہنچ کر اپنے آنے کی اطلاع کرانا جب یحییٰ کا سامنا ہو اور آنے کا سبب پوچھے تو کہنا فقط سلام کی غرض سے حاضر ہوا ہوں پھر باتوں باتوں میں میرا مال بیان کرنا اس کے بعد یہ کہنا آج میرے استاد ابراہیم موصلی نے مجھ کو ایک نیا راگ سکھایا ہے اور وہ اس قابل ہے کہ حضور کی کسی کنیز کو سکھایا جائے۔

چونکہ یحییٰ نئی نئی راگنیوں کا ازحد شائقین ہے وہ فوراً کنیز کو بلائے گا اور تجھے حکم دے گا کہ اسی وقت یہ راگنی اس کی کنیز کو سکھا دو چنانچہ ابراہیم نے وہ چند اشعار اس شاگرد کو یاد کرا دیئے اور کہنے لگا یحییٰ برمکی کو میرے لہجے میں یہ اشعار سنانا چنانچہ جب وہ اشعار یاد کر چکا تو اسی وقت یحییٰ برمکی کے دربار پر حاضر ہوا اور تھوڑی دیر تک دربار لگنے والا ہو گا۔ لہٰذا سب سے پہلے پہنچ کر اپنی اطلاع کرنا اور جب سامنا ہو اور آنے کا سبب پوچھے تو جو کچھ میں نے سمجھایا ہے ویسا ہی کرنا۔

چنانچہ اپنے استاد ابراہیم کی ہدایت کے مطابق اس کا شاگرد یحییٰ برمکی کے در دولت پر حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات پیش آئے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا۔

جب وہ کنیز کو تعلیم دے چکا تو یحییٰ نے اس سے پوچھا کہ تم گھر جانا چاہو گے یا میرے ہاں رہنا چاہتے ہو۔ اس پر ابراہیم کے اس شاگرد نے دعا دے کر عرض کیا کہ میں جانا چاہتا ہوں تب یحییٰ نے ایک غلام کو حکم دیا کہ دس ہزار درہم ابراہیم کے اس شاگرد کو دے دو ایک لاکھ درہم ابراہیم کے مکان پر بھیج دو تا کہ وہ مذکورہ زمین خرید لے۔

وہ شاگرد ابراہیم کو رقم دے کر گھر چلا گیا اور خوشی خوشی دن گزارنے لگا دوسرے دن صبح کو ابراہیم کی خدمت میں ابراہیم کا وہ شاگرد پھر حاضر ہوا وہ سوچ رہا تھا کہ ابراہیم وزیر کے اس بڑی رقم دینے کے بعد خوش و خرم ہو گا دیکھا تو ابراہیم کو پھر پہلی حالت میں پایا۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ اس کا استاد باتوں میں ہنسے بولے مگر وہ خوش نہ ہوا پھر اس کے شاگرد نے پوچھا کہ جو عطیہ وزیر نے دیا ہے وہ تو آپ کے پاس پہنچ چکا ہے۔ پھر اب کیا پریشانی ہے اس رقم سے باسانی آپ زمین کا وہ ٹکڑا خرید سکتے ہیں۔

اس پر لالچی اور حریص ابراہیم کہنے لگا نہیں میرا مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ وہ روپیہ تو پہنچ چکا لیکن وہ میں نے اپنے ذاتی خزانے میں داخل کر دیا ہے اور میں جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب

بھی ہوں۔ اس کا شاگرد بڑا متعجب ہوا اور پوچھا کہ استاد اب کیا ہوگا۔

تب اس نے اپنے شاگرد سے کہا میں تمہیں ایک نئی راگنی سکھاتا ہوں یہ کل والی راگنی سے بھی بڑھ کر ہے شاگرد نے جب وہ راگنی سنی تو اس کا کہنا ہے حقیقت میں وہ ایک نئی چیز تھی جب اس کا وہ شاگرد راگنی یاد کر چکا تو ابراہیم موصلی کہنے لگا کہ آج تو فضل برمکی کے ہاں جاؤ اس لیے کہ اپنے بیٹے کی ولادت کی خوشی میں فضل ایک تقریب کرنے والا ہے لیکن یہ جلسہ خاص ہوگا۔ جب فضل سے ملاقات ہو تو میرا قصہ اور یحیٰی برمکی کی فیاضی کا حال کہہ دینا۔ پھر اس راگنی کا ذکر کرنا جو تمہیں آج سکھائی ہے۔

اس شاگرد کا کہنا ہے جیسا ابراہیم نے کہا تھا میں نے ویسا ہی جا کے فضل برمکی سے کہہ دیا فضل نے ابراہیم کا حال سنا اور ابراہیم کی کنجوسی پر اسے لعنت ملامت کی لیکن ابراہیم کی جدید راگنیوں کا وہ شیدا بھی تھا۔ اپنی ایک کنیز کو بلا کر میرے سپرد کیا میں نے تعلیم شروع کر دی ہنوز پورے طور سے کنیز کو سکھا نہیں چکا تھا تو فضل جوش مسرت سے کہنے لگا۔ تو اور تیرا استاد دونوں کامل ہیں اور خوش ہو کر حکم دیا کہ بیس ہزار درہم شاگرد کو اور دو لاکھ درہم ابراہیم کو دے دیئے جائیں۔

شاگرد کا کہنا ہے وہ ابراہیم کو دو لاکھ کی رقم دینے کے بعد اپنی رقم لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ اور اگلے روز صبح کو اپنے استاد یعنی ابراہیم موصلی کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ پھر پہلے جیسا اداس افسردہ اور حیران و پریشان تھا۔ کہتے ہیں شاگرد سمجھ گیا کہ دو لاکھ کا عطیہ جو فضل برمکی نے بھیجا تھا وہ بھی ابراہیم موصلی نے اپنے ذاتی خزانے میں ڈال دیا ہوگا اور اب کسی اور سے رقم بٹورنے کے چکر میں ہوگا کہتے ہیں اس موقع پر ابراہیم کے شاگرد نے کہا کہ جس شخص کو ایسی دولت بے دریغ ملے پھر بھی وہ اپنے نفس پر جبر کرے اس سے زیادہ بد نصیب اور کیا ہو سکتا ہے۔

کہتے ہیں کچھ وقفے کے بعد ابراہیم نے اپنے اس شاگرد کو ایک اور راگنی سکھائی جو گزشتہ دونوں سے بھی زیادہ دلکش تھی اور حکم دیا کہ آج جعفر برمکی کے ہاں جاؤ اور میرے حالات بیان کرو۔

چنانچہ ابراہیم موصلی کا وہ شاگرد جعفر برمکی کے ہاں پہنچا پہلے کی طرح اس کی کنیز کو وہ راگنی یاد کرائی۔ وہ اشعار ابراہیم کی لے میں سن کر جعفر خوش ہوا اور رخصت کے وقت تین ہزار درہم شاگرد کو اور تین لاکھ درہم ابراہیم موصلی کے لیے بھجوائے۔

شاگرد تین لاکھ کی رقم دے کر گھر چلا گیا۔ شاگرد کا کہنا ہے جب اگلے روز وہ اپنے استاد

ابراہیم موصلی کے ہاں گیا تو وہ نہایت خوش تھا شاگرد کے پوچھنے پر اس نے تکیے کے نیچے سے ایک دستاویز نکال کر اپنے شاگرد کو دکھائی وہ دستاویز اسی زمین کی خرید و فروخت کی تھی جو زمین ابراہیم حاصل کرنا چاہتا تھا اس زمین کو خریدنے والا یحیٰی برمکی اور بیچنے والا بغداد کا ایک باشندہ تھا۔ اور ان دستاویزات کے ساتھ ایک رقعہ بھی تھا جس میں لکھا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر تمام دنیا کی دولت ابراہیم کو مل جائے تب بھی وہ زمین نہیں خریدے گا اس لیے میں اپنے داموں سے خرید کر زمین ابراہیم موصلی کے نام کر رہا ہوں۔ اس طرح گویا تین جگہوں سے اتنی بڑی رقم حاصل کرنے کے باوجود ابراہیم نے انتہائی کنجوسی حرص و لالچ کا مظاہرہ کیا وہ زمین نہیں خریدی آخر تنگ آ کر یحیٰی برمکی نے اپنے پاس سے رقم دے کر اور وہ جگہ خرید کر ابراہیم موصلی کے نام کر دی۔ کہتے ہیں اس موقع پر ابراہیم نے اپنے شاگرد کے نام جس کا مخارق تھا مخاطب کر کے کہا مخارق! دنیا میں ایسے ہی لوگوں کے ساتھ معاشرت کرنا چاہئے اور دیکھو ایسی معاشرت کے نتیجے میں ساٹھ ہزار درہم تجھے ملے اور چھ لاکھ نقد اور چھ لاکھ کی جائیداد مجھے ملی حالانکہ میں نے اپنے گھر سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر کہنے لگا۔

''بیٹا تمہیں یہ حالات سنانے سے مقصد یہ ہے کہ ابراہیم موصلی کس قدر حریص لالچی اور کنجوس ہے اس نے اپنا ایک ذاتی خزانہ بنا رکھا ہے جس کے اندر اس نے دولت زیورات کے انبار لگا رکھے ہیں کوئی اسے پوچھتا نہیں ہے اس لئے کہ وہ برمکی وزیروں کے علاوہ خلیفہ ہارون الرشید کا بھی چہیتا اور ہر دل عزیز ہے۔'' عطریف خاموش ہو گیا کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر کسی قدر فکرمندی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

''بابا! آپ نے جو حالات سنائے ہیں انہوں نے مجھے اور زیادہ فکر مند اور پریشان کر دیا ہے بابا یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اسمٰعیل بن قاسم ہمارے محسن اور ہمارے مربی ہیں میرے بھائی کی ایک نہیں بلکہ ایک سے زیادہ موقع پر حفاظت کی میری جان میری عزت میری آبرو کا تحفظ کیا اب اگر ابراہیم موصلی خلیفہ کے علاوہ وزیروں کی نظر میں اس قدر ہر دلعزیز اور پسندیدہ ہے اور آپ کا نجار دوست جس نے ابراہیم موصلی سے رقم موصول کرنی ہے وہ بھی اس میں اسمٰعیل بن قاسم کو لا رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ابراہیم موصلی خلیفہ یا برمکی ان سے شکایت کر دے اور وہ امیر اسمٰعیل کو کوئی گزند پہنچانے کی کوشش کریں۔'' جواب میں عطریف تھوڑی دیر خاموش رہا کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''بیٹا تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایسی کوئی بات نہیں

اسمٰعیل بن قاسم اکیلا نہیں ہے یاد رکھنا اس کے پیچھے عربوں کی ایک خاصی بڑی جماعت ہے جو حکومتی کاروبار میں شامل ہے برمکی اور ان کے دیگر ایرانی ہمنوا عربوں کے خلاف ایک محاذ بنا چکے ہیں۔ اس کے باوجود عربوں کی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے گو سلطنت اور حکومت کے کاروبار پر برمکیوں اور ایرانیوں کا مکمل طور پر قبضہ ہے لیکن لشکر میں زیادہ سالار اور لشکری عرب ہیں لہٰذا ان کی اپنی جگہ ایک علیحدہ اہمیت اور ضرورت ہے۔ اس بناء پر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ابراہیم موصلی کو اسمٰعیل کے کہنے پر میرے نجار دوست کی رقم واپس کرنا ہوگی اگر نہیں کرے گا تو لشکر کے اندر جو عربوں کے سالاروں کا گروہ ہے یا لشکر کے اندر جو عرب عسکری ہیں وہ مکمل طور پر اسمٰعیل بن قاسم کا ساتھ دیں گے اس موقع پر میں یہ بھی کہوں کہ اگر ابراہیم موصلی خلیفہ کے علاوہ برمکی وزیروں کی نگاہ میں ہر دل عزیز ہے تو ایک بات یاد رکھنا گو برمکی وزیر اسمٰعیل بن قاسم کے خلاف ہیں جہاں تک خلیفہ کا تعلق ہے تو وہ اسمٰعیل بن قاسم کو اپنے بیٹوں جیسا خیال کرتا ہے اور اپنے سالاروں میں سب سے زیادہ اسے اہمیت دیتا ہے لہٰذا ابراہیم کو ہر صورت میں ہمارے دوست نجار کی رقم واپس کرنا ہوگی اور اس سلسلے میں میری بنی میں تمہیں یقین دلا دوں کہ وہ کتنا بھی زور لگا لے اسمٰعیل بن قاسم کے خلاف کوئی کارروائی کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔" عطریف کے اس جواب میں شاریہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اس لمحہ کمرے کے دروازے پر ساوا نمودار ہوئی تھی اور شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپی! آج کھانے پینے کا کوئی اہتمام نہیں کرنا۔" اس پر شاریہ فوراً کھڑی ہو گئی رویان نے بھی اٹھنا چاہا تو شاریہ کہنے لگی۔

"اماں آپ بیٹھی رہیں۔ میں اور ساوا دونوں مل کر سارا کام نمٹا لیں گی۔" اس کے ساتھ ہی شاریہ اور ساوا دونوں حویلی کے اس حصے کی طرف چلی گئی تھیں جس میں اسمٰعیل بن قاسم کی رہائش تھی اس لیے کہ مطبخ اسی طرف تھا۔

✵......✵

اسی روز شام کا کھانا کھانے کے بعد سب لوگ اکٹھے دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے تب عطریف نے اپنے نجار دوست کی رقم کی تفصیل جو اس نے ابراہیم سے لینی تھی اسمٰعیل بن قاسم سے کہی ساتھ ہی اس سے یہ بھی استدعا کی کہ اس کے دوست کا کہنا ہے کہ ابراہیم موصلی سے رقم صرف اسمٰعیل بن قاسم ہی دلا سکتا ہے۔

ساری تفصیل سننے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر عطریف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بابا تمہارے نجار دوست کو پتہ ہونا چاہئے تھا کہ ابراہیم موصلی انتہا کا حریص اور لالچی انسان ہے ایسے شخص کے ہاں کام کرنا ہی نہیں چاہئے اور اگر اس نے کیا ہی تھا تو روز کے روز اس سے اپنی اجرت لے لیتا تو بہتر تھا مجھے اس کا حساب بتاؤ میں ابراہیم موصلی سے اس کی رقم لے دوں گا۔" عطریف نے اپنے لباس کے اندر سے وہ کاغذ نکالا جس پر اس کے دوست نجار نے حساب بنا کر دیا تھا وہ کاغذ اس نے اسمٰعیل کو تھما دیا اسمٰعیل تھوڑی دیر تک غور سے کاغذ پر لکھے حساب کو دیکھتا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عطریف سے کہنے لگا۔

"بابا! آپ میرے ساتھ چلیں دونوں ابراہیم موصلی کے ہاں چلتے ہیں اور آپ کے دوست کی رقم اس سے لے کر دیتے ہیں۔" اسمٰعیل کے کھڑا ہونے پر پریشانی اور فکرمندی ظاہر کرتے ہوئے شاریہ بھی اپنی جگہ کھڑی ہوئی اور اسمٰعیل کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"امیر یہ ابراہیم موصلی کوئی جوابی کارروائی تو نہیں کرے گا اور اس سارے کام میں کسی تکرار اور جھگڑے کا خطرہ تو نہیں؟" اسمٰعیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ابراہیم موصلی شاعر مغنی ہے شاعری کر سکتا ہے لڑائی اور جھگڑے سے گریز کرے گا اور مجھے امید ہے کہ میرے کہنے پر وہ اس نجار کی رقم واپس دے دے گا۔" اس بار شاریہ نے اسمٰعیل بن قاسم کے چھوٹے بھائی ابراہیم کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بھائی تم بھی امیر کے ساتھ جاؤ۔" ابراہیم فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''آپی ٹھیک کہتی ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔'' اسمٰعیل نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لیے کہا اور کہنے لگا۔

''تمہیں ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے میں اور عطریف ابراہیم سے رقم لے لیں گے۔'' اس موقع پر اسمٰعیل کا باپ قاسم اس کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''بیٹے زیادہ دیر نہ لگانا جلدی لوٹ آنا۔'' اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل اور عطریف دونوں حویلی سے نکل گئے تھے۔



اسمٰعیل اور عطریف دونوں جب ابراہیم موصلی کی شاندار اور محل نما حویلی میں داخل ہوئے تو اندر ہلکی ہلکی سر میں کسی کے گانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں آواز یقیناً ابراہیم موصلی کی تھی ابراہیم موصلی نے جو اپنی حویلی پر دربان رکھا ہوا تھا وہ اسمٰعیل کے قریب آیا اسمٰعیل کو بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے تعظیم دی کہنے لگا۔

''آپ میرے آقا سے ملنا چاہتے ہیں۔''

''تمہارا کہنا درست ہے۔ میں ایک نزع کے بارے میں ابراہیم موصلی سے ملنا چاہتا ہوں۔'' اس پر دربان فوراً بول اٹھا۔

''امیر یہ وقت میرے آقا کی ریاضت کا ہے اور کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں پر میں آپ کو روک نہیں سکتا۔'' اس پر اسمٰعیل مسکرایا عطریف کے ساتھ اس کمرے کی طرف گیا جس سے گانے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ دونوں اس کمرے کے دروازے پر پہنچے انہوں نے دیکھا اندر ابراہیم موصلی ساز بجاتے ہوئے کوئی نغمہ الاپ رہا تھا جونہی اس نے دروازے پر اسمٰعیل اور عطریف کو دیکھا اس نے گانا بند کر دیا ہاتھ میں پکڑا ہوا ساز ایک طرف رکھا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خوش کن انداز میں اسمٰعیل کا استقبال کیا اور ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا اسمٰعیل اور عطریف آگے بڑھ کر اس نشست پر بیٹھ گئے ساتھ ہی ابراہیم موصلی نے اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''امیر آج میری حویلی میں کیسے آنا ہوا یقیناً کوئی غیر معمولی بات ہے۔'' اس پر اسمٰعیل نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابراہیم تمہارا اندازہ درست ہے واقعی کوئی غیر معمولی بات ہے۔'' پھر اسمٰعیل نے اپنے لباس کے اندر سے ایک کاغذ نکالا اور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''ذرا اس کاغذ کو دیکھو۔'' ابراہیم موصلی نے وہ کاغذ لے لیا کاغذ پر لکھی تحریر دیکھنے لگا تھا

تب اسمٰعیل نے اسے مخاطب کیا۔

''ابراہیم ایک نجار نے جو انتہائی غریب اور قلاش آدمی ہے تمہارے ہاں نجار کا ایک ماہ کام کیا اور تم ایسے سنگدل اور حریص انسان ہو مانگنے کے باوجود اس کا معاوضہ ادا نہیں کیا یہ انتہا درجہ کی ناانصافی ظلم اور ستم کا معاملہ ہے۔'' ابراہیم نے کاغذ دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے اس نجار نے میرے ہاں کام کیا پورا ایک ماہ بلکہ اس سے کچھ زیادہ دن کام کیا لیکن میں اس کو اس کا معاوضہ نہیں دوں گا اس لئے کہ معاوضہ طلب کرنے کا اس کا لہجہ بڑا اکھڑ اور گستاخانہ تھا جب وہ کام کی تکمیل کر چکا تو میں نے اس سے کہا کہ میں چند دنوں بعد اس کا معاوضہ ادا کر دوں گا لیکن وہ بار بار میرے پاس چکر لگانے لگا اور ایسے انداز میں گفتگو کرنے لگا جیسے میں صدیوں سے اس کا مقروض ہوں اس بنا پر اس کی گستاخی اور اکھڑ پن کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کا معاوضہ دینے سے انکار کر دیا۔'' اسمٰعیل کے چہرے پر غصے اور خفگی کے آثار نمودار ہوئے تھے تاہم وہ ضبط کر گیا دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''چلو اس وقت اس کے سامنے انکار کر دیا کہ اس کا لہجہ اکھڑ تھا لیکن میں تو تمہارے ساتھ نرمی سے گفتگو کر رہا ہوں اس کا معاوضہ اس کی اجرت میں عطریف کو دوں گا یہ اس کے گھر اس کو پہنچا دے گا۔'' ابراہیم موصلی اکڑ گیا کہنے لگا۔

''نہیں ابن قاسم میں ایسے شخص کو اس کی اجرت ہرگز ادا نہیں کروں گا۔'' اسمٰعیل بن قاسم کا بھی لہجہ بدل گیا کہنے لگا۔

''ابراہیم اس کا معاوضہ تو تمہیں ہر صورت میں ادا کرنا ہوگا نہ کرو گے تو ابن میمون نقصان اٹھاؤ گے۔'' ابراہیم موصلی نے بڑے غور سے اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابن قاسم میں تمہاری عزت تمہارا احترام کرتا ہوں اپنی حدود سے باہر نہ نکلو میرے رتبے میرے مقام کو ذہن میں رکھتے ہوئے میرے ساتھ گفتگو کرو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اس نجار کی رقم مجھ سے موصول کر لو گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے میرا نام ابراہیم موصلی ہے میں وہ شخص ہوں جسے سننے کے لیے خلیفہ ہی نہیں سارے برمکی وزیر بھی ترستے ہیں اور......'' ابراہیم موصلی اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ بیچ میں غصے کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل بول اٹھا۔

''ابراہیم اپنے لیے آتش عطار اتنی ہی گرم کرو جتنی برداشت کر سکو نہ تم برق سے تیز گام ہو نہ روشنی سے زیادہ خرام نہ تم خطہ لاہوت کے مسافر ہو اور نہ رویت و سماعت سے ماورا نہ تم تخاطب و کلام کی پابندیوں سے آزاد ہو اور نہ فہم و دانش کے امین ہو نہ کوئی معجز طراز

شخصیت ہو نہ خود کو کھوجتے ایسے انسان ہو جس کے سامنے علم دم بخود اور حکمت سرنگوں ہو جائے نہ تم ایسی طاقت و قوت رکھتے ہو کہ تمہارے کہنے پر ظلمتوں میں صبح لہرائے۔ ابراہیم میں ابھی تک تمہارے ساتھ نرمی سے گفتگو کر رہا ہوں میں انسان کو خنجر کی باڑھ شمشیر کی چبھتی نوک پر رکھنے کا ہنر بھی جانتا ہوں میرے ساتھ شاعر بن کر نہیں انسان بن کر گفتگو کرو اور اس گفتگو کے دوران اپنے دامن میں اتہامات و الزامات، لا علاج تعصب ہرزہ سرائی اور توہین و تنقید سمیٹنے کی کوشش نہ کرنا اگر اپنی زبان کو اپنے حلقوم میں نہیں رکھو گے تو پچھتاؤ گے بات کو زیادہ نہ بڑھانا۔ مجھے اپنے لیے دوستی سا مہربان اور نیکی سا یاد آور رفاقت سا غمگسار بارش کی ہستی ساز م چڑیوں کے گیتوں پھولوں کی مسکراہٹ سا بے غرض، محبت کے وجدان اور سایہ دار درخت سا آسودہ حال ہی رہنے دینا ورنہ نجار کی رقم بھی دو گے اور اپنے رویے پر پچھتاؤ گے بھی ابراہیم موصلی! میں نیکی اور بدی میں امتیاز کرنا جانتا ہوں سیدھی طرح اس کاغذ پر جو حساب لکھا ہوا ہے اس کے مطابق نجار کی رقم میرے حوالے کر دو ورنہ پچھتاؤ گے۔'' ابراہیم پھر اکڑ دکھاتے ہوئے کہنے لگا۔

''دیکھو آج بہت سے لوگ مجھے سننے کے لیے آ رہے ہیں ان کی آمد کا وقت ہو چکا ہے تم بات کو بڑھا رہے ہو وہ لوگ جب آ جائیں گے تو تمہارے رویے کی وجہ سے یہاں فساد کھڑا ہو جائے گا۔

جو میری طرفداری کرنے والے ہیں جو لوگ میرے ہم نوا ہیں میں نے انہیں ایک آواز دی تو یاد رکھنا ابن قاسم نجار کی رقم وصول کرنا تو بہت دور کی بات تم اپنی جان بچانے کی خاطر منہ چھپاتے ہوئے یہاں سے چلے جانے کو ترجیح دو گے۔'' اسمٰعیل نشست پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا پھر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اپنے کسی دربان کو بھیجو ان لوگوں کو بلا کر لائے جو تمہارے ہم نوا تمہارے ہمدرد ہیں اور جن کے پکارے جانے پر مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے میں یہاں بیٹھا ہوں اور جب تک ان لوگوں کو نہیں بلایا جاتا میں یہاں سے اٹھنے کا نہیں۔'' ابراہیم موصلی نے کچھ سوچا پھر کسی کو آواز دی ایک شخص بھاگا ہوا اندر آیا اس کے کان میں کچھ کہا جسے سنتے ہی وہ باہر چلا گیا جبکہ ابراہیم موصلی جب دوبارہ اپنی جگہ پر آیا تب اسے دیکھتے ہوئے ایک دم اسمٰعیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر جھٹکے کے ساتھ اس نے تلوار بے نیام کی ابراہیم کی طرف بڑھا ابراہیم کانپنے لرزنے لگا تھا چہرہ اس کا پیلا ہو گیا تھا۔ بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل دھاڑا یہ جو کاغذ تم نے ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے جس پر نجار کی رقم لکھی ہوئی ہے اس سے دوگنی

رقم لے کر یہاں میرے پاس آؤ ورنہ یاد رکھنا تمہارے غم خمگساروں کی آمد سے پہلے پہلے تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دوں گا۔'' ابراہیم موصلی واقعی سہم گیا تھا بری طرح کانپنے لگا تھا پھر جب اپنے سامنے اسمٰعیل نے تلوار لہرائی تو وہ ایک طرف چل دیا ایک صندوق کھولا اس میں سے رقم نکالی اسمٰعیل کو تھما دی اسمٰعیل نے رقم گنی کہنے لگا۔

''یہ رقم اجرت کے برابر ہے میں نے تمہیں کہا تھا اجرت سے دوگنی رقم نکالو یہ تمہارے رویے کی سزا ہے جلدی کرو تم جھکے ہوئے ہو تمہارے جھکاؤ پر ہی میں تلوار گرا دوں گا اور تمہیں دو حصوں میں بانٹ دوں گا۔'' ابراہیم موصلی کے ہاتھ لرز کانپ رہے تھے جتنی رقم پہلے نکالی تھی اتنی رقم مزید نکال کر اسمٰعیل کے حوالے کر دی پھر اس صندوقچے کو بند کر دیا چہرہ غصے میں لال سرخ ہو رہا تھا اسمٰعیل مسکرا رہا تھا ساری نقدی اسمٰعیل نے عطریف کو تھما دی پھر جس جگہ سے اٹھا تھا وہیں بیٹھ گیا جبکہ لرزتے کانپتے غصے کا اظہار کر کے خونخوار آنکھوں سے اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم موصلی سامنے کی نشست پر ہو بیٹھا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد اس کمرے میں شاہی جلاد ابو ہاشم مسرور عربوں کا سرکردہ اور امیر المومنین کا بہترین ندیم زرادہ، بغداد شہر کا رئیس اور سرکردہ جعفر عبداللہ ہاشمی ایک اور بغدادی رئیس محمد بن لیث، خلیفہ ہارون الرشید کا حاجب دوئم فضل بن ربیع ہارون الرشید کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہرثمہ بن الیمن اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوئے کمرے میں داخل ہوتے ہی شاہی جلاد ابو ہاشم مسرور نے شکوے اور گلے کرنے کے انداز میں اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کیا ابن قاسم ہم تو تم سے ملنے تمہاری حویلی گئے تھے وہاں سے پتہ چلا کہ تم کسی اہم کام کے سلسلے میں ابراہیم موصلی کی طرف آئے ہو تو ہم ادھر ہی چلے آئے ہیں کیا معاملہ ہے۔'' اس پر جو معاملہ ہوا تھا عطریف نے تفصیل سے کہہ دیا تھا آنے والے سب ناپسندیدگی کے اظہار میں ابراہیم موصلی کی طرف دیکھ رہے تھے قبل اس کے کوئی ردعمل کا اظہار کرتا عین اسی لمحہ ہارون الرشید کا وزیر جعفر برمکی اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا کچھ دیر وہ عجیب سے انداز میں اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھتا رہا خالی نشستوں پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گیا پھر ابراہیم موصلی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم کیا معاملہ ہے کون تمہارے ساتھ جور و جبر کا مظاہرہ کر رہا ہے۔'' اس پر ابراہیم نے منہ بسورنے کے انداز میں پوری تفصیل کہہ دی تھی جعفر غصہ میں آ گیا تھا چہرہ سرخ ہو گیا تھا پھر اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم! تم زیادتی کر رہے ہو جس طرح تم نے تلوار بے نیام کر کے معاملہ طے کیا

ہے اس طرح تو تلواریں چل جاتی ہیں گردنیں کٹ جاتی ہیں۔'' اسمٰعیل بن قاسم جعفر برمکی کی اس گفتگو کا جواب دینے ہی والا تھا کہ شاہی جلاد ابو ہاشم مسرور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''جعفر اپنے حواس میں رہو وزیر ضرور ہو خدا بننے کی کوشش نہ کرو۔'' جعفر نے کھا جانے والے انداز میں ابو ہاشم مسرور کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابو ہاشم تم ایک معمولی جلاد ہو اپنی اوقات میں رہو میرے ایک اشارے پر تمہاری گردن کٹ سکتی ہے۔'' ابو ہاشم مسرور طنزیہ انداز میں مسکرایا کہنے لگا۔

''جعفر برمکی لکھ رکھو کہ میری اور تم دونوں میں سے کسی ایک کی گردن ضرور کٹے گی اور وقت کی آنکھ دیکھے گی آسمان کا فیصلہ بتائے گا کہ گردن تیری کٹتی ہے یا میری تو میری گردن کاٹتا ہے یا میں تیری گردن کاٹتا ہوں رہا سوال ابراہیم موصلی سے معاملہ طے کرنے کا تو جو کچھ ابن قاسم نے کیا ہے بجا درست ہے یہی انصاف کا تقاضہ ہے اگر تمہیں اس انصاف میں کوئی شک ہو تو جاؤ امیر المومنین ہارون الرشید سے اس کی شکایت کرو۔'' جعفر کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

''شکایت تو میں ضرور کروں گا اور جب میں شکایت کروں گا تو ابن قاسم یاد رکھنا میری شکایت کے بعد تم گھر میں نہیں زندان میں رہو گے۔'' اس بار ہارون الرشید کے محافظ دستوں کا سالار ہرثمہ بن الیمن آگے بڑھا۔

''یاد رہے کہ یہی یہ وہی ہرثمہ بن الیمن ہے جو ہارون الرشید کے بعد مامون رشید کے دور میں لشکروں کا سالار اعلیٰ بنا تھا۔'' چند قدم آگے بڑھ کر ہرثمہ بن الیمن جعفر برمکی کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی بے پناہ غصے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم کہنے لگا۔

''جعفر برمکی اپنی حدود کو تم پھلانگنے کی کوشش نہ کرو تم کتنے شجاع جرات مند ہو یہ میں بھی جانتا ہوں اور تم بھی۔ سارے دوست احباب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ذرا اپنی تلوار بے نیام کرو میں بھی اپنی تلوار نکالتا ہوں دونوں ٹکراتے ہیں پھر دیکھتے ہیں کہ تیری تلوار میری گردن کاٹتی ہے یا میری تلوار تیری گردن کو ناپتی ہوئی تجھے لہولہان کرتی ہے اگر تو صحیح معنوں میں جرات مند ہے تو اٹھ اس وقت میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کر اور پھر اپنی آنکھوں سے فیصلہ دیکھ کون کس کی گردن کاٹتا ہے اور اگر تو بزدل ہے تو پھر اپنی جگہ پر بیٹھا رہ۔'' جعفر شرمسار سا ہو گیا تھا۔ [illegible] رہی پھر اپنی خفت مٹانے کے لیے

جعفر برمکی کہہ رہا تھا۔

''ابن قاسم تم اپنی حدود اپنے مقام اپنے مرتبے سے باہر ہو کر گفتگو کر رہے ہو شاید تم بھول گئے کہ تمہارا مخاطب سلطنت بغداد کا وزیر ہے اور وزیر بھی جعفر برمکی، ابن قاسم اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لو کہ برمکی وہ خاندان ہے جس کی بات آج تک خلیفہ ہارون الرشید نے ٹالی ہی نہیں۔'' جعفر جب خاموش ہوا تو اس کے ان الفاظ کا جواب اسمٰعیل بن قاسم دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی ہارون الرشید کا ندیم زرادہ جعفر کو مخاطب کرتے ہوئے خفگی اور کسی قدر ناراضگی کے اظہار میں کہنے لگا۔

''ابن یحییٰ اپنے برمکی ہونے پر اتنا گھمنڈ نہ کرو اپنے وزیر ہونے پر بھی نہ اتراؤ کہ یہ عارضی منصب ہے یاد رکھنا کبھی تیرگی کے بطن سے نور سحر اٹھ کھڑا ہوتا ہے کبھی خاموشی سے نغمے، نغموں سے پھوٹ پڑتے ہیں کبھی کبھی انسان اپنی ہی گھات اپنی ہی چال چلتے ہوئے اپنے ہی پاؤں میں گراں زنجیریں پہننے پر مجبور ہو جاتا ہے کبھی کبھی انسان کے اپنے دلائل براہین آندھی اور زلزلوں کی قہرمانیاں بن جاتے ہیں۔

جعفر برمکی میں جانتا ہوں کہ بغداد شہر میں رہتے ہوئے تم ایرانیوں اور عربوں کے درمیان تفریق نفرت اور تعصب پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہو ظالم ہماری سرزمینوں میں عربوں ہی کا کھاتے ہو اور عربوں ہی کے خلاف بولتے ہو ایسی زندگی پر لعنت ہے جعفر تم قزاقوں کی سی گفتگو کرتے ہو یاد رکھنا کبھی کبھی غارت اور ایذا رسانی زندگی کے حادثوں کی حکرانی کے سامنے کھوکھلی تاریکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے تو جو اس قسم کی گفتگو کر رہا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ تو حشیش کے نشے میں اندھا ہو رہا ہے تو جانتا ہے کس کے سامنے قطع و برید اور تخریب و تلبیس کی گفتگو کر رہا ہے یہ امیر المومنین ہارون الرشید کے سب سے اعلیٰ سالاروں میں سے ایک ہے جعفر برمکی اتنے دور نہ جاؤ اپنی حدود کو نہ پھلانگو کہ تمہارے اوپر فتنہ گری شعلے لہرائیں اور شعلے تم پر شرر بن کر برسیں اپنا دست تصرف اتنا دراز نہ کرو کہ تمہاری مخالف قوتیں تمہیں تمہارے موروثی تمدن تک سے محروم کر دیں جعفر برمکی وزیر ہی رہو۔ خدا بننے کی کوشش نہ کرو اگر تم امیر المومنین ہارون الرشید کے وزیر ہو تو بہت سے لوگ بھی وہاں تک رسائی رکھتے ہیں رہی بات تمہاری گردن کاٹنے کی تو اس کا فیصلہ تم نے بھی کر دیا ہے کہ اسمٰعیل ابن قاسم نے تمہیں تیغ زنی کے مقابلے کی دعوت دی اور اس دعوت کے جواب میں سب لوگ دیکھتے ہیں تم بھیگی بلی کی طرح اپنی نشست پر بیٹھے رہے اٹھ کر یہ جرات اور جسارت نہیں کی کہ تیغ زنی کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی وزارت کے منصب کی انا اور عزت کو

بحال رکھنے کی کوشش کروں۔" یہاں تک کہتے کہتے زرادہ کو رک جانا پڑا ہارون الرشید کے محافظ دستوں کو سالارِ اعلیٰ ہرثمہ بن المیمن بے پناہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔

"جعفر برمکی! وزیر بن کر وزارت کے منصب کو سنبھالنا اور چلانا بڑا آسان ہے لشکروں کا سپہ سالار بن کر دشمن کے ساتھ ٹکراؤ کے وقت اپنے لشکر کے آگے رہتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنا بڑا کٹھن اور دشوار ہے جعفر برمکی جہد و قربانی اور ایثار کی داستانیں رقم کرنا دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی فکری قدروں کے پیمان کا تحفظ کرنا اقوام و ملل کی تہذیبی اقدار کی پاسبانی کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے یہ کام وزیر جعفر برمکی کر سکتا ہے نہ ابراہیم مغنی، یہ کام ملت اور قوم کے مجاہد اور سالار ہی کر سکتے ہیں۔

جعفر برمکی ابراہیم موصلی جو ہی، چنبیلی، چمپہ اور رس بھری ہواؤں کے گیت تو گا سکتا ہے اشعار کے گلابی شگوفوں املتاس کے پیلے گچھوں سی داستانیں تو سنا سکتا ہے پر صبح آزادی کی تمہید نہیں باندھ سکتا۔

ارتقا کے جگمگاتے افق پر سحر دلکش کا اظہار نہیں کر سکتا۔ پتھریلی مسافتوں کا مسافر بن کر قوم اور ملت کے وقار کی خاطر دیس کے چراغوں میں اپنا خون نہیں جلا سکتا یہ کام ایک سالار ایک مجاہد ہی کر سکتا ہے جعفر برمکی تو نے ناحق ابراہیم موصلی کی طرفداری کی اس لئے کہ اس نے، بے ایمانی، حرص اور لالچ کا اظہار کرتے ہوئے ایک نجار کی اجرت دینے سے انکار کر دیا تھا اور یہ انتہا درجہ کی ناانصافی اور بے حمیتی ہے جس کا مظاہرہ اس ابراہیم موصلی نے کیا ہم نے اس سے جو رقم لینی تھی وہ تو تلوار کی نوک پر اسمٰعیل بن قاسم نے وصول کر لی ہے اب جعفر برمکی رہ گیا تیرا کام تو بھی ہماری طرف سے پہلے ابھی اور اسی وقت خلیفہ ہارون الرشید کے پاس جا کے ہماری شکایت کر دے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں اب اس وقت بھی اگر تم مزید کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہہ لو ورنہ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔" جعفر برمکی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ بولے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ابو ہاشم مسرور زرادہ محمد بن لیث اور فضل بن ربیع اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف کو لے کر اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

ابراہیم موصلی کی حویلی سے نکلنے کے بعد ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔ "میرے بھائیو۔ میرے ساتھ چلو کہ میں تمہارے کھانے کا اہتمام کروں۔" اس پر جلاد ابو ہاشم مسرور بول پڑا۔

"ابن قاسم تمہارا بہت شکریہ یہاں ابراہیم موصلی کے ہاں ہی کافی وقت ضائع ہو گیا ہے اب ہم اجازت چاہتے ہیں اپنے اپنے گھروں کو جائیں گے۔" اس کے ساتھ ہی ابو ہاشم

مسرور زرادہ محمد بن لیث اور دیگر اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے تھے اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف دونوں اپنی حویلی کی طرف جا رہے تھے۔

اسمٰعیل بن قاسم اور عطریف جب حویلی میں داخل ہوئے تو دیوان خانے میں اسمٰعیل کا باپ قاسم، بھائی ابراہیم، شاریہ، برسک، عطریف کی بیوی رویان اسمٰعیل کی بہن سلوا سب بیٹھے شاید ان دونوں کی واپسی کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

دونوں جب دیوان خانے کے سامنے بیٹھ گئے تب انتہائی پریشانی اور فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے سب سے پہلے شاریہ نے پوچھ لیا۔

"امیر جس معاملے کے لیے آپ گئے تھے اس کا کیا ہوا۔" جواب میں جو کچھ وہاں پیش آیا تھا وہ مختصر سے الفاظ میں اسمٰعیل نے بتا دیا سب فکرمند ہو گئے اس موقع پر ابراہیم اپنے بڑے بھائی اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بھائی آپ نے ابراہیم موصلی سے نجار کی رقم تو دوگنی کر کے لے لی۔ لیکن جعفر کا وہاں پہنچ جانا کسی علت سے خالی نہیں ہے اور وہ اس معاملے کی شکایت خلیفہ ہارون الرشید سے ضرور کرے گا اب آگے اس کا ردعمل کیا ہوتا ہے اس سے متعلق آپ ہم سب سے بہتر جانتے ہیں۔" جواب میں اسمٰعیل مسکرایا کہنے لگا۔

"آپ لوگ ردعمل کا فکر نہ کریں کچھ نہیں ہوگا دیکھو رات کافی جا رہی ہے اٹھو جا کے آرام کرو۔" اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا شاریہ وہاں بیٹھنا چاہتی تھی لیکن اسمٰعیل کے اٹھنے پر اسے بھی مجبوراً اٹھنا پڑا لہٰذا وہ اپنے بھائی برسک کے ساتھ عطریف اور رویان کو لے کر حویلی کے دوسرے حصے کی طرف چلی گئی تھی۔

وہاں جا کر چاروں ایک جگہ اکٹھے بیٹھ گئے بڑی فکرمندی میں عطریف کو مخاطب کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

"بابا! اس واقعہ نے مجھے اور بھی پریشان اور فکرمند کر دیا ہے اب جعفر برمکی وزیر ہے اس سے آپ دونوں الجھ آئے ہیں بلکہ جھگڑا اور تکرار بھی کر آئے ہیں معاملہ گردن کاٹنے تک جا پہنچا ہے اب جعفر آج رات یا صبح کو اس معاملے کی شکایت خلیفہ سے کرے گا تو اس کا کیا ردعمل ہوگا۔" جواب میں عطریف نے بڑے پیارے انداز میں شاریہ کا سر تھپتھپایا کہنے لگا۔

"بیٹی! تو فکرمند کیوں ہوتی ہے سب ٹھیک ہو جائے گا میں تمہیں یقین دیتا ہوں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" شاریہ نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگی۔

"نہیں بابا! اس طرح مجھے قلبی و ذہنی سکون نہیں ہوگا میں ساری رات پریشانی میں سوچتی

رہوں گی جب تک یہ معاملہ حقیقی معنوں میں خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے رفع دفع نہیں ہو جاتا اس وقت تک یوں جانو مجھے آسودگی اور چین نصیب نہیں ہو سکتا۔'' اس موقع پر برمک تھوڑی دیر تک بڑی پریشانی سے اپنی بہن شاریہ کو دیکھتا رہا پھر روئے سخن تبدیل کرنے کی خاطر عطریف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بابا! یہ بغداد الف لیلوی شہر کہلاتا ہے یہاں خلیفہ ہارون الرشید کے عجیب و غریب قصے مشہور ہیں دور دراز کے علاقوں میں اور دوسرے شہروں میں بھی خلیفہ ہارون الرشید کے بھیس بدل کر بغداد شہر میں گھومنے اور نکلنے کے قصے مشہور ہیں ان میں سے ایک قصہ ہمیں بھی سنا دیں اس سے ہمارا وقت اچھا گزر جائے گا۔'' برمک وہ شاید یہ چاہتا تھا کہ اس کی بہن شاریہ کا ذہن بٹ جائے اور وہ کسی قدر پرسکون ہو جائے۔ پھر ایک دم برمک اپنا منہ عطریف کے کان کے قریب لے گیا۔

''بابا میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ بہن کتنی پریشان اور فکر مند ہو رہی ہے اور ساری رات ایسے ہی کاٹ دے گی اسے نہ نیند آئے گی اور نہ سکون ملے گا یہ بڑی حساس ہے کوئی اچھا سا واقعہ سنا دیں اس کا ذہن بٹ جائے گا اور مطمئن و آسودہ ہو جائے گی اور سو سکے گی۔'' اتنا کہنے کے بعد برمک پیچھے ہٹ گیا پھر عطریف نے شاریہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''شاریہ میری بچی برمک کے کہنے پر میں تجھے خلیفہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ سناتا ہوں۔'' شاریہ جب مان گئی تب قصے کی ابتدا کرتے ہوئے عطریف نے کہنا شروع کیا۔

''شاریہ میری بچی! خلفائے عباسیہ کے ابتدائی دور میں رعایا کے حالات سے ہارون الرشید سے بڑھ کے کوئی باخبر نہ تھا بکثرت مرد اور بوڑھی عورتیں اس شہر کے اندر مخبری اور جاسوسی پر مقرر تھیں اور امراء کے مکانات میں غلامان خاص متعین ہیں جو ان کی ساری خبریں پہنچایا کرتے ہیں باوجود اس اہتمام کے وہ خود بھی اندھیری اور چاندنی راتوں میں بھیس بدل کر نکلتا ہے اور مخفی حالات کی تفتیش کرتا ہے۔

الف لیلیٰ میں اس قسم کے متعدد دلچسپ واقعات موجود ہیں انہی واقعات میں سے ایک میں اس وقت تمہیں سناتا ہوں کہ ہم سب کا وقت اچھا گزر جائے۔

بٹیا! بات کچھ یوں ہے کہ رات کا وقت تھا دجلہ اپنی معمولی رفتار سے بہہ رہا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے صاف طور پر نہ گھاٹ نظر آتا تھا نہ کشتیاں لیکن دجلہ کے کنارے کنارے جو قصر و ایوان ہیں۔ ان میں جو مشعلیں جل رہی تھیں ان کی روشنی میں دور سے

ایک چھوٹی کشتی نظر آئی جس پر ایک بوڑھا ملاح خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کشتی کے قریب ہی تین اشخاص سوداگروں کے بھیس میں دجلہ کے کنارے کھڑے تھے بظاہر ان میں سے ایک مالک دوسرا مصاحب اور تیسرا غلام معلوم ہوتا تھا چنانچہ مصاحب نے آگے بڑھ کر بوڑھے ملاح کو مخاطب کیا۔

''بزرگ ملاح مہربانی کر کے ہم تینوں کو دجلہ کی سیر کراؤ اور یہ دو دینار تمہارے معاوضہ خدمت کے موجود ہیں ان کو قبول کرو۔''

جواب میں ملاح کہنے لگا۔ ''میری مجال نہیں جو آپ کی فرمائش بجا لاؤں۔ ہارون الرشید کا معمول ہے کہ وہ شب جس بجرے پر سوار ہو کر نکلتا ہے جس کے ساتھ ایک مناد پکارتا جاتا ہے۔ ''خبردار جو کوئی شخص اعلیٰ ہو یا ادنیٰ جوان ہو یا لڑکا آزاد ہو یا غلام رات کے وقت دجلہ کی سیر کرے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔'' ملاح سے مخاطب ہونے والے تینوں دراصل ہارون الرشید جعفر برمکی اور جلاد ہاشم مسرور تھے اور بھیس بدلے ہوئے تھے یہ گفتگو ابھی ہو ہی رہی تھی کہ دور سے ایک بڑی کشتی آتی ہوئی نظر آئی اس میں جگہ جگہ مشعلوں کی روشنی ہو رہی تھی جب وہ کشتی آگے چلی گئی تو مصاحب نے جو دراصل جعفر برمکی تھا اس ملاح سے اصرار کیا۔

''میاں اگر دو دینار کم ہیں تو میں اس سے بڑی رقم دینے کے لیے تیار ہوں لیکن تم ہمیں اس کشتی میں لے چلو وہ جو آگے آگے بڑھ گیا ہے۔ تم اس کے پیچھے چلو زیادہ رقم ملنے پر وہ بوڑھا ملاح کشتی کو دریائے دجلہ میں رات کے وقت لے جانے پر آمادہ ہو گیا کشتی اس نے اس بجرے کے پیچھے لگا دی جو وہاں سے گزرا تھا جب کشتی اس بجرے کے پیچھے گئی تو انہوں نے دیکھا کہ بجرے کا درمیانی حصہ مشعلوں سے روشن تھا اس کے وسط میں ایک زرنگار کرسی بچھی ہوئی تھی اور اس پر ایک نوجوان سیاہ پوش بیٹھا ہوا تھا دائیں بائیں تخمیناً سو غلام ایستادہ تھے اور ان کے بیچ میں بیس مصاحب تھے۔

اس بجرے کی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ان تین مسافروں میں سے جو دراصل ہارون الرشید تھا اور مالک لگتا تھا اس نے اپنے ساتھی کو مخاطب کر کے پوچھا کیوں صاحب یہ کیا تماشہ ہے عجیب سی حالت ہے اس بجرے کی۔ اس پر تین مسافروں میں سے مالک کے جو دو ساتھی تھے ان میں سے ایک ساتھی بول اٹھا۔

''یہ تو حقیقت ہے کہ بجرے میں بیٹھا ہوا شخص خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔'' جواب میں جو شخص مالک لگتا تھا (یعنی ہارون الرشید) کہنے لگا یہ کہیں مامون یا امین کی شرارت نہ ہو جواب میں ان ساتھیوں میں سے مسرور کہنے لگا حضور سچ فرماتے ہیں خلیفہ ہی معلوم ہوتا

ہے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ہارون الرشید بولا اور کہنے لگا بے شک تمام سامان خلافت کا سا ہی ہے جو شخص سامنے کھڑا ہے وہ بالکل جعفر برمکی معلوم ہوتا ہے اور دوسرا جلاد مسرور اس پر دوسرا مصاحب یعنی مسرور بولا۔

''صاحب کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا اسرار ہے میری تو عقل گم ہے۔'' ابھی ان تینوں مسافروں کا سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تھا کہ وہ بڑی کشتی جو بجرہ نما تھی بڑی تیزی سے حرکت میں آئی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی تب مسرور نے ملاح سے پوچھا کیا خلیفہ اسی طرح ہر شب کو دجلہ کی سیر کیا کرتا ہے؟ بوڑھا ملاح کہنے لگا ہاں چنانچہ ہارون نے ملاح سے کہا کل تم ہمیں اسی جگہ ملنا جو رقم آج تجھے دی گئی ہے اس سے زیادہ تجھے دی جائے گی۔

دوسرے روز بوڑھا انعام کے لالچ میں اسی جگہ کشتی لگائے بیٹھا تھا کہ وہ تینوں آموجود ہوئے وہ سوداگروں کا لباس پہنے ہوئے تھے کشتی میں آکے بیٹھ گئے اتفاق کی بات کہ وہ بڑی بجرہ نما کشتی ان کے پاس سے گزرنے لگی تو ہارون الرشید نے ملاح کو اپنی کشتی اس کے پیچھے لگانے کو کہا۔

چنانچہ وہ کشتی اس بجرے کے پیچھے ہولی۔ اس روز بجرے کی حالت عجیب تھی تقریباً دوسو غلام مودب کھڑے تھے ملاح کو چونکہ اس روز دینار زیادہ ملے تھے لہٰذا اس نے کشتی کو خوب تیز چلایا۔ اور کشتی کو بجرے کے پیچھے پیچھے چلاتا چلا گیا چنانچہ چلتے چلتے وہ کشتی ایک باغ کے کنارے پہنچ گئی۔

وہاں غلام مع سواری کے موجود تھے خلیفہ کشتی سے اترا اور خچر پر سوار ہو کر باغ کی طرف روانہ ہوا۔ ہارون الرشید بھی دونوں کے ساتھ دل کڑا کر کے اس خلیفہ کے پیچھے ہو لیے اور آگے چل کر مشعلچیوں نے انہیں دیکھ لیا اور اجنبی سمجھ کر غل مچایا تب غلاموں نے انہیں گرفتار کر کے اس خلیفہ کے روبرو پیش کر دیا۔

بجرے کے اندر سے وہ خلیفہ اتر کر جب باغ میں داخل ہوا تھا ان تینوں سوداگروں کو ان کے سامنے پیش کیا تو اس نے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیونکر آئے ہو۔

اس پر ہارون الرشید نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

حضور ہماری حماقت نے ہم سے سازش کر کے ہمیں دجلہ کی سیر پر آمادہ کیا۔ اس کی وجہ سے آپ کے خدام نے ہمیں گرفتار کر لیا یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ امیر المومنین کے دیدار سے فیض یاب ہو گئے اب آگے جو قسمت دکھائے۔

اس پر خلیفہ نے کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اگر آپ لوگ مسافر نہ ہوتے اور کوئی بغدادی ہوتا تو ضرور ضابطہ کے تحت قتل کیا جاتا۔ لیکن اب آپ ہمارے مہمان ہیں اطمینان سے استراحت فرمائیے اور پھر اپنے ایک مصاحب کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

یہ آج ہمارے مہمان ہیں ان کو بھی اپنی بے تکلفی کی صحبت میں شریک کرو اس مصاحب نے انہیں شرکت کی دعوت دی تب وہ تینوں محفل میں شریک ہو گئے تھوڑی دور جا کر انہیں ایک عظیم الشان محل نظر آیا جو شاہانہ طرز پر آراستہ تھا۔ وہاں پہنچ کر سب لوگ اپنے قرینے سے بیٹھ گئے اور دسترخوان چنا گیا جب کھانے سے فراغت ہوئی تو دور شروع ہوا۔ جب ان تینوں سوداگروں کی طرف دور آیا تو پہلے ہارون نے انکار کیا خلیفہ نے اس کی وجہ پوچھی تو جلاد مسرور نے خلیفہ کو مخاطب کر کے کہا حضور ہمارے آقا نے مدت سے شراب چھوڑ رکھی ہے۔

لیکن خلیفہ نے مع یاران مجلس خوب پی اور مست ہو کر نشے میں جھومنے لگا۔ جب ان لوگوں کو کس قدر تخلیہ حاصل ہوا تو آپس میں اس مکان کی آرائش اور دیگر سامان وظروف وغیرہ کی تعریف کرنے لگے ہارون الرشید جعفر اور مسرور کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کیا خوب ہوتا کہ یہاں کے حالات کی مجھ پر زیادہ وضاحت ہوتی۔

خلیفہ نے شاید انہیں اس طرح گفتگو کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ دریافت کیا کہ آپ لوگ کن خیالات میں ہیں۔

اس پر مسرور کہنے لگا ہمارا مالک اس وقت حضور کی خوش انتظامی اور سامان و آرائش دیکھ دیکھ کر محو ہو رہا ہے اور مجھ سے اس کی تعریف کر رہا ہے۔

اس پر وہ خلیفہ خوش ہوا اور کہنے لگا آپ لوگوں کے نزدیک کسی چیز کی کمی ہے اس بار وزیر جعفر کہنے لگا۔ ہماری کیا مجال ہم کسی کا ذکر کریں تمام سامان عیش مہیا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ خلیفہ پھر بولا نہیں نہیں بلا تکلف جس چیز میں آپ کمی دیکھیں اس کی اطلاع دیں۔

اس پر جلاد مسرور بولا۔

''ہمارے مالک کا خیال ہے کہ شراب بغیر سمع محفل تو ضیع الاوقات ہے۔'' خلیفہ یہ سن کر مسکرایا اور فوراً ہی دستک دی جس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور اس سے ایک غلام نکلا اور اس نے ایک ہاتھی دانت کی مرصع کرسی لا کر بچھائی اس کے بعد ایک نہایت خوبصورت کنیز آئی۔ اور کرسی پر بیٹھ کر طور بجانا شروع کیا چنانچہ اس نے چوبیس دھنیں بجائیں جس کی ہر ہر

تال پر عقل حیران ہوتی تھی اور اس کی آواز بھی بہت دلکش تھی جو اور زیادہ غضب ڈھاتی تھی چنانچہ اس موقع پر جو اس نے اشعار گائے ان کا مدعا کچھ اس طرح تھا۔

''اس کی زبان میری آنکھوں میں بول رہی ہے اور یہ کہتی ہے کہ میں تیرا عاشق ہوں میرا ستم زدہ دل میرا گواہ ہے اور میرا دل تیرے فراق سے زخمی ہے اور کانپتا ہے جس محبت نے مجھے پگھلا دیا ہے میں اسے کہاں تک چھپاؤں۔ دل زخمی ہے اور آنسو ہلاک کرنے والے ہیں تیرے عشق سے پہلے مجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ عشق کیا چیز ہے لیکن خدا کا حکم مخلوقات میں پہلے نافذ ہو چکا ہے۔''

یہ اشعار کچھ ایسے درد انگیز لہجے میں گائے گئے کہ خلیفہ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی یکایک چیخ اٹھا اور بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو دوسری پوشاک زیب تن تھی اور ذرہ سکوت کرنے کے بعد اس نے پھر دستک دی۔

قاعدہ اول کے مطابق دوسری لونڈی حاضر ہوئی اور عود بجانا شروع کیا ہارون الرشید جعفر اور مسرور نے جب دیکھا کہ خلیفہ جب محو ساع ہے تو آپس میں آہستہ آہستہ گفتگو شروع کی۔ ہارون جعفر اور مسرور دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہاں تو خلافت کے سامان پورے طور پر مہیا ہیں۔'' جواب میں مسرور کہنے لگا بے شک حضور سچ فرماتے ہیں آخر یہ معاملہ کیا ہے کچھ حضور نے بھی خیال فرمایا ہارون پھر کہنے لگا کیا تم نے خلیفہ کے چہرے پر کوئی نشان بھی دیکھا ہے مسرور کہنے لگا جی ہاں کافی دیر سے اس کی پیشانی پر ایک نشان پر غور کر رہا ہوں۔

ابھی اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ خلیفہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا اور پوچھا یہ تم کیا سرگوشیاں کر رہے ہو۔ اس پر مسرور نے جواب دیا ہمارا مالک اس وقت آپ کی فیاضیوں کا بار بار ذکر کر رہا ہے کیونکہ ہر کنیز کے رد و بدل میں حضور نے جوڑے قیمتی جن میں سے ہر ایک پانچ سو دینار سے کم نہ ہو گا خادموں کو چاک کر کے دے دیئے۔

اس کے بعد جب خلیفہ دوسری طرف متوجہ ہوا تب ہارون الرشید ایک بار پھر جعفر اور مسرور کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''مجھ کو خلیفہ کی پیشانی پر ایک نشان نظر آتا ہے میری نظر کہیں غلطی تو نہیں کر رہی۔''

اس پر مسرور کہنے لگا حضور جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں سچ ہے پیشانی پر داغ مجھ کو بھی نظر آ رہا ہے ہارون نے اس پر پوچھا تو کیا اس سے داغ کی نسبت دریافت نہ کریں۔ اس پر مسرور کہنے لگا نہیں حضور یہ موقع نہیں ہے ذرا صبر کیجئے۔

ہارون غصے میں کہنے لگا۔ مجھے قسم ہے تربت عباس کی جب تک اس داغ کا حال معلوم نہ کر لوں گا اس وقت تک تسکین نہ ہو گی۔

لفظ تربت عباس اس زور سے نکلا کہ خلیفہ چونک پڑا اور اس نے مسرور کی طرف دیکھ کر کسی قدر خوف زدہ آواز میں دریافت کیا۔ کیا بات ہے اس پر مسرور کہنے لگا۔

کچھ نہیں معمولی باتیں ہیں مگر میرے مالک کا ایک سوال ہے۔ آپ کو خدا کی قسم اس کا جواب صحیح دیجئے گا۔ اور یہ جو آپ کی پیشانی پر نشان نظر آتا ہے وہ کیا اور کس وجہ سے ہے۔

خلیفہ یہ سن کر ساکت ہو گیا اور دیر تک ہارون اور اس کے دونوں ساتھیوں کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر خوف زدہ ہو کر رونے لگا اور پھر ڈرتے ڈرتے ان تین سوداگروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرا دل کہتا ہے کہ اس مجلس میں تمہارا جو سردار ہے وہ زمانے کا خلیفہ اور پاک نسل سے ہے اور دوسرا جو اس کا مصاحب ہے جعفر برمکی اور تیسرا ساتھی ابو ہاشم مسرور جلاد ہے وہ شخص جو خلیفہ بنا بیٹھا تھا دراصل مصنوعی خلیفہ تھا اور اس نے اپنی گفتگو میں ظاہر کر دیا تھا کہ اس نے ان تینوں کو پہچان لیا ہے اس لیے کہ جو وہ تین سوداگر بنے ہوئے تھے ان میں واقعی ایک ہارون الرشید دوسرا جعفر برمکی اور تیسرا ابو ہاشم مسرور جلاد تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی تینوں خلیفہ جعفر اور ابو ہاشم ہیں تب کہنے لگا۔

اپنا واقعہ سنانے سے پہلے میں آپ سے اپنی جان بخشی چاہتا ہوں کہ حضور کے طفیل میں سیر دریا کرتا ہوں اور اس کے بعد اپنا حال عرض کرتا ہوں۔

وہ جو تین مسافر تھے ان میں جو مالک بنا ہوا تھا وہ واقعی ہی خلیفہ ہارون الرشید تھا کہنے لگا تمہاری خطا معاف ہوئی۔ اب یہ جو تم مصنوعی خلیفہ بنے ہوئے ہو اور ساتھ غلام نوکر چاکر بے شمار ہیں اور یہ جو سلسلہ محل کا اور لونڈی غلاموں کا اور گانے والیوں کا ہے ذرا اس کی تفصیل کہو۔ اس پر وہ شخص بول اٹھا کہنے لگا۔

امیر المومنین میرا نام نورالدین ہے بغداد کے محمد جوہری کا بیٹا ہوں میرا باپ مشہور سوداگر تھا۔

جب اس کا انتقال ہوا تو میرے ہاتھ وسیع اور بے شمار دولت آئی امیرانہ طور پر زندگی بسر کرتا تھا۔ ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انتہائی خوبصورت پرکشش عورت خچر پر سوار میری دوکان پر آئی تین کنیزیں اس کے ہمراہ تھیں۔

مجھ سے پوچھا کیا نورالدین بن محمد جوہری آپ ہی ہیں میں نے عرض کیا ہاں میں ہی

ہوں آپ کا غلام حاضر ہوں۔

پھر پوچھا کہ مجھے اعلیٰ درجے کے موتیوں کی لڑیاں چاہئیں میں نے کہا کہ جو کچھ ہے میں پیش کرتا ہوں اگر ان میں سے کوئی پسند آئے تو میرے لیے سعادت ہوگی۔

چنانچہ میں نے موتیوں کی سو لڑیاں پیش کیں لیکن کوئی بھی پسند نہ آئی اور اس خوبصورت عورت نے ان سے بھی عمدہ اور قیمتی موتی پیش کرنے کا حکم دیا تب میں نے ایک چھوٹی سی لڑی جو میرے والد نے ایک لاکھ کی خریدی تھی۔ پیش کی اور عرض کیا یہ وہ قیمتی موتی ہیں جن کی نظیر بمشکل بادشاہوں کے ہاں ہی ہوگی۔

چنانچہ وہ لڑی دیکھ کر وہ خوبصورت عورت پھڑک اٹھی اور کہا کہ مجھے مدت سے ایسے ہی موتیوں کی تلاش تھی پسند آنے پر نرخ پوچھا میں نے قیمت بتا دی۔ قیمت سن کر جواب دیا۔ لاگت پر پانچ ہزار دینار نفع کے دیئے جائیں گے اور ایک خوبصورت کنیز بھی عنایت کی جائے گی۔

میں نے عرض کیا یہ لڑی اور اس کا مالک دونوں موجود ہیں موتی بھی آپ کے ہیں اور یہ خادم بھی آپ کا غلام ہے۔ میری بات سن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا نہیں نفع تو تم کو ضرور ملنا چاہئے پھر چلتے وقت خدا کی قسم دے کر کہا کہ قیمت لینے میرے مکان پر ضرور آنا چنانچہ میں اسی وقت دوکان پر قفل لگا کر اس کے ساتھ ہولیا تھوڑی دور چل کر وہ حسین عورت ایک شاندار عمارت پر پہنچی اس عمارت کا کیا کہنا تھا نہایت شاندار تھی۔ صدر دروازے پر ایک تحریر لکھی تھی ''اے گھر تیرے اندر غم نہ آئے اور تیرے مالک کے ساتھ زمانہ بے وفائی نہ کرے۔ تو مہمانوں کے لئے نہایت اچھا گھر ہے۔'' جبکہ مہمان کو کہیں گھر نہ ملتا ہو وہ دروازے پر چند لمحے ٹھہرنا پڑا پھر ایک کنیز محل کے اندر لے گئی کہ چلئے اپنے موتیوں کی قیمت لے لیجئے چنانچہ ایوان کے ایک جانب میرے لیے کرسی بچھا دی گئی اس کے قریب ایک طرف سرخ حریر کا پردہ پڑا تھا اور چاندی کی کرسی پر وہی خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کے گلے میں وہی موتیوں کا ہار تھا جو مجھ سے خریدا تھا مجھے دیکھ کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا۔

نور الدین میں چاہتی ہوں کہ تم میرے پاس رہو اور سلسلہ کلام ایسا چھیڑا جس کے ہر ہر فقرے سے محبت کی بو آتی تھی پھر مجھ سے کہا کہ میں اس شہر میں گمنام ہو کر رہتی ہوں میرے نام سے کوئی واقف نہیں ہے حلف اٹھاؤ اور خدا کی قسم کھاؤ تب میں اپنا راز تم پر ظاہر

کروں گی۔

چنانچہ میں نے قسم کھائی تب کہا میں یحییٰ برمکی کی بیٹی اور جعفر برمکی کی بہن دینہ ہوں۔ میں نے خاندان کا نام سنا تو مجھے کس قدر تسکین ہوئی اور معذرت کے طور پر کہا کہ میرا قصور معاف فرمائے صرف طمع زر مجھ کو یہاں تک لائی ہے۔

اس پر دینہ نے کہا کچھ مضائقہ نہیں ہے میں خود مختار ہوں ابھی قاضی کو بلاتی ہوں۔

چنانچہ اس نے مزید گفتگو نہیں کی قاضی اور مشاہد طلب کئے گئے پھر قاضی سے کہا میں اپنا نکاح نور الدین سے کرنا چاہتی ہوں نکاح پڑھائیں قاضی نے اجازت قبول کے بعد خطبہ نکاح پڑھا اور حق مہر میں وہی لڑی موتیوں کی سامنے رکھ دی اور نکاح ہوتے ہی ہر طرف خوشی اور مبارک باد کے ترانے گائے جانے لگے لہذا چند خوبصورت کنیزیں ساز وغیرہ بجاتی تھی اور عمدہ راگنیاں سناتی تھیں۔

اس کے بعد ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے خواب گاہ کے کمرے میں جو پہلے سے آراستہ تھا چلے گئے اور سو رہے غرضیکہ ایک مہینہ انتہائی عیش و عشرت میں گزر گیا۔

عزیز و اقارب دوکان مکان سب یک لخت دل سے محو ہو گئے اور آج تک وہی بے خودی کی حالت ہے۔

پھر ایسا ہوا کہ ایک دن دینہ نے حمام پر جانے کا قصد کیا تاکہ وہاں جا کے غسل کرے مجھے قسم دے کر رخصت ہوئی کہ میری واپسی تک خبردار گھر سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالنا جب میں نے اقرار کیا وہ گھر سے باہر نکلی اور چلی گئی۔

اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھی عورت محل کے اندر آئی اور مجھ سے کہا کہ بیٹا مجھے ملکہ زبیدہ خاتون نے یاد فرمایا ہے میں نے معذرت کی کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا اس لئے کہ ایسا کرنے کے لیے قسم کھا چکا ہوں اس بڑھیا نے نہ مانا اور کہا کہ ملکہ زبیدہ کی ناراضگی کے مقابلے میں کفارہ دے دینا آسان ہے مجبوراً میں اس کے ساتھ ہولیا۔

زبیدہ خاتون کے حضور جب میں پہنچا تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ نور الدین تم ہی ہو تم ہی دینہ کے معشوق ہو۔

میں نے عرض کیا حضور کا فرمانبردار غلام ہوں تب خاتون نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے حسن و جمال کی جیسی میں نے تعریف سنی تھی ویسا ہی پاتی ہوں تم مجھے کوئی چیز سناؤ میں نے سنا ہے کہ تم عود بڑا اچھا اور خوب بجاتے ہو۔

میں نے حکم کی تعمیل کی میری عود نوازی سے بے حد خوش ہوئی اور میری رخصت کے

وقت مجھے دعا دی کہ خدا تیرے قد و قامت اور خوبصورتی کو نظر بد سے بچائے اور حکم دیا کر دینہ کے آنے سے پہلے پہلے اپنے مکان میں چلے جاؤ۔

لہٰذا جو بوڑھی خاتون مجھے وہاں سے نکال کر لائی تھی وہ مجھے میرے گھر پہنچانے آئی لیکن میرے آنے سے پہلے دینہ وہاں پہنچ چکی تھی جب میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ تخت پر سو رہی تھی میں اس کے قدموں میں جا کے بیٹھ گیا جب اس نے مجھے بیٹھے دیکھا تو پاؤں سمیٹ لیے اور ایک ایسی لات ماری کہ میں تخت سے فرش پر پڑا پھر غضبناک ہو کر بولی اور کہنے لگی۔

نور الدین تم نے قسم توڑ ڈالی مجھ سے جھوٹ بولا اور زبیدہ کے محل میں جا پہنچا خدا گواہ ہے کہ مجھے اپنی رسوائی کا خوف نہ ہوتا تو قصر زبیدہ کو اس کے سر پر ڈھا دیتی پھر اپنے ایک غلام کو جس کا نام صواب تھا حکم دیا کہ اس جھوٹے کمینے کی گردن اڑا دو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے صواب نے اس کے کہنے پر میری مشکیں کس لی اور آنکھوں پر پٹی باندھنا چاہتا تھا کہ قتل کر دے کہ اتنے میں محل کی سب سے چھوٹی بڑی کنیزیں وہاں آ جمع ہوئیں اور میری سفارش کرنے لگیں اور دینہ سے منت کرتے ہوئے کہا کہ سرکار نور الدین کا یہ پہلا جرم ہے کہ حضور کے مزاج سے یہ کچھ واقف نہیں ہے اور آخر اس کا قصور ہی کیا ہے کہ قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اپنی کنیزوں کی سفارش پر اس کا جنون کسی قدر کم ہوا اور میرے قتل سے باز آئی۔

اچھا معاف تو کرتی ہوں لیکن کوئی نشان ایسا ہونا چاہئے جو تمہیں تمہاری غلطی کا احساس دلاتا رہے چونکہ پھر مجھ کو داغا یہ جو میری پیشانی پر داغ ہے یہ اس داغنے کا نتیجہ ہے اور دینہ کے گھر سے بڑی رسوائی کے ساتھ نکال دیا گیا۔

وہاں سے نکلنے کے بعد اپنے اوپر ملامت کرتا تھا بمشکل آہستہ آہستہ چل کر گھر تک پہنچا گھر پہنچ کر اپنا علاج شروع کیا چند روز میں آرام ہو گیا تو دوکان کی فکر ہوئی اثاث البیت و فروخت کر ڈالا زرِ ثمن سے چار سو غلام خرید لئے اور تفریح کے لیے یہ جزیرہ نما مکان بنایا اور بڑی کشتی تیار کی جس میں بیٹھ کر روزانہ سیر کرتا ہوں اور اپنا نام خلیفہ ہارون رکھا ہوا ہے اور لوگوں کو یہی نام بتاتا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ رکا دم لیا اور کہنے لگا۔

''اب اس حال میں مجھ کو ایک سال ہو گیا ہے اکثر دینہ کو یاد کرتا ہوں اور رو دیتا ہوں۔'' اس نوجوان کا یہ حال سن کر جہاں امیر المومنین ہارون الرشید کو بڑا تعجب ہوا۔ وہاں

جعفر برمکی اپنی بہن کے اس طرح ملوث ہونے پر شرمندگی اور خجالت محسوس کر رہا تھا۔ جب کہ دوسرا مصاحب جو ابو ہاشم مسرور تھا وہ طنزیہ سے انداز میں کبھی ہارون الرشید کبھی جعفر برمکی کی طرف دیکھتا تھا۔

اب چونکہ وہاں سب لوگوں پر یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ جو تین سوداگر وہاں پہنچے ہیں ان میں سے ایک خود ہارون الرشید دوسرا جعفر برمکی اور تیسرا ابو ہاشم مسرور جلاد ہے تب ہارون الرشید اٹھ کھڑا ہوا جعفر کو حکم دیا اس نوجوان کو کل میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ میں اس کا انصاف کروں گا۔

چنانچہ اگلے روز نور الدین نام کے اس نوجوان کو خلیفہ کے حضور پیش کیا گیا ہارون الرشید نے اسے بیٹھنے کی اجازت دی اور کہا۔ نور الدین میں چاہتا ہوں تمہارا افسانہ پھر سنوں کیونکہ تمہارا افسانہ مجھے بہت خوش کن اور عجیب و دلکش داستانوں جیسا لگا۔

ہارون الرشید کے کہنے پر نور الدین نام کے اس نوجوان نے اپنی اور جعفر برمکی کی بہن دینہ کے قصے کی داستان پھر سنائی جب خلیفہ کے کہنے پر اپنی داستان پھر کہہ چکا تو ہارون الرشید نے اسے پوچھا کیا تم اب بھی دینہ سے ملنے کی خواہش رکھتے ہو۔ اس پر وہ نوجوان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر المومنین یہی تو احسان کا وقت ہے آپ اگر دینہ سے مجھ کو ملا دیں تو یہ ایسی مہربانی ہوگی کہ زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا۔'' چنانچہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر جعفر برمکی کو حکم دیا کہ فوراً اپنی بہن کو وہاں حاضر کرو۔ سو جعفر نے اپنی بہن دینہ کو دربار میں پیش کیا تب ہارون نے جب دینہ سے اس نور الدین سے متعلق پوچھا تب دینہ نے کہا۔

''حضور جو ہونا تھا وہ ہو چکا میں امیر المومنین سے اپنے اس رویے کی معافی مانگتی ہوں۔'' پھر ہارون الرشید نے دینہ کا قصور معاف کر کے قاضی کو بلایا اور اپنے دربار ہی میں نور الدین نام کے اس نوجوان اور جعفر برمکی کی بہن دینہ کا عقد کروا دیا چنانچہ نور الدین بقایا زندگی ہارون الرشید کی مصاحبت میں دینہ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی گزارنے لگا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر خوش کن انداز میں شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''شاریہ بہن جو الف لیلوی داستان میں نے تم سے کہی یہ کیسی رہی۔'' شاریہ جواب میں مسکرا دی اور کہنے لگی۔

''بابا! واقعی آپ نے میرا ذہن بانٹ کے رکھ دیا۔ بہت اچھی داستان آپ نے سنائی

اس سے مجھے ایک طرح کی آسودگی ایک طرح کا ذہنی سکون ملا ہے۔ اس پر عطریف اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''اگر یہ معاملہ ہے تو فوراً اٹھو اور جا کر اپنے بستر میں دراز ہو کے آرام کرو۔'' اس کے ساتھ ہی عطریف اور برسک وہاں سے اٹھ گئے جب کہ شاریہ بھی اپنی خواب گاہ کی طرف چلی گئی تھی۔

☼......☼

اسمٰعیل کا باپ قاسم اور عطریف دونوں دیوان خانے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ دیوان خانے میں شاہی طبیب جبرائیل داخل ہوا۔ قاسم اور عطریف دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا۔ ہاتھ کے اشارے سے قاسم نے اسے ایک نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ اپنے لباس کو سمیٹتا ہوا جبرائیل وہاں بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر قاسم اور عطریف دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے جبرائیل کہہ رہا تھا۔

''میری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت آپ دونوں یہاں دیوان خانے میں موجود ہیں اور میں آپ دونوں سے انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' قاسم نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''جو کہنا ہے بلا جھجک کہو۔ ہم دونوں تمہاری بات غور سے سنیں گے۔'' اس پر جبرائیل نے کہنا شروع کیا۔

''قاسم میرے بھائی! آپ اور عطریف دونوں جانتے ہیں کہ میرے بیٹے عیسیٰ کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ ہمارا گھر اجڑا اجڑا اور ویران ہے میں اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے شاریہ کا انتخاب کیا ہے۔ میرا بیٹا عیسیٰ بھی اسے دیکھ چکا ہے اسے پسند کر چکا ہے اور چاہتا ہے کہ شاریہ سے اس کا عقد ہو جائے۔ اب اگر آپ دونوں اجازت دیں اور آپ دونوں کی رضامندی ہو تو اس شادی کا اہتمام کیا جائے۔

قاسم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی عطریف بول پڑا۔

''جبرائیل جو کچھ تو نے کہا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے جہاں بیٹی ہو وہاں رشتے آتے ہیں۔ ہر کسی کو رشتہ مانگنے کی آزادی ہوتی ہے۔ پر دیکھو معاملہ ایک ایسی لڑکی کا ہے جس کا کوئی بھی خونی رشتہ یہاں نہیں ہے۔ میں نہیں چاہوں گا کہ اس پر جبر کیا جائے پہلے اس سے پوچھا جائے گا اگر وہ تمہارے بیٹے عیسیٰ کے ساتھ شادی کرنے پر رضا مند ہو گئی تو ہم عقد کا اہتمام کر دیں گے۔'' عطریف جب خاموش ہوا تو قاسم بول اٹھا۔

''جبرائیل جو بات عطریف نے کہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں انتہائی مناسب ہے ویسے میں

تم سے یہ کہوں کہ شاریہ کو میں اپنے بیٹے اسمٰعیل کے لئے پسند کر چکا تھا۔ گو میں نے اس موضوع پر شاریہ سے بات نہیں کی نہ ہی میں نے عطریف سے ذکر کیا ہے۔ تاہم اس موضوع پر میں نے اپنے بیٹے اسمٰعیل سے بات کی تھی وہ شاریہ کو اپنانے اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے تیار ہے اب تم نے بھی شاریہ کا رشتہ پوچھ لیا ہے میں سمجھتا ہوں آخری فیصلہ شاریہ پر چھوڑتے ہیں وہ جہاں جس کے ساتھ بھی شادی کرنا چاہے گی اس کا اہتمام کیا جائے گا۔'' عطریف اور قاسم دونوں کی گفتگو سے جبرائیل خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔

''آپ دونوں کی گفتگو سے میری حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں شاریہ سے گفتگو کرنی چاہئے۔ وہ میزان کے جس پلڑے پر بھی بیٹھنا چاہے گی ایسا ہی کیا جائے گا۔ اس کا عقد اس کی مرضی اس کی منشاء کے خلاف نہیں کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ معاملہ عطریف کو حل کرنا چاہئے۔ عطریف میرے بھائی میں اپنے بھائی قاسم کے ساتھ یہاں بیٹھتا ہوں تم جاؤ اپنی بیوی رویان سے بات کرو سارا معاملہ اس کے سامنے پیش کرو اور اسے کہو ایک ماں کی حیثیت سے شاریہ کا عقد اس کی مرضی جاننے کے لیے کوشش کرے۔'' عطریف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا جب وہ باہر نکلا اپنی رہائش کے حصے کی طرف گیا تو وہاں رویان تھی نہ شاریہ نہ ہرسک پشت کی طرف گیا تو وہ سب مل کے پودوں کو پانی دے رہے تھے۔ ان کے ساتھ ساوا اسمٰعیل اور ابراہیم بھی پودوں کو پانی دینے میں مصروف تھے عطریف نے آواز دے کر رویان کو بلایا۔ رویان جب سکونتی حصے میں آئی تو بڑی رازداری کے ساتھ جو گفتگو دیوان خانے میں ہوئی تھی اس کی تفصیل عطریف نے کہہ دی تھی۔ ساری تفصیل سن کر رویان مسکرائی کہنے لگی۔

''میرے خیال میں تو شاریہ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی حرکات اس کی گفتگو اس کے اٹھنے بیٹھنے سے میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے اسمٰعیل کو پسند کرتی ہے۔ بات بات پر اس سے گفتگو کرنے میں پہل کرتی ہے۔ اس کی طرف غور سے دیکھتی ہے وہ جاتا ہے تو پشت کی طرف سے اسے دیکھتی رہتی ہے۔ وہ آتا ہے تو اس کے سائے تک میں کھوئی رہتی ہے پھر میرے خیال میں ایسی صورت میں اس سے پوچھنا بیکار ہے۔'' عطریف مسکرایا اور کہنے لگا۔

''رویان جو تم کہہ رہی ہو اتنا تو میں بھی جانتا ہوں آخر اسے بیٹی کی حیثیت سے گھر میں رکھا ہے میری موجودگی میں وہ اسمٰعیل سے گفتگو کرتی رہتی ہے اور اس کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے اس کی ہر خواہش کا خیال رکھتی ہے۔ اسے بڑے طریقے بڑے پیار بڑی محبت سے کھانا

پیش کرتی ہے اس کی ہر چیز کا خیال رکھتی ہے۔ بلکہ میں نے تو کئی بار دیکھا ہے بڑے قرینے بڑے سلیقے سے ساوا کے بجائے خود اس کے کپڑے وغیرہ تہہ کر کے رکھتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس سے پوچھنا ضروری ہے اس لیے کہ کل کو کوئی اعتراض نہیں رہے گا۔ محترم جبرائیل بھی کوئی معاملہ کھڑا نہیں کر سکیں گے کہ ہم نے شاریہ سے پوچھے بغیر اسے کیسے بیاہ دیا لہٰذا تم ابھی شاریہ کو بلاؤ اس سے اس موضوع پر گفتگو کرو جو وہ جواب دے وہی میں نے جبرائیل اور قاسم سے دیوان خانے میں جا کر کہنا ہے اس لیے کہ وہ بڑی بے چینی سے میری واپسی کے منتظر ہیں۔'' رویان مان گئی پھر کہنے لگی۔

''اچھا آپ دوسرے کمرے میں جا کے بیٹھیں میں شاریہ کو دیوان خانے میں لے کر بیٹھتی ہوں اور مادرانہ شفقت سے میں اس موضوع پر اس سے گفتگو کرتی ہوں۔ پھر جو وہ جواب دیتی ہے اس سے آپ کو آگاہ کرتی ہوں۔'' عطریف مان گیا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ رویان نے آواز دے کر شاریہ کو بلایا شاریہ بھاگتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ رویان نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر کہنے لگی۔

''بیٹی میرے ساتھ ذرا دیوان خانے میں آؤ میں انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔'' شاریہ کچھ فکر مند اور پریشان سی ہو گئی تھی عجیب سے انداز میں رویان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جس میں سوال ہی سوال اندیشے ہی اندیشے استفسار ہی استفسار تھا۔ دونوں جب دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئیں تب بغیر کسی تمہید کے رویان نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

''بیٹی یہ کہو کہ کیا تم نے اپنی زندگی میں کسی کو چاہا ہے اور کسی کو اپنے دل میں ایسا درجہ دیا ہے کہ تم چاہتی ہو کہ وہ تمہاری زندگی کا ساتھی بنے۔ بیٹی اگر کوئی بات ہے تو مجھے کھل کے کہو۔ کوئی بھی فیصلہ تمہاری مرضی کے خلاف نہیں ہوگا اس لئے کہ ہم گھر کے سب افراد اب تمہاری شادی کر دینے کا ارادہ کر چکے ہیں فی الفور شادی نہ بھی ہوئی تب بھی ہم تمہاری سگائی تمہاری منگنی کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی جیسے تم چاہو گی۔ اس کے ساتھ جسے تم پسند کرو گی۔ اب یہ کہو کہ کیا تمہاری کوئی پسند ہے۔ کوئی ایسا نوجوان ہے جسے تم اپنی مسافت کی منزل بنا چکی ہو۔ کوئی ایسا ہے جس کے ساتھ تم اس کے ساتھی کی حیثیت سے رہنا پسند کر چکی ہو۔'' شاریہ نے کچھ سوچا شرمائی لجائی اس کے بعد کسی قدر جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''اماں آپ ماں ہیں ماں کے سامنے میں جھوٹ نہیں بولوں گی میں اپنے لیے ایک

ساتھی کا انتخاب کر چکی ہوں۔ اور وہ ایسا نوجوان ہے جو برفانی آندھیوں میں ابر رحمت اور صلات صبح سا پر سرور ہے۔ وہ میرے لیے سیاہ پوش راتوں ہولناک لمبی ساعتوں میں خورشید و مہتاب کی فروغ انگیزی روشنی کی انوکھی نوید اجڑی خواہشوں کا چراغ ثابت ہو سکتا ہے۔ میرے لیے وہ جہنم کی بھٹیوں کے لپکتے شعلوں طوفانی رات کی ٹھٹھرتی سکوت اور خونی جھیلوں کی رعنائیوں سے تحفظ کا شیش محل سرخ گلوں کی نکل چھاؤں پیار کے پھولوں کی مہکار اور سبز موسموں کی گل نار ٹھنڈک بن سکتا ہے۔

اماں لوگ کہتے ہیں میرا حسن پھولوں کے روپ رنگوں کے نکھار گلاب انگھڑیوں کی سحر کاری سا ہے۔ میری سکھیاں کہتی ہیں میرے عارضوں کی شکری ملاحتیں میری نوجوانی کی خاموشیاں گاتی گنگناتی حدیث باغ و بہار خسروانہ بانکپن انار کی سرخی کی مانند ہیں۔ دیکھنے والے کہتے وہیں کہ میرا شباب شگفتہ و حسین اس بھرے گلابی ہونٹوں سے بھی برتر ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اب میری نہیں ہے۔ میں اپنے تن اپنے شعور اپنے جسم اپنی سانسوں اپنے احساسات کی ہر چیز اسی نوجوان کے نام کر چکی ہوں۔

اماں اب وہی میری پلک پلک پر فتح کا غرور میرے نفس نفس میں ہنستی نور رنگ پھوار اب وہی میرے جوان جسم لطیف بدن میری مسندی کلائیوں کے یقین کا رس اور امید کا خمار ہے۔ اب وہی میرے سرخ شاداب شکری گل نار ہونٹوں پر داز کی خنکی ہے چٹکیوں میں خوشبو سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ جیسے موج لرزن میں تشنہ سرشاریاں دھنک کے عکس بن کر مقید ہو جاتی ہیں۔ اماں اب وہی نوجوان میری سوچوں کی تازگی میرے مہتاب بدن کی نرم چھاؤں کی نوید میرے خون کی تابش میری روح کے گوشوں کی نشاط انگیزی ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد شاریہ رکی پھر کسی قدر ہلکی سی مسکراہٹ میں وہ رویان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''اماں جس نوجوان سے میں نے محبت کی ہے جسے میں نے چاہا ہے اس سے متعلق اتنا ہی کافی ہے یا مزید کچھ کہوں۔'' رویان کھل کر ہنس دی کہنے لگی۔

''میری بچی! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ بھی زیادہ ہے۔'' اس پر شاریہ سنجیدہ ہو گئی کہنے لگی۔

''اماں میں نے تو اپنے تن من سب کا اظہار سچائی پر رہتے ہوئے آپ سے کر دیا ہے اب آپ یہ بتائیں آپ نے مجھ سے اس موضوع پر کیوں استفسار کیا ہے۔'' اس پر رویان نے تھوڑی دیر پہلے عطریف سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس سے کہہ دی تھی۔ ساری تفصیل سن کر شاریہ تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی پھر کہنے لگی۔

''اماں لگتا ہے حالات خود بخود اور از خود ہی میری ساری مشکلیں آسان کرتے جا رہے ہیں۔ میں یہاں آنے کے بعد اکثر سوچا کرتی تھی کہ اپنے جذبات اپنے احساسات کا اظہار کس سے کروں کبھی کبھی میں ارادہ کرتی تھی کہ اپنے من کی بات آپ سے کہہ دوں پھر ڈرتی تھی ہچکچاتی تھی خاموش ہو جاتی تھی لیکن آج تھوڑی دیر پہلے آپ نے اس موضوع پر مجھ سے پوچھا تو یقین جانئے میری خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اماں جہاں تک جرائیل کے بیٹے عیسیٰ کا تعلق ہے تو اسے تو اپنا ساتھی بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

اماں جہاں تک امیر اسمٰعیل کا تعلق ہے۔ تو اماں اسمٰعیل ہی تو وہ نوجوان ہے جس سے میں نے محبت کی ہے جسے میں نے چاہا ہے اب ان کے بغیر تو میں زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی کبھی کبھی میرے ذہن میں یہ بھی خیال آتا ہے کہ اگر یہ کبھی مجھ سے علیحدہ ہو گئے دور چلے گئے تو میرا تو دم گھٹ جائے گا۔ سسک سسک کر سلگتی گیلی لکڑی کی طرح تمام ہو کر رہ جاؤں گی۔

اماں اگر امیر اسمٰعیل کے باپ قاسم مجھے اسمٰعیل کے لیے مانگنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں میں دنیا کی سب سے خوش بخت لڑکی ہوں۔ اماں جس طرح امیر اسمٰعیل کے باپ قاسم چاہ رہے ہیں اگر ایسا ہو جائے تو میں سمجھوں کی کہ کسی نے مجھے قید و زندان کی جراحتوں سے نکال کر لذت شہد و شکر میں ڈال دیا ہے بساط کائنات کی حقارتوں سے نکال کر وقار کے شفق زاروں میں کھڑا کر دیا ہے بے حسی کی مشق خونخواری سے نجات دے کر ستاروں کے پیغامات بہاروں کے ملاحوں میں سجا کر رکھ دیا ہے۔ اماں اگر امیر مجھے مل جائیں اگر انہیں میری زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے۔ مجھے اگر ان کے عقد میں دے دیا جائے۔ تو میری یہ تصویر خانہ حسرت جیسی زندگی کی شعلہ رنگ گیتوں کے روپ صبح کے اجالوں میں نغموں کے حسین پیکر سے بھی زیادہ خوبصورت اور پر کشش ہو جائے۔'' شاریہ جب خاموش ہوئی تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رویان نے آگے بڑھ کر اسے لپٹا لیا پھر کہنے لگی۔

''میری بیٹی اگر یہ معاملہ ہے تو پھر یوں جانو تمہاری ہر خواہش تمہاری ہر امید تمہاری ہر آرزو پوری ہوئی۔ اب تم ایسا کرو جا کے باغیچے میں پودوں کو پانی دو میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں لیکن ساتھ ہی تم برسک ساوا ابراہیم کو یہاں میرے پاس بھیج دو۔'' خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ اٹھ کر باغیچے کی طرف چلی گئی رویان نے آواز دے کر اپنے شوہر عطریف کو بھی بلا لیا تھوڑی دیر تک اس کمرے میں برسک ساوا اور ابراہیم بھی آ گئے پھر رویان نے پہلے جو عطریف کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل بھی ان تینوں سے کہی بعد میں شاریہ کے

ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی تفصیل کے ساتھ ان سب سے کہہ دی تھی۔ اس پر سب بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر رویان مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عطریف اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بھائی قاسم! کی طرف جاتا ہوں اور ان کو بتاتا ہوں کہ میری بیٹی شاریہ امیر اسمٰعیل کا انتخاب کر چکی ہے۔'' عطریف اس کمرے سے نکل کر حویلی کے عقبی باغیچے کی طرف بھاگے تھے۔ جہاں اس وقت صرف اسمٰعیل اور شاریہ دونوں باغیچے کے پودوں کو پانی دے رہے تھے۔

سب سے پہلے ساوا بھاگتی ہوئی آگے گئی اور بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے وہ شاریہ سے لپٹ گئی اس کی اس حرکت کو اسمٰعیل بڑی حیرت بڑے تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اتنی دیر تک ابراہیم بھی وہاں پہنچ گیا۔ ابراہیم کو مخاطب کر کے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''ابراہیم خیریت تو ہے تم لوگ حویلی کے اندر چلے گئے تھے اور وہاں سے بھاگتے ہوئے نکلے ہو۔ اور پھر یہ ساوا آتے ہی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی ہے شاریہ سے لپٹ گئی ہے خیریت تو ہے۔'' اسمٰعیل رکا اس کے بعد دوبارہ ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم اس سے پہلے اماں رویان نے شاریہ کو بلایا تھا شاریہ وہاں رہی۔ شاریہ جب لوٹی تو آپ تینوں چلے گئے۔ یہ اندر ہی اندر کیا معاملہ ہو رہا ہے کیا کھچڑی پک رہی ہے اور اب تم تینوں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے باغیچے میں آ گئے ہو۔'' ابراہیم آگے بڑھا بڑے پر مسرت انداز میں اسمٰعیل سے لپٹ گیا پھر اپنا منہ اسمٰعیل کے کان کے قریب لے جا کر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسمٰعیل نے اپنا منہ پیچھے کر لیا اور کہنے لگا۔

''راز داری سے گفتگو کیوں کرتے ہو کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو تا کہ سب سنیں یہاں کوئی اجنبی غیر تو ہے نہیں۔'' اس وقت شاریہ تھوڑی سی شرمائی لجائی سی کھڑی تھی ایک نگاہ ابراہیم نے اس پر ڈالی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ اور شاریہ بہن کو ایک دوسرے سے منسوب کیا جا رہا ہے یہ ابا کا فیصلہ ہے۔ اسی فیصلے سے متعلق ساری گفتگو ہو رہی تھی۔ اور یہی فیصلہ سن کر ساوا بھاگتی ہوئی شاریہ بہن سے آ کر لپٹ گئی۔'' اسمٰعیل مسکراتے ہوئے آگے بڑھا شاریہ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ شاریہ بے چاری کی گردن جھکی ہوئی تھی اس نے جب دیکھا کہ اسمٰعیل بالکل اس کے قریب اس کے سامنے آن کھڑا ہے تب وہ پہلے کی نسبت زیادہ شرمانے لگی تھی۔ اس موقع پر اسمٰعیل نے اسے مخاطب کیا۔

''ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے کیا یہ سب حقیقت ہے۔'' گردن جھکائے ہی جھکائے دھیمی سی آواز میں شاریہ کہنے لگی۔

''میں کیا جانوں۔'' اسمٰعیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر پہلے اماں رویان نے جو تجھے بلایا تھا اور کافی دیر تم وہاں ان کے ساتھ رہی تو آخر کس موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔'' ہلکی سی مسکراہٹ میں شاریہ نے دزدیدہ نگاہوں سے ایک بار اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر پہلے کی طرح نگاہیں جھکاتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ تو اماں ہی بتائیں گی کہ کیا گفتگو ہوئی ہے میں کیسے کہہ سکتی ہوں کیسے بتا سکتی ہوں۔'' شاریہ کے اس جواب پر اسمٰعیل نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

''اس کا مطلب ہے دال میں کچھ کالا ضرور ہے یہ جو تینوں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے آئے ہیں تو کچھ معاملہ ضرور ہوا ہے۔'' پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اچھا تم زیادہ شرماؤ نہیں زیادہ گردن جھکا کر زمین کی طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کوئی ہم پر پہاڑ نہیں ٹوٹ پڑا۔ اگر یہ معاملہ طے ہوا ہے تو خوشی کا معاملہ ہے۔ گردن سیدھی کرو پہلے کی طرح سب مل کر کام کرتے ہیں۔'' شاریہ سنبھل گئی اور وہ پہلے کی طرح ان کے ساتھ ہنسی خوشی پودوں کو پانی دینے لگی تھی۔

دوسری جانب عطریف دیوان خانے میں داخل ہوا تھا۔ قاسم اور طبیب جبرائیل بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ دونوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر گلا صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''پہلے رویان نے شاریہ سے گفتگو کی بعد میں مجھے اطلاع دی شاریہ نے اپنے لیے اسمٰعیل کا انتخاب کیا ہے۔ وہ پہلے سے اسمٰعیل کو چاہتی ہے۔ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکی ہے۔ جو گفتگو ہوئی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسمٰعیل کے ساتھ اس کی محبت ساری حدود پھلانگ کر اپنے عروج تک جا چکی ہے۔'' ان الفاظ پر اسمٰعیل کے باپ قاسم کی خوشیوں کی انتہا نہ تھی جبرائیل اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''شاریہ نے جو فیصلہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں اس نے اپنے مستقبل کے لیے بہتر ہی فیصلہ کیا ہے اور میں اپنے بیٹے کی طرف داری نہیں کروں گا امیر اسمٰعیل سے بڑھ کر شاریہ کو زندگی کا کوئی ساتھی مل ہی نہیں سکتا میری طرف سے اسے مبارکباد دیجئے گا۔'' اس کے ساتھ ہی جبرائیل وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد مسکراتے ہوئے قاسم نے عطریف

کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''سب کو یہاں دیوان خانے میں بلاؤ۔'' عطریف جب باہر نکلا تو اس کے پیچھے قاسم بھی دیوان خانے سے نکل کر دوسرے کمروں کی طرف چلا گیا تھا۔

عطریف سب کو اپنے ساتھ لا کر جب دیوان خانے میں داخل ہوا تو دیوان خانے کو خالی دیکھتے ہوئے کسی قدر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی قاسم! کو میں یہاں بٹھا کے گیا تھا انہوں نے ہی مجھے تم سب لوگوں کو بلانے کے لیے کہا تھا وہ خود کہاں چلے گئے۔'' اتنی دیر تک ایک اندرونی کمرے سے قاسم نمودار ہوا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے دیوان خانے میں سب بیٹھو میں یہیں ہوں۔'' دیوان خانے میں داخل ہو کر سب بیٹھ گئے قاسم بھی دیوان خانے میں داخل ہوا کچھ دیر خاموشی رہی پھر قاسم نے کچھ دیر تک بڑے پیار بڑی محبت سے شاریہ کی طرف دیکھا اس کے بعد کہنے لگا۔

''شاریہ میری بچی تم ذرا اٹھ کر میرے سامنے آؤ۔'' شاریہ ہچکچائی شرمائی پھر خاموشی سے سبک رفتار چلتی قاسم کے پہلو میں آ بیٹھی تھی قاسم اپنا منہ اس کے کان کی طرف لے گیا پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹی تو نے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے میرے بیٹے اسمٰعیل کے حق میں فیصلہ دیا ہے اس کے لئے میں تیرا شکر گزار ہوں تو نے عطریف پر یہ بھی انکشاف کیا کہ تم میرے بیٹے اسمٰعیل کو پسند کرتی ہو اس کے لئے بھی میں تیرا ممنون ہوں میری بیٹی تیرے جیسی لڑکی کا مل جانا بھی بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے۔'' قاسم جب خاموش ہوا تو دھیمے سے لہجے میں شرماتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

''بابا آپ جیسے باپ آپ جیسے سرپرست کا ملنا اس سے بھی بڑی سعادت ہے اور پھر آپ کا اپنے بیٹے اسمٰعیل جیسے فرزند کے لئے میرا انتخاب کرنا میرے لئے ایسی سعادت ہے جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔'' پھر کچھ سوچتے ہوئے قاسم ذرا پیچھے ہٹ گیا اپنے اور شاریہ کے درمیان اس نے تھوڑی جگہ بنائی ساتھ ہی اس نے اسمٰعیل کو مخاطب کیا۔

''اسمٰعیل میرے بیٹے یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔'' اسمٰعیل اٹھا چپ چاپ خاموشی سے کسی قدر ہچکچاتا ہوا شاریہ اور اپنے باپ قاسم کے درمیان ہو بیٹھا تھا شاریہ کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی گردن اس کی جھکی ہوئی تھی اور بدن اس کا پھڑکا پا رہا تھا اس لیے کہ وہ

پہلی بار اس طرح نزدیک ہو کر اسمٰعیل کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھی تھی۔ جب ایسا ہوا تب قاسم نے رویان کو مخاطب کیا اور اس سے کہنے لگا۔

''رویان تم بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آؤ تم میری بہن ہو اور اس ناطے سے تم ان سب بچوں کی ماں ہو جو کچھ میں کرنے لگا ہوں وہ تمہاری وساطت سے ہو گا اس لئے کہ تم اس گھر کی بزرگ خاتون ہو اٹھو میرے قریب آؤ۔'' رویان اٹھ کر جب ابن قاسم کے قریب آئی تو قاسم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے چھوٹی سی ایک چمڑے کی تھیلی نکالی اسے اس نے رویان کو تھمایا اور کہنے لگا۔

''میری بہن! میں بہت دن پہلے سے خواہش مند تھا کہ شاریہ کو اپنے بیٹے اسمٰعیل سے منسوب کر دوں اس سلسلے میں میں نے اسمٰعیل کا بھی فیصلہ لیا تھا اور یہ شاریہ کو اپنانے پر بے حد خوش تھا اور اس کی گفتگو اور اس کی حرکات سے میں نے یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ یہ شاریہ کو اندر ہی اندر بے پناہ انداز میں چاہتا ہے۔ اس کے ان اندازوں کو دیکھتے ہوئے میں نے اسی وقت دو انگوٹھیاں بنالی تھیں۔ مجھے امید تھی جب اس موضوع پر اس سلسلے میں شاریہ سے بات کی جائے گی تو وہ میرے بیٹے اسمٰعیل کو اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے انکار نہیں کرے گی تم دیکھتی ہو ایسا ہی ہوا۔

اب چونکہ تم اس گھر کی بزرگ خاتون ہو اس لیے تم انگوٹھیاں لو ایک اسمٰعیل کو دو یہ خود شاریہ کو پہنائے دوسری شاریہ کو دو کہ اسمٰعیل کو پہنائے۔'' اس موقع پر سب مسکرا دیئے تھے۔ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے رویان مسکراتے ہوئے آگے بڑھی ایک انگوٹھی اس نے اسمٰعیل کو اور دوسری شاریہ کو تھما دی پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میرے بچو یہ تمہاری منگنی کی انگوٹھیاں ہیں ہم سب کے سامنے ایک دوسرے کو پہناؤ۔'' رویان کے کہنے پر سب سے پہلے اسمٰعیل حرکت میں آیا ہاتھ آگے بڑھایا شاریہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اس موقع پر شاریہ کا ہاتھ کپکپا رہا تھا خود بھی لرز کانپ رہی تھی۔ اور دزدیدہ نگاہوں سے اسمٰعیل کی طرف دیکھ بھی رہی تھی اسمٰعیل نے اسے انگوٹھی پہنا دی۔

پھر جب شاریہ کی باری آئی تو شرارت آمیز انداز میں اسمٰعیل نے وہ ہاتھ جس میں انگوٹھی پہنائی جانی تھی پیچھے کر لیا اس کی اس شرارت کو سب دیکھ رہے تھے مسکرا رہے تھے ہنس رہے تھے۔ خوشی کا مظاہرہ کر رہے تھے شاریہ بیچاری ٹپٹا رہی تھی دو ایک بار ہاتھ آگے بڑھا کر اسمٰعیل کا بازو پکڑ کر ہاتھ آگے کرنا چاہا اسمٰعیل نے نہ کیا۔ تب اس نے عجیب سے انداز میں جس کے اندر بے بسی تھی اسمٰعیل کی طرف دیکھا اسمٰعیل بھی مسکرایا کہنے لگا۔

''میں نے تمہیں انگوٹھی پہنا دی اب تم بھی پہناؤ۔'' شاریہ مسکرائی اور دھیمے سے لہجے میں جس میں راز داری تھی سرگوشی تھی اسمٰعیل سے کہنے لگی۔

''سب دیکھ رہے ہیں آپ اپنا ہاتھ آگے کریں ہاتھ کو پیچھے کیوں لے گئے ہیں۔'' اسمٰعیل مسکرایا چپ چاپ اپنا ہاتھ آگے کیا اور شاریہ نے اسے انگوٹھی پہنا دی سب لوگ اٹھے اور باری باری دونوں کو مبارکباد دینے لگے تھے۔ جب رویان وہاں سے ہٹ کر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تب قاسم نے شاریہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میری بیٹی اب تو اسمٰعیل سے منسوب ہو چکی ہے تو اس کی ساتھی اور یہ تیری زندگی کا ساتھی ہے دونوں اب ایک دوسرے کی امانت ہو میری بیٹی آج سے یوں جانو تم ہی اس حویلی کی مالک ہو ہر چیز کا خیال ہر چیز کی نگاہ داری رکھنا تمہارا کام ہے رویان اب زیادہ کام نہیں کر سکتی تھک جاتی ہے سارے کام کی نگرانی کرنا اب تمہارے فرائض میں شامل ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد قاسم رکا کچھ سوچنے کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''بیٹی اب جب کہ تمہیں ایک دوسرے سے منسوب کر دیا گیا ہے تم دونوں جب چاہو اکٹھے بیٹھ سکتے ہو باہم گفتگو کر سکتے ہو ایک دوسرے کا دکھ سکھ جان سکتے ہو تم دونوں پر کوئی پابندی کوئی قدغن نہیں ہو گی۔'' قاسم یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ساوا اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑی ہوئی اسے نجانے کیا سوجھی بھاگتے ہوئے دیوان خانے سے نکل گئی تھی تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی اس کے ہاتھ میں ایک بڑا طشت تھا جس میں تازہ پنیر تھا۔ پنیر کا طشت لے کر وہ سامنے جا کھڑی ہوئی پھر شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''آپی پہلے آپ ایک ٹکڑا اٹھا کر بھائی کے منہ میں ڈالیں پھر ایسا ہی بھائی بھی کریں گے۔'' شاریہ نے مسکراتے ہوئے شکر گزاری کے انداز میں ساوا کی طرف دیکھا ساوا بھی مسکرا رہی تھی پھر پنیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر شاریہ نے اسمٰعیل کے منہ میں ڈالا اور اسمٰعیل نے بھی بڑے پیارے انداز میں پنیر کا ایک ٹکڑا شاریہ کے منہ میں ڈال دیا تھا پھر ساوا نے سب کو میٹھا پنیر پیش کیا۔

ساوا ایک بار پھر اٹھ کر شاریہ کے پاس آئی اس کے قریب بیٹھی پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپی آپ آج کوئی کام نہیں کریں گی کھانا تیار کرنے کا وقت ہو رہا ہے میں اور اماں مطبخ کی طرف جاتی ہیں آج آپ مکمل آرام کریں گی۔ اس لئے کہ آج آپ کی منگنی کا دن ہے اور ہم سب مل کر آپ کی خدمت کریں گے۔'' شاریہ نے ہاتھ بڑھا کر ساوا کو اپنے

ساتھ لپٹا لیا۔ اس کی پیشانی اس کا سر چوما پھر انتہائی شفقت میں کہنے لگی۔

''ساوا میری بہن ایسا نہیں ہو گا گھر میں تمہاری حیثیت میری چھوٹی بہن کی سی ہے۔ گھر کا کام تم نہیں میں کیا کروں گی آج بھی تم کوئی کام نہیں کرو گی۔ جب میں ہوں تو تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔'' پھر شاریہ نے قاسم کی طرف دیکھا اور دھیمے سے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بابا! اب آپ اگر اجازت دیں تو میں مطبخ میں جاؤں کھانا تیار کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔''

قاسم نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ تب شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی ساوا بھی اس کے ساتھ تھی ان کی طرف دیکھتے ہوئے رویان بھی اٹھی پھر تینوں دیوان خانے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئیں۔ باقی سب لوگ وہیں دیوان خانے میں بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے۔



شاریہ ساوا اور رویان کو مطبخ کی طرف گئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دیوان خانے میں بیٹھا برسک فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا ہے۔'' آگے بڑھ کر اس نے حویلی کا صدر دروازہ کھولا تو دروازے پر ایک مسلح جوان کھڑا تھا جو برسک کو دیکھتے ہی مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز کیا امیر اسمٰعیل گھر پہ ہیں۔'' برسک نے دروازہ سارا کھول دیا ذرا سا ہٹ کر کھڑا ہو گیا کہنے لگا۔

''آپ اندر آ جائیں امیر اندر دیوان خانے میں بیٹھے ہیں۔'' اس پر وہ مسلح جوان اندر داخل ہوا۔ برسک اسے لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا آگے بڑھ کر اس نے سب سے مصافحہ کیا۔ پھر ایک خالی نشست پر بیٹھ گیا اور اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم آپ کو امیر المومنین ہارون الرشید نے طلب کیا ہے۔'' دیوان خانے میں بیٹھے سب لوگ فکر مند ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر اسمٰعیل نے اس مسلح جوان کو مخاطب کیا۔

''خیریت تو ہے کیا معاملہ ہے۔'' آنے والا کہنے لگا امیر! امیر المومنین کے پاس اس وقت وزیر جعفر بیٹھا ہوا ہے۔ ایک دن پہلے آپ اور ابراہیم موصلی کا جو معاملہ ہوا تھا میرے خیال میں امیر المومنین نے اسی سلسلے میں آپ کو طلب کیا ہے۔ اس لیے کہ ابراہیم موصلی کے سلسلے کی شکایت وزیر جعفر نے امیر المومنین سے کر دی ہے اور اسی سلسلے میں امیر المومنین نے آپ کو طلب کیا ہے۔''

عین اسی موقع پر دروازے کی اوٹ میں رہتے ہوئے شاریہ نمودار ہوئی اور ہاتھ کے اشارے سے اس نے برسک کو باہر بلایا۔

برسک اٹھ کر جب باہر نکلا تو دروازے سے پیچھے ہٹ کر شاریہ نے اسے مخاطب کیا۔

''کون آیا ہے کیا معاملہ ہے۔'' اس پر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے برسک کہنے لگا۔

''بھائی کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے آنے والا مسلح جوان کہہ رہا تھا کہ بھائی کا جو

جھگڑا مغنی ابراہیم موصلی سے ہوا تھا۔ اسی سلسلے میں امیر المومنین نے بلایا ہے۔ جعفر برمکی نے بھائی کی شکایت کی ہے جعفر برمکی اس وقت امیر المومنین کے پاس ہے۔ اسی سلسلے میں بھائی کو وہاں بلایا گیا ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد برسک واپس دیوان خانے میں چلا گیا تھا شاریہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔ آنے والے مسلح جوان کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے قصر کی طرف آتا ہوں۔'' اس پر وہ مسلح جوان اٹھا اور حویلی سے نکل گیا تھا۔

اسمٰعیل بھی دیوان خانے سے نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے قاسم، ابراہیم برسک اور عطریف نکل آئے تھے۔ مطبخ سے شاریہ ساوا اور رویان بھی نکل کر ان کے سامنے آ گئی تھیں۔ اس موقع پر قاسم نے اسمٰعیل کو مخاطب کیا۔

''بیٹے مجھے یہ معاملہ سنجیدہ لگتا ہے میں اور ابراہیم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ بلکہ عطریف بھی ساتھ چلے گا۔'' اسمٰعیل نے آگے بڑھ کر اپنے باپ کے شانے پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

''بابا! آپ سب گھر پر رہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جاتا ہوں معاملے کو نمٹا کر آؤں گا۔'' اس موقع پر شاریہ چند قدم آگے بڑھی۔ اور اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ اکیلے جانے پر کیوں اصرار کر رہے ہیں کسی کو ساتھ لے کر جائیں اگر کوئی بات ہوتی ہے تو ہمیں اطلاع تو ہو گی کہ کیا معاملہ ہوا ہے۔'' اس پر عطریف بولا اور کہنے لگا۔

''کوئی نہ جائے شاریہ کا کہنا درست ہے میں خود اسمٰعیل کے ساتھ جاؤں گا آپ لوگ فکر مند نہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ معاملہ احسن طریقے سے نمٹے گا۔'' اس کے بعد اسمٰعیل اپنے باپ سے اجازت لے کر وہاں سے نکلا اور عطریف بھی اس کے ساتھ تھا۔ دونوں حویلی سے نکل کر دریائے دجلہ کے کنارے خلیفہ کے قصر کا رخ کر رہے تھے۔

اسمٰعیل اور عطریف دونوں جب قصر کے کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں سارے عمائدین سلطنت کے علاوہ سالار، قاضی، مشیر وزیر اور سب بیٹھے ہوئے تھے۔ سب سے پیچھے ایک خالی نشست پر عطریف بیٹھ گیا تھا۔ اسمٰعیل بن قاسم آگے بڑھا جس نشست پر ہارون الرشید بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے قریب گیا۔ پھر اپنی تلوار اس نے بے نیام کی اور وہ تلوار اس نے ہارون الرشید کے پاؤں کے قریب رکھتے ہوئے کچھ سوچا پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر سیدھا کھڑا ہوا۔ اس کے بعد انتہائی انکساری میں وہ ہارون الرشید کو مخاطب

کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''امیر المومنین اگر مجھے میری کسی غلطی کی کوتاہی کسی جرم کی سزا دینے کے لیے اس قصر میں طلب کیا گیا ہے تو میں نے اپنی تلوار آپ کے قدموں میں ڈال دی ہے۔ اپنے آپ کو نہتا کر دیا ہے۔ آپ میرے متعلق جو بھی فیصلہ کریں گے وہ میرے لیے آخری میرے لیے قابل قبول ہوگا۔'' ہارون الرشید اپنی جگہ پر اٹھا اسمٰعیل کی تلوار اٹھا کر کمر سے بندھے میان میں ڈالی پھر جعفر برمکی کے عین سامنے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہاری نشست خالی پڑی ہے بیٹھو پھر میں گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔'' اسمٰعیل آگے بڑھ کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا پھر فوراً اٹھ گیا اور دوبارہ ہارون الرشید کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا۔

''امیر المومنین! آپ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے۔ میں نشست پر بیٹھ تو گیا ہوں لیکن پھر آپ کے سامنے آن کھڑا ہوا ہوں۔ امیر المومنین اگر میں آپ اور عمائدین سلطنت کی نگاہوں میں ابراہیم موصلی کے حادثے کے سلسلے میں مجرم ہوں تو پھر ایک مجرم کی حیثیت سے میں بیٹھنے کی بجائے آپ کے سامنے کھڑا رہنا پسند کروں گا۔ اور کھڑا ہو کر ہی آپ کا فیصلہ سننا چاہوں گا۔'' ہارون الرشید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس موقع پر اسمٰعیل نے اپنے بائیں جانب بیٹھے جعفر برمکی کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ شاید وہ اسمٰعیل کے ان الفاظ اور اس کی حالت پر خوش ہو رہا تھا۔ پر جلد ہی جعفر برمکی کی ساری خوشی اس کا سارا طنزیہ پن جاتا رہا۔ اس لیے کہ اس کے کانوں میں خلیفہ ہارون الرشید کی آواز سنائی دی تھی اس نے اسمٰعیل کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''اسمٰعیل میں دوبارہ تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی نشست پر بیٹھ جاؤ اور اب اس نشست سے اٹھنا نہیں۔ میں جانتا ہوں تم اپنے بڑوں کے فرمانبردار اور حکم کا اتباع کرنے والے ہو بیٹھو تاکہ میں گفتگو کا آغاز کروں۔'' اسمٰعیل دوبارہ نشست پر بیٹھ گیا کچھ دیر خاموشی رہی پھر قصر کے اس کمرے میں خلیفہ ہارون الرشید کی آواز گونجی تھی۔ قصر میں بیٹھے سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عزیزان من اسمٰعیل بن قاسم اور مغنی ابراہیم موصلی کے درمیان تنازعہ اٹھا ہے۔ اس کی تفصیل میں نے تم سب سے کہہ دی ہے اس حادثے سے متعلق سب سے پہلے شکایت جعفر برمکی نے کی ہے۔ جعفر نے اسمٰعیل بن قاسم پر کچھ الزامات لگائے تھے جعفر ابراہیم موصلی کے حق میں بولا تھا۔ پر میں کسی ایک شخص کی بات پر یقین نہیں کرتا۔ میرے اپنے آدمی اس سارے معاملے کی تحقیق کر چکے ہیں اور مجھے اس کی تفصیل بھی بتا چکے ہیں۔ اس حادثے کا

فیصلہ کرنے سے قبل میں آپ سب لوگوں پر یہ واضح کروں کہ شاعر اگر فراز شوق میں آب جو کا کلام ہوتا ہے تو ایک مجاہد لباس نور میں رنگ و روشنی کا دامن لیے سحر جیسا ہوتا ہے۔ ایک شاعر اگر آتش نگاراں کا مفسر ہوتا ہے۔ بے صوت و صدا شوق نغموں میں آرزو مندی کا رنگ ہوتا ہے تو ایک مجاہد لالہ گل میں شبنم کا قطرہ بیابانوں میں دریاؤں کی روانگی روانی سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ تم سب بھی اس امر سے آگاہ ہو کہ مغنی ابراہیم موصلی جہاں ایک عمدہ مغنی ہے وہاں ایک اچھے پائے کا شاعر بھی ہے۔ پر ایک بات اپنے ذہن میں سب بٹھا کے رکھیں۔ اگر ایک شاعر عہد گزشتہ کا رفیق ہے تو ایک مجاہد موج گرداب کا تلاطم ہوتا ہے۔ اگر ایک شاعر و مغنی صیاد کا شکوہ گل چیں کا گلہ کرنے والا ہوتا ہے تو ایک مجاہد ریگزاروں کی عداوت کو اپنے اشاروں پر رقص کرا دینے والی چشم ریز جیسا ہوتا ہے۔ شاعر و مغنی اگر چھلکتا ہوا ساغر ہے تو ایک عسکری سالار سونتی ہوئی تلوار ہے۔ شاعر و مغنی اگر شفقت بھری رعونت ہے۔ تو ایک مجاہد آزادی صبح کی رکن ہوتا ہے۔ دونوں کا موازنہ نہیں کرنا چاہئے نہ ہی تقابلی جائزہ دونوں کا لیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ایک شاعر و مغنی اور مجاہد میں زمین آسمان کا فرق ہے اور اگر موازنہ کر ہی لیا جائے تو پھر جہاں شاعر آرزوؤں کی تشنہ لبی سا ہے وہاں ایک مجاہد بے بسی کو اڑا دینے والا بیباک طوفان ہوتا ہے جہاں ایک شاعر ایک مغنی ریت کی ناؤ جھاگ کے مانجھی کانٹھ کے گھوڑوں اور سیب کے ہاتھیوں کھیت دھول کے کھلیان اون کے تیروں کی شمشیر دیوانوں کے ارمان اور سرکش خوابوں کی ہی باتیں کرتا ہے وہاں ایک مجاہد کچلے انسانوں کے لئے حد سے گزرنے ظلم اور بکھری اندھی لوٹ مار کے خلاف کبھی مشرق میں کبھی مغرب میں کبھی شہروں میں کبھی بستیوں میں دشمن کے خلاف جمود کو انتشار میں بدل دینے والا ایک بے روک اندھیاؤ ہوتا ہے۔

شاعروں کے ہاں عبادت گاہیں بند مشاعرے بھڑکتے ہیں میکدے آباد اور پر رونق رہتے ہیں پر ایک سالار ایک مجاہد خون جگر سے اپنی قوم اپنی ملت کی نئی تقدیریں رقم کرتے ہوئے مشیعت کا خراج وصول کرتا ہے۔ ماں کی بانہوں کی طرح اپنے وطن اپنے لوگوں اپنی ملت کے لیے مہربانی کی لطیف چھاؤں بن جاتا ہے۔ شاعر مشفق دیرینہ کی دعا وقت کی ناہمواریوں میں بے بسی کی لہر سوکھے پتوں کی سرسراہٹ مصلحت پرستی کی خاموشی اور عشق کی ترجمانی تو کر سکتا ہے پر ایک مجاہد ایک سالار کے جذبوں اس کے احساسات اس کی قربانیوں کی گرد تک کو نہیں چھو سکتا۔ مجاہد موت کے میدانوں میں جراتوں کا پیشوا شجاعتوں کا ہادی ہے

باکی کا معلم قربانیوں کی تابانی بن کر نمودار ہوتا ہے قوم کی آزادی اور تحفظ کا نعرہ بلند کرتا ہے میدان جنگ میں ہونے کے لیے پیش رفت کرتا ہے۔ شاعر مغنی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اس کے جذبے اس کے احساسات اس کی سوچیں اس کے خیالات ایک مجاہد ایک سالار کی نسبت سے کہیں زیادہ کوتاہ کہیں زیادہ بلکہ کہیں زیادہ کم تر ہوتے ہیں۔

مجھ سے شکایت کی گئی تھی کہ اسمٰعیل بن قاسم نے ابراہیم موصلی جیسے مغنی اور شاعر کی اہانت اور بے عزتی کی ہے۔ جس نے یہ شکایت کی ہے۔ میں اس کی اس شکایت سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ جو معاملہ ہوا ہے اس میں حقیقت میں ایک مغنی ایک شاعر نے جس کا مدعا صرف دولت جمع کرنا ہے جس کا مقصد اپنے ذاتی خزانوں کو بھرنا ہے اس نے ایک لاجواب ایک بے مثال ایک بے داغ سالار کی اہانت کی ہے۔

اسمٰعیل بن قاسم جس وقت نجار کی اجرت طلب کرنے کے لیے ابراہیم موصلی کے پاس گیا تھا تو ابراہیم موصلی کو اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سالار کا استقبال کرنا چاہئے تھا اس کی پہلی طلب پر فوراً نجار کی اجرت اس کے حوالے کر دینی چاہئے تھی۔ لیکن موصلی نے ایسا نہ کر کے انتہائی گستاخی انتہائی نافرمانبرداری کا اظہار کیا ہے جو کسی طور قابل قبول نہیں ہے۔

اس موقع پر اسمٰعیل بن قاسم سے بھی ایک غلطی ہوئی جس وقت ابراہیم موصلی نے غریب لاچار اور مفلس نجار کا ایک ماہ کا معاوضہ اور اجرت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت اسمٰعیل کو چاہئے تھا کہ اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کرتا اور ابراہیم موصلی کے منہ پر ایسا طمانچہ مارتا کہ وہ بل کھاتا ہوا اپنے ہی دیوان خانے کی دیواروں سے ٹکراتا پھر میں خوش ہوتا۔ اطمینان کا لمبا سانس لیتا لیکن اسمٰعیل نے ایسا نہیں کیا یہ اس کی غلطی ہے۔

اسے یہ بھی چاہئے تھا کہ دوگنا معاوضے کی بجائے اس نجار کی اجرت کے سلسلے میں دس گنا زیادہ معاوضہ ابراہیم موصلی سے وصول کرتا۔ اس لیے کہ ایک مجاہد سے ناحق گستاخی کرنے والا اس سے بھی زیادہ بدتر سلوک کا حق دار ہے۔

میں تم سب کے سامنے یہ عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی شاعر ہو خواہ وہ میرے سامنے گا کر میرا دل خوش کرنے والا ہو۔ میری محفلوں کی جان ہو کیسا بھی ہو پائے کا مغنی کتنا ہی بڑا بھی مشاعر کیوں نہ ہو میں اسے اپنے ہر سالار سے انتہا درجہ کا کمتر خیال کرتا ہوں۔ مغنی اور شاعر اگر محفلوں اور مجلسوں کو گرماتے ہیں مشاعروں کو بھڑکانے والے ہیں۔ تو میرے سالار ماؤں بہنوں بیٹیوں کی عزت اور ان کی آبروؤں کے رکھوالے ہیں۔ اسلامی سلطنت کی سرحدوں کے نگہبان اور چوپال ہیں۔ میری ایک بات یاد رکھئے گا۔ خداوند

قدوس دو آنکھوں کو جہنم میں نہیں ڈالے گا۔ ایک وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روئے آنسو بہائے اور دوسری وہ آنکھ جو خود جاگے اور اسلامی سلطنت کی سرحدوں کی حفاظت کرے۔

اب میں آپ لوگوں پر ایک اور انکشاف کروں جس وقت جعفر برمکی نے مجھ سے اسمٰعیل بن قاسم کے خلاف اور ابراہیم موصلی کے حق میں شکایت کی تھی اس سے پہلے ہی میرے مخبروں نے پورے حالات سے مجھے آگاہ کر دیا تھا اور جعفر برمکی کی شکایت سے پہلے ہی میں ابراہیم موصلی کے اس حادثے کا فیصلہ بھی کر چکا تھا۔ ابراہیم موصلی اس وقت قصر میں موجود ہے۔ لیکن آپ لوگوں کے اندر نہیں بیٹھا ہوا میں اسے طلب کرتا ہوں۔ اس کے لیے میں سزا بھی تجویز کر چکا ہوں۔ اور جب وہ قصر میں آئے گا تو آپ لوگوں کو خود ہی پتہ چل جائے گا کہ میں اس کے لیے کون سی سزا تجویز کر چکا ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے اپنے حاجب دوئم فضل بن ربیع کو پکارتے ہوئے ابراہیم موصلی کو لانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد فضل بن ربیع قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ شاعر و مغنی ابراہیم موصلی بھی تھا۔ اس حالت میں کہ اس کے گلے میں آہنی طوق پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ سب لوگ جانتے تھے کہ ابراہیم موصلی نا صرف یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید بلکہ برمکی وزراء کا بھی پسندیدہ بڑا صاحب عزت ذی وقار اور ہر دل عزیز شاعر مغنی تھا لہٰذا اسے قصر کے اس کمرے میں آہنی طوق اور پاؤں میں پڑی بیڑیوں میں دیکھتے ہوئے سب لوگ حیران اور پریشان ہو گئے تھے۔ سب سے زیادہ پریشان سب سے زیادہ فکر مند سب سے زیادہ بکھرا بکھرا وزیر جعفر برمکی تھا جس نے ہارون الرشید سے اسمٰعیل بن قاسم کے خلاف اور ابراہیم موصلی کے حق میں شکایت کی تھی اس کا منہ ابراہیم موصلی کو دیکھتے ہوئے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ کمرے میں ہارون الرشید کی آواز پھر گونجی تھی۔

''عبرت کے لئے سب ابراہیم موصلی کی طرف دیکھیں۔ یہ اس کے کردہ گناہوں کی سزا ہے اس نے دو بڑے جرم کیے ہیں۔ ایک اس نے ناحق ایک غریب نجار کی اجرت روکتے ہوئے ناانصافی کا مظاہرہ کیا ہے حالانکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ اس نے ہر جائز اور ناجائز طریقے سے بے شمار دولت جمع کر رکھی ہے۔ اور دوسرا جرم اس کا بہت بڑا اور ناقابل معافی ہے وہ یہ کہ اس نے میرے ایک سالار کے حق میں اہانت سے کام لیا اور یہ ایسا معاملہ ہے جسے میں کسی بھی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے طوق اور بیڑیاں پہنا دی گئی ہیں۔ اب میں اسے زندان کی طرف بھیجنے لگا ہوں۔ اس وقت تک یہ زندان سے باہر نہیں آئے گا اس وقت تک یہ طوق اور بیڑیوں سے آزاد نہیں ہوگا۔ جب تک اسمٰعیل بن قاسم اسے معاف نہیں

کر دیتا۔" اس کے ساتھ ہی اونچی آواز میں ہارون الرشید نے فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ ابراہیم موصلی کو زندان میں لے جا کر بند کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی حاجب دوئم فضل بن ربیع ابراہیم موصلی کو زندان کی طرف لے گیا تھا۔

مورخین تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم موصلی کو ہارون الرشید نے واقعی ہی پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر زندان میں ڈال دیا تھا۔

اتنا کہنے کے بعد بڑے شفیقانہ انداز میں ہارون الرشید نے اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر محبت بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"ابن قاسم اٹھو گھر جاؤ میں جانتا ہوں تمہارے گھر والے بڑے پریشان ہوں گے بڑی بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے ہوں گے جاؤ اپنے گھر والوں سے ساری تفصیل کہنا اور یہ بھی بتا دینا کہ ہارون الرشید اپنے شاعروں ومغنیوں کی قدر ضرور کرتا ہے لیکن جو شعراء اور مغنی اگر میرے سالاروں کے منہ آنے کی کوشش کریں تو پھر میرے ہاں ان کے لئے کوئی معافی اور چھوٹ نہیں ہے جاؤ اور جا کر آرام کرو۔" اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے مجلس کے خاتمے کا اعلان کر دیا تھا۔

اسمٰعیل اور عطریف جب دونوں حویلی میں داخل ہوئے تو دیوان خانے میں سب بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے جونہی وہ دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے سب فکر مندی سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جب وہ دیوان خانے کے وسط میں آئے تو سب سے پہلے گفتگو کا آغاز شاریہ نے کیا اور وہ کسی قدر پرسکون انداز متبسم لہجے میں اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ جو آپ دونوں مسکراتے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوئے ہیں اس سے میں یہ اندازہ لگا سکتی ہوں کہ جس معاملے کے لیے آپ قصر خلافت میں گئے تھے اس کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا ہے۔" اسمٰعیل مسکراتے ہوئے ایک نشست پر ہو بیٹھا تھا عطریف بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گیا شاریہ تو بالکل آسودہ اور پرسکون لگ رہی تھی دوسرے سارے لوگ تعجب بھرے انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے اس پر اسمٰعیل نے اپنے پہلو میں بیٹھے عطریف کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"بابا جو کچھ قصر میں بیتی اس کی تفصیل تم ہی بتاؤ۔" اسمٰعیل کے کہنے پر عطریف نے ابتدا کی پھر وہ مزے لے لے کر قصر خلافت میں ہونے والی کارروائی کی تفصیل کہہ رہا تھا۔

جب وہ خاموش ہوا تب کسی قدر خوشی اور سکون کا اظہار کرتے ہوئے ابن قاسم کہنے لگا۔

"اسمٰعیل میرے بیٹے جس وقت تم یہاں سے روانہ ہوئے تھے اس وقت تو میں نے تم سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن اندر ہی اندر میرا دل پکار کے کہہ رہا تھا کہ ہارون الرشید تمہیں احترام دے گا تمہاری عزت تمہارے وقار میں اضافہ کرے گا یہ کہ ابراہیم موصلی کے معاملے میں تم حق پر تھے اور تم نے جو غریب اور مفلس نجار کا معاوضہ اسے لے کر دیا ہے اس پر ہارون خوش ہو گا مجھے ہارون کے اس فیصلے سے بڑی خوشی ہوئی کہ اس نے تم سے یہ کہا کہ ابراہیم موصلی سے دوگنا نہیں دس گنا زیادہ اجرت کی رقم وصول کرنی چاہئے تھی۔" یہاں تک کہنے کے بعد ابن قاسم رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"بیٹے خدا گواہ ہے ہارون الرشید سے ایسے فیصلے کی امید تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شاعروں اور مغنیوں اور دیگر اہل فن کا بڑا قدر دان بڑی عزت کرنے والا ہے لیکن ان سب کے مقابلے میں جو عزت وہ اپنے سالاروں کو دیتا ہے اس کا کوئی جواب نہیں اس نے ابراہیم موصلی کو طوق اور بیڑیاں ڈال کر یقیناً اپنے سالاروں کی قدر و قیمت سے آگاہ کر دیا ہے اب آنے والے دور میں ابراہیم موصلی اس قسم کی کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

قاسم جب خاموش ہوا تب شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

"آج کھانا وانا کچھ نہیں ملے گا۔" اس پر شاریہ اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

"کھانا بالکل تیار ہے آپ دونوں کا انتظار ہو رہا تھا سب نے یہ سوچا تھا آپ دونوں آئیں گے تب کھانا کھایا جائے گا میں کھانا ہی یہیں دیوان خانے میں لگاتی ہوں اور یہیں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔" کھانا لانے کے لیے جب شاریہ باہر نکلی تو ساوا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی شاریہ کا اس نے ہاتھ پکڑ لیا دیوان خانے سے نکلنے کے بعد ایک جگہ اس نے شاریہ کو روک دیا پھر منت کر کے انداز میں کہنے لگی۔

"آپی اگر آپ ایک بات مانیں تو میں کہوں؟" شاریہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگی۔

"تو کہہ میری بہن کیا کہنا چاہتی ہے میں تیری کسی بات کو ٹالوں گی نہیں میرے بس میں وہ بات ہوئی تو میں کر گزروں گی۔" اس پر شاریہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے لپٹے ہی ساوا کہنے لگی۔

"آپی میں چاہتی ہوں کہ آپ یہاں میرے ساتھ میرے کمرے میں سوئیں اس سلسلے میں میں نے بابا سے بات کی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ خود آپی سے بات کر لینا اگر وہ رضا مند ہو

تو اس میں ہماری خوشی ہو گی۔

آپی اس طرح میرے پاس رونق رہے گی یہاں تک بھائی برسک کا تعلق ہے تو وہ بھائی ابراہیم کے ساتھ اس کے کمرے میں سو رہے گا اس طرح ہمارے پاس بھی رونق ہو جائے گی۔'' شاریہ نے پھر ساوا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا کہنے لگی۔

''تم اس قدر انکساری اور عاجزی سے کیوں ایسی باتیں کہتی ہو میں تمہارے پاس ہی رہوں گی آج نہیں بلکہ اکثر و بیشتر تمہارے کمرے ہی میں سویا کروں گی۔''

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ساوا پھر شاریہ سے لپٹ گئی تھی پھر دونوں باورچی خانے میں داخل ہوئیں وہاں سے برتن نکال کر دیوان خانے میں لگانے لگی تھیں۔

✸......✸

مختلف واقعات رونما ہونے کی وجہ سے ہارون الرشید اپنے وزیر جعفر برمکی اور اس کے خاندان کے افراد سے ایک طرح کا ناراض اور برہم ہوتا چلا گیا تھا سب سے پہلے جعفر نے اپنے مفاد کی خاطر جو ہارون الرشید کے ندیم زرادہ کو قتل کرانے کی کوشش کی تھی اس کوشش نے بھی جعفر برمکی کو ایک طرح سے ہارون الرشید کی نظروں میں گرا دیا تھا اس کے یکے بعد دیگرے کئی واقعات اٹھے جن کے باعث ہارون الرشید کی نگاہوں میں خاندان برمک گرتا چلا گیا ہارون الرشید ان کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے پر آمادہ ہوتا چلا گیا تھا۔

خلیفہ بننے کے بعد ہارون الرشید نے برمکوں پر بڑا اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے مالی اور ملکی انتظامات ان کے سپرد کر دیئے تھے خزانے کا مالک ایک طرح سے وزیر جعفر برمکی تھا جب کبھی بھی ہارون الرشید کو نقدی کی ضرورت ہوتی خلیفہ کو وزیر جعفر برمکی سے درخواست کرنا پڑتی تھی اور پھر آہستہ آہستہ یہ حال ہوتا گیا کہ کبھی مانگی ہوئی رقم پوری مل جاتی اور کبھی نہیں یہ حالات بھی ہارون الرشید کے دل میں گرہ باندھتے چلے گئے پھر ایسا کہ ایک کنیز بکنے کے لیے آئی مورخین نے اس کا نام بازنہ لکھا ہے کہتے ہیں جہاں یہ کنیز اپنے حسن اپنے شباب اپنی خوبصورتی اپنی ہوش ربائی میں لاجواب تھی وہاں یہ حساب و خوش نویسی میں بے نظیر تھی موسیقی اور فن رقص میں کامل دست گاہ رکھتی تھی۔

اس کنیز کا جو مالک تھا اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ اسے ایک لاکھ درہم سے کم کسی بھی صورت فروخت نہیں کرے گا۔

ہارون الرشید نے جب اس کنیز کا سنا تو اسے دیکھا وہ اسے بھائی اس کی خوبصورتی اس کی صفات ہی ایسی تھیں کہ ہارون الرشید نے اپنے لیے منتخب کیا اس بازنہ نام کی کنیز کے مختلف اوصاف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے اسے خریدنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے وزیر جعفر کو کہلا بھیجا کہ ملکی خزانے سے ایک لاکھ درہم ادا کر کے اس کنیز کو خلیفہ ہارون الرشید کے لیے خرید لیا جائے۔

جعفر نے اس سلسلے میں اپنے باپ یحییٰ سے مشورہ کیا اور دونوں نے مل کے یہ طے کیا

کہ اتنی بڑی رقم میں ہارون الرشید کو وہ کنیز خرید کر نہیں دینی چاہئے حالانکہ خود برامکہ اس سے تھی زیادہ اخراجات کرتے تھے ہارون الرشید کی اس خواہش کو ٹالنے کے لئے ایک طریقہ استعمال کیا۔

انہوں نے خزانے سے ایک لاکھ کی رقم کے توڑے نکال کر خزانے کو جانے والے راستے پر پھیلا دیئے تاکہ ہارون الرشید کی اس پر نظر پڑے اور وہ تعجب کرے کہ اتنی بڑی رقم میں وہ کنیز کو خرید رہا ہے چنانچہ ہارون الرشید جب وہاں سے گزرا تو خزانچی سے پوچھا یہ رقم کیسے بکھر گئی ہے اس پر اس نے جواب دیا کہ یہ بازغہ نام کی ایک کنیز کی خریداری کے لیے خزانے سے نکالی گئی ہے اس وقت تو کنیز کی خریداری ملتوی ہو گئی لیکن اس واقع نے بھی ہارون الرشید کے دل میں برامکہ کے خلاف ایک گرہ ڈال دی تھی۔

اب برامکہ کی بدقسمتی کہ ان کے خلاف یکے بعد دیگرے کئی حادثے کئی سانحے نمودار ہونے لگے جن کی بنا پر ان کے اور ہارون الرشید کے درمیان تلخی اور عداوت اپنے عروج کی طرف بھاگتی رہی۔

کہتے ہیں ایک روز ہارون الرشید ایک شکار گاہ میں تھا کہ ناگاہ دور سے کچھ سوار نظر آئے ہارون الرشید نے اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ یہ کس کے سوار ہیں اس کے ندیم نے عرض کیا۔ کہ جعفر بن یحیٰ برمکی کے سوار ہیں اس کے بعد دائیں بائیں کئی سوار نظر آئے جو سب جعفر برمکی کے تھے تھوڑی دیر بعد جب وہ سوار نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اپنے اسی ندیم سے ہارون نے پوچھا وہ سوار کدھر گئے۔

ندیم نے کہا کہ جعفر اپنے ان ساتھیوں کو لے کر دوسرے راستے سے چلا گیا ہے ہارون الرشید کو بڑا غصہ آیا اپنے ندیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا کیا جعفر نے ہم کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہو کر زیب و زینت کا باعث بنے۔

اس کے بعد ہارون الرشید شکار گاہ سے نکلا دور جا کر دیکھا وہاں بہت زیادہ مویشی تھے اور خوبصورت مکانوں کا سلسلہ دور تک بنا ہوا تھا اس جگہ ایک قریبی بستی کو جانے کا راستہ تھا۔

تھوڑی دور چل کر ہارون الرشید اپنے ندیموں اور مصاحبوں کے ساتھ اس بستی کے قریب پہنچا تو دیکھا وہاں کی زمین بڑی سرسبز اور شاداب تھی کھلیانوں کی افراط تھی اور لوگ بے حد خوش حال دکھائی دیتے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ہارون نے پھر اپنے ایک ندیم سے پوچھا۔ ''یہ کس کی جاگیر ہے۔'' یہ سن کر ندیم نے جواب دیا۔

''امیر المومنین یہ جعفر برمکی کی جاگیر ہے کہتے ہیں۔'' کہتے ہیں اس پر ہارون الرشید نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آگے چلا گیا جہاں تک جانے کا اتفاق ہوا کوئی بھی بستی کوئی قصبہ کوئی بھی موضع کوئی بھی قریہ ایسا نہ ملا جس کی حالت خراب ہوتی بلکہ سب سرسبز و شاداب تھے ہر بستی کو دیکھتا اور ندیم سے پوچھتا یہ کس کا ہے تو جواب یہی ملتا کہ جعفر برمکی کا علاقہ ہے۔

یہ سارے علاقے دیکھنے کے بعد ہارون الرشید نے اندازہ لگایا کہ اردگرد کے سارے علاقوں پر برمکوں نے قبضہ کرلیا ہے اور اسے اپنی جاگیر بنالیا ہے۔

مایوس اور افسردہ واپس بغداد آیا اور اپنے اسی ندیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دیکھتے ہو برمکہ نے دولت سے اپنا گھر تو بھرلیا ہے خود امیر بن گئے ہیں لیکن مجھے اور میری اولاد کو انہوں نے فقیر کر کے رکھ دیا ہے افسوس ان کے معاملات سے میں نے اب تک غفلت کی بلکہ میں نے صریح غفلت کی ہے کیونکہ دیکھتا ہوں کہ بغداد سے اس قدر نزدیک اور مسلسل برامکہ کی جاگیریں ہیں میری اولاد میں سے کسی ایک کی بھی ایسی جاگیر نہیں ہے دارالخلافہ کی یہ حالت اور دور دراز کے علاقوں کا معلوم نہیں کیا حال ہوگا انہوں نے نجانے کس قدر جاگیریں بنا رکھی ہوں گی۔'' ندیم بیچارہ کچھ نہ کہہ سکا شرمندہ ہوگیا اس واقعے نے بھی ہارون الرشید اور برامکہ کے درمیان خاصی دوری پیدا کردی تھی۔

اس کے بعد ایک اور واقعہ رونما ہوگیا ہوا کچھ یوں کہ خراسان برامکہ کی سب سے بڑی جاگیر خیال کیا جاتا تھا ان کے سارے اخراجات وہاں سے پورے ہوتے تھے خراسان ایک زرخیز صوبہ تھا۔ صرف معمولی سا خراج داخل خزانہ ہوتا تھا اور باقی ساری رقم کے مالک برامکہ ہوتے تھے ایک شخص علی بن عیسیٰ خراسان کی آمدنی اور اخراجات سے واقف تھا لہٰذا برامکہ کو نیچا دکھانے کے لئے وہ ایک عرصہ سے اس کوشش میں تھا کہ برمکیوں کی جگہ اسے خراسان کا والی مقرر کیا جائے۔

آخر اس کی کوشش بر آئی اور ہارون الرشید نے پہلے والے فضل برمکی کو ہٹا کر خراسان کا حاکم علی بن عیسیٰ کو بنا دیا۔

اپنے والی مقرر ہونے کے کچھ عرصہ بعد یہ علی بن عیسیٰ قیمتی جواہرات دیگر مال لونڈی غلام وغیرہ لے کر بغداد شہر میں داخل ہوا اور چاہتا تھا کہ دربار عام میں حاضر ہو کر وہ سارے تحائف پیش کرے جو وہ وہاں سے لے کر آیا تھا اس کارروائی سے وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ برامکہ کے مقابلے میں اس نے کس قدر زیادہ خراج جمع کیا ہے اور اس کی کارگزاری برامکہ سے کس قدر اچھی اور عمدہ ہے تاکہ ملک اور سلطنت میں اس کی وقعت برامکہ سے زیادہ ہو۔

اس کے علاوہ وہ خلیفہ ہارون الرشید پر یہ بھی ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے جس قدر محاصل خراسان سے برامکہ پیش کرتے رہے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ لے کر آیا ہے اپنی اسی کارسازی کا اظہار کر کے علی بن عیسیٰ دراصل خلیفہ پر یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ برامکہ اس کی آمدنی کا بہت کم حصہ خزانے میں داخل کرتے رہے ہیں اور باقی ساری آمدنی وہ اپنے ذاتی تصرفات میں لاتے رہے ہیں کہتے ہیں ہارون الرشید نے علی بن عیسیٰ کی اس درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ ایک وسیع میدان میں دربار عام کی تیاریاں کی جائیں اور علی اپنی لائی ہوئی اشیاء کو پیش کرے۔

ایک خوش فضا میدان میں ایک رفیع الشان بارگاہ سجائی گئی اور وہاں تخت شاہی بچھایا گیا پھر وہاں علی بن عیسیٰ نے نہایت سلیقہ شعاری سے اپنے تحائف کو پیش کیا۔

ایک جانب اشرفیوں کے انبار تھے۔ دوسری جانب دینار اور درہم کے ڈھیر تھے تیسری جانب ریشمی کپڑے اور قیمتی اسباب تھے۔ چوتھی جانب ترکی غلام ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے جن کے گلے میں مرصع تلواریں حمائل تھیں اور مصری دستاریں ان کے سروں پر تھیں۔ ان کے برابر حدوش کنیزوں کا ایک ہجوم تھا جن کے قیمتی لباس اور زیوروں کی جلا جلی سے میدان جگمگا رہا تھا۔ مشک و نافے اس قدر تھے کہ بغداد کا وہ میدان خوشبو سے مہک اٹھا تھا اس کے علاوہ اس میدان میں علی بن عیسیٰ نے عربی اونٹ اور گھوڑوں کی قطاریں کھڑی کی تھیں جو قیمتی ساز و سامان سے سجے ہوئے تھے جب یہ تحائف اپنے مواقع پر سجا دیئے گئے تھے اس وقت امیر المومنین کو اس میدان میں لایا گیا تھا۔

اس میدان میں داخل ہونے کے بعد ہارون الرشید بے حد خوش ہوا اور دور سے سرخ و سفید انبار نظر آئے تو اپنے ساتھ چلنے والوں سے پوچھا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس پر ایک مصاحب کہنے لگا۔

''امیر المومنین یہ اشرفی نقرہ اور مشک کے انبار ہیں جو نظر آ رہے ہیں۔''

بہر حال میدان میں داخل ہونے کے بعد ہارون الرشید ایک ایک چیز کو دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا جب سارا سامان دیکھ چکا تو وہاں جو تخت شاہی کا اہتمام کیا تھا وہاں بیٹھ گیا جعفر برمکی اور اس کا باپ اور بھائی اور عزیز و رشتہ دار سب وہاں موجود تھے کہتے ہیں اس موقع پر یحییٰ نے اپنے بیٹے جعفر برمکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''علی بن عیسیٰ نے خراسان سے لائے گئے سارے سامان کی نمائش اس لئے کی ہے کہ امیر المومنین کا مزاج ہماری طرف سے برہم ہو جائے اور لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ

خراسان کس قدر زرخیز علاقہ ہے اور وہاں سے کس قدر آمدنی ہوتی ہے ایسا کر کے علی بن عیسٰی نے ایک طرح سے ہمارے سر پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی ہے۔'' اس پر جعفر نے اپنے باپ یحییٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''علی کی اس کارروائی پر افسوس رنج اور دکھ کرنا فضول ہے کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے خلیفہ کی خوشنودی کے لئے وہ سب کچھ کر رہا ہے لیکن تھوڑے ہی دن میں لوگوں اور خلیفہ کو معلوم ہو جائے گا کہ ساری دولت اور مال کس طرح اکٹھا کیا گیا ہے اور اس کے دور میں عنقریب خراسان میں فتنہ فساد کی آگ بھڑک اٹھے گی۔

اور ان بغاوتوں کو ختم کرنے کے لیے سلطنت کے اخراجات اس قدر بڑھ جائیں گے کہ جو کچھ علی لایا ہے یہ ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو گا اور خراسان کی آمدنی کا ایک ایک درہم جو اس وقت خزانے کے لئے لایا گیا ہے وہ اس وقت ان حالات میں ان کے مقابلے میں سو سو درہم خرچ کر کے بغاوتوں کو ختم کرنا پڑے گا۔

علی بن عیسیٰ نے ایسا کر کے امیر المومنین کے ساتھ بھلائی نہیں کی بلکہ یہ سلطنت کی بربادی کے آثار ہیں۔'' جعفر کی اس گفتگو کو قریب بیٹھے لوگوں نے سن لیا اور اس کی ساری تفصیل انہوں نے ہارون الرشید کو بتا دی اس پر برہم ہو کر ہارون الرشید نے جعفر کو طلب کیا تو جعفر کہنے لگا۔

''جو مال علی بن عیسیٰ لایا ہے وہ جبراً لوگوں سے موصول کیا گیا ہے لہٰذا اس پر خوش نہیں ہونا چاہئے۔'' جعفر کی اس گفتگو کے جواب میں خلیفہ ہارون الرشید نے عجیب سے ردعمل کا اظہار کیا اس لیے کہ اب وہ دن بدن جعفر برمکی اور اس کے برمکی عزیز و اقارب سے بیزار اور نالاں ہوتا چلا جا رہا تھا ہارون الرشید نے جعفر کی گفتگو کو نہ صرف ناگواری سے سنا بلکہ علی بن عیسیٰ کی اس درجہ عزت کی کہ اسے حیرت اور عبرت ہوئی۔

برمکہ کی تباہی اور بربادی کا ایک اور واقعہ اور حادثہ اس طرح ہوا کہ ایک روز جبرائیل سلطنت کے قصر الخلد میں ہارون الرشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا قصر میں بیٹھے بیٹھے دریائے دجلہ کا خوش منظر عجب لطف دے رہا تھا سامنے برمکیوں کی رفیع الشان عمارتیں نظر آ رہی تھیں یحییٰ برمکی کے دروازے پر سوار اور پیدلوں کا ہجوم ہو رہا تھا یہ منظر ہارون الرشید نے جب دیکھا تو جبرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''خدا یحییٰ برمکی کا بھلا کرے غریب ہمارے واسطے کیسی کیسی سخت محنت اٹھاتا ہے اور ہم اس کی بدولت عیش کرتے ہیں۔'' اور پھر طنزیہ سے انداز میں انتہائی دکھ اور افسوسناک لہجے

میں ہارون الرشید مزید کہنے لگا۔

''حقیقت میں یحییٰ تو خلافت کرتا ہے میں تو برائے نام ہوں۔'' جبرائیل نے کہا۔

میں اسی وقت سمجھ گیا کہ اب برامکہ کی خیر نہیں ہے حالات تیزی سے برامکہ کے خلاف جا رہے تھے کہ ہارون الرشید نے اپنی سلطنت کا دورہ کرنے کا ارادہ کیا جب ہارون الرشید اپنے محافظ کے ساتھ بغداد سے نکل کر اپنی سلطنت کا دورہ کرنے لگا تو جس جگہ اور جس باغ میں بھی اس نے خیمے لگائے وہاں سے اسے یہی معلوم ہوا کہ یہ برامکہ کی جاگیر ہے ان صداؤں نے ہارون کے کان بھر دیئے تھے اور اس دورے کے دوران ہارون کو یہ بھی پتہ چلا کہ اپنی ذاتی ناراضگی کی بنا پر جعفر نے بعض اشخاص کو اپنے اختیارات سے خود ہی قتل کر ڈالا تھا اس پر مستزاد یہ کہ ایک سلطنت میں خواہ وہ شخصی ہو یا جمہوری کوئی شخص یا خاندان نیک نام ہو کر زندگی بسر نہیں کر سکتا تو لوگ اس کے مخالف بلکہ جانی دشمن ہو جاتے ہیں برامکہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اور وہ سنبھلے نہیں ہارون الرشید کی خلافت میں بھی عربوں کا گروہ دربار میں ایک بڑی قوت رکھتا تھا وہ ہمیشہ سے اہل عجم کا حریف اور مقابل تھا۔

چنانچہ خاندان برامکہ کی بربادی کا باعث عرب ہی ہیں اس لیے کہ ہارون الرشید کی قوت دو عناصر پر مشتمل تھی۔

عسکری قوت کا عنصر عرب تھا اور اس کی صیغہ عجموں کے پاس تھی۔ برامکہ کے حق میں تھا برامکہ شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے لہٰذا یہ حالات دونوں میں پیدا کرنے والی تھی عرب معمولی سی زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے مقابلے میں .سب برامکہ خوب فضول خرچیاں کرتے اور دولت لٹاتے تب عربوں کو ان پر غصہ آتا اور ان کی شکایت ہارون تک پہنچاتے۔

سب کچھ ہو جانے کے باوجود بھی برامکہ سنبھلے نہیں اور ان کی بربادی پر جو آخری ضرب لگی وہ کچھ یوں تھی ہارون الرشید کے دور میں جو بغاوتیں ہوئیں ان بغاوتوں کے سرکردوں سے ایک شخص یحییٰ بن عبداللہ یحییٰ بھی تھا یہ حضرت علی کی اولاد سے تھا اس کی بغاوت مشہور ہے فضل برمکی کی حکمت علمی سے یحییٰ بن عبداللہ کو ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے بنظر احتیار و اعتبار یحییٰ بن عبداللہ کو جعفر کے حوالے کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ اس سیاسی قیدی کو اپنی نگرانی میں رکھے اور جہاں تک ہو اس کی خوب حفاظت کرے۔ اور ہاں اس کی خوب حفاظت کی جائے۔

چنانچہ جعفر نے یحییٰ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ کہتے ہیں ایک دن جعفر نے یحییٰ کو اپنے پاس بلایا اور اس کے حالات دریافت کیے۔ اس گفتگو کے دوران یحییٰ بن عبداللہ نے

جعفر برمکی سے کہا کہ ہارون الرشید اللہ کے نبیؐ کے چچا عباس کی اولاد سے ہے۔ ہم ابو طالب کی اولاد ہیں۔ لہٰذا ہارون الرشید ہمارا جانی دشمن ہے اس کے بعد نہایت عاجزی سے اس نے جعفر سے کہا کہ کیا تم مجھے ہلاک کر دو گے کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میں حضرت علی کی اولاد میں سے ہوں خدائے عزوجل سے ڈر اور رسول کریمؐ کی دشمنی سے احتراض کر اس گفتگو کے جواب میں کہتے ہیں۔ جعفر نے یحییٰ بن عبداللہ کو چھوڑ دیا اور کہا۔ جہاں جی چاہے چلے جاؤ جواب میں یحییٰ نے کہا مجھے گرفتاری کا خوف ہے۔ جعفر نے ایک خاص شخص کی حفاظت میں یحییٰ بن عبداللہ کو ایک محفوظ جگہ پر بھیج دیا۔

بدقسمتی سے جعفر کا ایک خادم جب دوئم فضل بن ربیع کا مخبر تھا فضل بن ربیع عرب تھا اور خراسانیوں ایرانیوں کا انتہا درجے کا دشمن تھا۔ اس خادم نے ساری تفصیل فضل بن ربیع سے کہہ دی اور فضل نے موقع پا کر ساری تفصیل ہارون الرشید سے بیان کر دی تھی۔

لہٰذا خلیفہ ہارون الرشید نے تحقیقات کے بعد واقعہ کی صحت کر لی تو ایک دن اثنائے کلام میں کھانے کے وقت جعفر سے پوچھا کہ یحییٰ بن عبداللہ کا کیا حال ہے۔

اس موقع پر جعفر نے جھوٹ بولا۔ کہنے لگا امیر المومنین وہ بدستور قید میں ہے اور بھاری زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

جعفر کے اس جواب پر ہارون کو غصہ تو بے حد آیا۔ لیکن اس نے ضبط کیا۔ دوبارہ اس نے جعفر برمکی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''تجھے میری جان کی قسم کیا یحییٰ قید میں ہے۔''

ہارون الرشید کے ان الفاظ پر جعفر برمکی کانپ اٹھا جان گیا کہ شاید ہارون الرشید کو پتہ چل گیا ہے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے کہنے لگا۔ امیر المومنین میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک اس شخص سے کوئی آزار آپ کو نہیں پہنچ سکتا۔

کہتے ہیں ہارون الرشید کو یحییٰ کی رہائی کا بہت افسوس ہوا لیکن بظاہر خوش ہو کر کہا تو نے بہت خوب کیا میرا بھی یہی ارادہ تھا۔

لیکن جب جعفر ہارون الرشید سے رخصت ہوا۔ تو ہارون الرشید نے انتہائی غضب ناکی میں کچھ جملے کہے اس موقع سے متعلق ایک معتبر راوی لکھتے ہیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے جعفر کو بلاسبب قتل کرا دیا یہ محض غلط ہے سبب یہ تھا کہ جعفر نے یحییٰ کو قید سے چھوڑ دیا تھا۔ حالانکہ اس کی سخت نظر بندی کی ہدایت ہارون الرشید نے جعفر کو کی تھی اس واقع کے بعد ہی ہارون الرشید نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا۔ کہ وہ جعفر برمکی کو زندہ نہیں

چھوڑے گا۔ اس واقعہ سے ہارون الرشید کا غیض و غضب برمکیوں کے خلاف اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس لیے کہ جعفر نے ایک ایسے سیاسی قیدی کو ہارون الرشید سے پوچھے بغیر اپنے طور چھوڑ دیا تھا۔ جو کسی بھی وقت بنو عباس کے خلاف خروج کر سکتا تھا۔

کچھ چھوٹے چھوٹے چند بڑے اور یحییٰ بن عبد اللہ کو اپنے طور چھوڑ دینے کے واقعات نے آگ تو بھڑکا ہی دی تھی اس آگ پر تیل چھڑکنے کا کام چند گمنام خطوط نے کیا جو ہارون الرشید کو برابر مل رہے تھے اور یہ سب خطوط برامکہ کے خلاف تھے ان خطوط سے پہلے ہی ہارون الرشید جعفر اور اس کے خاندان کی طرف سے بدظن ہو چکا تھا اور خیالات فاسد اس کے دل میں جم چکے تھے۔ چنانچہ واقعات مذکورہ کو ان گمنام خطوط اور کرنٹھی نے اور بھی مستحکم کر دیا جو برامکہ کی شکایت میں ہارون کے پاس بھیجے گئے تھے جن میں ہارون الرشید کو بتایا گیا تھا کہ حقیقت میں ملک اور سلطنت کے مالک تو برامکہ ہے اور خلافت برائے نام عباسی حکمرانوں کے پاس ہے ورنہ یحییٰ مالک الملک ہو رہے ہیں اس سلسلے کا ایک خط ہارون الرشید کو ایسا ملا جس میں یہ ساری شکایت اشعار کی صورت میں لکھی ہوئی تھی ان اشعار کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

"خدا کی زمین کا امانت دار ہے اور جو حل و عقد کا مالک ہے اس سے کہہ دو کہ یحییٰ کا بیٹا جعفر برمکی تیری طرح مالک بن بیٹھا ہے تجھ میں اور اس میں کوئی حد فاصل نہیں رہی۔ تیرا کہنا اس کے حکم سے رد ہو جاتا ہے لیکن اس کا حکم رد نہیں ہو سکتا اس نے ایک محل بنایا ہے جس کے مثل فارس اور ہند میں کسی نے نہیں بنایا۔ موتی اور یاقوت اس کی کنکریاں ہیں اور اس کی خاک عنبر لوبان ہے ہم لوگوں کو یہ ڈر ہے کہ جب آپ کو قبر چھپائے گی تو وہ اس ملک کا وارث ہو جائے گا۔"

اس سارے غصے اور برامکیوں کے خلاف اس غضبناکی کا اظہار سب سے پہلے ہارون الرشید نے جعفر برمکی کے باپ یحییٰ پر کیا اس لیے کہ یہ یحییٰ ہی تھا جس کا برامکہ میں سے ہارون الرشید سب سے زیادہ ادب کرتا تھا۔

یحییٰ برمکی کا دستور تھا کہ وہ بلا اجازت ہارون الرشید کے پاس چلا جاتا تھا کسی دربان یا حاجب سے اطلاع کرانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی ان واقعات کے بعد ایک دن یحییٰ دستور کے مطابق ہارون کے پاس گیا اس وقت طبیب جبرائیل ہارون الرشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر یحییٰ نے سلام کیا تو ہارون نے اسلام کا جواب دھیمی آواز میں

دیا یحییٰ کو تو مخاطب نہیں کیا لیکن اپنے سامنے بیٹھے جبرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تمہارے مکان میں کوئی شخص بلا اجازت اندر آ سکتا ہے۔" جبرائیل نے عرض کیا۔

"یہ کیوں کر ممکن ہے۔" پھر یحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے پوچھا۔

"آپ بلا اجازت کیوں آئے ہیں۔" یحییٰ برمکی نے جواب دیا۔

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے میں بلا اجازت اس وقت نہیں آیا ہوں بلکہ جس وقت امیر المومنین بستر خواب میں ہوتے تھے تو میں وہاں تک چلا جاتا تھا لیکن اب اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ میرا وہ درجہ نہیں رہا اور میرا آنا امیر المومنین کو ناگوار گزرا ہے۔" یہ جواب سن کر ہارون چپ ہو گیا یحییٰ نے سمجھا کہ بس اب اقبال کا خاتمہ ہو گیا ہے اسی وقت ہارون نے اپنے ندیم اور شاہی جلاد ابو ہاشم کو حکم دیا کہ اب کوئی بھی فرد کوئی خادم کوئی غلام یحییٰ کی تعظیم کو کھڑا نہ ہوا کرے گا۔

☼......☼

اسمٰعیل، ابراہیم، سماوا برسک شاریہ اور رویان حویلی کے اس حصے میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں عطریف اور اس کی بیوی کا قیام تھا سب کسی اچھے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے قہقہے لگا رہے تھے اور اس موقع پر عطریف وہاں آیا اور اسمٰعیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اسمٰعیل میرے بیٹے! ذرا دیوان خانے میں جاؤ تمہارے بابا دیوان خانے میں ہیں اور ان کے پاس اسحاق موصلی بیٹھا ہوا ہے وہ تم سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" عطریف کی اس گفتگو سے سب سنجیدہ ہو گئے تھے سب سے پہلے شاریہ نے اپنے ردعمل کا اظہار کیا اور عطریف کی بجائے اس نے اسمٰعیل کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگی۔

"امیر یہ اسحاق موصلی کون ہے اور یہ آپ سے کیا چاہتا ہے ہمارے خلاف کوئی اور چکر اور سانحہ تو نہیں اٹھنے والا اس کے نام کے ساتھ بھی موصلی لگتا ہے اور جو پہلا مغنی تھا۔ جس نے خلیفہ سے آپ کی شکایت کی تھی جس کا نام ابراہیم تھا اس کے نام کے ساتھ بھی موصلی لگتا ہے کہیں یہ اسی سلسلے کی کڑی تو نہیں ہے۔" شاریہ کی اس گفتگو سے اسمٰعیل ہنس دیا کہنے لگا۔

"شاریہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر فکر مند ہو جاتی ہو۔ خواہ مخواہ میں فکرمندی کا اظہار کرتی ہو کوئی ایسی بات نہیں ہو گی یہ اسحاق موصلی دراصل ابراہیم موصلی کا بیٹا ہے دیکھتے ہیں یہ کیا کہنے آیا ہے۔" اسمٰعیل جب خاموش ہوا تو عطریف پھر بول اٹھا۔

"وہ اپنے باپ کی رہائی کے لیے آیا ہے دیوان خانے میں بیٹھنے کے بعد اس نے بھائی

قاسم سے بات کی ہے دراصل اسحٰق موصلی خلیفہ ہارون الرشید کے پاس گیا تھا اور اپنے باپ ابراہیم موصلی کی رہائی کی التجا اور التماس کی تھی۔ لیکن ہارون الرشید نے بے اعتنائی کا اظہار کیا گو اسحٰق موصلی کا خلیفہ کے ہاں بڑا مقام بڑا وقار ہے لیکن اپنے سپہ سالاروں کے مقابلے میں ہارون الرشید کسی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لہٰذا ہارون الرشید نے اسحٰق موصلی سے کہا تھا کہ اس کے باپ ابراہیم موصلی نے چونکہ اسمٰعیل بن قاسم سے بدسلوکی کی تھی اس کی اہانت کا باعث بنا تھا لہٰذا اگر اسمٰعیل بن قاسم ابراہیم کو معاف کر دیں تو رہا کیا جا سکتا ہے۔''

عطریف جب خاموش ہوا تو اسمٰعیل اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''چلو جا کے دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے آپ سب لوگ یہیں بیٹھیں۔'' اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن قاسم عطریف کے ساتھ ہو لیا تھا دونوں جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو اسحٰق موصلی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسمٰعیل کا استقبال کیا اسمٰعیل نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا جب سب بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز اسحٰق موصلی نے کیا۔

''امیر اسمٰعیل جو کچھ میں کہنے آیا ہوں اس کی تفصیل آپ کے باپ سے کہہ چکا ہوں آپ سے بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ کی عزت آپ کے احترام کی وجہ سے خلیفہ ہارون الرشید نے میرے باپ کو زندان میں ڈال رکھا ہے اس کے گلے میں طوق ہے اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں وہ کافی مشقت اور قید جھیل چکا ہے خلیفہ نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ اس وقت تک وہ میرے باپ کو معاف نہیں کرے گا اس کی رہائی کا حکم جاری نہیں کرے گا جب تک آپ اسے معاف نہیں کر دیتے میں آپ سے یہی گزارش کرنے آیا ہوں کہ آپ فراخ دلی کا مظاہرہ کریں۔

میرے باپ کو معاف کر دیں اگر آپ معاف کر دیتے ہیں تو خلیفہ میرے باپ کو زندان سے نکال دے گا بصورت دیگر میرے باپ کو ساری عمر طوق سلاسل میں زندگی کے باقی دن گزارنے ہوں گے اور یہ میرے لیے بڑی اذیت ناکی کا معاملہ ہو گا لہٰذا میری آپ سے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ گزارش ہے کہ آپ میرے باپ کو معاف کر دیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد اسحٰق موصلی تھوڑی دیر کے لیے رکا کچھ سوچا اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''جہاں تک اس کے سانحہ کا تعلق ہے تو میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ غلطی میرے باپ کی تھی دراصل اس نے اپنے اور آپ کے مقام کا غلط تقابلی جائزہ لیا تھا میرے خیال میں اس نے خلیفہ ہارون الرشید کے مزاج اور اس کی طبیعت کا بھی غلط اندازہ لگایا تھا اس

لیے کہ ہارون الرشید اپنے سالاروں پر اپنا سب کچھ نچھاور کر سکتا ہے پھر ان کی اہانت کیسے برداشت کر سکتا ہے اگر یہ بات میرے باپ نے ذہن میں رکھی ہوتی تو کبھی آپ کے ساتھ وہ سانحہ پیش نہ آتا بہر حال جو کچھ ہوا اس کے لیے میں شرم سار ہوں اور انتہائی عاجزی کے ساتھ پھر التماس کرتا ہوں کہ میرے باپ کو معاف کر دیں آپ کے معاف کرنے سے اسے زندان سے رہائی مل جائے گی۔'' جب تک اسحٰق موصلی بولتا رہا اسمٰعیل بن قاسم بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا اس کے خاموش ہونے پر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اسحٰق تم جانتے ہو تمہارے باپ سے میری کوئی خاندانی دشمنی نہ تھی کوئی ذاتی عناد نہ تھا۔ اس کے پاس دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں اس حقیقت سے تم بھی آگاہ ہو میں بھی جانتا ہوں۔ اس حقیقت کے باوجود اس نے ایک غریب نجار کا ایک ماہ کا معاوضہ روک لیا اور یہ معاملہ کسی بھی صورت اسے زیب نہ دیتا تھا اسے چاہئے تھا کہ اس حادثے کو جنم ہی نہ لینے دیتا اور اگر میں اس کے پاس چلا ہی گیا تھا تو فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جتنا اس غریب نجار کا معاوضہ بنتا تھا اس سے زیادہ ادا کر کے اپنی فراخ دلی اپنی سخاوت کا مظاہرہ کرتا۔ لیکن اس نے مجھے بھی اس کا معاوضہ اور اجرت نہ دینے کا خشک جواب دے دیا بلکہ لڑائی جھگڑے تکرار پر اتر آیا۔ جعفر برمکی کو اپنا حامی اپنا ناصر اور اپنا ہمنوا جان کر میرے ساتھ الجھا دھمکیاں دیں اور بڑے روکھے پن سے معاوضہ دینے سے انکار کیا۔ اس کی حمایت کرتے ہوئے جعفر برمکی نے مجھے یہاں تک دھمکی دی کہ اس معاملے میں ہم میں سے کسی کی گردن بھی کٹ سکتی ہے اور میں نے اسی وقت جعفر برمکی سے کہہ دیا تھا۔ کہ وقت بتائے گا کہ گردن اس کی کٹتی ہے یا میری جعفر کا معاملہ تو ہمارے ساتھ الگ ہے جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے۔ اگر تم اسے سمجھا دو کہ آئندہ وہ کسی غریب اور ضرورت مند کے ساتھ ایسا رویہ نہیں رکھے گا۔ کسی کی حق تلفی نہیں کرے گا۔ اپنی اکڑ پن اپنے گھمنڈ اپنے تفاخر کو ترک کر دے گا تو میں تمہارے باپ کو معاف کر دوں گا۔'' اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ سے اسحٰق موصلی خوش ہو گیا اور فوراً آگے بڑھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسمٰعیل کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگا۔

''امیر جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں خدا کی قسم میں اپنے باپ سے اس پر عمل کرا کے چھوڑوں گا۔ بس ایک بار آپ انہیں معاف کر دیں وہ زندان سے باہر آ جائے وہ پہلے جیسا نہیں رہے گا۔'' پھر اسحٰق موصلی دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے اور کسی قدر مسکراتے ہوئے اسمٰعیل نے اسے مخاطب کیا۔

''اگر یہ معاملہ ہے تو بالکل بے فکر ہو جاؤ اپنے گھر میں مطمئن ہو جاؤ۔ آج شام کو ویسے بھی امیر المومنین نے مجھے طلب کیا ہے وہ حج کے لیے روانہ ہونے والے ہیں اور روانہ ہونے سے پہلے کچھ ہدایات دینا چاہتے ہیں۔ جب میں ان سے ملوں گا تو ابراہیم موصلی سے متعلق ان سے گزارش کروں گا اور مجھے امید ہے کہ آنے والی شب کو تمہارا باپ زندان کی بجائے گھر پر ہوگا۔''

اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ پر اسحٰق موصلی نے کئی بار اس کا شکریہ ادا کیا۔ بڑے پر جوش انداز میں اس سے گلے ملا اور وہاں سے رخصت ہو کے چلا گیا تھا۔

☼......☼

اسحٰق موصلی کے جانے کے بعد شاریہ ساوا برسک رویان اور ابراہیم سب دیوان خانے میں داخل ہوئے خالی نشستوں پر بیٹھنے کے بعد گفتگو کا آغاز شاریہ نے ہی کیا۔ اور اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''یہ جو ابراہیم موصلی کا بیٹا آیا تھا یہ کیا معاملہ طے کر کے گیا ہے۔'' شاریہ کے اس سوال پر ابن قاسم دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا اسمٰعیل نے بھی شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اس نے ہمارے ساتھ کیا معاملہ طے کرنا ہے بس یہی کہنے کے لیے آیا تھا کہ میرے باپ کو معاف کر دیا جائے۔ دراصل وہ امیر المومنین کے پاس گیا تھا تاکہ اس کے باپ کو رہائی ملے لیکن امیر المومنین نے شرط لگائی ہے کہ جب تک میں ابراہیم کو معاف نہ کروں اسے زندان سے نہیں نکالا جائے گا۔'' اس کے بعد دیوان خانے میں جو گفتگو اسحٰق موصلی سے ہوئی تھی وہ تفصیل کے ساتھ اسمٰعیل نے سب سے کہہ دی تھی۔

جب یہ گفتگو ختم ہوئی تب اسمٰعیل نے اپنے باپ قاسم کو دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بابا اسحٰق موصلی کی آمد سے قبل ہم ایک موضوع پر گفتگو کر رہے تھے دراصل شاریہ اور ساوا دونوں کچھ خریداری کے لئے بازار جانا چاہتی ہیں یہ آپ میرے ابراہیم اور سب گھر والوں کے لیے کپڑے اور کچھ دوسری اشیاء خریدنا چاہتی ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں ابراہیم کے ساتھ بھیج دوں۔'' اسمٰعیل جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک قاسم بڑے پیارے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''قاسم تم امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کے سب سے عمدہ سب سے ہر دل عزیز سب سے زیادہ شجاع اور نامور سالاروں میں سے ہو دشمن تمہارا نام سن کر لرزتے کانپتے ہیں لیکن

گھر میں تم بچے کے بچے ہی رہے بیٹے میرے بعد تم گھر کے بڑے ہو اب تمہاری بڑھائی اور ذمہ داری میں مزید اضافہ ہو گیا ہے اس لیے کہ شاریہ کے ساتھ تمہاری منگنی ہو چکی ہے بیٹے اس کی موجودگی میں تمہیں میرے ساتھ اس قسم کی گفتگو نہیں کرنی چاہئے تم خود انہیں اجازت دے سکتے تھے اور انہیں رقم دے سکتے تھے کہ بازار جا کر خریداری کر لیں۔'' قاسم کی گفتگو کے جواب میں اسمٰعیل کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ بول اٹھی۔

''بابا جو کچھ آپ نے کہا ہے میں قطعی طور پر اس سے اتفاق نہیں کرتی ٹھیک ہے میری ان سے منگنی ہو چکی ہے ہم دونوں کے درمیان ایک تعلق اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے اس کے باوجود بابا گھر کے سربراہ آپ ہیں۔ ہر معاملے میں آپ سے اجازت لینا ضروری ہے یہ صرف ابھی نہیں بلکہ آنے والے دنوں میں بھی کوئی کام بابا آپ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوا کرے گا یہ ہم سب کا متفقہ فیصلہ ہے اور اس فیصلے سے میں ہی نہیں گھر کا کوئی بھی فرد روگردانی نہیں کرے گا جب تک آپ زندہ ہیں اس گھر پہ آپ ہی کی حکمرانی رہے گی اب بھی آپ اجازت دیں تو میں ساوا اور بھائی ابراہیم کے ساتھ بازار جاؤں گی ورنہ نہیں۔''

ابن قاسم تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے تحسین آمیز انداز میں شاریہ کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''میری بچی! جہاں تیرے جیسی بیٹیاں ہوں وہاں گھر کا خزاں زدہ ماحول بھی بہاروں میں بدل جاتا ہے روشناسی کا ماحول بھی جنت بن کے رہ جاتا ہے بچی جو کچھ تو نے کہا ہے میں تیرے ان الفاظ کو سلام پیش کرتا ہوں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو مجھے اتنی عزت اتنا وقار دیتی ہے۔ میری بچی میری طرف سے تم لوگوں کو اجازت ہے جب اور جس وقت چاہو بازار جاؤ ہاں مجھے بتاؤ اس سلسلے میں تمہیں کتنی رقم کی ضرورت ہے۔'' قاسم کی اس گفتگو سے سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے اس بار شاریہ کی بجائے ساوا چہکتے ہوئے بول اٹھی۔

''بابا! آپ سے ہمیں صرف اجازت چاہئے تھی رقم نہیں جہاں تک رقم کا سوال ہے وہ ہم بھائی سے لے چکے ہیں بھائی اسمٰعیل نے کہا تھا۔ میں رقم تو دے دیتا ہوں مگر بازار جانے کی اجازت بابا ہی دیں گے اب جبکہ آپ اجازت دے چکے ہیں تو کیا میں آپی اور بھائی ابراہیم بازار جائیں؟'' اس موقعہ پر قاسم نے اسمٰعیل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''بیٹے تم خود بھی ان کے ساتھ کیوں نہیں جاتے ہو۔'' جواب میں اسمٰعیل فوراً بول اٹھا۔

''بابا میں ضرور ان کے ساتھ جاتا اور بڑے بھائی کی حیثیت سے ان کے ساتھ میرا جانا

بنتا بھی ہے لیکن بابا شاید آپ بھول گئے ہیں کہ شام کو امیر المومنین نے سارے سالاروں اور عمائدین کو قصر میں بلایا ہے اس لیے کہ امیر المومنین آج حج پر روانہ ہونا چاہتے ہیں اور روانگی سے پہلے وہ سلطنت کے امور میں اہم فیصلے کرنا چاہتے ہیں اس بنا پر میں ان کے ساتھ نہیں جا سکتا تھوڑی دیر تک میں قصر کی طرف چلا جاؤں گا۔'' اسمٰعیل کی اس گفتگو سے قاسم مطمئن ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک شاریہ ابراہیم اور سلوا تینوں بازار چلے گئے تھے جبکہ اسمٰعیل قصر خلافت کا رخ کر رہا تھا۔

اسمٰعیل جب قصر میں داخل ہوا تو اس وقت قصر میں سارے چھوٹے بڑے سالار سلطنت کے قاضی عمائدین مشیر وزیر حاجب اور دیگر سب ذمہ دار لوگ وہاں موجود تھے۔ سب کو سلام کرتا ہوا اور سب کو ملتا ہوا اسمٰعیل اپنی مخصوص نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد پشتی پردے میں حرکت ہوئی اور ہارون الرشید اپنے بیٹے امین مامون اور موتمن کے ساتھ نمودار ہوا سب نے نشستوں سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تو حاضرین بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے کچھ دیر قصر میں خاموشی رہی۔ پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید نے حج پر جانے کے سلسلے میں کچھ احکامات جاری کیے۔ لوگوں پر یہ بھی انکشاف کیا کہ یحییٰ برمکی اس کے سارے بیٹے اس کے ہمراہ حج پر جائیں گے۔ تین بیٹوں یعنی امین الرشید، مامون الرشید اور موتمن بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لیے کہا اپنے سارے سالاروں کو حکم جاری کیا کہ اس کے بعد سلطنت کو اسی طرح چلائیں گے جس طرح اس کی موجودگی میں چلتی رہی ہے۔ ساتھ ہی اپنے سارے افراد کے سامنے اس نے اپنے بیٹے قاسم جس کا لقب موتمن تھا۔ امین اور مامون کے بعد اس کی ولی عہدی کا عہد بھی لیا اور کچھ علاقوں کو بھی مختص کیا جن کا حکمران موتمن کو مقرر کیا گیا اس طرح سارے احکامات جاری کرنے کے بعد جب ہارون مجلس کا اختتام کرنے لگا تب اسمٰعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر المومنین اس موقع پر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' ہارون الرشید کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم بڑے عرصے بعد دیکھا ہے کہ تم دربار میں یوں کھڑے ہو کر مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو کہو تم جانتے ہو میں کس قدر تمہاری عزت کرتا ہوں کیسا احترام تمہارے لیے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ تمہاری ہر بات سنوں گا کہو۔'' ایک غائر نگاہ اسمٰعیل بن قاسم نے قصر میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں پر ڈالی پھر ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر المومنین آپ نے میری وجہ سے ابراہیم موصلی کو زندان میں ڈالا میں اسے معاف کرتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ میں یہی التجا آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔'' ہارون الرشید پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''کہتا ہے ابراہیم موصلی کا بیٹا اسحٰق موصلی تمہارے پاس پہنچا ہے اس لیے کہ پہلے وہ میرے پاس آیا تھا میں نے اسے یہی کہا تھا کہ اگر اسمٰعیل اسے معاف کر دے تو میں اسے زندان سے نکال دوں گا۔ ابن قاسم میں تمہاری فراخ دلی اور سلیم الطبع کی قدر کرتا ہوں۔ اگر تم ابراہیم موصلی کو معاف کرتے ہو تو میں بھی فضل بن ربیع کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ابراہیم کو زندان سے نکال کر گھر جانے کی اجازت دے دے گا۔''

ساتھ ہی ہارون الرشید نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔ سب لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ جس وقت اسمٰعیل اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں پیچھے سے تیز تیز چلتا ہوا طبیب جبرائیل آ ملا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن قاسم ایک انکشاف نے مجھے تجسس اور فکر مندی میں ڈال دیا ہے۔'' اسمٰعیل نے چونکنے کے انداز میں طبیب جبرائیل کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

''کس بات نے آپ کو تجسس میں ڈال دیا ہے۔'' اس پر جبرائیل کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم معاملہ کچھ یوں ہے کہ میں دیکھتا ہوں امیر المومنین ہارون الرشید کی غذا کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے پہلے وہ کھل کے کھاتا تھا صحت اس کی بڑی اچھی تھی اب اس کی غذا بڑی کم ہوتی جا رہی ہے۔ میرے دل میں کچھ وسوسات ابھرتے ہیں میرا علم کہتا ہے کہ امیر المومنین کو کوئی فکر اور غم ہے اسی فکر اور غم کی وجہ سے اس نے اپنی غذا کم کر دی ہے اور ایسا اس کی صحت کے لیے مضر ہے۔'' جبرائیل جب خاموش ہوا تو کچھ دیر اسمٰعیل سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''جبرائیل تم فکر مند نہ ہو امیر المومنین حج پر روانہ ہونے والے ہیں۔ حج کے بعد جب وہ واپس لوٹیں گے تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اور امیر المومنین سے غذا کی کمی کرنے کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ سے طبیب جبرائیل کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر دونوں علیحدہ ہوئے اور اپنی اپنی حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

☼......☼

بنتا بھی ہے لیکن بابا شاید آپ بھول گئے ہیں کہ شام کو امیر المومنین نے سارے سالاروں اور عمائدین کو قصر میں بلایا ہے اس لیے کہ امیر المومنین آج حج پر روانہ ہونا چاہتے ہیں اور روانگی سے پہلے وہ سلطنت کے امور میں اہم فیصلے کرنا چاہتے ہیں اس بنا پر میں ان کے ساتھ نہیں جا سکتا تھوڑی دیر تک میں قصر کی طرف چلا جاؤں گا۔'' اسمٰعیل کی اس گفتگو سے قاسم مطمئن ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک شاریہ ابراہیم اور سادا تینوں بازار چلے گئے تھے جبکہ اسمٰعیل قصر خلافت کا رخ کر رہا تھا۔

اسمٰعیل جب قصر میں داخل ہوا تو اس وقت قصر میں سارے چھوٹے بڑے سالار سلطنت کے قاضی عمائدین مشیر وزیر حاجب اور دیگر سب ذمہ دار لوگ وہاں موجود تھے۔ سب کو سلام کرتا ہوا اور سب کو ملتا ہوا اسمٰعیل اپنی مخصوص نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد پشتی پردے میں حرکت ہوئی اور ہارون الرشید اپنے بیٹے امین مامون اور موتمن کے ساتھ نمودار ہوا سب نے نشستوں سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے تو حاضرین بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے کچھ دیر قصر میں خاموشی رہی۔ پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید نے حج پر جانے کے سلسلے میں کچھ احکامات جاری کیے۔ لوگوں پر یہ بھی انکشاف کیا کہ یحییٰ برمکی اس کے سارے بیٹے اس کے ہمراہ حج پر جائیں گے۔ تین بیٹوں یعنی امین الرشید، مامون الرشید اور موتمن بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لیے کہا اپنے سارے سالاروں کو حکم جاری کیا کہ اس کے بعد سلطنت کو اسی طرح چلائیں گے جس طرح اس کی موجودگی میں چلتی رہی ہے۔ ساتھ ہی اپنے سارے افراد کے سامنے اس نے اپنے بیٹے قاسم جس کا لقب موتمن تھا۔ امین اور مامون کے بعد اس کی ولی عہدی کا عہد بھی لیا اور کچھ علاقوں کو بھی مختص کیا جن کا حکمران موتمن کو مقرر کیا گیا اس طرح سارے احکامات جاری کرنے کے بعد جب ہارون مجلس کا اختتام کرنے لگا تب اسمٰعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر المومنین اس موقع پر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' ہارون الرشید کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم بڑے عرصے بعد دیکھا ہے کہ تم دربار میں یوں کھڑے ہو کر مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو کہو تم جانتے ہو میں کس قدر تمہاری عزت کرتا ہوں کیسا احترام تمہارے لیے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ تمہاری ہر بات سنوں گا کہو۔'' ایک عائر نگاہ اسمٰعیل بن قاسم نے قصر میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں پر ڈالی پھر ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر المومنین آپ نے میری وجہ سے ابراہیم موصلی کو زندان میں ڈالا میں اسے معاف کرتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ میں یہی التجا آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔'' ہارون الرشید پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''لگتا ہے ابراہیم موصلی کا بیٹا اسحٰق موصلی تمہارے پاس پہنچا ہے اس لیے کہ پہلے وہ میرے پاس آیا تھا میں نے اسے یہی کہا تھا کہ اگر اسمٰعیل اسے معاف کر دے تو میں اسے زندان سے نکال دوں گا۔ ابن قاسم میں تمہاری فراخ دلی اور سلیم الطبع کی قدر کرتا ہوں۔ اگر تم ابراہیم موصلی کو معاف کرتے ہو تو میں بھی فضل بن ربیع کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ابراہیم کو زندان سے نکال کر گھر جانے کی اجازت دے دے گا۔''

ساتھ ہی ہارون الرشید نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔ سب لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ جس وقت اسمٰعیل اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں پیچھے سے تیز تیز چلتا ہوا طبیب جرائیل آ ملا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن قاسم ایک انکشاف نے مجھے تجسس اور فکر مندی میں ڈال دیا ہے۔'' اسمٰعیل نے چونکنے کے انداز میں طبیب جرائیل کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

''کس بات نے آپ کو تجسس میں ڈال دیا ہے۔'' اس پر جرائیل کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم معاملہ کچھ یوں ہے کہ میں دیکھتا ہوں امیر المومنین ہارون الرشید کی غذاء کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے پہلے وہ مکمل کھانا کھاتا تھا صحت اس کی بڑی اچھی تھی اب اس کی غذا بڑی کم ہوتی جا رہی ہے۔ میرے دل میں کچھ وسوسات ابھرتے ہیں میرا علم کہتا ہے کہ امیر المومنین کو کوئی فکر اور غم ہے اسی فکر اور غم کی وجہ سے اس نے اپنی غذا کم کر دی ہے اور ایسا اس کی صحت کے لیے مضر ہے۔'' جرائیل جب خاموش ہوا تو کچھ دیر اسمٰعیل سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔

''جرائیل تم فکر مند نہ ہو امیر المومنین حج پر روانہ ہونے والے ہیں۔ حج کے بعد جب وہ واپس لوٹیں گے تو میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اور امیر المومنین سے غذا کی کمی کرنے کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔ اسمٰعیل بن قاسم کے ان الفاظ سے طبیب جرائیل کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر دونوں علیحدہ ہوئے اور اپنی اپنی حویلی کا رخ کر رہے تھے۔

......

ہارون الرشید اپنے بیٹوں یحیٰ برمکی اور اس کے سارے بیٹوں کے علاوہ اپنے محافظ دستوں کے سالار ہرثمہ بن الیمین کے علاوہ اور بہت سے لوگوں کے ساتھ حج پر روانہ ہوا۔ ہارون الرشید کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ عباسیوں میں جس خلیفہ نے سب سے زیادہ حج کئے وہ ہارون الرشید ہی تھا کچھ مورخین کا خیال ہے کہ یہ حج ہارون الرشید کا ایک خاص مقصد کے تحت تھا اس لئے کہ وہ دارالخلافہ بغداد سے دور لے جا کر جعفر برمکی کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا لہذا حج کا مقصد کیا اس لیے کہ اگر جعفر برمکی بغداد میں قتل کیا جاتا تو ایرانیوں کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ تھا اور بلاشبہ ارض حجاز میں مشکلات کا سامنا کسی بھی صورت ہارون الرشید کو نہ کرنا پڑتا بہر حال ہارون الرشید حج پر روانہ ہوا حیرہ سے ہوتا ہوا انبار پہنچا اور وہاں سے مدینہ کا رخ کیا راستے میں ہارون الرشید برمکیوں کی تالیف قلوب کرتا ہوا مکہ پہنچا اس نے کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ برمکوں کے خلاف اس کے کیا خیالات ہیں مکہ پہنچ کر اس نے خالد بن عیسیٰ کاتب کے مکان میں قیام کیا اس سفر میں یحیٰ برمکی جعفر برمکی فضل برمکی اور موسیٰ برمکی کے علاوہ محمد برمکی سب اس کے ہمراہ تھے اور یہ سب لوگ مکہ میں ایک شخص ابن نوح کے ہاں ٹھہرے۔

مکہ پہنچ کر اس نے وہاں کیلوگوں سے بھی اپنے بیٹے موتمن کے لئے بات کی کہ امین اور مامون کے بعد وہ تاج وتخت کا وارث ہوگا اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دونوں بڑے بیٹوں امین اور مامون کو خانہ کعبہ لے جا کر سلطنت کے متعلق کچھ نصیحتیں پھر دونوں سے جدا جدا معاہدے لکھائے جو ان کی ولی عہدی سے متعلق تھے۔

بظاہر خلیفہ ہارون الرشید ایسے کام کر رہا تھا جس سے نہ اس کا مافی الضمیر معلوم ہوا اور نہ برمکہ میں کوئی فکر مندی اور پریشانی کے آثار نمودار ہوئے بڑے عجیب وغریب انداز میں ہارون الرشید اپنے جذبات کو روکے ہوئے تھا لیکن جس وقت اپنے قافلے کے ساتھ ہارون الرشید نے عسفان کے مقام پر پڑاؤ کیا تھا اس وقت کچھ لوگوں کو اس کے دلی جذبات کا احساس ہوا تھا اس لیے کہ اس مقام پر جعفر برمکی نے ہارون الرشید کو کھانے کی دعوت دی جو

ہارون الرشید نے نامنظور کردی۔

گویا عسفان کے مقام پر پہلی بار ہارون الرشید کے دلی جذبات کا کچھ اندازہ ہوا

عسفان مکہ کے قریب ایک مشہور قصبہ ہے جہاں حجاج کا قافلہ ٹھہرتا ہے اس مقام کے پاس پانی کا ایک چشمہ ہے اس کو مرج عثمان بھی کہتے ہیں۔

عسفان کے اس واقع کے بعد ہارون اور برمکیوں کے درمیان رنج اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا لہذا سوانح نگار اور مورخین لکھتے ہیں مکہ پہنچ کر دونوں ایک دوسرے کی تباہی اور بربادی کی دعا مانگنے لگے تھے کہتے ہیں یحیٰ برمکی حرم کا پردہ پکڑ کر مناجات کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اے خدا میں گنہگار ہوں میرے گناہ بھی بے شمار ہیں جس کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا اگر تیری یہ مرضی ہے کہ مجھے سزا دی جائے تو میں راضی ہوں لیکن یہ سزا مجھ کو دنیا ہی میں دی جائے اور آخرت میں محفوظ رہوں مجھے کچھ افسوس نہ ہوگا اگر میری دولت میرے اہل وعیال مجھ سے چھین لے جائیں لیکن اے خدا میری عزت باقی رہے۔'' مکہ پہنچ کر جو ہارون الرشید نے دعا مانگی وہ کچھ اس طرح تھی۔

''اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ جعفر برمکی واجب قتل ہے میں اس کے قتل میں تجھ سے استخارہ چاہتا ہوں۔'' اپنے قافلے کے ساتھ ہارون الرشید نے بڑے پرسکون انداز میں حج کیا اور پھر واپسی شروع ہوئی اور منزل بہ منزل ٹھہرتا ہوا ہارون الرشید حیرہ پہنچا اور چند روز وہاں قیام کیا حیرہ سے چل کر ہارون الرشید انبار شہر آیا لیکن شہر سے باہر ذرا ہٹ کر ایک ویرانے میں اس نے خیمہ زن ہونے کا حکم دیا۔

جس بستی کے قریب وہ خیمہ زن ہوا تھا اس کا نام دیر عمر تھا اور یہ دریائے فرات کے کنارے واقع تھا وہاں خیمے نصب کئے گئے وہاں ایک راہب کی خانقاہ تھی جب ہارون الرشید کا خیمہ نصب کیا گیا تو برمکیوں کے خیمے بالکل ہارون الرشید کے خیموں کے سامنے نصب ہوئے تھے۔

اگرچہ مکہ میں رشید کا مزاج جعفر کی طرف سے برہم ہو چکا تھا لیکن ہارون الرشید نے انتہائی وضع داری برتی اور اپنے طرز عمل سے رنج وعناد کا اظہار تک نہ ہونے دیا۔

دوسری جانب جعفر برمکی اور اس کے اہل خانہ بھی ہارون الرشید کی طرف سے بے خبر نہ تھے اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں کر رہے تھے برمکی کیونکہ ستاروں پر بڑا یقین رکھتے تھے اس لئے کہ ان کے آباؤ اجداد پہلے ستارہ پرست تھے لہذا رات کے وقت بار بار جعفر برمکی اضطراب سے ستاروں کو دیکھتا زائچہ کشی کرتا اور فال وشگون پر دل بہلاتا رہا۔

اس مقام پر پڑاؤ کے دوران جعفر ہارون الرشید کے سلام کو حاضر ہوا تو ہارون الرشید نے مزاج پرسی کی اس ملاقات کے دوران جعفر نے ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہا۔

''امیر المومنین آج میرے خراسان کی روانگی کا دن ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں یہیں سے خراسان روانہ ہو جاؤں اس لیے کہ حج تو میں آپ کے ساتھ کر ہی چکا ہوں۔'' جعفر کے ان الفاظ کے جواب میں ہارون الرشید نے ایک منجم سے سوال کیا کہ اب کیا وقت ہے اس نے عرض کیا۔

''امیر المومنین ساڑھے تین گھڑی دن چڑھ گیا ہے۔'' تب منجم سے ہارون الرشید نے اصطرلاب لے لیا اور دل ہی دل میں حساب لگا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر جعفر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جعفر آج کا دن تو نحس ہے اور یہ ساعت سفر کے لئے بہت خطرناک ہے کل انشاءاللہ جمعہ کو رخصت ہونا رات کو نہروان میں قیام کر کے علی الصبح شنبہ کے دن روانہ ہو جانا ہارون الرشید نے یہ الفاظ کچھ اس نرمی سے ادا کیے تھے کہ جعفر اس مشورہ پر رضا مند ہو گیا۔

اگلے روز جمعہ تھا ہارون الرشید صبح سویرے شکار کو نکلا اور جعفر برمکی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا شام تک شکار کرتے رہے پھر لوٹنے شام کے وقت ہارون الرشید نے برمکی سے کہا کہ تم کل خراسان کی طرف روانہ ہو جانا لہٰذا آج کی رات خوب عیش و عشرت میں گزارو۔'' جعفر نے شکریہ کے بعد اپنے خیمے کا رخ کیا۔ اور مغنیوں کو حاضری کا حکم دیا جب رات ہوئی اور جعفر برمکی کے خیمے میں مغنیوں نے اپنا رنگ جمایا تب ہارون الرشید کی طرف سے وقفہ وقفہ سے قیمتی تحائف کی کشتیاں جعفر کی طرف بھجوائی جانے لگیں اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہارون الرشید کی طرف سے کچھ ندیم جعفر کی مزاج پرسی کے لیے بھی حاضر ہوئے ایسا کر کے ہارون الرشید یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جعفر کس شغل میں لگا ہوا ہے جس وقت جعفر برمکی اپنے خیمے میں عیش و طرب کی محفل سجائے ہوئے تھا اور مختلف مغنی اس کے خیمے میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے اور وہ ان سے لطف اندوز ہو رہا تھا عین اسی وقت ہارون الرشید نے ابو ہاشم مسرور جو جلاد تھا اسے اپنے خیمے میں طلب کیا ابو ہاشم مسرور جب ہارون الرشید کے خیمے میں داخل ہوا تو ہارون الرشید نے اسے مخاطب کیا۔

''مسرور آج جس کام کے لئے میں نے تمہیں طلب کیا ہے میرے نزدیک اس کے انجام دینے کی قابلیت نہ میرے بیٹے امین میں ہے اور نہ مامون اور موتمن میں یاد رکھو میں جو حکم دینے لگا ہوں اس کی ٹھیک تعمیل کرنا ورنہ تیرے اعزاز اور مرتبے میں فرق آ جائے گا۔''

ہارون الرشید جب خاموش ہوا تو مسرور کہنے لگا۔

''امیر المومنین آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں میرا تو کام ہی آپ کی خدمت کرنا اور آپ کا حکم بجا لانا ہے اگر آپ حکم دیں تو میں اپنی تلوار اپنے سینے میں پار کر سکتا ہوں۔''

ہارون الرشید مسکرایا کہنے لگا مسرور ہاں مجھے تم سے ایسی ہی امید تھی۔

''کیا تو جعفر برمکی کو پہچانتا ہے۔'' جواب میں مسرور مسکرایا اور بولا۔

''امیر المومنین یہ بھی آپ نے خوب کہی کون اسے نہیں جانتا۔'' ہارون الرشید نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''اگر یہ معاملہ ہے پھر تو مجھ سے رخصت ہو اور جعفر کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کرو۔'' کہتے ہیں مسرور اچانک اس حکم پر پریشان سا ہو گیا جس پر ہارون الرشید اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مسرور یہ کام تجھ ہی کو کرنا پڑے گا اگر کوئی عذر کیا تو تیرا سر قلم کر دیا جائے گا۔'' مسرور نے جب دیکھا کہ ہارون الرشید کا غصہ بڑھتا چلا جا رہا ہے تو جان کے خوف سے رخصت ہوا معاملہ بڑا اہم تھا اور جعفر برمکی اس کے خاندان اور ان کے حمایتی ایرانیوں اور خراسانیوں کی طرف سے مزاحمت کا بھی خطرہ تھا مسرور کے ساتھ ہارون الرشید نے اپنے محافظ دستوں کے سالار ہرثمہ بن الیمین ایک اور سالار حماد بن سالم کو بھی روانہ کیا اور ان کے ساتھ لگ بھگ چالیس سوڈانی حبشیوں کو بھی بھیجا۔

مسرور اس جماعت کے ساتھ جعفر کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا اپنے سارے ساتھیوں کو مسرور نے خیمے سے باہر کھڑا کیا اور تنہا خیمے میں داخل ہوا۔ اس وقت جعفر برمکی کے خیمے میں گانے اور عیش و طرب کی محفل اپنے عروج پر تھی اور ایک مغنی نام جس کا ابو ذکا تھا عود بجاتے ہوئے ایک نغمہ آلاپ رہا تھا جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے۔

''ہر جوان کو موت آئے گی رات کو آئے یا صبح کو اور ہر ذخیرہ گو بڑا ہو ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا اور حوادث زمانہ کے مقابلے میں اگر فدیہ دے کر تجھ کو بچایا جا سکتا ہے تو میں نئی پرانی سب چیزیں تیرے فدیہ میں دے دیتا۔''

ابو ذکار نے دوسرے مصرعے کو اچھی طرح ادا بھی نہیں کیا تھا کہ یکایک جعفر برمکی نے مسرور کو اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اس نے جعفر برمکی کو سلام نہیں کیا بلکہ ابو ذکار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابو ذکار خوب اور حسب حال گا رہے ہو میں بھی اسی لیے آیا ہوں اور وقت بھی رات کا

ہے۔'' جعفر برمکی نے مسرور کی اس گفتگو کو ناپسند کیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے آنے سے مجھے مسرت ہوئی لیکن بلا اجازت چلے آنے کا افسوس ہے۔'' جواب میں مسرور کہنے لگا۔

''بے شک آپ کو افسوس ہوا ہوگا لیکن میں جس غرض کے لیے حاضر ہوا ہوں وہ تو اس سے بھی زیادہ قابل افسوس ہے۔'' جعفر برمکی نے پھر مسرور کی گفتگو کو ناپسند کیا کہنے لگا۔

''اشارہ کنایہ کی گفتگو نہ کرو جو کہنا ہے صاف صاف کہو۔'' اس پر جلاد مسرور کو غصہ آ گیا کہنے لگا۔

''امیر المومنین نے مجھے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔'' یہ الفاظ سن کر جعفر برمکی بوکھلا گیا کہنے لگا۔

''یہ تمہاری غلط فہمی ہے خدا کی قسم امیر المومنین نے نیند کے نشے میں ایسا مذاقاً حکم دیا ہوگا تم لوٹ جاؤ۔'' مسرور نے پھر کس قدر سختی سے کہنا شروع کیا۔

''مذاق کیسا میں تو آپ کا سر کاٹنے آیا ہوں اور حکماً آیا ہوں۔'' جعفر نے پھر سخت رویے سے مسرور کو مخاطب کیا کہنے لگا۔

''تم اس وقت واپس جاؤ اگر صبح کو امیر المومنین کو پشیمان پانا تو کہہ دینا کہ جعفر زندہ ہے اور اگر وہ اپنے حکم پر مستقل رہا تو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا اگر تم ایسا کرو تو میں تمہیں اس کا صلہ اس قدر دوں گا جس کا حساب نہیں ہے اور اگر یہ ناممکن ہے تو مجھے امیر المومنین کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دو کیا عجب مجھے دیکھ کر اسے رحم آ جائے اور اپنے حکم کو منسوب کر دیں۔'' مسرور نے پھر پہلے جیسے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

''مجھے خوب معلوم ہے امیر المومنین تمہیں کسی طرح زندہ نہیں چھوڑیں گے اور نہ اب کسی عذر اور حیلہ کا وقت باقی ہے۔'' جعفر برمکی نے جب مسرور کی یہ گفتگو سنی تو اسے اپنے قتل کا یقین ہو گیا اس کے باوجود اس نے کہا کہ اچھا میرے قتل میں تھوڑا سا اور توقف کر اور اس مہلت کے صلے میں میں تمہیں پچاس ہزار دینار دیتا ہوں اس رقم کو قبول کر اور امیر المومنین سے جا کر کہہ دے کہ اس کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے ایسا میں اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہ حکم اپنے کانوں سے سننا چاہتا ہوں کہ امیر مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے۔'' جلاد مسرور نے یہ منظور کیا اور ہارون سے جا کر یہ اطلاع کی کہ جعفر برمکی کو قتل کر دیا ہے اس پر ہارون الرشید نے غضب ناک ہو کر کہا۔ جعفر کا سر کہاں ہے۔

ہارون الرشید کے یہ الفاظ خود جعفر برمکی بھی سن رہا تھا مسرور نے کہا کہ فلاں خیمے میں

جہاں اس کا قتل کیا گیا ہے جعفر نے حکم دیا کہ فوراً اس کا کٹا ہوا سر میرے سامنے پیش کرو۔

چنانچہ مسرور پھر جعفر کے خیمے میں گیا جعفر بھی وہاں پہنچ چکا تھا مسرور نے اسے کہا۔

''اب تو میرے قول کی تصدیق ہو گئی۔'' کہتے ہیں مسرور کے اس الفاظ پر جعفر رونے لگا اور مسرور کے قدموں میں گرا اور نہایت عاجزی کے لہجہ میں کہا کہ مجھے اس قدر مہلت دے کہ میں حرم میں جا کر جو وصیت کرنا چاہتا ہوں کر آؤں۔ لیکن مسرور نے کہا یہ درخواست منظور کی جاتی ہے اور کہا جو وصیت کرنا ہے یہیں میرے سامنے کھڑے کر لو۔

جواب میں جعفر برمکی نے پھر مسرور سے مہلت مانگی لیکن مسرور نے کہا میں مجبور ہوں امیر المومنین کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا اس موقع پر سب سے پہلے ہارون الرشید کے محافظ دستوں کے سالار ہرثمہ بن المین حرکت میں آیا اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور جعفر برمکی کا ہاتھ پکڑ کر کہا او فاسق اٹھ کھڑا ہو۔

اتنے میں ہارون الرشید کا ایک اور خادم آیا اس نے کہا اسے جلدی لے چلو۔ لہذا جعفر کو اس خیمے سے نکال کر دوسرے خیمے تک لیجایا گیا جلاد مسرور نے تلوار کا جعفر کی گردن پر ایسا وار مارا کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

یوں سترہ برس سات مہینے اور سات دن وزارت کرنے کے بعد جعفر برمکی اپنے انجام کو پہنچا۔

جلاد مسرور جعفر کو قتل کر چکا تو خون میں رنگی ہوئی تلوار لیے ہارون کے سامنے حاضر ہوا اور جعفر کا سر جس سے خون کے فوارے جاری تھے ایک طشت میں رکھ کر ہارون الرشید کے سامنے پیش کر دیا۔

کہتے ہیں جعفر برمکی کے قتل کے تھوڑی دیر بعد ہارون الرشید نے طبیب جبرائیل کو اپنے خیمے میں طلب کیا اور جب وہ اس کے سامنے گیا تو ہارون نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

''جبرائیل تم مجھ سے سوال کیا کرتے تھے کہ میری غذا کیوں گھٹ گئی ہے۔'' طبیب نے کہا۔

''امیر المومنین میں ضرور ایسا کہا کرتا تھا اور مجھے اس کی فکر بھی تھی کہ آپ کی صحت کے بگڑنے کا خطرہ تھا۔'' اس پر ہارون الرشید کہنے لگا یہ جو تم میرے سامنے طشت میں جعفر برمکی کا کٹا ہوا سر دیکھ رہے ہو اسی کی فکر کی وجہ سے میں نے اپنی غذا کم کر دی تھی اب میں اچھا ہوں۔ چنانچہ طبیب جبرائیل کا کہنا ہے کہ ہارون الرشید نے اسی وقت کھانا منگوایا اور خوب سیر ہو کر کھایا۔

برامکہ کو جو سزا ملی وہ ان کے اعمال کا نتیجہ تھی جو وہ اپنے دل اپنے ذہن میں چھپائے ہوئے تھے اور اس کی تکمیل کرنا چاہتے تھے ان کے ان عزائم کی ابتدا ابو مسلم خراسانی سے ہوتی ہے۔

ابو مسلم خراسانی نے بنو امیہ کے لوگوں پر انتہا درجہ کے مظالم کئے تھے یہ مظالم اس نے بنو عباس کی حکومت قائم کرنے کے لیے کئے اس نے جو لشکر تیار کیا اس میں سب ایرانی اور خراسانی اس نے بھر لئے تھے اور خصوصاً خاندان برامکہ جس کا رکن اعظم خالد بن ابوالحسن جعفر برمکی اول تھا اس نے بھی بنو امیہ کے خلاف بنو عباس کا ساتھ دیتے ہوئے ابو مسلم کے مظالم میں حصہ بنایا خالد کے سپرد مال غنیمت کی تقسیم تھی چونکہ آتش پرستوں کے آتش کدے نو بہار کا آئی موالی بھی تھا لہٰذا کسی ایرانی میں یہ جرات نہ تھی کہ وہ خالد کے خلاف حکم کی خلاف ورزی کرے ابتدا عباس کے لشکر میں دو بڑی قوتیں تھیں ایک ابو مسلم ایرانی اور دوسرا خالد برمکی جس نے بنو امیہ کی حکومت مٹانے اور بنو عباس کی سلطنت قائم کرنے کے لئے لگ بھگ چھ لاکھ مسلمانوں کی گردنیں کٹوا دی تھیں۔

ابو مسلم کو بنو عباس سے کسی قسم کی ارادت مندی نہ تھی وہ صرف ایرانیوں کی فوقیت عربوں پر چاہتا تھا لیکن ابو مسلم کی بدقسمتی کہ اپنے اعمال کی وجہ سے وہ عباسیوں کے پہلے خلیفہ سفاح تو بچا رہا لیکن دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس پر فرد جرم مرتب کر کے اسے قتل کرا دیا۔

ابو مسلم کے جانشینوں میں جو ایرانی امراء باقی تھے ان میں برمکی عنصر سب پر غالب تھا چنانچہ خالد برمکی ابو مسلم کا قائم مقام ہوا اور اس نے اپنا ماتحت عملہ خود مقرر کیا جو سب ایرانی تھے مقصد وہی عربوں کو زیر کرنا اور ایرانیوں کی بالا دستی قائم کرنا تھا برمکیوں کا ابتدا سے اس مقولہ پر عمل تھا کہ تم ادھر کو ہو جدھر کی ہوا چلے ابو مسلم کا نظریہ یہ تھا کہ بنو امیہ کے خاتمہ کے بعد عباسیوں کو حکومت ملے لیکن ان کا بھی خاتمہ کر کے پورے عالم اسلام میں ایرانیوں کی سلطنت قائم کی جائے برمکیوں نے ابو مسلم کے ان خیالات کو تو ترک کر دیا لیکن سارے برمکی اور ایرانی بہر حال اس خیال پر متحد رہے کہ عربوں کا سارا تمدن ایران کے شاندار تمدن میں تبدیل ہو جائے۔

ایرانی معاشرے کو مسلمانوں میں برپا کرنے کے لئے برمکیوں نے جشن نو روز کی بنیاد ڈالی اس ایرانی جشن کی بنیاد خالد برمکی کے عہد وزارت میں پڑی اور جعفر برمکی نے اپنے دور میں ایک اور جشن کا اضافہ کیا یہ بھی ایرانیوں کا جشن تھا جسے جشن مہرجان کہا جاتا تھا اور یہ

ایک طرح سے آفتاب پرستی کا جشن تھا یہ دونوں جشن مجوسیوں یعنی آتش پرستوں کی عیدیں تھیں چنانچہ ایرانی امراء کی صحبت کا اثر خلفائے عباسیہ پر بھی ہونا شروع ہوا اور وہ لباس غذا عیش طرب اور دیگر خانگی معاشرت میں مجمیوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنے لگے۔

برامکہ کا سب سے بڑا مدعا اور نصب العین یہ تھا کہ ایرانی عجمی عربوں سے بالا تر ہیں اور اس خیال کی تائید میں انہوں نے جو کارروائیاں کیں وہ حسب ذیل ہیں ان کی ان کارروائیوں کی وجہ سے عربوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہوئی اور یہی نفرت برامکہ کی تباہی اور بربادی کا باعث بن گئی اور ایرانیوں میں تفریق پیدا کرنے اور عرب کو نیچا اور ایرانیوں کو بالا دکھانے کے لئے برمکیوں نے جو غلط کارروائیاں کیں وہ کچھ اس طرح تھیں۔

یحییٰ برمکی نے اپنی وزارت کے آغاز ہی میں عراق عرب اور خراسان میں جس قدر سرسبز زرخیز علاقے تھے ان پر خود قبضہ کیا اور ایسی ہی منتخب جاگیریں اپنے بیٹوں کو دیں۔

دوئم بڑے بڑے شہروں اور اضلاع کے خزانوں پر اس نے ایرانی افسر مقرر کیے اور خود حکمران رہا حتیٰ کہ ہارون الرشید کو بھی یحییٰ کی منظوری کے بعد خزانہ سے رقم ملتی تھی۔

سوئم عام تالیف قلوب کے لئے اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے فیاضی اختیار کی اور کسی سائل کو محروم نہ رکھا اور ہر موقع پر سوال سے زیادہ رقم عطا کی اور یہی ہدایت اس نے اپنے بیٹوں کو دی اور یہ زبردست حکمت عملی تھی جس کے تحت وہ عربوں پر ایرانیوں کی فوقیت ثبت کرنا چاہتا تھا۔

چہارم شعراء دربار کو قصائد کے صلہ میں ایک ایک لاکھ دینار برامکہ دے دیتے تھے اور ان کے صلے میں شاعر ان کے حق میں مدحیہ قصائد لکھتے تھے انہی قصائد کی وجہ سے برامکہ کو عرب و عجم اور ہندوستان تک شہرت ملی۔

اپنے پاؤں جمانے کے لئے اپنی حالت کو مستحکم کرنے کے لئے برامکہ نے عباسیوں کے بڑے بڑے اور سرکردہ لوگوں کو تحائف اور مال و دولت سے مالا مال کر دیا تھا تاکہ وہ برامکہ کے خلاف زبان نہ کھولیں اور برامکہ کی ہر خواہش پوری ہو۔

پنجم ہارون الرشید کے سارے ندیموں خدام وغیرہ کو ہمیشہ انعامات سے نوازتے رہے تاکہ وہ ان کے مطیع رہیں۔

ششم حجاز، بیت المقدس یمن اور عراق کے قبائل کے سرداروں اور شیوخ کو اپنا مطیع اور اپنا ہم نوا بنانے کے لئے انہیں خوب نوازا ان پر خوب مال و دولت خرچ کیا حتیٰ کہ موصل میں کردوں پر بھی فیاضی کی تاکہ کوئی ان کے خلاف زبان نہ کھولے۔

حج کے زمانہ میں ہارون الرشید کے ہمراہ برامکہ بھی ہوتے تھے اور اس قدر سلطنت کے خزانوں سے فیاضی کرتے تھے کہ خلیفہ کی زرریزی بھی ان کے سامنے مات پڑ جاتی تھی۔

بہر حال جعفر برمکی کے قتل کے بعد اس کی نعش کو ہارون الرشید نے بغداد روانہ کیا یہ نعش ہارون الرشید نے اپنے محافظ دستوں کے سالار اعلیٰ ہرثمہ شاہی جلاد مسرور کی نگرانی میں روانہ کی نعش ایک اونٹ پر تھی جس پر پلان نام کی کوئی چیز نہ تھی بغداد پہنچ کر جعفر برمکی کا سر بغداد کے ایک پل پر لٹکا دیا گیا اس سر کو دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے کہ خداوند قدوس کی شان ہے کہ جس سر کے سامنے سرداروں اور مشیروں کی گردنیں جھک جاتی تھیں جس کا اعزاز خلیفہ سے بڑھ کر تھا آج اس کا سر بغداد کے ایک پل پر لٹک رہا ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں کل تک وہ ایک اقبال مند تھا اور آج دنیا میں اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں۔ جس وقت جعفر برمکی کا سر بغداد کے ایک پل پر لٹکایا گیا اس وقت بغداد کے ایک شاعر نے لوگوں کی عبرت کے لئے جو شعر کہے وہ بڑے درس خیز تھے ان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

''اے زمانہ بھر دھوکہ کھانے والے! یہ فوراً پھر جاتا ہے اور دھوکہ دے جاتا ہے اس سے اور اس کے حملوں سے ہمیشہ بچے رہنا اگر تو اس کی الٹ پھیر سے واقف نہیں ہے تو اس کے حال سے عبرت پکڑ جس کو بغداد کے پل پر سولی دے دی گئی ہے۔''

جعفر برمکی کے قتل کے بعد اس کے باپ اور بھائیوں کو زندان میں ڈال دیا گیا ان کے مکانوں کی تلاشی کا کام شروع کیا گیا جعفر کے مکان پر مسرور فضل کے محل پر ایک شخص ابراہیم اس طرح جعفر برمکی کے دوسرے بھائیوں کے مکانوں پر بھی ہارون الرشید نے اپنے مشیر مقرر کیے۔

یحییٰ کے محل سے پانچ لاکھ دینار ملے فضل برمکی کے گھر سے چالیس لاکھ درہم برآمد ہوئے جعفر کے مکان میں ایک حوض نکلا جس میں سے چوبیس لاکھ اشرفیاں برآمد ہوئیں ہر اشرفی کا وزن ایک سو ایک دینار تھا جس کے دوسرے رخ پر جعفر کی تصویریں ثبت تھیں اس نقدی کے علاوہ جعفر کے ہمراہ سفر میں جس قدر نقد سامان تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا گیا بہر حال جعفر کے ہاں سے مجموعی تعداد نقد اور قیمت سامان کی تین کروڑ 6 لاکھ چوہتر ہزار دینار تھی۔ کچھ مورخوں اور سوانح نگاروں نے جعفر کے قتل اور برامکہ خاندان کے زندان میں ڈالے جانے کی وجہ ہارون الرشید کی بہن عباسہ کو قرار دیا ہے جو سراسر غلط اور ایک صریح بے بنیاد داستان سے زیادہ حقیقت نہیں تھی اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کاموں کے بعد شب کو

عیش و طرب کے جلسوں میں بیٹھا کرتا تھا اور باوجود صوم صلوٰۃ کی پابندی کے اس کی یہ مجلس رندانہ ہوتی تھی پری پیکر نازنینوں کا جھرمٹ ہوتا تھا بے تکلف احباب جمع ہوتے اور بلید بنی ھور کی تازی کا دور ہوتا تھا اس قسم کے جلسوں میں کہتے ہیں کہ خلیفہ کی بہن عباسہ بھی شریک ہوا کرتی تھی۔

عباسہ میں علاوہ حسن و جمال کے سلیقہ شعاری اور علم و ادب تمام حرم کی عورتوں سے زیادہ تھا اس سے ہارون الرشید کو کمال محبت تھی اور فطری محبت کے علاوہ خاص اتحاد کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ہادی کے عہد میں ہارون الرشید کو ولی عہد اور پھر خلیفہ بنانے میں عباسہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

چنانچہ اس وجہ سے بھی ہارون الرشید کو اپنی بہن عباسہ سے از حد محبت تھی لیکن جیسی محبت اسے اپنی بہن عباسہ سے تھی ویسا ہی اسے سلطنت کا وزیر جعفر برمکی بھی عزیز تھا۔

ایسے جلسوں میں جعفر کی غیر حاضری بھی ہارون کو شاق گزرتی تھی کیونکہ جعفر کی بذلہ سنجیاں اور ہر موقع پر عمدہ اشعار پڑھنا اس جلسے کی ایک قابل قدر چیز ہوا کرتی تھی۔

اس لیے ہارون کی یہ خواہش تھی کہ اس بزم طرب میں بلا ناغہ جعفر اور عباسہ دونوں شریک ہوا کریں اور مشکل یہ تھی کہ عفت مآب پارسا شہزادی عباسہ جعفر کے سامنے آتے ہوئے جھجکتی تھی اور ایک جگہ بیٹھنا ناپسند کرتی تھی۔

لیکن مجبوراً بھائی کے حکم کی تعمیل کرتی تھی اس حجاب کے دفعیے کی ہارون نے یہ تجویز نکالی کہ دونوں کا عقد کر دیا جائے کہ جو مغائرت اس وقت ہے وہ جاتی رہے۔

اپنے اس خیال کو ایک مرتبہ ہارون الرشید نے جعفر پر کچھ اس طرح ظاہر کیا۔

''جو دلی محبت تم سے ہے وہ تو ظاہر ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ عباسہ سے مجھے کس قدر انس ہے۔ لہٰذا میری خواہش ہے کہ میں تم دونوں کا عقد کر دوں اس طور پر ایک دوسرے کا دیکھنا تمہارے لئے مباح ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ خلوت صحیحہ نہ ہو یعنی تم دونوں ایک دوسرے سے میاں بیوی کے تعلقات نہیں رکھو گے جب تک میں موجود نہ ہوں تم دونوں ایک جگہ جمع بھی نہیں ہوا کرو گے۔'' مورخین لکھتے ہیں کہ خلیفہ کا یہ بیان سن کر جعفر حیرت زدہ رہ گیا خلیفہ کے پاؤں میں اپنا سر رکھ دیا کہنے لگا۔

''امیر المومنین باوجود اس مہربانی کے جو میرے حال پر ہے مجھے امید ہے آپ میری جان اور مال اور میرے خاندان کی تباہی کا بھی پسند نہ فرمائیں گے۔ ابتداء آفرینش سے آج تک کسی غلام اور خادم نے اپنے ولی نعمت کے خاندان میں شادی نہیں کی ہے اگر کسی نے

ایسا خیال بھی کیا تو وہ خاندان برباد ہوا اور قیامت تک بدنامی کے داغ سے نہ چھوٹا۔ آخر میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ کہ خلیفہ میرے خون کا پیاسا ہے میری خدمت گزاری کا یہی صلہ ہے کہ خاندان برامکہ تباہ و برباد کر دیا جائے علاوہ بریں میں ایک مجمی آتش پرست خاندان سے تعلق رکھتا ہوں مجھ کو خاندان رسالت سے نسبت ہی کیا ہے میں ہرگز اس لائق نہیں ہوں کہ میرا نکاح عباسہ سے کیا جائے۔ میرے ماں باپ بھائی جس وقت اس خبر کو سنیں گے امیر المومنین کے مزاج کے تغیر سے فوراً ہلاک ہو جائیں گے اور میرے دشمن اس خبر کو سن کر خوش ہوں گے اور اس کو میرے اقبال کا خاتمہ سمجھ لیں گے۔

امیر المومنین عجم کی تاریخ پر غور فرمائیں کہ کسریٰ کی سلطنت کی سات سو برس کی مدت میں کوئی واقعہ بھی ایسا گزرا ہے کہ کسی نے اپنی بہن یا بیٹی کا عقد ایک ادنیٰ نوکر یا غلام سے کر دیا ہو بلکہ اس قسم کی قرابت میں بہت احتیاط رکھی اور بلا سوچے سمجھے کبھی ایسی جرات نہیں کی ہے اگر کسی غلام نے حرم میں دست درازی کی ہے تو وہ نمک حرام کہلایا ہے اور تباہ ہو گیا ہے بلحاظ تقدس نسب یہ کیونکہ جائز ہے کہ شہزادی عباسہ کا شوہر ہونا مجھے نصیب ہو۔"

چنانچہ جعفر کو اس خیال سے اس درجہ پریشانی ہوئی کہ چند روز کے واسطے اس کا کھانا پینا چھوٹ گیا لیکن قضائے الٰہی سے کوئی چارہ نہ تھا۔ ہارون الرشید کے جاہ جلال کے مقابلے میں جعفر کا کوئی عذر نہ سنا گیا اور شرط مذکورہ بالا پر نکاح ہو گیا۔

جب اس کے نکاح کی یحیٰی اور فضل وغیرہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک مجلس ماتم منعقد کی اور خوب روئے اور تمام خاندان سوگوار بن گیا اور یحیٰی خاندان وغیرہ کا اس وقت یہ خیال تھا کہ جب تمام دنیا میں ہماری شہرت ہو گی اور ہمارے جود و سخا نے تمام عالم کو گھیر لیا تو ہارون الرشید کو ہم پر رشک آ گیا اور اس فکر میں ہے کہ ہمارے خزانے لوٹ لے اور جاگیریں ضبط کر لے یہی عباسہ ہماری لاگت کا سبب ہو گی بس خاندان کا اب خاتمہ ہے موت کا زمانہ قریب ہے جس کا انتظار ہر وقت رہنا چاہئے۔

بہر حال یہ نکاح ہو گیا اور نکاح کے بعد عباسہ اور جعفر مجلسوں میں شریک ہونے لگے تو ایک دفعہ پھر دونوں کو ہارون الرشید نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

"دیکھو خدا کی قسم میں پھر تم کو سمجھا دیتا ہوں کہ جس فعل سے میں نے تم کو روکا ہے کبھی بھولے سے بھی اس کا خیال نہ کرنا عملی صورت میں میاں بیوی کی زندگی ہرگز بسر مت کرنا ایسا کرو گے تو تم دونوں کے سر پر سایہ نہیں رہے گا کبھی ایسا نہ ہو کہ بغیر میری موجودگی کے تم دونوں ایک جگہ جمع ہو۔"

دونوں نے اس نصیحت کو سنا اور جہاں تک ممکن ہوا جعفر اپنے قول پر ثابت قدم رہا نکاح کے بعد کوئی امر مانع نہیں تھا اس لیے اس چیز کی مجلس میں دونوں بے تکلف شریک ہونے لگے۔

جب روزانہ نشست سے ایک دوسرے کے حسن خداداد کے نظارے کا موقع ملتا تو فریقین میں محبت بڑھنے لگی لیکن ہارون کی موجودگی میں سوائے معمولی گفتگو ظاہری نظارے کے اور کیا ہو سکتا تھا عباسہ جعفر سے روز بروز مانوس ہوتی جاتی تھی چنانچہ جب ہارون الرشید کو یہ معلوم ہوا کہ فریقین میں شگفتگی بڑھنے لگی ہے تو اس کو اس نکاح پر نہایت افسوس ہوا اور عباسہ کی آمد و رفت میں بھی کمی کر دی چونکہ ایک دم سے تفرقہ کرنا بھی مصلحت نہ تھا۔

جب کسی قدر روک ٹوک ہوئی تو عباسہ نہایت بے چین ہوئی اور حالت بے صبری میں اپنی دلی حالت بذریعہ تحریر جعفر تک پہنچائی لیکن جعفر نے قاصد کو حقارت سے نکال دیا اور خط کا کچھ جواب نہ دیا۔

جب اس تجویز میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو اس نے دوسری تدبیر یہ سوچی کہ جعفر برمکی کی ماں عتابہ سے میل جول بڑھایا اور نہایت قیمتی جواہرات اور تحائف عتابہ کی نذر کیے جب عتابہ کو کسی قدر اپنے موافق کر لیا تو ایک دفعہ عباسہ نے عتابہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ۔

"خاندان عباسیہ سے جو جدید تعلقات خاندان برمک سے ہوئے ہیں وہ جعفر کے واسطے باعث فخر ہیں اور یہ رابطہ دن بدن ترقی ہونا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یہ تعلق باعث زوال ہو گا اور جعفر کو کسی قسم کا نقصان پہنچے گا جہاں تک ہو سکے آپ کو میری مواصلت میں سعی کرنی چاہئے۔" چنانچہ عتابہ نے عباسہ کا کہا مان لیا اور وعدہ کیا کہ۔

"کسی حیلے بہانے سے میں تم کو جعفر سے خلوت میں ملا دوں گی۔" اس موقع پر ابن خلکان نے یہاں تک لکھ دیا کہ ہر جمعہ کو ایک باکرہ کنیز جعفر کے پاس خلوت میں بھیجی جاتی تھی چنانچہ عباسہ نے عتابہ سے یہ درخواست کی کہ ایک جمعہ کو لونڈی کے روپ میں مجھے بھیج دو لیکن عتابہ نے اس شرط کو جب نہ مانا تب عباسہ نے عتابہ سے کہلا بھیجا۔

"کہ اگر میری یہ شرط نہ منظور کی تو میں ہارون سے کہہ دوں گی کہ مجھ سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔" اس پر عتابہ مان گئی یہ کنیزیں جو خلفاء اور وزراء کو پیش کی جاتی تھیں یہ مجلس کا رنگ دوبالا کر دیتی تھیں یہ کنیزیں رومن اور ایشیائے کوچک کی خوبصورت لڑکیاں ہوتی تھیں جو لڑائی کی لوٹ مار میں پکڑ کر لائی جاتی تھیں دلال ان کو سستے داموں خرید لیتے تھے موسیقی شاعری ایام الاعرب، ادب، خوش نویسی ظرافت اور حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے ان فنون

میں کامل ہو کر وہ لڑکیاں نہایت گراں قیمت پر بازار میں بکتی تھیں۔

بہر حال قصہ کوتاہ کہ عتابہ نے حیلے ڈھونڈنے شروع کر دیئے اور جعفر سے کہا کہ میں سنتی ہوں کہ ان دنوں ایک کنیز بکنے والی ہے جو ملاحت صباحت کے علاوہ نہایت ہوشیار ہے بلکہ اس کا کوئی مثل نہیں ہے اور اس درجہ اس کی تعریف کی کہ جعفر غائبانہ اس کنیز کا مشتاق ہو گیا بے صبر ہو کر ماں سے کہا کہ جس قدر ممکن ہو وہ کنیز خریدی جائے۔

چنانچہ عتابہ نے وعدہ کیا فلاں شب کو آ جائے گی اور عباسہ کو اس حال سے مطلع کر دیا لیکن عباسہ نے عتابہ کی اس ہدایت پر عمل نہیں کیا بلکہ اس ملاقات کے لیے خود ہی تدبیر سوچی کہ خلیفہ ہارون الرشید کے باغ میں ایک دعوت کا اہتمام کیا جائے۔

کہتے ہیں یہ باغ عباسہ کا تھا اور یہ باغ دجلہ کے کنارے نہایت عمدہ موقع پر واقع تھا چنانچہ عباسہ نے ہارون سے درخواست کی کہ اگر آپ مع مصاحبین اور ارکان سلطنت کے میری دعوت قبول فرمائیں تو مجھ پر کمال مہربانی اور عزت افزائی ہو گی اور میری آرزو ہے کہ شب و روز تک باغ میں یہ جشن منایا جائے۔

ہارون نے اپنی عزیز بہن کی دعوت کو نہایت خوشی سے قبول کیا عباسہ نے شاہانہ تکلف سے دعوت کی اور مہمان داری کی کوئی شرط فرو گزاشت نہیں ہوئی دستور کے موافق ہر روز ایک حسین کنیز خلیفہ کی خواب گاہ میں بھیجی جاتی تھی جب تین راتیں گزر گئیں تو عباسہ نے ہارون الرشید سے کہا کہ آج تیسری رات ہے جعفر تنہا ہوتا ہے کوئی کنیز بھی خدمت کے واسطے نہیں بھیجی گئی اور بلا اجازت کنیز کیونکر بھیجتی۔

ہارون الرشید نے کہا غلطی ہوئی آج ضرور بھیجنا چاہئے اگرچہ عباسہ نے ہر روز ایک کنیز جعفر کے پاس بھیجی تھی مگر مصلحتاً انکار کر گئی جب ہارون سے ایک کنیز کے بھیجنے کی اجازت مل گئی تو عباسہ نے خود لونڈیوں کا سا روپ بھرا اور شب خوابی کا لباس پہن کر جعفر کے پاس پہنچی۔

اگرچہ عباسہ نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ جعفر اس کو پہچان نہ سکے لیکن جعفر نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور ہارون کے خوف سے کانپنے لگا اور عباسہ کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا اور عرض کیا۔

''اے سیدہ میری ہلاکت کی کوشش نہ کرو۔ میرے خاندان کی ذلت اور تباہی کا باعث نہ بنو تمہارے اور میرے دشمن بہت ہیں یہ ممکن نہیں کہ یہ جو صورت حال پیدا ہو گئی ہے یہ ظاہر نہ ہو دیکھو صلہ رحمی اور محبت کا جوش ہارون سے سفارش کر کے تم کو تو قتل سے بچا لے گا لیکن میرے بھائی اور باپ ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے اور یہ تم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ

خلیفہ ہمارا دشمن ہے اور اس قسم کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔''

عباسہ نے جعفر کی باتوں پر کوئی لحاظ نہ کیا اور مذاق میں اڑا دیا نہایت نرم اور شیریں الفاظ میں جعفر سے کہا کہ آخر تم میرے شوہر ہو شرعاً میں تم پر حلال ہوں میری طرف دیکھو کیا میری نظیر دنیا میں ہے میرے اوپر سے ہزاروں جانیں قربان ہوں تجھ کو کیا ہو گیا ہے کیا تو میرا شوہر نہیں ہے اور میں تو کبھی کبھی ملنے کی خواستگار ہوں اور اس حال تک کسی کو خبر بھی نہ ہو گی۔

جعفر کے دل پر عباسہ کی تقریر کا پورا اثر ہو گیا ہارون کے معاہدہ کا کچھ خیال رہا نہ خاندان کی بربادی کی پرواہ کی اور اس خلوت کدے میں باتقاضہ فطرت سب کچھ ہو گیا جس کا ہارون مانع تھا دس دن کے بعد دعوت کا خاتمہ ہو گیا اس کے بعد چوری چھپے جعفر اور عباسہ دونوں کبھی کبھی ملنے لگے۔ اس فرضی داستان اور روداد کو آگے بڑھاتے ہوئے کچھ لوگ مزید لکھتے ہیں۔

کہ جعفر اور عباسہ کے اس طرح ملنے سے کچھ کنیزیں واقف تھیں اور اس میل جول کے نتیجے میں عباسہ کے ہاں ایک بیٹا بھی ہوا چنانچہ ان میں سے ایک کنیز نے زبیدہ خاتون کو جملہ حالات اور اطلاع کر دی زبیدہ نے ہارون الرشید سے اس سانحہ کا تذکرہ کیا ہارون الرشید نے زبیدہ سے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ جعفر نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے زبیدہ نے جواب دیا کہ عباسہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو چکا ہے اور یہ سب سے بڑا ثبوت ہے اور یہ لڑکا مکہ معظمہ میں ایک غلام ایاس کی نگرانی میں بھیج دیا گیا ہے کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کو جب اس واقع کی اطلاع ہوئی تو اس نے جعفر کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔

جعفر اور عباسہ کے متعلق ایک اور مورخ کچھ اس طرح لکھتا ہے کہ جعفر اور عباسہ کے ہاں ایک نہیں بلکہ تین بچے پیدا ہوئے چنانچہ ہارون الرشید کو اس کی اطلاع دی گئی کہ ایک بچہ چھ سال کا دوسرا پانچ سال کا موجود ہے اور تیسرا دو سال کا جو کہ فوت ہو چکا ہے اور عباسہ اس وقت بھی امید سے ہے اور اس کے دو بچے جو زندہ ہیں وہ مدینہ منورہ روانہ کر دیئے ہیں تاکہ راز افشاں نہ ہو۔

آگے مزید یہ مصنف لکھتا ہے کہ یہ حالات سنتے ہی ہارون الرشید نے سب سے پہلے زبیدہ خاتون سے اس بات کا ذکر کیا اور اپنی ذلت اور رسوائی کا حال بیان کیا زبیدہ خاتون نے حالات معلوم ہونے پر خود رشید کو ملزم ہٹایا اور کہا کہ یہ نکاح تم نے ہی کروایا تھا اسی حالت غیظ و غضب میں رشید نے جلاد مسرور کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اپنے ساتھ دس مزدور

لے کے آئے چنانچہ شب کو عباسہ کی خواب گاہ میں گیا اور عباسہ کو اس نے امید سے پایا اور اس کو سوتے میں قتل کرا دیا جس طرح سو رہی تھی ویسے ہی اس کی نعش کو صندوق میں رکھ کر قفل لگایا اور صندوق کو کنواں کھود کر دفن کر دیا۔

ایک اور مصنف آگے لکھتا ہے کہ ہارون الرشید نے مکہ معظمہ کا سفر کیا کیونکہ جعفر کے دو بچوں کی تحقیقات کرنی تھی۔ حج سے فراغت کے بعد ہارون الرشید نے مدینہ کا سفر کیا اور جعفر کے دونوں بچے ہارون کے سامنے پیش کئے گئے ان کو دیکھ کر رشید کو نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ وہ بہت حسین تھے ان کی زبان بھی نہایت فصیح تھی چنانچہ رشید نے بڑے لڑکے سے پوچھا۔

قرۃ العین تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا میرا نام حسن ہے پھر چھوٹے سے دریافت کیا کہ تجھ کو کیا کہہ کر پکارتے ہیں اس نے کہا مجھ کو حسین کہتے ہیں چنانچہ رشید نے ان بچوں کے متعلق بھی حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی قتل کر کے عباسہ کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

جعفر اور عباسہ کے اس جھوٹے اور فرضی قصے کو بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔

بہر حال انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نے اسے بالکل غلط اور فرضی اور جھوٹا قصہ قرار دیا ہے اس کے علاوہ امام المورخین ابن خلدون نے عام مورخین کے خلاف جعفر اور عباسہ کے نکاح کو ایک فرضی قصہ قرار دیا ہے اور اس واقعہ کو بالکل بے بنیاد اور غلط قرار دیتے ہوئے اسے ذہنی اختراع کہا ہے۔ اس کے علاوہ اس قصے کو غلط اور جھوٹا ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہارون الرشید کی بہن عباسہ کے تین نکاح ہوئے اس کا پہلا نکاح محمد بن سلیمان سے ہوا اس وقت عباسہ کی عمر سترہ برس کی تھی اسے ہارون الرشید نے بصرہ، بحرین وعمائدین اہواز اور فارس کا والی مقرر کیا تھا یہ بصرہ میں ہی انتقال کر گیا اور عباسہ سے اس کی کوئی اولاد نہ تھی اس کے بعد ہارون الرشید نے عباسہ کا نکاح اپنے ایک عم زاد ابراہیم بن صالح سے کر دیا تھا ہارون الرشید کی طرف سے وہ مصر کا والی تھا اور وہیں اس نے وفات پائی اس کی وفات کے بعد عباسہ کا تیسرا نکاح محمد بن علی بن داؤد سے ہوا لیکن بدقسمتی سے عباسہ کا تیسرا شوہر بھی فوت ہو گیا اس کے بعد عباسہ کی عمر ڈھل گئی تھی بہر حال اس کے باوجود ایک شخص عیسیٰ بن جعفر نے عباسہ سے نکاح کرنا چاہا لیکن شاعر ابونواس نے عباسہ سے متعلق چند اشعار کہے وہ اشعار سن کر عیسیٰ بن جعفر نے عباسہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ بدل دیا ان اشعار کا مطلب یہ تھا کہ عباسہ سے نکاح کرنا اور مرنا دونوں کے ایک ہی معانی تھے اس شاعر

ابونواس نے ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ کا کوئی دشمن ہو اور اس کو آپ قتل کرنا چاہتے ہوں تو اسے ہرگز تلوار سے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عباسہ سے اس کا نکاح کر دیجئے وہ خود ہی مر جائے گا۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ عباسہ سے جعفر کا کوئی تعلق نہیں تھا نہ دونوں کی شادی ہوئی نہ ان کی کوئی اولاد تھی عباسہ کی تین شادیاں ہوئیں اور بدقسمتی سے اس کے تینوں شوہر ختم ہو گئے تیسرے شوہر کے مرنے کے بعد وہ ویسے بھی بوڑھی ہو چکی تھی۔

عباسہ اور جعفر کے اس افسانے میں یہ بات تعجب خیز ہے کہ بہن کے تین بچے پیدا ہو گئے اور بھائی ہارون الرشید کو سات برس تک خبر نہ ہوئی اور جو بہن اس نے اتنی عزیز رکھی ہوئی تھی کہ وہ روزانہ اس کے جلسوں میں شریک ہوا کرتی تھی جب وہ بچوں کی پیدائش کی وجہ سے غیر حاضر رہی تو بھائی کو کیسے اس کی غیر حاضری شاق نہ گزری اور کیسے اس نے صبر کر لیا کیونکہ نکاح کی غرض تو یہی تھی کہ جعفر اور عباسہ صرف بزم طرب میں روزانہ شریک ہوا کریں ان سارے عوامل کو اگر غور سے پرکھا جائے تو ہر قاری اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ واقعہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے بس دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اسے گھڑا گیا ہے ورنہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

☼......☼

عطریف حویلی میں داخل ہوا جب وہ دیوان خانے میں گیا تو وہاں رویان شاریہ سارا اور برسک بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے عطریف جونہی دیوان خانے میں داخل ہوا شاریہ نے اس کی طرف دیکھا پھر شکوؤں بھری آواز میں اس نے پوچھ لیا۔

''آپ کہاں چلے گئے تھے اور پھر آپ اکیلے آ رہے ہیں اہا کہاں ہیں امیر کدھر گئے ہیں اور بھائی ابراہیم بھی آپ کے ساتھ نہیں آیا۔'' عطریف آگے بڑھ کر ایک نشست پر بیٹھ گیا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شاریہ نے پر شکوہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ابا آپ گھر سے ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے گئے تھے ظہر تو ایک طرف رہی اب تو عصر کا وقت بھی گزر گیا ہے اور آپ چاروں اکٹھے گئے تھے اور آپ اکیلے واپس آ رہے ہیں۔ ابا! امیر اور بھائی ابراہیم کو کہاں چھوڑ کر آئے ہیں۔'' جواب میں عطریف مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بیٹی یوں جانو وہ تینوں ایک اچھے معاملے کی طرف گئے ہیں۔'' شاریہ نے تجسس بھرے انداز میں عطریف کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''کیسا اچھا معاملہ۔'' اس پر مسکراتے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

''بیٹی تم جانتی ہو کہ جعفر برمکی کے قتل کے بعد اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو ہارون الرشید نے زندان میں ڈال دیا ہے ان کی حویلیوں ان کے محلوں کی تلاشی لی گئی ہے اور جس قدر دولت زر و جواہرات وہاں سے ملے ہیں وہ سلطنت کے خزانے میں داخل کرا دیئے گئے ہیں بغداد شہر میں جعفر کے بھائی فضل نے قرطاس سازی کا ایک کارگھر بنایا تھا وہ کارگھر امیر المومنین نے اسمٰعیل بن قاسم کو دے دیا ہے اور اب تینوں اسی کارگھر کو دیکھنے کے لئے گئے ہیں اس کا جائزہ لیں گے تم جانتی ہو بنی اسمٰعیل تو اکثر و بیشتر مختلف لشکری مہموں میں باہر رہتا ہے ابراہیم بھی چونکہ لشکر میں ایک سالار ہے لہٰذا جب کوئی بڑی مہم درپیش ہوتی ہے تو وہ بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہوتا ہے بھائی قاسم کو اس لیے ساتھ لے کے گئے ہیں تاکہ جب دونوں بھائی باہر ہوا کریں تو قاسم اس کارگھر کی نگرانی کریں اور اس سلسلے میں ابراہیم جب کسی مہم پر نہ ہوا کرے گا وہ بھی قاسم بھائی کا ہاتھ بٹایا کرے گا۔''

عطریف کے اس انکشاف پر شاریہ بے حد خوشی کا اظہار کر رہی تھی پھر بولی اور کہنے لگی۔

''جب یہ قرطاس سازی کا کارگھر یہاں نہیں تھا پھر قرطاس کہاں سے آتا تھا۔'' عطریف نے غور سے شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بیٹا! اس وقت یہ قرطاس و کاغذ مصر سے منگوایا جاتا تھا مصر کی سرزمین قرطاس سازی کے لئے بڑی پرانی بڑی مشہور...... '' عطریف یہاں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے شاریہ بول اٹھی۔

''وہ کیسے؟'' جواب میں عطریف نے کچھ سوچا پھر وہ شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''بیٹا! اس قرطاس سازی کی اور کاغذ کی تاریخ بھی بڑی پرانی ہے ہزاروں سال پہلے جب کاغذ عالم وجود میں نہ آیا تھا تب لوگ اپنی یادداشتوں اپنے قصوں اپنی کہانیوں اپنی داستانوں اپنی قیمتی یادوں اور تحریروں کو زندہ رکھنے کے لئے مکانوں کی دیواروں اور پتھر کی سلوں پر کتابت کر لیا کرتے تھے۔

اس کا نقصان یہ ہوا کرتا تھا کہ جب زبردست قومیں قبیلے کمزور قبیلوں اور قوموں پر حملہ آور ہو کر ان کے ملک کو فتح کر لیتے تھے تو دیواروں پر لکھی ہوئی وہ تحریریں تاریخ اور یادیں باقی نہ رہتی تھیں اور جن اقوام کی وہ یادیں ہوا کرتی تھیں وہ انہیں حسرت سے دیکھتے ہوئے رخصت ہو جایا کرتے تھے اور اس قابل نہ ہوتے تھے کہ دشمن سے شکست کھانے اور بھاگنے کے بعد اپنی یادوں اپنی تاریخ کا کوئی نوشتہ اپنے ساتھ لے جا سکیں۔

چنانچہ انہی مجبوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے بابل والوں نے کچی اینٹوں پر کتابیں لکھیں اور ان کو آگ پر پختہ کر لیا کرتے تھے یہ گِلی کتب کہلاتی تھیں یہ بھی ٹوٹ جایا کرتی تھیں اور خاصہ نقصان ہوتا تھا اس کے بعد ایسا ہوا کہ مختلف ملکوں اقوام نے اپنی تحریروں اور تاریخوں کو کھالوں پر لکھنا شروع کر دیا اس کے علاوہ بھی تحریر کے لئے مختلف طریقے تلاش کیے جاتے رہے اس کے لئے کہ گِلی کتب جو تھیں ان میں خامی یہ تھی کہ وہ اینٹوں کی صورت میں ہوتی تھیں اینٹوں کا وزن کچھ کم نہ تھا لہٰذا یہ طریقہ کتابت آہستہ آہستہ بند ہونے لگا۔

لیکن ایسا ہوا کہ جب زمین سے معدنیات کا خزانہ نکلنا شروع ہوا یعنی لوگ لوہے تانبے اور دوسری دھاتوں کے استعمال سے واقف ہوئے تو معدنی پتھروں پر کتابت شروع ہوئی لوگوں نے اپنے حالات واقعات ان پتھروں پر لکھنا شروع کر دیئے اور صدیوں تک یہ کتابت جاری رہی نیز یہ معدنی کتابت بھی ناقص ثابت ہوئی تب مصر کے حکماء نے تقریباً

کئی ہزار سال پہلے کاغذ ایجاد کیا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر اپنا سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''شاریہ مصر میں ایک درخت ہوتا ہے جس کو پی پاری کہتے ہیں یونانی اس کو پاپائرس کہتے تھے یہ درخت سطح زمین سے دس ہاتھ اونچا ہوتا ہے تنے کی جسامت کلائی کے برابر ہوتی ہے اور اس میں متعدد شاخیں ہوتی ہیں اس کی پتیاں نازک ہوتی ہیں اور چوٹی پر نازک پتے مورچھل کی طرح لٹکتے ہیں اور اس درخت کے ریشے نہایت نرم ہوتے ہیں چنانچہ ان ریشوں سے مصر میں کاغذ بننا شروع ہوا۔

میری بیٹی کاغذ بنانے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک موٹی شاخ تراشی جاتی تھی پھر تیز اوزاروں سے باریک پرت اتار لئے جاتے تھے اور پرتیں ایک تختے پر جماتے تھے اور انہیں خشک ہونے کے لئے رکھ دیا جاتا تھا جب تہ بہ تہ رکھے ان پتوں سے رطوبت خشک ہو جاتی تو ان پتوں کا ایک گٹھا بنا لیا جاتا تھا جس کو دریائے نیل میں بکثرت غوطے دیئے جاتے تھے۔

غوطے دینے کے نتیجے میں جب یہ ریشے نرم ہو جاتے تھے تو کتاب کی طرح شکنجہ میں ان پتوں کو کس لیتے تھے۔

پھر شکنجہ سے نکال کر ایک ایک ورق دھوپ میں خشک کرتے تھے اس کے بعد موگریوں سے انہیں کوٹا جاتا تھا پھر سمندر کی بڑی کوڑیوں سے رگڑا کرتے تھے اس وقت یہ کاغذ نہایت نفیس اور چکنا ہو جاتا تھا اور اس پر کتابت ہوتی تھی۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

''بیٹی ہمارے خلیفہ دوئم فاروق اعظم کے دور میں یہ کاغذ مصر سے عرب میں آیا اور تمام دفاتر اور ممالک عرب میں جاری ہوا اس کاغذ کو عرب میں برزی بردی کہہ کر پکارا جاتا تھا (غالباً یہ پی پاری کا بگڑا ہوا تلفظ تھا بالکل ایسے ہی جس طرح پاپائرس سے انگریزی میں پیپر بنا ہے)

عہد جاہلیت میں عرب خصوصاً قبائل یمن دباغت شدہ چمڑے پر بھی کتابیں خطوط اور دستاویز لکھ لیا کرتے تھے یہ چرمی نوشتے اگرچہ کاغذ کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہوتے تھے لیکن پانی میں بھیگ جانے سے متعفن ہو جاتے تھے اور کیڑا لگ جایا کرتا تھا لہٰذا نفاست پسند اصحاب نے اس کتابت کو بند کیا اور مصری کاغذ میں ترمیم کر کے ایک خاص کاغذ ایجاد کیا۔

لیکن وسیع پیمانے پر مصریوں کے بعد چینیوں نے کاغذ سازی میں ترقی کی اور لگ بھگ دو سو صدی مسیح چین کے شہر کنفن میں روئی سے کاغذ بنایا جانے لگا تھا چنانچہ اس کاغذ کو زیادہ

فروغ ہوا اور سب سے پہلے اہل سمرقند نے چینیوں سے یہ فن سیکھا اور روئی میں دوسرے اجزاء بھی شامل کر کے انہوں نے کاغذ کو اور زیادہ نفیس بنایا اور یہ کاغذ سمرقندی کہلاتا تھا۔ جو پہلے سے بنائے جانے والے سب کاغذوں پر فوقیت لے گیا۔

عربوں نے سمرقند والوں ہی سے کاغذ سازی کا فن سیکھا آغاز دولت عباسیہ میں مصری اور چینی کاغذ دفاتر میں مستعمل تھا اور یہ لمبے تختوں کی صورت میں ہوا کرتا تھا جس کو عربی میں قاقاس کہا جاتا تھا کاغذ کے یہ تختے بڑی گراں قیمت پر فروخت ہوتے تھے لہٰذا ہارون الرشید کے عہد میں فضل برمکی نے کاغذ سازی کا کارگھر بغداد میں قائم کیا جس کا نام صناعۃ الوراقہ رکھا گیا اسی کارخانے کی وجہ سے بغداد اور شہر کے نواح میں علوم وفنون گھر گھر پھیلانا شروع ہوئے اور مذہبی تصنیفات اس کثرت سے ہوئی ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا اور پھر اس کارگھر کا یہ بھی فائدہ ہوا کہ کاغذ کی افراط سے ہزاروں علماء کے لیے کتابت ایک خاص پیشہ بن گیا اور ان کی آمدنی کا ذریعہ بھی ہو گیا اب فضل برمکی کے بعد جبکہ وہ زندان میں ڈال دیا گیا ہے اس صناعۃ الوراقہ کو امیر اسمٰعیل کے حوالے کر دیا گیا ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد عطریف رکا پھر کہنے لگا۔

''وہ تینوں باپ بیٹا اسی کارگھر کی طرف گئے ہیں اس کی پوری عمارت اور ہر چیز کا جائزہ لیں گے وہاں کام کرنے والے لوگوں سے بھی ملیں گے اس بناء پر مجھے امید ہے کہ وہ شاید مغرب کی نماز کے بعد ہی گھر آئیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عطریف جب خاموش ہوا تو روبان کے کہنے پر وہ ان سب کو برمکی خاندان کے محلوں کی تلاشی اور ان کو زندان میں ڈالے جانے کے حالات تفصیل سے سنا رہا تھا۔

☼......☼

قاسم، اسمٰعیل اور ابراہیم عشاء کی نماز کے بعد حویلی میں داخل ہوئے اس وقت سب لوگ دیوان خانے میں بیٹھے ہوئے تھے تینوں جب دیوان خانے میں آئے تب سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے سب سے پہلے گلوں اور شکایتوں سے بھرپور آواز اور انداز میں شاریہ نے قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

''بابا! اتنی دیر آپ ظہر کی نماز کے لئے گئے تھے اور اب عشاء کی نماز کے بعد آپ گھر آ رہے ہیں۔'' قاسم نے ایک لمبا سانس لیا اور جواب طلب انداز میں عطریف کی طرف دیکھا اس پر عطریف کہنے لگا۔

''بھائی! میری طرف گھورنے کے انداز میں نہ دیکھیں میں سب کو تفصیل بتا چکا ہوں ظہر

کی نماز پڑھنے کے بعد آپ تینوں باپ بیٹا کہاں گئے تھے بہر حال آپ پہلے بھی آ جاتے تب بھی شاریہ کو شکوہ تو کرنا ہی تھا اس لیے کہ اسمٰعیل کا باہر رہنا شاریہ کو گراں گزرتا ہے یہ نہ صرف ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو انتہا درجہ سے پسند بھی کرتے ہیں لہٰذا شاریہ کو گلا شکوہ تو کرنا ہی ہے۔'' شاریہ شرما اور لجا سی گئی تھی خاموش رہی کچھ نہ بولی اس موقع پر ساوا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا شاریہ بہن کو تو آپ کا انتظار تھا ہی اور جہاں تک بابا عطریف کا خیال ہے کہ بھائی اسمٰعیل کا گھر سے باہر رہنا بہن شاریہ کو گراں گزرتا ہے تو ایسا ہونا چاہئے یہ ایک حقیقت ہے لیکن بابا مجھے آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں آپ پہلے میرے ساتھ باہر آئیں۔'' ساوا کی اس گفتگو سے سارے فکرمند اور پریشان سے ہو گئے تھے شاریہ خود عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس موقعہ پر اسمٰعیل نے ساوا کو مخاطب کیا کہنے لگا۔

''ساوا میری بہن بھوک لگی ہے پہلے کھانا تو کھا لینے دو۔'' اس پر ساوا کھڑی رہی کہنے لگی۔

''میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی جس معاملہ پر میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں وہ بڑا اہم ہے بابا آپ میرے ساتھ باہر آئیں۔'' قاسم نے اس موقع پر وہاں بیٹھے سب لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی پھر اپنی جگہ سے اٹھا ساوا کا ہاتھ پکڑا اور دیوان خانے سے باہر نکل گیا تھا ساوا اسے ساتھ والے کمرے میں لے گئی دونوں باپ بیٹی آمنے سامنے بیٹھ گئے پھر قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

''میری بیٹی کوئی خیر کی خبر سنانا ہم تینوں کی موجودگی میں گھر میں کوئی جھگڑا فساد تو نہیں ہوا۔ شاریہ نے تو تمہیں کچھ نہیں کہا رویان سے تو تمہاری تکرار نہیں ہو گئی کہیں بیرسک کے ساتھ تو تیری لڑائی نہیں ہوئی بیٹے دیکھ اگر کوئی ایسا معاملہ ہوا ہے تو اب ہم سب گھر کے افراد ہیں ہمیں تحمل صبر اور برداشت سے کام لینا ہو گا میری بیٹی میں چاہتا ہوں کہ ہم سب اکٹھے رہیں اور گھر کا ماحول خراب نہ ہو اتفاق تعاون اور یکجہتی رہے۔'' جب تک قاسم بولتا رہا ساوا مسکراتی رہی جب وہ خاموش ہوا تب قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا! ایسی کوئی بات نہیں ہے میری طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی میں تو ایک دوسرے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی تھی۔'' ساوا رکی کچھ سوچا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''بابا! آپ جانتے ہیں اس حویلی کے سارے کمروں اور ان کے اندر سامان اور صندوقوں اور دوسری اشیاء کی چابیاں میرے پاس ہیں بابا ایسا اس لیے ہے کہ میری ماں نہیں ہے بابا آپ نے یہ چابیاں پہلے رویان کو دی تھیں لیکن رویان نے بے پناہ شفقت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے چابیاں مجھے دے دی تھیں اور کہا تھا کہ میں ہر چیز کا خیال رکھوں۔ بابا اب اس گھر میں شاریہ ہے گو ابھی وہ مستقل ہمارے گھر میں نہیں آئی گو ابھی اس کی شادی بھائی کے ساتھ نہیں ہوئی اور وہ کبھی ہمارے ہاں رہ لیتی ہے اور کبھی بابا عطریف کے حصے میں جا کے سو رہتی ہے اور بابا اب جبکہ وہ بھائی سے منسوب ہو چکی ہے تو اس لحاظ سے وہ میری بہن ہے۔ بڑی بہن کی حیثیت سے وہ ماں کا درجہ رکھتی ہے میں چاہتی ہوں کہ اس گھر کی ساری چابیاں جو آپ نے مجھے دے رکھی ہیں وہ آپ اپنے ہاتھ سے شاریہ کو دیں وہی اس گھر کو سنبھالے ہر چیز کی نگرانی اور نگہداشت کرے بابا کل کو بھی تو اس نے ہی یہ سارے کام کرنے ہیں۔'' ساوا جب خاموش ہوئی تب بے پناہ شفقت کا اظہار کرتے ہوئے قاسم کہنے لگا۔

''ساوا میری بیٹی جو کچھ تم کہہ رہی ہو میں اس سے اتفاق کرتا ہوں مجھے اس سلسلے میں اعتراض بھی کوئی نہیں ہے لیکن بیٹی اس سلسلے میں پہلے شاریہ ابراہیم قاسم اور رویان عطریف سے مشورہ کر لینا چاہئے کیا تم نے اس موضوع پر پہلے شاریہ سے بات کی ہے اور وہ اس پر آمادہ ہے؟'' ساوا نے غور سے قاسم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''نہیں بابا اس موضوع پر میں نے بہن سے بات تو نہیں کی میں چاہتی تھی کہ پہلے اس موضوع پر آپ سے گفتگو کروں گی اس کے بعد اس کا اظہار شاریہ سے کروں گی۔'' قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''بیٹی اس موضوع پر سب سے پہلے مشورہ کرنا چاہئے پھر جو فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے گا آؤ واپس دیوان خانے میں چلتے ہیں جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا اظہار سب پر کرتے ہیں پھر سب مل کر جو فیصلہ کریں گے میری بیٹی وہی آخری ہو گا اور تمہیں بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔'' ساوا نے اس پر رضامندی کا اظہار کر دیا پھر دونوں باپ بیٹی اس کمرے سے نکل کر دیوان خانے میں داخل ہوئے تھے۔

جب دونوں اپنی پہلی نشستوں پر آ کر بیٹھ گئے تب دونوں باپ بیٹی نے باہر جا کر جو گفتگو کی تھی اس کی تفصیل قاسم نے سب سے کہہ دی تھی۔

قاسم جب تفصیل کہہ چکا تب سب سے پہلے اس نے اسمٰعیل کی طرف دیکھا کہنے لگا۔

''اسمٰعیل میرے بیٹے سب سے پہلے تم اس سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرو۔'' اسمٰعیل نے ایک نگاہ بڑے غور اور انہماک سے شاریہ پر ڈالی پھر اپنے باپ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''بابا میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھے بولنے کا کوئی حق نہیں جو تفصیل آپ نے کہی پہلے اس کا ردعمل شاریہ سے جاننے کی کوشش کریں وہ کیا کہتی ہے۔'' جواب میں سوالیہ سے انداز میں جب قاسم نے شاریہ کی طرف دیکھا تب شاریہ دھیمے سے لہجے میں بول اٹھی۔

''بابا میں سمجھتی ہوں فی الحال ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے چابیاں سماوا کے ہی پاس رہیں گی ویسے بھی آپ جانتے ہیں میں گھر کے سب کام کاج سنبھال چکی ہوں حویلی کی ہر چیز کی مجھے خبر ہے کہ کہاں پڑی ہوئی ہے کس کمرے میں کیا ہے وہ بھی میں جانتی ہوں اپنی چھوٹی بہن سماوا کے ساتھ گھر کے سب کام کاج بھی کرنے لگی ہوں لیکن بابا چابیاں سماوا کے پاس ہی رہیں گی اس وقت تک جب تک اس کی شادی نہیں ہو جاتی یہ ابھی بچی ہے بابا جب میری شادی ہو جائے گی تب بھی چابیاں سماوا کے پاس ہی رہیں گی مجھے جو بھی چیز چاہئے ہو گی میں اسی سے مانگوں گی جب تک اس کی شادی نہیں ہو جاتی اس وقت میں نہیں چاہوں گی کہ یہ کوئی چیز مجھ سے مانگ کے لے میں اسے اس گھر میں بالکل ایک خود مختارانہ حیثیت دینا چاہتی ہوں بابا میرا ایک ہی بھائی ہر سک ہے کوئی دوسرا بھائی یا بہن نہیں ہے لہٰذا سماوا مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اگر آپ کو میری خوشنودی منظور ہے تو پھر میں نے جو کچھ کہا ہے ایسا ہی کیجئے سماوا کو بھی اگر مجھ سے تھوڑی سی بھی محبت ہے تو پھر یہ اس سلسلے میں کوئی بحث کوئی حجت نہیں کرے گی بلکہ حسب سابق حویلی کی ساری چابیاں اپنے پاس رکھتے ہوئے اطمینان محسوس کرے گی۔'' شاریہ کے خاموش ہونے پر قاسم نے سماوا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بیٹی اب بول تو کیا کہتی ہے اس وقت شاریہ تیرے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے جو کچھ کہنا ہے پہلے اس سے کہہ لے پھر ہم سے کہنا۔'' سماوا مسکرا دی پھر کہنے لگی۔

''بابا اب میرے پاس کہنے کے لئے کچھ رہا ہی نہیں جو الفاظ میری بہن شاریہ نے ادا کیے ہیں ان کے سامنے نہ میں کچھ بول سکتی ہوں اور نہ بولوں گی جس طرح میری بہن چاہے گی جب تک یہ چاہے گی ایسا ہی ہو گا جیسا اس کی پسند ہو۔''

سماوا کا جواب سن کر سب خوش ہو گئے تھے پھر اسمٰعیل نے شاریہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''یہ ساری رات حویلی کی چابیوں سے متعلق ہی گفتگو ہوتی رہے گی یا کھانے کو بھی کچھ ملے گا۔'' اس پر جست لگانے کے انداز میں اور مسکراتے ہوئے شاریہ اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

''آپ سب لوگ یہیں بیٹھیں کھانا میں یہیں لگاتی ہوں پھر اکٹھے بیٹھ کے کھاتے ہیں۔''

جب شاریہ اٹھ کے باہر نکلی تو سماوا بھی اٹھی شاریہ کا اس نے بازو پکڑ لیا پھر دونوں مطبخ کا رخ کر رہی تھیں۔

☼......☼

قسطنطنیہ میں ملکہ آئرین کی حکومت تھی اور اس کا خزانچی نسی فورس ایک عرصے سے ملکہ آئرین کو تخت و تاج سے ہٹانے کے لئے اندر ہی اندر کوشش کر رہا تھا آخر اس کوشش میں وہ کامیاب ہوا اپنے سالاروں اپنے بیٹے اور اپنے داماد کے ساتھ مل کر اس نے قسطنطنیہ کے لشکر کے چھوٹے بڑے سالاروں کو انعامات سے نوازتے ہوئے اپنے ساتھ ملا لیا اور ملکہ آئرین کو تخت و تاج سے محروم کر کے خود شہنشاہ بن بیٹھا۔

نسی فورس انتہا درجہ کا دھوکے باز فریبی اور چال باز شخص تھا اس سے متعلق مشہور مورخ گبن لکھتا ہے۔

یقیناً بہت سے معتبر حکمران گزرے ہیں جو نسی فورس سے زیادہ مجرم تھے لیکن اپنی رعایا میں اس سے زیادہ گہرا مہہ گیر تنفر شاید ہی کسی نے پیدا کیا ہو اس کی شہرت تین مکروہ عیوب سے داغ دار تھی ریاکاری محسن کشی اور حرص یہ نیکی کے ہر گوہر سے عاری تھا۔ اور تلافی کے لئے اس میں کوئی اعلیٰ جوہری موجود نہ تھا جوہروں سے موخر ہونے کے باوجود اس میں کوئی پسندیدہ خصوصیت بھی نہ تھی۔

قسطنطنیہ اور رومہ کی سلطنت میں ان دنوں اختلافات بھی تھے وہ اس طرح کہ قسطنطنیہ میں جب ہرقل کا خاندان ختم ہو گیا اور نیا خاندان برسر اقتدار آیا جس کا پہلا شہنشاہ لیو ثالث تھا اسے بالعموم لیو اساری بھی کہتے ہیں۔

یہ لوگ آرتھوڈکس مسیحیت کے پیروکار تھے اور انہیں پاپایان رومہ سے اختلاف تھا اس اختلاف کا ذکر اکثر مقامات پر آتا ہے قسطنطنیہ کے مسیح شہنشاہ عموماً بین بین چلتے رہے۔

ان کے ایک شہنشاہ جسٹنین نے یہ کوشش کی تھی کہ پاپایان رومہ کا تفوق قائم ہو جائے لیو اساری ان بتوں مجسموں اور تصویروں کی پرستش کا قائل نہ تھا جو رومنوں کے زیر اثر پاپائے مسیحیت کا لاینفک جزو بن چکی تھی۔

لیو نے بڑے اہتمام سے بتوں اور مجسموں اور تصویروں کے خاتمے کی ٹھان لی اور عرف عام میں اس عمل کو بت شکنی کہا جاتا تھا گویا لیو بت شکن تھا۔

اسی وجہ سے مغربی مسیح اور پاپایان رومہ مذہباً ان لوگوں کے سخت مخالف ہو گئے تھے اس کی صرف ایک مثال پیش کر دینی کافی ہے لیو ساوس کا بیٹا قسطنطین خامس بت شکنی میں باپ سے بھی دو قدم آگے بڑھا ہوا تھا وہ کم و بیش چھتیس سال قسطنطنیہ کا حکمران رہا مغربی مسیحوں نے اس کی تصویر ایسے انداز میں پیش کی کہ زنجیریں پہنا کر اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں شیاطین کے ساتھ بٹھا دیا اس کے برعکس قسطنطنیہ آرتھوڈکس مسیحی اسے خدا رسیدہ سمجھ کر اس کی قبر پر دعائیں مانگنے جاتے تھے۔

ان کا خیال تھا کہ مسیحوں میں اوہام پرستی بڑھ گئی ہے اور وہ ذاتی جدوجہد کی بجائے معجزوں اور کرامتوں کے خواہاں رہتے ہیں اور رہبانیت بہت ترقی کر رہی ہے اور وہ تمام امور کی انسداد کا خواہاں تھا یہ سرگرمیاں رومہ سے ان کی مخالفت کا باعث بنیں بنو امیہ کے زوال میں رومنوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے جگہ جگہ حملے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا شروع کیا عباسیوں کو اندرونی احکامات کی تکمیل میں کچھ وقت لگا اور رومنوں کے لئے پیش قدمی کا یہ بہترین موقعہ تھا آخر مہدی عباسی کے زمانے میں رومنوں سے بدلہ لینے کے انتظامات مکمل ہوئے اور خلیفہ نے ایک لشکر اپنے بیٹے ہارون کی سرکردگی میں قسطنطنیہ پر یورش کے لئے بھیجا اس وقت قسطنطنیہ پر ملکہ آئرین اپنے شوہر کے اشتراک سے حکمرانی کے فرائض سرانجام دے رہی تھی ہارون پیش قدمی کرتا ہوا اسکوتری پہنچ گیا جو قسطنطنیہ کے سامنے ہے ہارون الرشید کے ان تیز حملوں ترکتاز اور یلغار کے سامنے ملکہ آئرین نے ہتھیار ڈال دیئے اور ملکہ آئرین نے مسلمانوں کو خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔

پھر ہارون جب خود خلیفہ بنا تو ادھر ملکہ آئرین اور اس کے بیٹے میں اختلافات پیدا ہوئے۔ آئرین نے بیٹے کی آنکھیں نکلوا دی جس پر وہ فوت ہو گیا اب آئرین تنہا سلطنت کی مالک بن گئی تھی۔

نسی فورس نے جب ملکہ آئرین کو تاج و تخت سے محروم کیا تو ملکہ کو اپنے سامنے اس نے پیش کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ اس کے کچھ سالاروں نے اس وقت ملکہ کو نسی فورس کے سامنے پیش کیا جس وقت نسی فورس قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں بائیں اس کا بیٹا اور داماد تھے جبکہ سامنے اس کے سالاروں میں سے لیو خامس میکائیل اور تامس کے علاوہ بڑے بڑے پادری مذہبی پیشوا اور سلطنت کے دوسرے عمائدین بیٹھے ہوئے تھے۔ آئرین کو جب اس کے

سامنے پیش کیا گیا تب آرَین کو مخاطب کرتے ہوئے نسی فورس کہنے لگا۔

''میں تمہارا ایک محترم اور قابل توجہ خزانچی تھا لیکن تو نے مجھے کوئی اہمیت نہ دی ہمیشہ تو نے اپنے آپ کو بالا و ارفع اور مجھے کسی کوزہ گر سے بھی زیادہ حقیر جانا دیکھ زمانے کا انقلاب جہاں پہلے میں کھڑا ہوا کرتا تھا آج وہاں تو کھڑی ہے اور جہاں تو بیٹھا کرتی تھی وہاں میں نسی فورس بیٹھا ہوا ہوں زمانے کی تبدیلی دیکھ کہ کبھی تو اپنے آپ کو دھنک پیراہن میں شفیق عذرا پنکھڑیوں اور پھولوں کے ریشمی ریشوں جیسا خیال کرتی تھی اور اب تو اداسیوں کی جان گداز ساعت اور بدبختیوں سے لبریز کڑی دھوپ جیسی ہو رہی ہے کبھی تیری حالت ماتھے پر شبنم چھڑکتی سحر جیسی تھی آج برسوں سے جھلتے جلتے سلگتے وجود جیسی ہو کے رہ گئی ہو یہ سب تمہارے اعمال کریہہ اور نامناسب سلوک اور رویے کی وجہ سے ہے۔'' نسی فورس جب خاموش ہوا تب بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے آرَین کہنے لگی۔

''نسی فورس! جس تخت پر تو بیٹھا ہے اس پر بیٹھ کر اتنا مت اترا یاد رکھنا یہ زندگی کبھی جمود ہے کبھی انتشار یہ زندگی کبھی جرم و سزا کے کھلیانوں میں ذوق گنہگاری سے بھی ہولناک ہے کبھی بازار مہر و وفا میں عزت و توقیر سے لبریز حیات جیسی ہو جاتی ہے یہ زندگی کبھی تیز تر آہنگ نشاط میں چاند کی طرح چھلکتا جام ہے۔ کبھی درد کی پھیلتی کہر میں خون ناحق کی بوندیں گراتی سفاک تلواروں کی دھار اور خوفناک خنجر کی چمک سے بھی زیادہ بدتر ہو کے رہ جاتی ہے۔

نسی فورس میں نے اپنی زندگی میں جو کچھ کرنا تھا کر چکی اب تو اپنی تباہی کا انتظار کر۔ نسی فورس میں بہت سے انقلاب دیکھ چکی ہوں اب اس کے سوا کچھ نہیں چاہتی کہ کسی گوشے میں جا بیٹھوں اور عزت و آرام کی زندگی بسر کروں۔''

نسی فورس انتہائی مکروہ انتقام پرور اور بے وفا انسان تھا حالانکہ اپنے عہد حکومت میں ملکہ آرَین نے اسے بہت نوازا تھا اس پر ایک خزانچی کی حیثیت سے پورا اعتماد کیا تھا لیکن ملکہ کو معزول کرنے کے بعد نسی فورس نے اس کے لئے معمولی گزارے کا انتظام بھی نہ کیا اور کہتے ہیں کہ آرَین کی زندگی کے باقی ایام جزیرہ نس بوس میں بسر ہوئے گزارے کے لئے اسے چرخہ کاتنا پڑتا تھا۔

نسی فورس نے ملکہ پر یہ بھی الزام لگایا کہ اس نے بزدلی، وطن دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کو خراج دینا قبول کیا ہے جبکہ اسے چاہئے تھا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان سے خراج وصول کرتی۔

بہر حال ملکہ کو تو نسی فورس نے ایک جزیرے میں قید کر دیا اور سازش سے سلطنت پر متصرف ہوتے ہی بزعم خود یہ فیصلہ کیا کہ خلافت عباسیہ کے خراج کا طوق اسے گردن سے نکال دینا چاہئے بلکہ اسے سلطنت عباسیہ سے خراج وصول کرنا چاہئے اور اگر وہ خراج دینے پر آمادہ نہ ہوں تو ان کے خلاف ایسی جنگوں کی ابتدا کی جائے جس کے نتیجے میں عباسی خلفاء نسی فورس کو خراج ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد نسی فورس نے ہارون الرشید کے نام ایک خط لکھا جس کا متن کچھ اس طرح تھا۔

''میں نسی فورس ہوں قسطنطنیہ کا نیا شہنشاہ اس سے پہلے ملکہ آرَین یہاں حکومت کرتی تھی۔

ملکہ آرَین نے اپنے آپ کو پیادہ سمجھا وہ بزدل عورت خراج ادا کرنے پر آمادہ ہو گئی حالانکہ تم جیسے وحشیوں سے دوگنا خراج لینا چاہئے تھا تم نے بے انصافی سے جو کچھ وصول کیا وہ واپس کر دو ورنہ تلوار کے فیصلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' یہ خط لکھوانے کے بعد نسی فورس نے چند تیز رفتار قاصد تیار کئے وہ خط قاصدوں کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ یہ خط مسلمانوں کے خلیفہ ہارون کے سامنے پیش کیا جائے ساتھ ہی یونانی تلواروں کا ایک گٹھا بھی ان قاصدوں کے ہاتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ تلواروں کا یہ گٹھا ہارون کے سامنے تخت پر رکھنا اور اسے کہنا کہ ہماری تلواریں اتنی تیز ہیں کہ زبردستی بھی تم سے خراج وصول کر لیں گے لہذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ اب تک ملکہ کی بزدلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو خراج تم نے وصول کیا ہے وہ ہمیں واپس کرو اور آئندہ جب تک تم خلیفہ ہو قسطنطنیہ کی شہنشاہیت کو خراج دینے کا سلسلہ شروع کرو۔

بہر حال نسی فورس کے قاصد اس کا خط اور تلواروں کا گٹھا لے کر قسطنطنیہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔



ایک روز خلیفہ ہارون الرشید اپنے قصر کی ایک شہ نشین پر بیٹھا ہوا تھا اس وقت وہ کرتہ پاجامہ، عبا عمامہ اور موزے پہنے ہوئے تھا۔ ضامن حیات کے طور پر تلوار کمر سے لٹک رہی تھی دراصل عربوں کا قومی لباس کرتہ عبا، تہمد اور عمامہ تھا اور تلوار واقعی ضامن حیات خیال کی جاتی تھی اور عہد عباسیہ میں اس لباس میں پاجامے اور موزے کا اضافہ ہوا اور جعفر برمکی نے ایرانی رسم و رواج کی ترقی و ترویج کے لئے چپل کی بجائے ایرانی جوتے کو رواج دیا

خلیفہ ہارون اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا کہ کمرے میں بغداد کا مانا ہوا شاعر اور داستان گو اصمعی داخل ہوا کمرے میں داخل ہوتے وقت اس نے خلیفہ سے سلام کیا جس کا جواب اس نے سر جھکا کر دیا جہاں تک سر جھکا کر منہ سے کچھ نہ کہنے اور سلام کا جواب دینے کا تعلق ہے تو عموماً عباسی دور میں شروع ہوا ورنہ خلافت راشدہ تک تمام مسلمانوں کے لئے صرف السلام علیک کے معمولی الفاظ استعمال کئے جاتے تھے لیکن کبر و غرور بڑھا صیغہ مفرد جمع میں تبدیل ہوگیا اور سلام کے ساتھ دعائیہ الفاظ کا بھی اضافہ ہوا مثلاً اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ لیکن جب بغداد پر ایرانی تمدن کا غلبہ ہوا تو سلام کے الفاظ بھی رخصت ہو گئے کیونکہ سلام کا جواب دینا شان امارت کے خلاف سمجھا جانے لگا اور سر جھکا کر ہی سلام کا جواب دینے کو کافی خیال کیا جانے لگا۔

اس کے بعد اس سلام کے رواج کو اور ترقی دی گئی حکمرانوں نے اپنی انا اور اپنی توقیر بڑھانے کے لئے دست بوسی اور آستین بوسی کا قاعدہ جاری کر دیا پھر طبقہ اعلیٰ کی عزت افزائی کے لئے آستین بوسی معاف کی گئی ایک وقت آیا کہ امیر المومنین نے پردہ اختیار کیا تخت کے سامنے ایک سیاہ پردہ لٹکا دیا جاتا تھا درباری پردے کو بوسہ دے کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

لیکن جب خلافت عباسیہ کے ٹکڑے ہو گئے اور مختلف اصولوں میں طوائف الملوکی ہوگئی تو ایرانی اور ترکی نژاد حکمرانوں نے بجائے دست بوسی وغیرہ کے رکاب بوسی کو بھی جائز رکھا یہ آخیر درجہ کی فرعونیت تھی ہندوستان کے مغلیہ دربار میں آداب، کورنش اور سجدہ زمین بوسی وغیرہ انہی فرعونی رسومات کی تقلید تھیں۔

بہر حال اصمعی اس کمرے میں داخل ہوا ہاتھ کے اشارے سے ہارون الرشید نے اسے اپنے قریب ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اصمعی میں تھوڑی دیر تک محل کے باغ میں ٹہلتا رہا لیکن طبیعت لگی نہیں قصر میں آ گیا ہوں اور تمہیں طلب کیا ہے آج مجھے کوئی سرور انگیز افسانہ یا اچھی شاعری سناؤ جس سے میرا دل بہلے۔'' جواب میں شاعر داستان گو اصمعی نے سر نیاز جھکا کر عرض کیا۔

''امیر المومنین بسر و چشم مجھے عورتوں کے اشعار یوں تو بکثرت یاد ہیں لیکن ایک موقعہ پر تین لڑکیوں کے شعر سننے کا اتفاق ہوا وہ مجھے بے حد پسند آئے اور میں ان کی برجستہ گوئی پر حیرت زدہ رہ گیا۔''

اصمعی کے یہ الفاظ سن کر دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا اچھا بہتر

ہے وہی سناؤ۔

ہارون الرشید کی طرف سے اجازت ملنے پر شاعر و داستان گو اصمعی نے کہنا شروع کیا۔

''امیر المومنین ایک سال مجھے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا اس زمانہ میں شدت کی گرمی پڑ رہی تھی دوپہر کا وقت تھا اب یہ فکر ہوئی کسی جگہ تھوڑی دیر آرام کروں اتفاق سے ایک چبوترہ نظر آیا جو صاف ستھرا تھا اور تخت بھی بچھا ہوا تھا اور ٹھنڈ کے لئے وہاں چھڑکاؤ بھی کیا ہوا تھا۔ ساتھ ہی جھروکوں سے معطر ہوا آ رہی تھی اس جگہ کو غنیمت سمجھ کر میں چبوترے پر چڑھ کر بیٹھ گیا سونا ہی چاہتا تھا کہ یکایک اندر سے آواز آئی کہ ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی۔

بس جی چاہتا ہے کہ ہم تینوں بہنیں آج تین سو دینار جمع کریں اور ہم میں سے ہر ایک برجستہ شعر کہے جس کے شعر میں سب سے زیادہ خوبیاں ہوں وہ کل دینار اٹھا لے۔

یہ الفاظ سننے کے بعد میں ان کی گفتگو میں زیادہ دلچسپی لینے لگا متوجہ ہو گیا چنانچہ ان تینوں بہنوں میں معاہدہ ہو گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ ہر کوئی برجستہ شعر کہے اس پر ابتدا بڑی بہن نے کی اس نے ایک شعر کہا۔ اس شعر کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

''مجھے حیرت ہے کہ محبوب میری خوابگاہ میں بحالت خواب آ کر ملا اگر وہ عالم بیداری میں ملتا تو بہت زیادہ تعجب خیز ہوتا۔''

مجھلی بہن نے اپنی بڑی بہن کے شعر کی داد دی پھر کہنے لگی آپی اب میرا شعر بھی سنو اس پر اس نے جو شعر کہا اس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

''میں صرف خواب میں اس کے خیال سے ملاقات کر سکی اور میں نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔ مرحبا اور خوش آمدید۔''

دونوں بہنوں کے بعد چھوٹی بہن نے شعر سنایا جس کا ترجمہ کچھ اس طرح تھا۔

''میری جان اور میرا کنبہ اس پر قربان جس کے ساتھ میں ہر رات کو ہم خواب ہوتی ہوں اور جس کے پنڈے کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ بڑھ کر ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اصمعی رکا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''امیر المومنین یہ شعر سن کر میں پھڑک اٹھا اور اپنے دل میں کہا اگر یہ لڑکی حسین بھی ہو تو نسائیت کی تکمیل ہو جائے اب میں اس مکان سے باہر جانا ہی چاہتا تھا کہ یکایک دروازہ کھلا اور ایک کنیز نے پیغام دیا۔

شیخ صاحب تشریف رکھئے۔ اس کنیز کے کہنے پر میں ٹھہر گیا تھوڑی دیر بعد کنیز نے مجھے ایک رقعہ دیا جو نستعلیق خط میں تھا اور اس کا مضمون یہ تھا۔

"جناب قبلہ خدا آپ کی عمر دراز کرے ہم تین بہنیں ہیں اور آج ہم نے یہ شرط کی تھی کہ ہم سب فی البدیہ شعر کہیں اور جس کا شعر سب سے اچھا ہو وہ تین سو دینار اٹھا لے اب آپ ہمارے اشعار ملاحظہ فرمایئے اور بحیثیت حاکم اور جج فیصلہ فرمایئے کہ انعامی رقم حاصل کون کرے گا۔"

امیر المومنین ان کا یہ پیغام پا کر میں نے اس کنیز سے قلم دوات اور کاغذ مانگا اور جو ردعمل ہوا وہ حیرت انگیز ہے۔

کنیز سامان تو لائی دوات چاندی کی تھی اور قلم طلائی تھا میں نے اپنا فیصلہ نظم میں لکھ کر اندر بھیج دیا جو چھوٹی بہن کے حق میں تھا جب میری تحریر محل میں پہنچی تو یکا یک تالیوں کی آواز آئی میں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر قصد کیا کہ اب یہاں سے رخصت ہو جانا چاہئے۔

چنانچہ چھجے سے اتر رہا تھا کہ اسی کنیز نے آواز دی۔

"اصمعی صاحب ابھی تشریف رکھئے۔"

تعجب سے پوچھا۔"خاتون میرا نام تجھے کیسے معلوم ہوا۔"

وہ بولی بلا شبہ اس وقت تک آپ کا نام پردہ راز میں تھا مگر آپ کا کلام کیسے چھپ سکتا ہے۔

میں ان لڑکیوں کے شاعرانہ جذبات سے حیران تھا تھوڑی دیر کے لئے مجبوراً ٹھہر گیا اب بالا خانہ کا دروازہ کھلا اور وہی کنیز میوے اور حلوے کی دو پلیٹیں لے کر حاضر ہوئی میں نے شکم سیر ہو کر کھایا پہلے خدا کا شکر ادا کیا پھر میز بانوں کا بھی شکریہ ادا کیا اس کے بعد اٹھ کر جانا ہی چاہتا تھا کہ آواز آئی۔

"ٹھہریئے جناب!" اور پھر کیا دیکھتا ہوں کہ سب سے چھوٹی بہن پردہ سے نکل کر سامنے آئی پہلے اس کی خوبصورت کلائیاں زرد آستین میں سے نظر آئیں اور ایسا معلوم ہوا کہ بدلی سے یکا یک چاند نکل آیا ہو اس نے میرے سامنے تین سو دینار کی تھیلی پیش کی اور بولی آپ کے فیصلہ کے مطابق میں بازی جیت گئی ہوں یہ دینار جو مجھے ملے ہیں وہ میں آپ کو نذر کرتی ہوں۔"

یہ واقعہ سن کر ہارون الرشید بڑا خوش ہوا پھر سوال کیا۔

"اصمعی تم نے بڑی اور منجھلی بہنوں کو محروم کر کے چھوٹی بہن کے حق میں کس بناء پر فیصلہ دیا۔" اصمعی نے عرض کیا۔

"امیر المومنین بڑی بہن نے تو یہ کہا تھا کہ میرا محبوب عالم خیال میں آیا اگر وہ عالم

بیداری میں آتا تو زیادہ لطف ہوتا یہ محض ایک شرط تھی اور شرط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح منجھلی بہن نے بھی خواب میں اپنے رفیق کا خیر مقدم کیا اور اس نے بھی اس مفہوم ملاقات کو غنیم سمجھا تھا۔

البتہ چھوٹی بہن اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اپنے دل نواز کے ساتھ ایک مسہری پر محو خواب ہے اور اس کے مہکتے ہوئے انفاس سے اس درجہ محظوظ ہوئی کہ نہ صرف اپنی جان بلکہ خاندان کو بھی اس پر تصدق کر دیا اور یہ ایک وہ محسوس حقیقت تھی جس سے وہ متوالی ہوئی۔"

یہ فیصلہ سن کر ہارون نے کہا۔"اصمعی بے شک تیرا فیصلہ صحیح تھا اور خوش ہو کر اس نے شاعر اور داستان گو اصمعی کو تین سو دینار عطا کئے۔" رقم لے کر اصمعی خوش ہوا اور کہنے لگا۔

"امیر المومنین کیا ہی عمدہ حادثہ ہے کہ ان لڑکیوں کے شعروں کی تنقید پر مجھے تین سو دینار ملے پھر اس واقعہ کے اظہار میں مجھے آپ سے بھی تین سو دینار حاصل ہوئے۔"

جواب میں ہارون الرشید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی وقت اس کا حاجب فضل بن ربیع کمرے میں داخل ہوا اور ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔"امیر المومنین قسطنطنیہ سے بغاوت ہو چکی ہے ملکہ آئرین کی جگہ اس کا خزانچی نسی فورس شہنشاہ بن چکا ہے اور نسی فورس نے اپنے کچھ قاصد بھیجے ہیں جو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔" داستانوں اور شاعری سے دل بہلانے والا ہارون الرشید بالکل بدل گیا ایک دم سنبھل کر بیٹھ گیا اصمعی کو اس نے جانے کی اجازت دے دی پھر بلند آواز میں اپنے حاجب فضل بن ربیع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"قسطنطنیہ کے نئے بادشاہ کی طرف سے قاصدوں کا آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہو سکتا انہیں میرے سامنے پیش کرنے سے پہلے سارے سالاروں اور عمائدین سلطنت کا اسی کمرے میں اجلاس طلب کر لو۔" اس کے ساتھ ہی حاجب فضل بن ربیع وہاں سے نکل گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عباسی سلطنت کے سارے بڑے سالار عمائدین سلطنت عدلیہ کے سارے قاضی اور سلطنت کے دوسرے سب اہم لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے جب سب لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب ہارون الرشید نے حاجب فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ قسطنطنیہ سے آنے والے نسی فورس کے قاصدوں کو پیش کیا جائے۔

پھر فضل بن ربیع نے ان قاصدوں کو امیر المومنین ہارون الرشید کے سامنے پیش کیا۔

ہارون الرشید کچھ دیر تک انہیں غور سے دیکھتا رہا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تمہاری سلطنت میں انقلاب برپا ہو چکا ہے اور تمہاری ملکہ آئرین کو تخت و تاج سے محروم کرنے کے بعد تمہاری سلطنت کا خزانچی نسی فورس حکمران بن گیا ہے اور تم کہو کہ تم ہمارے لئے اس کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔" اس پر ایک قاصد آگے بڑھا تلواروں کا گٹھا اس نے ہارون الرشید کے سامنے رکھ دیا اور لباس کے اندر سے ایک خط ہارون الرشید کو تھماتے ہوئے کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے خلیفہ یہ خط ہمارے شہنشاہ کی طرف سے آیا ہے آپ اسے خود ہی پڑھ لیں۔" ہارون الرشید نے جب نسی فورس کا خط پڑھا تب اس کا چہرہ زیست کی علامتوں غارت کرتے آتش فشاں ہاتھوں لہو میں بھاگتی خواہشوں انتقام کے آبشار اور تنظیم کو بکھیرتی ہلچل جیسا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لہو آلود حروف سے لکھے زندگی کے خونی سانحے آتے جاتے موسموں کے قافلوں میں منزلوں کے کرب اور موت بن کر زیست کے کواڑوں پر دستک دیتے لمحوں جیسی کیفیت اختیار کر گئے تھے۔

کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر انتہائی غضبناکی میں وہ قسطنطنیہ سے آنے والے قاصدوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"قسطنطنیہ سے آنے والو چاند کا کندن چہرہ اندھیرے جنگل کے جگنو گمبھیر پاتال کی گہری وادیاں، وقت کی بے کنار گردشیں موسموں کی بے انتہا بصارت اور فضاؤں میں رقصاں چپ کا غبار جانتا ہے کہ ہم وہ قوم ہیں جنہوں نے فتح مندی کی مسافتوں کو اپنے سامنے سمیٹتے ہوئے بحرِ ظلمات میں اپنے گھوڑوں کو ڈالا جنہوں نے دشوار گزار کوہستانوں، خونی دلدلوں اور ناقابل عبور صحراؤں تک کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے چین کی سرزمینوں تک کو اپنے سامنے زیر و سرنگوں رکھا کیا نسی فورس بھول گیا کہ ہم وہی ہیں جنہوں نے اندلس کے اندر نہ ختم ہونے والی شجاعتوں کے افسانے لکھے۔

نسی فورس شاید ہمارے ماضی ہمارے حال سے واقف نہیں ہے اسی بناء پر وہ بھول اور غلط فہمی کا شکار ہے جس قسم کا خط اس نے مجھے لکھا ہے اس قسم کا خط اس کے لئے لکھ کے سمندر مصائب کے ہجوم ستم کی برسات اور زرد رتوں کی کہانیاں کھڑی کر سکتا ہے۔"

وہاں بیٹھے سب لوگوں نے دیکھا وہ اس لمحے شاعری سے لطف اندوز ہونے والا داستانیں سن کر دل بہلانے والا قصوں کہانیوں کی مجلسیں برپا کرنے والا اور کھجور کی تاڑی پی کر اپنی محفلوں کو گرم کرنے والا ہارون الرشید نہ رہا تھا اس کا چہرہ غضب ناک تھا آنکھیں قہر برسا رہی تھیں پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ جو تم نے میرے سامنے تلواروں کا گٹھا رکھا ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔" اس پر ایک قاصد بول اٹھا۔

"مسلمانوں کے امیر یہ گٹھا ہمارے شہنشاہ نسی فورس نے بھیجا ہے اور یہ بھی کہلایا ہے کہ ہماری تلواریں اس قدر تیز اور کاٹ رکھنے والی ہیں لہٰذا جو کچھ اس نے کہا ہے اس کا اتباع کیا جائے۔" ان کا یہ جواب سن کر ہارون الرشید اور زیادہ برہم اور سیخ پا ہو کے رہ گیا تھا کچھ دیر خاموش رہا تلواروں کی طرف دیکھتا رہا پھر ایک دم ایک جست لگانے کے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی وہ تلوار بے نیام کی جس کا نام صمصامہ تھا پھر اس نے جو تلوار بلند کر کے گرائی تو اس کی تلوار اس زور اس قوت سے گری کہ قسطنطنیہ کے قاصدوں نے جو تلواروں کا گٹھا اس کے سامنے رکھا تھا صمصامہ سے ہارون الرشید نے قسطنطنیہ کی ان ساری تلواروں کے گٹھے کو کاٹ کر ٹکڑوں میں بانٹ کے رکھ دیا تھا۔

نسی فورس کا جو خط قاصد لے کے آئے تھے اسی خط کی پشت پر ہارون الرشید نے وہ تاریخی پیغام وہ تاریخی جواب لکھا جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں انہیں ملتی ہارون الرشید نے لکھا۔

"امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے رومی کتے نسی فورس کے نام او کافر ماں کے بیٹے میں نے تیرا خط پڑھا اس کا جواب تو سنے گا نہیں آنکھوں سے دیکھے گا۔" اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے قسطنطنیہ کے قاصدوں کو فارغ کر دیا اور اپنے سالاروں کو اس نے حکم دیا کہ لشکر کے کوچ کی تیاری کی جائے اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے وہ اجلاس برخاست کر دیا تھا۔

☼......☼

ابراہیم بن قاسم حویلی میں داخل ہوا صحن میں آنے کے بعد وہ سیدھا اصطبل کی طرف جانا چاہتا تھا کہ دیوان خانے کے اندر سے اس کا باپ قاسم نکلا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بیٹے تم دونوں بھائی کافی دیر سے گئے ہوئے تھے ہم بڑی فکر مندی اور تجسس میں تھے کہ امیر المومنین نے کیوں اپنے سارے سالاروں کو طلب کیا ہے اور پھر میرے بچے حویلی میں داخل ہونے کے بعد تم ہمارے پاس دیوان خانے میں آنے کی بجائے اصطبل کا رخ کر رہے ہو۔" اصطبل کی طرف جانے کی بجائے ابراہیم مڑا اپنے باپ کے پاس آیا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قاسم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے دیوان خانے میں لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے تم اکیلے آئے ہو بھائی کہاں ہے۔'' دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ابراہیم کہنے لگا۔

''ابا بھائی ذرا مستقر کی طرف گئے ہیں اس لیے کہ لشکر آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کرے گا۔'' ابراہیم کے ان الفاظ پر جہاں قاسم عطریف اور ساوا کے علاوہ رویان کے چہرے پر تجسس تھا وہاں شاریہ ایک عجیب سی پریشانی اور فکرمندی کا شکار ہو کے رہ گئی تھی ابراہیم کو مخاطب کر کے قاسم کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شاریہ پہلے بول پڑی۔

''بھائی آپ نے یہ تو کہہ دیا ہے کہ لشکر کسی مہم پر روانہ ہوگا ظاہر ہے کہ اگر امیر اسمٰعیل مستقر کی طرف گئے ہیں تو وہ بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہوں گے میرے بھائی تم نے مہم کی تفصیل نہیں بتائی۔'' اس پر اپنا گلا صاف کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

''شاریہ میری بہن! امیر المومنین نے اپنے سارے سالاروں کے علاوہ عمائدین کو طلب کیا تھا اس لیے کہ کچھ قاصد قسطنطنیہ سے آئے تھے وہاں انقلاب آ چکا ہے ملکہ آئرین کو معزول کر کے اس کا خزانچی نسی فورس خود حکمران بن چکا ہے۔'' اس کے بعد ہارون الرشید کے قصر میں جو معاملات پیش آئے تھے اس کی تفصیل اس نے سب سے کہہ دی تھی۔ ابراہیم جب خاموش ہوا تب بڑے دکھ اور تاسف کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

''میرا باپ پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ نسی فورس ایک نہ ایک دن سازشوں کا جال بچھاتے ہوئے ملکہ آئرین کو تخت و تاج سے محروم کر دے گا اور وہی ہوا اب جبکہ نسی فورس نے مسلمانوں کو خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اور الٹا اس نے مسلمانوں سے خراج طلب کیا ہے تو لگتا ہے کہ اس کے انتہائی برے دنوں کی ابتدا ہونے والی ہے ابراہیم میرے بھائی تم نے کہا ہے کہ لشکر آنے والی شب کو یہاں سے کوچ کرے گا تو تمہارے بھائی کتنی دیر تک لوٹ کے آئیں گے۔'' ابراہیم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''بھائی نے مستقر کی طرف جاتے ہوئے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ میں ان کے گھوڑے کو تیار کردوں وہ وہاں دیر نہیں لگائیں گے میرے خیال میں لشکر مغرب کی نماز کے بعد یہاں سے کوچ کر جائے گا اب میں اٹھ کر اصطبل کی طرف جاتا ہوں میرے خیال میں بھائی کسی وقت بھی آ سکتے ہیں اس سے پہلے پہلے مجھے ان کے گھوڑے کو تیار کر دینا چاہئے۔'' اس پر شاریہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

''بھائی تمہارا کہنا درست ہے تم ان کے گھوڑے کو تیار کرو میں مطبخ کی طرف جاتی ہوں اور ان کے لیے زادراہ تیار کرتی ہوں۔'' شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے ساوا بھی اپنی جگہ پر

اٹھ کھڑی ہوئی اور دونوں باورچی خانے کی طرف ہو لی تھیں۔

ابراہیم اصطبل کی طرف گیا اسمٰعیل کے گھوڑے کو پانی پلانے کے بعد اس نے اس پر زین ڈال کے تنگ کس دیا تھا گھوڑے کو لگام چڑھا دی تھی تا کہ گھوڑے کو احساس ہو جائے کہ وہ کہیں کوچ کرنے لگا ہے پھر وہ واپس دیوان خانے میں آ کر قاسم اور عطریف کے ساتھ آنے والی مہم کے متعلق گفتگو کر رہا تھا دوسری جانب شاریہ نے اسمٰعیل کے لئے زادراہ تیار کرنے کے بعد وہ ساری چیزیں خرجین میں ڈالیں کچھ خشک گوشت اور تازہ پھل اور کھانے پینے کی کچھ اور اشیا بھی اس نے خرجین میں ڈالیں پھر شاریہ اور ساوا اصطبل کی طرف گئیں خرجین کو زین کے ساتھ باندھ دیا اس کے بعد انہوں نے پانی کا مشکیزہ بھر کر بھی گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ کر اسمٰعیل بن قاسم کا انتظار کرنے لگے تھے۔

اسمٰعیل نے مستقر میں کافی دیر لگا دی تھی۔ یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو گئی پھر اسمٰعیل گھر میں داخل ہوا اس کے دیر لگانے کی وجہ سے گھر کے سب افراد بڑے فکرمند تھے جب وہ دیوان خانے میں آیا تو سب کے شکووں اور گلوں سے بھرپور آنکھیں اس پر جم گئی تھیں اسمٰعیل اپنے باپ قاسم کے ساتھ بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

''ابا ہم دونوں بھائی اکٹھے گئے تھے ابراہیم اکیلے آیا ہے پوری تفصیل اس نے کہہ دی ہو گی میں تھوڑی دیر تک اپنے گھوڑے کو لے کر مستقر کی طرف چلا جاؤں گا اس لیے کہ لشکر یہاں سے کوچ کرنے والا ہے ابراہیم نے آپ لوگوں کو اس کی تفصیل بھی بتا دی ہو گی۔'' اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کر کے قاسم کہنے لگا۔

''بیٹے کیا اس مہم میں ابراہیم تمہارے ساتھ نہیں ہو گا۔''

پدر محترم! ابراہیم گھر ہی رہے گا لشکر میں شامل نہیں ہو گا تاہم جس طرح گزشتہ جنگوں میں عطریف میرا ساتھ دیتا رہا ہے اس طرح اس جنگ میں بھی وہ شامل ہونا چاہے تو اس کو اجازت ہے لیکن اگر وہ گھر رہ کر آرام کرنا چاہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کے لئے بہتر ہے۔'' جواب میں عطریف فوراً بول پڑا کہنے لگا۔

''بیٹے میں تو ہر صورت میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔'' پھر عطریف کے کہنے پر ابراہیم اور برسک دونوں اس کا گھوڑا تیار کرنے کے لئے اصطبل کی طرف چلے گئے تھے جب وہ باہر نکلے تب شاریہ نے اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''امیر آپ نے بہت دیر لگا دی ہم سب لوگ فکرمند اور پریشان ہو رہے تھے بہر حال

آپ کی مہم کی اطلاع ہمیں پہلے ہی مل چکی ہے آپ کے گھوڑے پر زین ڈال دی گئی ہے گھوڑے کی زین سے پانی کا مشکیزہ اور آپ کی بڑی خرجین بھی باندھ دی گئی ہے اور اس میں کھانے کے علاوہ تازہ اور خشک پھل بھی ہیں اس کے علاوہ......" یہاں تک کہتے کہتے شاریہ کو رک جانا پڑا اس لیے کہ بیچ میں اسمٰعیل بن قاسم بول پڑا تھا اس نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

"شاریہ اس سلسلے میں تمہیں کوئی زحمت نہیں کرنی چاہیے تھی تم جانتی ہو کہ لشکر کا اپنا کھانا تیار کرنے کا بہترین انتظام اور انصرام ہوتا ہے بہرحال میرے زادراہ کے طور پر جو چیزیں تم نے تیار کر دی ہیں اس کے لیے میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں۔" اسمٰعیل بن قاسم کے خاموش ہونے پر شاریہ بول اٹھی۔

"امیر جن خدشات اور خطرات کا میرا باپ اظہار کیا کرتا تھا وہ آج پورے ہو کے رہ گئے ملکہ آئرین کا تختہ الٹ دیا گیا اس کی جگہ خود نسی فورس قسطنطنیہ کی سلطنت کا شہنشاہ بن بیٹھا ہے اب یہ مسلمانوں سے ٹکرانے کا عزم کیے ہوئے ہے اور مجھے امید ہے کہ جس محاذ پر بھی وہ مسلمانوں کو پکارے گا ہر اس محاذ پر اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا کاش اس جنگ میں میں آپ کے ساتھ شامل ہو سکتی زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور اپنی آنکھوں سے نسی فورس کا بدترین انجام دیکھتی۔ امیر مجھے قوی امید ہے کہ اس جنگ میں کامیاب مسلمان ہی ہو کر ابھریں گے اور خداوند قدوس نسی فورس کی جھولی میں ذلت و مسکنت ڈال دے گا۔" اس کے بعد اسمٰعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بابا مجھے اب جانے کی اجازت دیجئے ابراہیم آپ کے پاس گھر پر رہے گا اس لئے کہ اس کو لشکر میں شامل نہیں کیا گیا اس کے لئے میں نے ہی سلطان سے کہا تھا کہ ہم دو بھائیوں میں سے ایک کا گھر رہنا ضروری ہے لہٰذا سلطان نے ابراہیم کو گھر رہنے کے لئے کہہ دیا ہے۔" قاسم آگے بڑھا اسمٰعیل کو اپنے ساتھ لپٹا کر اس نے پیار کیا اس کے بعد وہ ابراہیم اور برسک کو گلے لگا کر ملا شاریہ ساوا اور رویان پر اس نے ایک الوداعی نگاہ ڈالی پھر اصطبل میں گیا عطریف اس کے ساتھ تھا ابراہیم نے عطریف کا بھی گھوڑا تیار کر دیا دونوں اپنے گھوڑوں کو لے کر صحن میں آئے اس موقع پر شاریہ بچاری صحن کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی اور دھیمے دھیمے رازدارانہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اے خداوند میری برسوں سے جھلستی سلگتی آرزوؤں میں چارسو بدبختیاں موج زن تھیں ایک عرصے بعد امیر اسمٰعیل میرے لیے لطیف حیثیت ثابت ہوئے ہیں اللہ ان کی نگہبانی کرنا

اے خداوند گریبان چاک لمحوں میں امیر اسمٰعیل ہی میرے لئے سکون اور آسودگی کا خزانہ، آندھی اور ہواؤں میں رنگوں کا سنہری بادل اور میری پناہ گاہ ہیں امیر اسمٰعیل میرے خون کی حدت میری ذات کی تابندگی میری سماعت کی نبض میرے دل کے لئے نشاط کی بشارت، میرے لبوں کا فشار میرے لئے بے صوت و صدا شوق کا نغمہ ہیں اللہ اجل گر لمحوں میں میرے اس ساتھی کی حفاظت کرنا میرے لیے یہ اطمینان کے کاروان کی حیثیت رکھتے ہیں اے میرے مالک تو اپنے مالک اور خالق ہونے کے ناطے سے میرے رفیق و ندیم کی حفاظت کرنا۔" یہاں تک کہتے کہتے شاریہ کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اسمٰعیل اور عطریف دونوں اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے اس کے قریب آن کھڑے ہوئے تھے دوسرے سب لوگ بھی وہاں آ گئے تھے اس پر شاریہ نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا پھر ہمت کر کے بہترین جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری دعا ہے کہ آپ جس مہم پر بھی نکلیں ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور آخری نبی محمد ﷺ کے صدقے میں وہ آپ کو سنہری کامیابیاں اور فوز مندیاں عطا فرمائے۔" جواب میں اسمٰعیل مسکرا دیا شاریہ باقی لوگوں کے ساتھ ہو لی سب دروازے پر آئے اسمٰعیل اور عطریف اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر ایڑھ لگا کر گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ وہاں سے رخصت ہو گئے تھے۔



مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نسی فورس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اس لشکر کے ساتھ وہ نکلا اور فریجیا کے میدانوں میں آ کے خیمہ زن ہوا۔ ایشیائے کوچک کی پرانی تقسیم کے مطابق فریجیا ایک صوبہ تھا جو ایشیائے کوچک کے مغرب میں واقع تھا اس کے مقابلہ کرنے کے لیے ہارون الرشید نے دیر نہیں لگائی بڑی برق رفتاری سے ہارون الرشید فاصلوں کو طے کرتا ہوا اپنے لشکر کے ساتھ فریجیا کے میدانوں میں داخل ہوا اور نسی فورس کے سامنے اس نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا۔

نسی فورس اسلامی لشکر کی تنظیم اور ان کی چمکتی دمکتی تلواروں اور ڈھالوں کی چکا چوند دیکھتے ہوئے دنگ رہ گیا تھا اور اس سے بھی بڑھ کر وہ چیز جس نے اسے پریشان اور حیران کر دیا وہ یہ کہ ہارون الرشید نے آتے ہی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں شاید وہ نسی فورس کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرنے والا تھا نسی فورس چاہتا تھا کہ کچھ دن دم لیں تازہ دم ہو کر جنگ ہو لیکن جب اس نے ہارون الرشید کے ارادے دیکھے تو دنگ رہ گیا۔

لہٰذا اس کی طرف دیکھتے ہوئے نسی فورس نے بھی اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کیا لشکر کے اس نے چار حصے کیے ایک اپنی کمان داری میں رکھا دوسرا حصہ اپنے بیٹے اور داماد کی سرکردگی میں دیا اور دونوں کے ذمے پڑاؤ کی حفاظت کا کام لگایا لشکر کا ایک حصہ اس نے طیو خاس کی سرکردگی میں اور چوتھا حصہ اپنے سالار میخائیل کی کمان داری میں رکھا تھا جبکہ اپنے تیسرے اور بڑے سالار خاس کو نسی فورس نے اپنے حصے کے لشکر میں اپنے نائب اور اپنے مددگار کے طور پر رکھا تھا۔

دوسری جانب نسی فورس کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے بھی اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا قلب یعنی وسطی حصہ ہارون الرشید نے اپنے پاس رکھا اپنے بیٹوں کو بھی اس نے اپنے حصے کے لشکر میں مقرر کیا دائیں جانب کا حصہ اسمٰعیل بن قاسم کی سرکردگی میں دیا گیا تھا اور ایک دوسرے سالار داؤد بن نعمان کو اس کا نائب مقرر کیا گیا لشکر کا تیسرا حصہ عبدالملک بن صالح کی سرکردگی میں تھا ایک اور سالار ہاشم بن صلصت کو اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ رکھا گیا چوتھا لشکر سلیمان بن ابی جعفر اور یزید بن عنسہ کی سرکردگی میں دیا گیا اور انہیں اپنے لشکر کے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کر دیا گیا تھا۔

جنگ کی ابتدا خود ہارون الرشید نے کی تھی اپنے حصے کے لشکر کو اس نے بڑھایا تھا پھر وہ نسی فورس کے لشکر کے وسطی حصے پر کسی ویران صحرا سے غم اور اندوہ کی تلخیوں شدت کے سایوں میں آسیب زدہ قضا کی چاپ، زیست کو مرگ میں زندگی کو نوحہ گری میں تبدیل کرتے ہوئے ریزہ ریزہ کر دینے والی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ہارون الرشید کے ساتھ ہی ساتھ اسمٰعیل بن قاسم نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ بھی اپنے سامنے آنے والے نسی فورس کے لشکر پر صدیوں کی طرح گزرتی راتوں میں مرگ کی موجوں کے تجسس منفی اعمال کی فطرت کے اندر بڑھکتے آتش فشاں کی حدت موت بن کر زیست کے دروازے پر شب بھر دستک دیتے ہجر درد کے چڑھتے ساگر کی طرح حملہ آور ہوا تھا اسی لمحہ بائیں جانب سے سالار عبدالملک بن صالح نے بھی اپنے حصے کے لشکر کو آگے بڑھاتے ہوئے اجنبیت کی کالی فضاؤں میں جسموں کو پارہ پارہ طلب کی تڑپ کو بے نام کر دینے والی وحشت، یادوں کے بادبانوں کو چیر چیر کرتے جوش زن موت کے منظر روز و شب کی ادا میں منفی عمل پھیلاتی فطرت کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

نسی فورس نے بھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی مسلمانوں کے لشکر پر مغموم تمناؤں، اذہان میں سرسراتی رتوں زمین کا حسن طلب بگاڑتے یاس کے نصیب نفرتوں کے سلگتے

جذبوں اور جورو جبر واستبداد کی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

میدان جنگ کے اندر گرد قضا کے زہریلے لمحے جوش مارنے لگے تھے۔ خون سمیٹتے میدانوں میں ہر شے رعشہ براندام اور بخار زدہ ہونے لگی تھی قسمتوں کے حروف لہولہو ہونا شروع ہو گئے تھے نفرت کی آگ نے چاروں طرف درد و کرب کی آہٹیں کھڑی کرنا شروع کر دی تھیں۔

بڑے بڑے شجاعت کے ابدگیر دعوے خون خون ہونا شروع ہو گئے تھے زیست کے نصوں میں بے ثباتیاں رقص کر اٹھی تھیں ذہن کے اوطاقوں میں حزن و ملال کی شدتیں بھر آئی تھیں۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے بہت جلد مسلمان لشکریوں مجاہدوں اور سالاروں نے نسی فورس کا سارا گھمنڈ اس کی ساری طاقت اس کی ساری شدتوں اور اس کی ساری جواں مردی کو خاک میں ملانا شروع کر دیا تھا اس کے ساتھ ہی اس کی اور اس کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے خشک پودوں بریدہ شاخوں مغموم تمناؤں کے صحرا دشت نوحہ خیز شام غم کی تنہائیوں میں خونی غموں کی داستانوں اور ستم کی خونی برسات میں اضطراب و تشنگی کے نوحوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

نسی فورس اپنے لشکر کے درمیان میں رہتے ہوئے بلند آواز میں چیختے چلاتے اپنے لشکریوں کو جواں مردی شجاعت کا مظاہرہ کرنے کے لئے اکسا رہا تھا لیکن ساتھ ہی اسے یہ فکر بھی کھائے جا رہی تھی کہ لمحہ بہ لمحہ اس کے لشکر کی اگلی صفیں کٹتی جا رہی تھیں اور اس کے لشکر کی تعداد کم ہونا شروع ہو چکی تھی تھوڑی دیر جب مزید جنگ ہوئی تب نسی فورس نے اندازہ لگایا اگر اس وقت اس نے اپنی جان نہ بچائی تو مسلمانوں کا لشکر اسے قتل کرنے کے بعد اس کے لشکر کو نیست و نابود کر دے گا لہٰذا اس نے پسپائی کے بگل بجا دیئے تھے۔

ہارون الرشید کے ہاتھوں قسطنطنیہ کے بادشاہ نسی فورس کی یہ انتہائی ذلت آمیز اور بدترین شکست تھی اور شکست کھانے کے بعد نسی فورس بھاگ کھڑا ہوا اور سیدھا اس نے اپنے شہر ہرقلیہ کا رخ کیا اور شہر میں محصور ہو گیا ہارون الرشید بھی اس کے پیچھے پیچھے اپنے سارے لشکر کے ساتھ اس کے شہر کے نواح میں پہنچا۔

نسی فورس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اکیلا مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنے تیز رفتار قاصد بلغاریوں کے خاقان کی طرف روانہ کئے اور اس سے استدعا کی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف اس کی مدد کرے۔

ہارون الرشید نے ہرقلیہ شہر سے باہر پڑاؤ ڈال دیا تھا اسے اب اپنے اس لشکر کے اس حصے کا انتظار تھا جسے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا گیا تھا جب وہ لشکر بھی پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا وہاں پہنچ گیا تب ہارون الرشید نے ہرقلیہ شہر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا اور حملہ آور ہونے کے لئے مختلف تدبیروں پر کار بند رہنے کے لئے گفتگو شروع ہو گئی تھی۔

محاصرہ چند روز جب جاری رہا تو نسی فورس پریشان ہو گیا وہ تو یہ اندازہ لگائے ہوئے تھا کہ بلغاریہ کا خاقان اس کی مدد کو پہنچے گا اور اسے دیکھتے ہی مسلمان بھاگنے والی بات کریں گے۔

بلغاریوں کی آمد ہی کے انتظار میں ہرقلیہ شہر میں نسی فورس مقیم رہا مزاحمت کرتا رہا دوسری جانب ہارون الرشید نے بھی محاصرے میں سختی پیدا کر دی تھی شہر پر اس نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے تھے یہاں تک کہ نسی فورس کو یقین ہو گیا تھا کہ جس طرح مسلمانوں نے محاصرے میں تنگی پیدا کرنی شروع کر دی ہے یہ سلسلہ جاری رہا تو شہر کے اندر نہ صرف یہ کہ اس کا لشکر بلکہ شہر کے لوگ بھی بھوکوں مر جائیں گے لہٰذا اس نے ایک خط ہارون الرشید کی خدمت میں روانہ کیا اپنے رویے کی معافی مانگی اپنی شکست کو تسلیم کیا اور ہارون الرشید کے ساتھ وعدہ کیا کہ جس طرح اس سے پہلے قسطنطنیہ کی ملکہ آئرین مسلمانوں کو خراج ادا کرتی تھی اسی طرح نسی فورس بھی باقاعدگی کے ساتھ اپنا خراج ادا کرتا رہے گا یہ شرائط طے ہونے کے بعد ہارون الرشید اپنے لشکر کے ساتھ واپس ہوا۔

واپسی کے سفر میں ایک روز ہارون الرشید نے دریائے فرات کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا وقت گزارنے کے لئے اس نے اپنے درباری شاعر ابن یوسف مکی کو طلب کیا جب وہ ہارون الرشید کے خیمے میں داخل ہوا تو ہارون الرشید نے کمال شفقت سے اس کی پذیرائی کی اپنے قریب بٹھایا پھر ابن یوسف مکی کو مخاطب کرتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

''ابن یوسف جس مقصد کیلئے گئے تھے اس کو ہم پا چکے ہیں قسطنطنیہ کے شہنشاہ کو ہم نے بدترین شکست دی ہے اور اسے خراج دینے پر مجبور کیا ہے وہ یہ خیال کرنے لگا تھا کہ ملکہ آئرین اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ہمیں خراج ادا کرتی رہی تھی اور یہ کہ اس کے خلاف بغاوت کرنے اور تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے بعد وہ ہمیں خراج ادا کرنے سے بچ جائے گا لیکن ہم نے ایسا نہیں ہونے دیا پہلی حالت کو ہم نے بحال رکھا ہے ابن یوسف اس خوشی میں مجھے کچھ سناؤ کہ وقت اچھا گزر جائے۔'' ابن یوسف مکی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''امیر المومنین کیا سننا پسند کریں گے۔'' جواب میں ہارون الرشید نے کچھ سوچا پھر کہنے

لگا۔

''ابن یوسف تم جانتے ہو کہ میں ابراہیم موصلی اور اس کے بیٹے اسحاق موصلی کو اعلیٰ پائے کا مغنی خیال کرتا ہوں کیا عربوں میں کوئی ایسا مغنی و شاعر بھی گزرا ہے جو ان سے اعلیٰ و بالا ہو۔'' جواب میں ابن یوسف مکی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''امیر المومنین ایک شاعر ایک مغنی گزرا ہے جس کی شہرت چار سو تھی اور وہ اپنے فن میں کمالیات کی حدود میں پہنچا ہوا تھا۔'' ابن یوسف کے ان الفاظ سے ہارون الرشید کی آنکھیں چمک اٹھیں کہنے لگا۔

''یہ معاملہ ہے تو ذرا مجھے اس مغنی کے حالات تو سناؤ میں سننا پسند کروں گا۔ اس طرح میرا وقت اچھا کٹ جائے گا۔'' جواب میں ابن یوسف مکی نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''امیر المومنین ابو عثمان سعید نام کا ایک نوجوان تھا یہ بنی نوفل کا ایک غلام تھا جو مکہ میں پیدا ہوا اور مکہ میں ہی تربیت پائی۔

اس کو بچپن سے گانے کی دھن تھی چنانچہ تعمیر خانہ کعبہ کے زمانے میں ابو عثمان سعید ایرانی مزدوروں کے راگ سنا کرتا تھا اور اپنی ذہانت سے ان کو عربی راگوں میں منتقل کرتا تھا انہیں راگوں کو ترتیب دینے کے بعد ایک روز ابو عثمان سعید قدیم عربی شاعروں کے اشعار نئی دھنوں میں گا رہا تھا کہ اس کے آقا نے اس کے گانے کو سنا۔

اس پر اس کے آقا نے اسے بلایا اور جو کچھ وہ گا رہا تھا دوبارہ گانے کی فرمائش کی جب وہ سن چکا تو اس کے گانے کو سن کر ایسا خوش ہوا کہ اس کے آقا نے ابو عثمان سعید غلام کو آزاد کر دیا۔

امیر المومنین آزادی کے بعد سعید شام گیا اور رومی یونانی مغنیوں کا شاگرد ہوا پھر شام سے عراق اور فارس گیا ان ممالک میں بھی اس نے موسیقی کی عملی تعلیم حاصل کی اور وہاں اس نے عود بجانا بھی سیکھا۔

تکمیل فن کے بعد دوبارہ اپنے شہر مکہ گیا اور روم فارس کی موسیقی میں جو غلطیاں تھیں ان کی اصلاح کی اور غیر ممالک کے نغمات کو اپنے گلے میں اتارا اور دن رات مشقت کرتا رہا۔

چنانچہ ابو عثمان سعید کی راگنیاں مشہور ہوئیں اب سعید کے مکان پر نوجوانوں کا جمگھٹا رہنے لگا لوگ اسے سننے کے لئے آتے امیر المومنین یہ دور بنو امیہ کے خلیفہ عبدالملک کا دور تھا چنانچہ سعید کی راگنیاں تو مقبول ہونے لگیں لیکن مکہ کے عادل نے دربار خلافت میں شکایت کی کہ سعید نوجوانوں کے اخلاق بگاڑ رہا ہے اور موسیقی کی روز بروز تربیت

ہوئے لوگوں کو اسی طرف مائل کر رہا ہے۔

امیر المومنین کہتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک نے خانہ کعبہ کا احترام کرتے ہوئے حکم دیا کہ سعید کی جائیداد ضبط کر لی جائے اور اسے اس کے پاس حاضر کیا جائے۔

چنانچہ مکہ کے عامل نے حکم کی تعمیل کی اور سعید بحالت تباہ و برباد دمشق پہنچ کر اپنے ایک جاننے والے قریشی سردار کے ہاں مہمان ہوا۔

اتفاق سے اسی دن قریشی سردار کی کسی کے ہاں دعوت تھی وہ اس ابو سعید عثمان کو بھی اپنے ساتھ لے گیا اس دعوت کی میزبان ایک پری جمال، مغنیہ تھی جس کا نام برق الافق تھا۔

ابو عثمان سعید نے چونکہ اپنی زندگی کا بڑا حصہ غلامی میں گزارہ تھا لہٰذا اس محفل میں بھی وہ ایک گوشہ میں سب سے الگ جا کر بیٹھ گیا اور اسی جگہ کھانا کھایا کچھ دیر بعد گانا شروع ہوا پہلے برق الافق کی دو کنیزوں نے اپنا کمال گانے میں دکھایا جب یہ گا چکیں تو برق الافق تخت اگر بیٹھی اس کی خوش جمالی سے سعید کی آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں اور برق الافق کی تعریف میں اس نے بلند آواز میں یہ برجستہ اشعار پڑھے۔

''میں نے کہا یہ آفتاب ہے یا کلیسا کا چراغ ہے جو پس پردہ نظر آ گئے ہیں یا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔'' کہتے ہیں کہ یہ شور سنتے ہی برق الافق چمک کر بولی کہنے لگی۔

صاحبو میرے حسن کی مدح کرنے کے لئے کیا یہ حبشی غلام ہی رہ گیا تھا برق الافق سعید کو جانتی نہیں تھی سعید چونکہ سیاہ رنگ کا تھا لہٰذا اس کا حلیہ دیکھتے ہوئے اسے اس نے سیاہ فام حبشی کہہ کے پکارا۔

سعید کی طرف دیکھتے ہوئے برق الافق نے مزید یہ کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ اب میرا گھر شریفوں کے لائق نہیں رہا اور ساز پٹخ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس پر حاضرین محفل کو بھی سعید کی یہ باتیں ناگوار گزریں اور خاموش رہنے کی ہدایت کی اور بڑی منت سماجت سے انہوں نے پھر برق الافق کو گانا گانے پر رضا مند کیا۔

امیر المومنین اس خوبصورت مغنیہ نے دو چار شعر ہی گائے ہوں گے کہ حاضرین محفل بے خود ہو گئے سعید نے بھی پھر اس کی تعریف کی کہنے لگا۔

''واہ بی بی کیا خوب گا رہی ہو۔'' برق الافق نے اس مرتبہ تحمل سے کام لیا اور اس کی اس تعریف کو برداشت کر گئی اس نے پھر ساز چھیڑا اور گانا شروع کیا کچھ دیر سعید چپ رہ کر سنتا رہا آخر ضبط نہ کر سکا انتہائی غصے اور غضبناکی میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور غصہ سے لال پیلا ہو کر بلند آواز میں بولا

''اری او حرام زادی تو غلط گا رہی ہے اس راگ کو اس طرح نہیں بلکہ یوں گاتے ہیں۔''

امیر المومنین پھر کیا تھا جو گانا مغنیہ گا رہی تھی وہ سعید نے خود گایا سعید کے گانے پر محفل میں سناٹا چھا گیا وہ خوبصورت اور حسین مغنیہ برق تڑپ کر اٹھی اور بولی۔

''خدا کی قسم یہ گانے والا استاد ابو عثمان سعید ہے۔'' راز فاش ہونے پر جلسہ کے لوگوں نے سعید کو اپنے برابر بٹھایا اور معذرت کی اب انہوں نے بھی اپنا حال سنایا اور جلسہ برخاست ہو گیا وہ مغنیہ اس سے پہلے سعید کے گانے کا چرچا اور شہرت تو سن چکی تھی لہٰذا جب سعید نے گایا تھا تو وہ پہچان گئی کہ یہ ابو عثمان سعید ہی ہو سکتا ہے۔

بہر حال مجلس جب ختم ہو گئی تو جس جگہ قریشی سردار کے ہاں ابو عثمان سعید نے قیام کیا ہوا تھا وہ اسے اپنے ہمراہ خلیفہ عبدالملک کے دربار میں لے گیا۔

خود وہ قریشی سردار تو عبدالملک سے ملنے شاہی قصر کے اندر چلا گیا لیکن مصلحتاً ابو عثمان سعید کمرے سے باہر کھڑکی کے نیچے بیٹھ گیا اور اپنے میزبان قریشی سردار سے کہا کہ میں اپنا تعارف امیر المومنین سے خود کراؤں گا تمہارے ساتھ اندر نہیں جاؤں گا۔

وہ قریشی سردار جب خلیفہ عبدالملک کے پاس جا کے بیٹھ گیا تب ابو عثمان سعید حرکت میں آیا ساری عمر چونکہ اس نے مکہ میں گزاری تھی عربوں کا مشہور راگ حدی گانے میں بھی وہ کمال رکھتا تھا عبدالملک بھی عرب تھا حدی کے رموز جانتا تھا لہٰذا اسے متاثر کرنے کے لئے ابو عثمان سعید نے حدی خوانی شروع کی خلیفہ عبدالملک اپنے دیس کا راگ سن کر چونک اٹھا۔ اور پوچھا۔

''کون گا رہا ہے؟'' تب اس قریشی سردار نے خلیفہ کے سامنے ابو عثمان سعید کا ذکر کیا اس انکشاف پر خلیفہ عبدالملک نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کی فرمائش پر ابو سعید نے دو تین راگ سنائے۔

جب گانا ہو چکا تو عبدالملک نے حال پوچھا تب سعید نے اپنی داستان غم سنا دی۔

امیر المومنین کہتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک نے ابو عثمان سعید کی ساری جائیداد اسے واپس کرنے کا حکم دیا اور اسے بے شمار مال و دولت اور انعامات سے نوازتے ہوئے رخصت کیا۔

امیر المومنین ابو عثمان سعید کو میں ابراہیم موصلی اور اسحاق موصلی پر اس لئے فوقیت دیتا ہوں کہ ابو عثمان کے سامنے عربی موسیقی یا گانے کا کوئی عمدہ نمونہ یا راگ نہ تھے جنہیں استعمال کیا جاتا اس نے سب راگ مختلف علاقوں میں شہروں سے دھکے کھاتے ہوئے سیکھے اور گائے جبکہ ابراہیم موصلی اور اسحاق موصلی کے سامنے ایسے بہت سے نمونے پہلے سے تھے

جن سے وہ مستفید ہو سکتے تھے۔

امیر المومنین اس کے علاوہ ابو عثمان کو یہ فوقیت بھی جاتی ہے کہ وہ ...... '' شاعر ابو یوسف یہیں تک کہنے پایا تھا کہ خیمے کے دروازے پر ہارون الرشید کا حاجب فضل بن ربیع نمودار ہوا وہ کچھ پریشان تھا اسے دیکھتے ہوئے شاعر ابو یوسف خاموش ہی رہا پھر فضل بن ربیع خیمے میں داخل ہوا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ہارون الرشید نے اسے مخاطب کیا۔

''ابن ربیع کیا معاملہ ہے میں دیکھتا ہوں تمہارا چہرہ پریشانیوں فکرمندیوں کی عکاسی کرتا ہے کہو کیا بات ہے۔ کیا کہیں سے کوئی بری خبر آئی ہے۔'' اس پر فضل بن ربیع کہنے لگا۔

''امیر المومنین آپ کا اندازہ درست ہے میں آپ کی خدمت میں دو بری خبریں لے کے آیا ہوں پہلی یہ کہ آرمینیا میں ہمارا والی یزید بن غزوان مر چکا ہے۔'' یہ خبر سن کر ہارون الرشید تھوڑی دیر تک غم و تفکر میں اپنی گردن کو جھکائے بیٹھا رہا پھر فضل بن ربیع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''فضل بن ربیع یزید بن غزوان کے مرنے کا مجھے بے حد دکھ ہے احکامات جاری کرو کہ اس کے بعد عارضی طور پر اس کا بیٹا آرمینیا کے سارے معاملات کو سنبھال لے اس کے بعد میں فیصلہ کروں گا کہ آرمینیا میں کسے مستقل حاکم مقرر کیا جائے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکا پھر فضل بن ربیع کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب دوسری خبر کہو جو تم لے کر آئے ہو۔'' جواب میں فضل بن ربیع ہارون الرشید کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''امیر المومنین دوسری خبر نہایت اہمیت کی حامل ہے اس لیے کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نسی فورس نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے اور ہرقلیہ شہر میں محصور ہونے کے بعد اس نے جو وعدے کیے تھے وہ ان سے پھر گیا ہے اپنے وعدوں سے پھرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت وہ ہرقلیہ شہر میں محصور ہوا تھا اسی وقت اس نے اپنے تیز رفتار قاصد بلغاریوں کے خاقان کی طرف روانہ کیے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف وہ اس کی مدد کرے بلغاری خاقان وقت پر تو اس کی مدد کو نہ پہنچ سکا لہٰذا اس نے ہم سے خراج دینے کا وعدہ کر لیا لیکن ہمارے وہاں سے کوچ کرنے کے چند دن بعد بلغاریوں کا خاقان بلغاریوں کے ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر نسی فورس کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے اور اس کے آنے کی وجہ سے نسی فورس نے انکار کر دیا ہے کہ وہ کسی بھی صورت مسلمانوں کو خراج ادا نہیں کرے گا بلغاریوں کے آ ملنے سے نسی فورس کو یہ امید ہو گئی ہے کہ وہ اب جنگ کی صورت میں

مسلمانوں سے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائے گا۔'' حاجب فضل بن ربیع کے ان الفاظ پر ہارون الرشید کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر وہ طنزیہ سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''لگتا ہے قسطنطنیہ کا بادشاہ نسی فورس پاگل ہو گیا ہے یا اسے حماقت کے دورے پڑنے لگے ہیں اگر وہ خیال کرتا ہے کہ بلغاریوں کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد وہ ایک بہت بڑی قوت اور طاقت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور ہمیں اپنے سامنے زیر و مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جائے گا تو یہ اس کے ذہن کا دھوکہ اور فریب ہے یہی دھوکہ اور فریب اس سے پہلے خزر کے خاقان شالی کو بھی ہوا تھا اور ابھی ہم اپنے پورے لشکر کے ساتھ اس کے خلاف حرکت میں بھی نہیں آئے بلکہ اکیلے اسمٰعیل بن قاسم نے اس کی ساری جرات مندی اس کی ساری مردانگی اس کی ساری شجاعت کے قاعدے کلیے سب ادھیڑ پھاڑ کے رکھ دیئے اور اب میرے خداوند نے چاہا تو بلغاریوں کی حالت خزر کے خاقان شالی سے بھی زیادہ بدتر اور ہولناک ہو کے رہے گی۔'' یہاں تک کہنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید لمحہ بھر کے لئے خاموش رہا پھر دوبارہ اپنے سامنے اپنے حاجب فضل بن ربیع کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن ربیع ان مخبروں کو بلاؤ جو قسطنطنیہ کے بادشاہ نسی فورس سے متعلق خبریں لے کے آئے ہیں۔'' اس پر فضل بن ربیع باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا مخبروں کو وہ ساتھ لے کر آیا تھا اور انہیں ہارون الرشید کے سامنے کھڑا کر دیا۔

ہارون الرشید ان سے سوال کرتا رہا اور ان کے جوابات تفصیل سے سنتا رہا جب ساری اطلاعات ان سے حاصل کر چکا تب اس نے ان مخبروں کو جا کر آرام کرنے کا حکم دیا اور فضل بن ربیع کی طرف دیکھتے ہوئے وہ رعب دار آواز میں بول اٹھا فضل بن ربیع وقت ضائع کیے بغیر سارے سالاروں کو کہو کہ میرے خیمے میں حاضر ہوں۔

ہارون الرشید کا یہ حکم سن کر فضل بن ربیع خیمے سے نکل گیا تھا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد لشکر کے سارے سالار ہارون الرشید کے خیمے میں جمع ہو گئے تھے۔

سالاروں کے آنے سے پہلے چونکہ شاعر ابن یوسف ہارون الرشید کے خیمے میں ہی بیٹھا ہوا تھا لہٰذا کچھ سالاروں کے کہنے پر اس موقعہ پر اس نے ہارون الرشید کے سامنے چند اشعار کہے جن مطلب کچھ اس طرح تھا۔

''امیر المومنین سے جو معاہدہ نسی فورس نے کیا اس کو توڑ ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس پر

مصیبتیں چھا رہی ہیں امیر المومنین کو یہ خوشخبری سنا دو کہ نسی فورس کے مقابلہ میں جو فتح ہوئی ہے وہ خداداد ہے۔"

دراصل ایسے اشعار ہارون الرشید کو سنا کر شاعر ابن یوسف ہارون الرشید کو نسی فورس کے خلاف کر کے اس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہا تھا۔

بہر حال جب سارے سالار ہارون الرشید کے سامنے جمع ہو گئے تب مخبر جو خبریں لائے تھے ان کی تفصیل ان سے کہی اس کے بعد قاصدوں نے بلغاریوں اور نسی فورس کے متعلق جو تفصیل بتائی تھی اس پر مزید گفتگو کرتے ہوئے ہارون الرشید کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیزو! ہمارے لیے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ اس سے پہلے نسی فورس کے مقابلے میں خداوند قدوس نے ہمیں شان دار فتح عطا کی اور ہماری ضربوں کی تاب نہ لاتے ہوئے نسی فورس ہرقلیہ شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہوا اور پھر ہماری شرائط کے مطابق ہم سے معاہدہ کیا۔

اب وہ شاید یہ سمجھنے لگ گیا ہے کہ بلغاریوں کو ساتھ ملانے کے بعد وہ ہمارے لئے ناقابل تسخیر ہو جائے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔

جو مخبر یہ خبریں لے کے آئے ہیں انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ پہلے بلغاریوں کا خاقان اپنے پورے لشکر کے ساتھ نسی فورس کے پاس آیا ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے اس سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی پھر بلغاریوں کے خاقان نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک حصہ اپنے سالار کی سرکردگی میں اس نے ہرقلیہ شہر کے نواح میں گھات میں بٹھا دیا ہے جبکہ لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ وہ نسی فورس سے پہلو بہ پہلو ہم سے مقابلہ کرے گا اور اس کا خیال ہے کہ وہ ہمیں مار بھگانے اور شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔" ہارون الرشید نے چند لمحے خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر ابراہیم بن قاسم کی جانب دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"ابن قاسم میں تمہیں اور تمہارے ساتھ ایک دوسرے سالار کو انتہائی اہم مہم سونپنا چاہتا ہوں تمہارے ساتھ اس مہم میں یزید بن علسہ ہو گا جو مخبر نسی فورس سے متعلق خبریں لے کے آئے ہیں ان میں سے کچھ تم دونوں کی راہنمائی کریں گے یہاں سے پورے کا پورا لشکر ایک ساتھ کوچ کرے گا اور نسی فورس کی طرف بڑھے گا نسی فورس کے قریب جا کر لشکر کے ایک حصے کے ساتھ تم اور یزید بن علسہ علیحدہ ہو جانا مخبر تمہاری راہنمائی کریں گے تم دونوں بلغاریوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہونا جسے گھات میں بٹھایا گیا ہے اتنی دیر تک میں باقی لشکر

کے ساتھ نسی فورس اور بلغاریوں کے خاقان کے سامنے جا کے خیمہ زن ہوں گا بلغاریوں نے اپنا لشکر جو گھات میں بٹھایا ہے اس سے نمٹنے کے بعد تم مجھ سے آ ملنا اور اگر تمہاری آمد سے پہلے بلغاریوں اور قسطنطنیہ والوں کے ساتھ ہماری جنگ کی ابتدا ہو گئی ہو تو پھر تم دشمن کی پشت پر یا اس کے ایک پہلو پر ضرب لگا کر ان کی شکست کو یقینی بنانے کی کوشش کرنا۔

مجھے امید ہے کہ بلغاریوں کا لشکر جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے اسے تم آسانی سے شکست دینے مار بھگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور پھر جب تم پشت کی طرف سے یا کسی پہلو کی طرف سے نسی فورس اور بلغاریوں پر حملہ آور ہو گے تو وہ یہی خیال کریں گے کہ مسلمانوں کو کہیں سے کمک پہنچ گئی ہے اس طرح ان میں مزید بزدلی اور بے حوصلگی چھا جائے گی۔

اس بار نسی فورس کو کڑی سزا دینی ہے ہم نے پہلے رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے سارے علاقے اسے واگزار کر دیئے تھے لیکن لگتا ہے کہ ہماری رحمدلی ہمارا تعاون اسے پسند نہیں آیا ساتھ ہی جو اسے بلغاریوں کی طرف سے مدد اور کمک مل گئی ہے تو اس کمک نے اس کا دماغ اور زیادہ خراب کر دیا ہے وہ یہ خیال کرنے لگ گیا ہے کہ ہر صورت میں وہ ہمیں زیر کر لے گا لیکن ہم نے اس پر ثابت کرنا ہے کہ ہمارے لشکریوں کی تعداد کم ہی سہی لیکن کم تعداد ہونے کے باوجود ہم ان پر حاوی ہونے کا ہنر جانتے ہیں۔ پیش قدمی کرتے ہوئے دور تک نسی فورس کے علاقوں میں یلغار کرنے کے بعد اس پر بھرپور وار کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکا پھر اسمٰعیل بن قاسم اپنی جگہ پر اٹھا اور ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"امیر المومنین میرے لئے یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے کہ آپ مجھے بلغاریوں پر ضرب لگانے کی مہم سونپ رہے ہیں امیر المومنین اگر آپ برا نہ مانیں تو اس موقع پر میں آپ سے یہ گزارش کروں۔" ہارون الرشید مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ابن قاسم تم میرے لشکر میں صرف سالار ہی نہیں بلکہ تمہاری حیثیت بیٹے جیسی ہے دیکھو تمہیں کچھ کہنے کے لئے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔" جواب میں اسمٰعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"امیر المومنین! آپ نے اپنی گفتگو کے دوران انکشاف کیا کہ یزید بن علسہ اس مہم میں ایک نائب کی حیثیت سے میرے ساتھ ہو گا کیا ایسا ممکن نہیں کہ جو لشکر گھات میں بیٹھے بلغاریوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہو گا اس کی کمان داری یزید بن علسہ کو سونپ دی جائے امیر المومنین یہ عمر سے مجھ سے بڑا ہے اور پھر جنگوں میں اس کا تجربہ بھی مجھ سے کہیں

زیادہ ہے۔ امیر المومنین یزید بن علقمہ کا تجربہ اور اس کی عمر کو دیکھتے ہوئے آپ اسے اس لشکر کا سالار بنائیں اور مجھے اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ کر دیں تو یہ میرے لیے ایک بہت بڑی سعادت ہو گی۔'' جب تک اسمٰعیل بن قاسم بولتا رہا ہارون الرشید مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی یزید بن علقمہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر المومنین میں اسمٰعیل بن قاسم کی اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا امیر المومنین لشکر کا سالار وہی اچھا جو عقل کی عماری پر بیٹھ کر روشنی تمناؤں کو مسکراتے لمحوں میں تبدیل کر دے کمان دار وہی اچھا جو ستم کی برسات جبر کے موسموں صحراؤں کی وحشت میں کھڑا ہو کر دریاؤں کی طغیانیوں کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اٹھتے اعصابی ہیجان کی طرح اپنی گرفت میں کر لے جو وحشت قلب کی دل فگاری کو اپنی مٹھی میں بند کر کے اپنا تابع فرمان کرے امیر المومنین یہ کام اسمٰعیل بن قاسم مجھ سے بہتر کر سکتا ہے۔ امیر المومنین سالار وہی اچھا جو ظلمت شب کے بانی اور ہوس کے پرستاروں کے خلاف خزاں کے بجتے دف غم کی یلغار اور آندھیوں سے نکھے نصیب کی طرح حرکت میں آتے ہوئے ان پر موت کا سکوت دوام طاری کر دے۔

امیر المومنین سالار وہی اچھا جو دشمن کے روبرو ہو تو اپنے اندر کی نئی سحر کاری سے دشمن کے الم کے سارے مداووں کو بے برہم زخموں میں تبدیل کرے بربادی کی علامت بن کر اپنے دشمن کو مفلسی کے غبار کی طرح اڑا کے رکھ دے۔ امیر المومنین یہ کام بھی ابن قاسم مجھ سے بہتر انداز میں کر سکتا ہے لہٰذا میں آپ سے التماس اور گذارش کروں گا کہ جو لشکر گھات میں بیٹھے بلغاریوں پر حملہ آور ہونے کے لئے مقرر کیا جائے اس کا سالار اسمٰعیل بن قاسم کو مقرر کیا جائے اور مجھے اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ رکھا جائے۔

امیر المومنین جہاں تک عمر بڑی ہونے کا تعلق ہے تو ہمارے لشکر میں کئی ایسے لشکر ہوتے ہیں جو عمر میں ہم سے کافی بڑے ہوتے ہیں لیکن وہ بڑے خلوص اور بڑی خوشی کے ساتھ ایک عام اور گمنام لشکری کی حیثیت سے لشکر میں اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

جہاں تک تجربے کا تعلق ہے تو میں ابن قاسم کی اس تجویز سے بھی اتفاق نہیں کرتا اس کا تجربہ بھی مجھ سے زیادہ ہے مجھ سے زیادہ جنگوں میں یہ حصہ لے چکا ہے بڑے لشکروں کی کمان داری کر چکا ہے اور پھر اس نے جو آرمینیا میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے امیر المومنین ان کارناموں کے سامنے تو میری زندگی کا سارا ہی عسکری خزانہ ہیچ اور کم تر ہو کر رہ

جاتا ہے ان سب عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے میں آپ سے خلوص نیت سے التجا کروں گا کہ لشکر کا سالار اعلیٰ اسمٰعیل بن قاسم اور مجھے اس کا نائب مقرر کیا جائے۔ رہا سوال عمر اور تجربے کا تو اس کی اہمیت زیادہ نہیں ہے۔ ایک خاتون کی پکار پر ایک سترہ سالہ لڑکے ابن قاسم نے ہندوستان سرزمینوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ حالانکہ اس کے ماتحت سالار عمر میں اس سے بڑے تھے۔'' یزید بن علقمہ جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک ہارون الرشید مسکراتا رہا سوچتا رہا پھر اپنے دیگر سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''عزیزان من جو گفتگو اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن علقمہ کے درمیان ہوئی ہے اس سے میرا دل بے حد خوش ہوا ہے اور مجھے ایک ذہنی اور قلبی سکون ملا ہے کہ میرے سالاروں میں اتنا جذبہ اور اتنی بڑی قربانی دینے کا حوصلہ ہے کہ وہ اتنے بڑے درجے کے لئے اپنے ساتھیوں کے حق میں دست بردار ہو سکتے ہیں عزیزو بلغاریوں کے طریقہ جنگ سے تم بھی واقف ہو میں تم سے بھی مشورہ کرتا ہوں کہ تم سب کیا چاہو گے کسے سالار مقرر کیا جائے۔'' جواب میں تقریباً سارے ہی سالاروں نے جب اسمٰعیل بن قاسم کے لئے اپنی رائے کا اظہار کیا تب ہارون الرشید اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن قاسم میں نے جو تمہارے حق میں فیصلہ دیا تھا وہ درست ہی تھا اب یزید بن علقمہ تمہارے حق میں دست بردار ہو چکا ہے تم اسے سالار مقرر کرانا چاہتے تھے اس کے بعد تم نے اپنے ساتھی سالار کو بھی دیکھا کہ اس مہم کے لئے وہ تمہیں ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس لشکر کا سالار اعلیٰ تم ہی ہو گے یزید بن علقمہ ایک نائب کی حیثیت سے تمہارے ساتھ ہو گا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید لمحہ بھر کے لئے رکا کچھ سوچا پھر وہ اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''لشکر یہاں سے تھوڑی دیر تک کوچ کرے گا سارا لشکر ایک ساتھ یہاں سے پڑاؤ ختم کر کے واپسی کے سفر پر روانہ ہو گا راستے میں آدھی رات کے قریب ابن قاسم اور یزید بن علقمہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اس سمت روانہ ہوں گے جہاں بلغاریوں نے گھات لگا رکھی ہے جو مخبر ان سے متعلق تفصیل لے کے آئے ہیں وہ ان کی راہنمائی کریں گے۔ علیحدہ ہونے سے پہلے نسی فورس کے علاقوں میں دور دور تک یلغار اور تر کتاز کی جائے گی۔

میرے عزیزو! ایک بات یاد رکھنا جو بلغاری گھات میں بیٹھے ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ جب ہماری نسی فورس اور بلغاریوں کے خاقان سے جنگ شروع ہو گی تو کسی مناسب موقعہ پر وہ اپنی گھات سے نکل کر ہمارے لشکر پر ضرب لگائیں گے اور نسی فورس کے لئے

فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن خداوند نے چاہا تو ہم انہیں ایسا کوئی موقعہ نہیں دیں گے۔ رات کی گہری تاریکی میں جب اسمٰعیل بن قاسم اپنے لشکر کو لے کر علیحدہ ہو جائے گا تو باقی لشکر کو لے کر میں اور دوسرے سارے سالار نسی فورس کا رخ کریں گے اور نسی فورس کے سامنے پڑاؤ کریں گے اگر نسی فورس فوراً جنگ کی ابتدا کرنا چاہے تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور اگر وہ پڑاؤ کیے رہے اور ہمارے ردعمل کا انتظار کرے تو ہم اس وقت تک خاموش رہیں گے جب تک گھات لگا کر بیٹھنے والے بلغاریوں کا خاتمہ کرنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن عطسہ اپنے لشکر کو لے کر ہم سے نہیں آملتے جب وہ ہم سے آملیں گے تو ہم جنگ کی ابتدا کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔"

ہارون الرشید کی تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تھا پھر وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھوڑی دیر بعد لشکر نے واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔

☼......☼

متحدہ لشکر نے دریائے فرات کے کنارے سے واپسی کا سفر شروع کیا تھا واپسی شروع کرنے سے پہلے اسمٰعیل بن قاسم نے ان مخبروں سے رابطہ قائم کیا تھا جنہوں نے گھات لگائے بلغاری لشکر کی طرف اس کی راہنمائی کرنی تھی اور اس بلغاری لشکر کے مکمل محل وقوع اور ان کے آس پاس کے علاقے کی کیفیت کو اس نے پوری طرح جان لیا تھا اس کے بعد دشمن کے علاقوں میں ترکتاز شروع ہوئی تھی۔

ایک روز آدھی رات تک پورے لشکر نے متحد رہ کر سفر کیا اس کے بعد ہارون الرشید اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ لشکر کا بڑا حصہ لے کر اس طرف بڑھا جہاں نسی فورس اور بلغاریوں کا خاقان اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھے جبکہ اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن عطسہ رات کو گہری تاریکی میں گھات لگانے والے بلغاری لشکر کا رخ کر رہے تھے۔

اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن عطسہ نے بڑی راز داری کے ساتھ سفر جاری رکھا چونکہ انہوں نے ان بلغاریوں پر حملہ آور ہونا تھا جنہوں نے گھات لگا رکھی تھی اور گھات لگانے کا مقصد اور مدعا یہ تھا کہ جس وقت نسی فورس اور بلغاریوں کے خاقان کی مسلمان لشکریوں کے ساتھ جنگ کی ابتدا ہو جائے گی تو وہ کوئی مناسب موقعہ جان کر اچانک کسی سمت سے نمودار ہوں گے اور مسلمانوں کے لشکر بھی اس طرف سے ضرب لگاتے ہوئے نسی فورس کی فتح اور مسلمانوں کی شکست کو یقینی بنانے کی کوشش کریں گے۔

سفر چونکہ رات کے وقت کیا جاتا دن کا حصہ کہیں گھات میں گزار دیا جاتا اس طرح ایک روز عشاء کے بعد ایک جگہ اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے لشکر کو روک دیا اس موقعہ پر اسے مخاطب کرتے ہوئے یزید بن عطسہ کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے ساتھ سفر کرنے والے مخبروں کو مخاطب کیا اور ان سے پوچھا۔

"میرے عزیزو! اب یہ بتاؤ کہ بلغاریوں کا لشکر یہاں سے لگ بھگ کتنی دور ہوگا تمہاری راہنمائی میں یہاں تک تو ہم پہنچ چکے ہیں لیکن ان پر ضرب لگانے سے پہلے میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔" اس پر راہنماؤں نے آپس میں صلاح مشورہ بھی کیا پھر ایک ان کی

نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر ابن قاسم وہ جگہ یا یوں کہیں، وہ کوہستانی سلسلہ جہاں بلغاری لشکر نے گھات لگا رکھی ہے یہاں سے دو فرلانگ سے زیادہ نہیں ہو گا۔'' مخبر جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خاموش رہ کر اسمٰعیل بن قاسم سوچتا رہا پھر رات کی گہری تاریکی میں یزید بن علسہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''ابن علسہ میرے محترم بھائی دشمن سے نمٹنے کے لئے میرے ذہن میں ایک طریقہ کار ہے اس موقعہ پر میرے بھائی تم دشمن پر ضرب لگانے کا اگر کوئی طریقہ اپنے ذہن میں رکھتے ہو تو کہو اس پر عمل کیا جائے اس لیے کہ......'' اسمٰعیل بن قاسم اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے بیچ میں یزید بن علسہ بول پڑا اور کہنے لگا۔

''ابن قاسم میرے عزیز بھائی تم میری عزت کرتے ہو اور میرا احترام کرتے ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی میرے لیے ایک سعادت ہے اس کے لئے میں تمہارا شکرگزار اور ممنون ہوں لیکن میرے بھائی یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ میں تمہارا نائب ہوں آخری فیصلہ تم نے کرنا ہے اگر تمہارے ذہن میں کوئی لائحہ عمل ہے تو میرے بھائی وہ کہو اگر میں نے دیکھا کہ میں اس میں کوئی بہتر اضافہ کر سکتا ہوں تو ضرور بولوں گا۔'' اسمٰعیل بن قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ابن علسہ میرے بھائی! مخبروں نے بتایا کہ جس کوہستانی سلسلے کے اندر بلغاریوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہاں سے تین راستے نکلتے ہیں ایک بڑی شاہراہ والا راستہ ہے جس سے وہ نکل کر ہمارے لشکر پر ضرب لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم نے اس سمت کا رخ نہیں کرنا اس لئے کہ اس سمت کے بالکل سامنے نسی فورس اور بلغاریوں کا خاقان پڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے باقی دو راستے جو ہیں مخبروں کے مطابق ایک پشت کی طرف سے اس جگہ داخل ہوتا ہے اور ایک پہلو کی طرف سے، عزیز بھائی میں چاہتا ہوں کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں آدھا تمہارے پاس آدھا میرے پاس میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر پشت کی جانب سے داخل ہونے والے راستے کا رخ کروں گا اور وہاں سے میں حملہ آور ہونے کی ابتدا کروں گا۔

جب میں بلغاریوں پر حملہ آور ہوں گا تو اس کا ایک ہی نتیجہ نکلے گا وہ یہ کہ بلغاری سارے کے سارے سمٹ کے میری طرف بڑھیں گے چونکہ ہم امیر المومنین کے لشکر سے آدھی رات کے وقت علیحدہ ہوئے تھے اور دن کے وقت ہم سفر نہیں کرتے رہے صرف

رات کے وقت ان علاقوں کی طرف ہم نے پیش قدمی کی ہے لہٰذا مجھے امید ہے کہ بلغاری ہماری آمد سے آگاہ نہیں ہوں گے۔

جب وہ پوری طرح میری طرف سمٹیں گے مجھ پر کارروائی کرنے کیلئے حملہ آور ہوں گے تو تم اپنے مخبروں کی راہنمائی میں ایک پہلو سے کوہستانی سلسلے کے اندر داخل ہونے والے راستے سے اس میدان میں گھسنا جہاں بلغاریوں نے گھات لگا رکھی ہے۔

میرے عزیز بھائی! جب تم کوہستانی سلسلے کے ویرانے میں داخل ہو گے تو تمہارے سامنے جو صورت حال ہو گی وہ کچھ اس طرح کہ دشمن کی پشت تمہاری جانب ہو گی اس لیے کہ دشمن پوری طرح سمٹ کر مجھ پر حملہ آور ہو چکے ہوں گے یا میری طرف مزاحمت کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے ایسی صورت میں اگر تم پشت کی جانب سے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہو گے تو اس کے دو نتائج ہمارے حق میں بہتر ہوں گے۔

پہلا یہ کہ مجھ پر بلغاریوں کا زور کم ہو جائے گا اور میں پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنی ضربوں کا نشانہ بناؤں گا۔ دوسرا یہ کہ بلغاری یہ محسوس کریں گے کہ مسلمانوں کے کئی لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے ان علاقوں میں پہنچ چکے ہیں لہٰذا ایک طرح سے ان میں بددلی اور بدحوصلگی پھیلے گی اور اس سے ہم پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم خاموش رہا پھر وہ دوبارہ یزید بن علسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن علسہ میرے بھائی! جب ہمارے دو طرفہ حملوں سے دشمن اپنے اندر شکست و ریخت محسوس کرے گا جب وہ ہو جائے گا اور رات کی گہری تاریکی میں شب خون اسی طرح جاری رہا تو ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو جائے گی تو یاد رکھنا وہ بھاگ کر اپنے دوسرے لشکر سے جا ملنے کی کوشش کرے گا اب بھاگنے کے لئے وہ تیسرا راستہ اختیار کرے گا جس طرف نسی فورس ان کے خاقان نے پڑاؤ کیا ہوا ہے اس لئے کہ نسی فورس اور خاقان کا پڑاؤ اس جگہ سے جہاں بلغاریوں نے گھات لگا رکھی ہے لگ بھگ دو میل کے فاصلے پر ہو گا اب جب بلغاری ہمارے شب خون سے شکست خوردہ ہو کر بھاگیں گے تو اس دو میل کے راستے میں ہم نے پوری طاقت اور قوت سے ان کا تعاقب کرنا ہے اور ان کی تعداد کم کرنے کے لئے اپنا پورا زور صرف کر دینا ہے چونکہ اس موقع پر ہمارے مخبر ہماری راہنمائی کر رہے ہوں گے لہٰذا جب وہ بتائیں گے کہ دشمن کے بڑے حصے کا پڑاؤ قریب آ گیا ہے تب ہم علیحدہ ہوں گے اور دائیں جانب سے ہوتے ہوئے امیر المومنین سے جا ملیں گے میرے بھائی یہ

میرا طریقہ کار ہے یہی تجویز اس وقت میرے ذہن میں ہے اس میں اگر کوئی تبدیلی کرنا چاہو تو میرے بھائی میں سمجھتا ہوں میں اسے تمہاری طرف سے اپنے لیے راہنمائی خیال کروں گا۔" اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تب رات کی گہری تاریکی میں یزید بن علقمہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ابن قاسم میرے بھائی نہ میں اس میں کوئی ترمیم کرنا چاہتا ہوں اور نہ تبدیلی جو طریقہ کار تم نے وضع کیا ہے یوں جانو یہ میرے لیے بالکل آخری انتہائی مناسب اور عسکری اصولوں کے عین مطابق ہے اس موضوع پر اب جانو کہ میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔" یزید بن علقمہ کے اس جواب سے اسمٰعیل بن قاسم خوش اور مطمئن ہو گیا تھا اور وہیں انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اپنے مخبروں کی راہنمائی میں دونوں کوہستانی سلسلے کے ان مختلف دروں کی طرف بڑھے جن کے ذریعے وہ کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر دشمن پر شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کر سکتے تھے۔

رات شاہراہوں اور راستوں پر مکانوں اور بازاروں میں گلیوں اور کوچوں میں اپنی خواہشوں کی گٹھڑی اٹھائے بھاگتی چلی جا رہی تھی گہری نیند نے جسم و روح کی جدائی کا ایک تماشہ کھڑا کر رکھا تھا خاموشیاں قضا کی رقاصہ آنکھوں میں رقص کرنے لگی تھیں وقت مسکراتے ہوئے رونما ہونے والے حالات کا جائزہ لے رہا تھا فضاؤں کے اندر یاس و خوف کو اثاث البیت بنانے والے اندیشے تاک جھانک کرنے لگے تھے موت و مرگ کے لشکر لیے تنگ و تکبع کو زندگی کا نصاب اور خونی تعبیریں زیست کو اپنا ہدف بنانے لگی تھیں۔

یزید بن علقمہ کوہستانی سلسلے کے اس درے کے قریب آن رکا تھا جس کے اندر داخل ہو کر اس نے اسمٰعیل بن قاسم کے حملہ آور ہونے کے بعد دشمن کے لشکر کی پشت پر ضرب لگانے کی ابتدا کرنی تھی۔

جبکہ اسمٰعیل کوہستانی سلسلے کے اس شرقی درے کی طرف گیا تھا جس میں سے ہوتے ہوئے اس نے اپنے شب خون کی ابتدا کرنی تھی۔

وہ ایک وسیع و عریض وادی تھی جس کے اندر بلغاریوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا بلغاری بڑے محتاط تھے ان کے لشکر کا ایک حصہ آرام کر رہا تھا دوسرا گہری نیند سویا ہوا تھا جاگنے والا حصہ بالکل مستعد اور چوکنا تھا ایسے میں اسمٰعیل اپنی کارروائی کی ابتدا کر چکا تھا۔

شب خون مارنے کے لئے وہ شرقی درے سے کوہستانی سلسلوں میں داخل ہوا پھر بڑی تیزی سے اس کوہستانی وادی میں داخل ہوا جہاں بلغاریوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا پھر وقت کی

آنکھ نے دیکھا اسمٰعیل بن قاسم دیکھتے ہی دیکھتے بڑی برق رفتاری سے بلغاریوں پر بپھرے موسموں کی زمینوں سے نکل کر اپنی تقدیر کی تحریریں تلاش کرتے طوفانوں تعبیر کی ساری زمین بے کنار مہتاب خواہشوں ذات کی اندرونی دنیا کی ساری سطحوں احساسات و جذبات کی ساری پرتوں تک کو مخدوش و خستہ آواز میں تبدیل کر دینے والے نئے انداز کو فسوں کاری کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

بلغاریوں کا وہ حصہ جو جاگ رہا تھا اس نے بھی فوری کارروائی کی اور وہ بھی ردعمل کے طور پر اسمٰعیل کے لشکر پر درندگی سفاکی وحشت و ستم آرائی بستیاں ویران شہر کھنڈر کر دینے والے لا انتہا جور اغیار اور ویرانیاں پھیلاتے گرداب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اتنی دیر تک بلغاریوں کے لشکر کا وہ حصہ جو سو رہا تھا آرام کر رہا تھا وہ بھی جاگ اٹھا انہوں نے بھی اپنے آپ کو مسلح کرتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کر دی تھی یوں کوہستانی سلسلے کے اندر موت کا شور دوام بربادیوں کی علامتیں چیختی چلاتی قضا آسیبی سائے اور خوف کی اڑتی آندھیوں کے علاوہ وحشت پھیلاتی بے کنار گونجیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

جس وقت بلغاریوں کا پورا لشکر بری طرح اسمٰعیل بن قاسم سے مصروف پیکار تھا اور ان کی پشت یزید بن علقمہ کی طرف تھی تب یزید بن علقمہ نے اپنے کام کی ابتدا کی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آیا اور بلغاریوں کی پشت پر نمودار ہوتے ہوئے نفس کی ذلت و پستی کا باعث بنتی اندھیری راتوں کی پرچھائیوں موجوں کے تلاطم اضطراب کے جوش خواہشوں سے بھرپور سانسوں اور تمناؤں کی شیشہ گری کو مسمار کرتی وحشی ہواؤں کے رقص سے دمادم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کوہستانوں سے گھری ان وادیوں کے اندر اب برہنہ شیطانی قہقہے اٹھ کھڑے ہوئے تھے زہر آگہی سلگتے لمحے ہر سو ناچ اٹھے تھے مرگ کی آگ کے سیلاب میں اجالوں کی نیت لہو لہو آوازوں کی دیواریں خون آلود اور انسانیت کی دھوپ کی مانند ہونے لگی تھیں۔

کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی بلغاریوں نے فوری کارروائی کرتے ہوئے لشکر کے پشتی حصے کو یزید بن علقمہ سے مصروف کار کر دیا تھا باقی لشکر اسمٰعیل کے سامنے ہی جما رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ اسمٰعیل ایک صف سے دوسری صف دوسری سے تیسری صف میں جست خیز کرتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

بلغاریوں نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ اسمٰعیل بن قاسم ان کی صفوں کو ادھیڑتا چلا

جا رہا ہے اور بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم ہوتی چلی جا رہی ہے اس بنا پر یزید بن علسہ کے سامنے سے کچھ لشکریوں کو ہٹا کر بڑی تیزی سے اسٰمعیل کی طرف منتقل کرتے چلے جا رہے تھے جس کا نقصان انہیں یہ ہوا کہ یزید بن علسہ پر ان کا دباؤ کم ہو گیا اور اس نے ان کی صفوں کے اندر گھس کر تباہی اور بربادی کا کھیل شروع کر دیا تھا۔

اب کوہستانی سلسلے کی گہری وادی کے اندر بلغاریوں کی حالت بڑی تیزی سے جور و ظلم کی کئی زنجیروں ہوکتے جنگل اور گونگی منطق میں سرگرداں مقدر کی نحوست، ستم و اعتاب میں پھنسے تصورات کے گرداب اور روتی خزاں رتوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو چکی تھی۔

دوسری جانب اسٰمعیل بن قاسم یزید بن علسہ اور ان کے لشکریوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کے مقابلے میں بلغاریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو رہی ہے اور وہ افراتفری کے علاوہ آہستہ آہستہ بدنظمی کا بھی شکار ہوتے جا رہے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے حملوں میں مزید جارحیت اور تیزی پیدا کر دی اور پھر اسٰمعیل بن قاسم اور یزید بن علسہ کے بار بار تکبیریں بلند کرنے کے جواب میں مسلمان مجاہدین بلغاریوں پر زمان و مکان سے ماوراء، چنگاڑتی برہنہ بجلیوں جسموں کی دہلیزوں پر موت کی دستک دیتے مشیت کے جزا و سزا کے عناصر اور آتشی شعلے برساتے طوفانی عفریت کی طرح ٹوٹ رہے تھے۔

اب مشرق کی طرف سے روشنی پھوٹ پڑی تھی پھر آہستہ آہستہ سورج کا آدھا چہرہ مشرق سے نمودار ہوا اور اس کی سرخ کرنیں زمین اور دھرتی کا سینہ چومنے لگی تھیں روشنی میں بلغاریوں نے دیکھا کہ ان کے لشکر کا آدھے سے زیادہ حصہ کٹ چکا تھا میدان جنگ میں ان کی لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور مسلمان لشکری دو طرف سے ان پر حملہ آور ہو کر ان کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

یہ صورتحال بلغاریوں کے لئے انتہا درجہ کی ہولناک ثابت ہوئی لہٰذا ان کے سالار نے مشورہ کیا اور پھر میدان جنگ چھوڑ کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے اسٰمعیل بن قاسم اور یزید بن علسہ نے جیسا کہ پہلے طے کیا ہوا تھا کہ پوری طاقت اور قوت سے تعاقب کرنا ہے لہٰذا وہ بلغاریوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔

کوئی ڈیڑھ میل تک ہولناک تعاقب جاری رہا اس دوران بلغاری مزید کم ہو گئے تھے پھر اسٰمعیل بن قاسم اور یزید بن علسہ نے بلغاریوں کا تعاقب ترک کر دیا اس لیے کہ آگے اب دشمن کا پڑاؤ تھا اور انہوں نے دیکھا کہ دشمن پڑاؤ کے سامنے بالکل نزدیک ہی خلیفہ ہارون الرشید اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا لہٰذا بائیں جانب سے کاوا کاٹتے ہوئے

اسٰمعیل اور یزید بن علسہ نے بلغاریوں کا تعاقب ترک کر کے اپنے لشکر کا رخ کر لیا تھا۔

اپنے لشکر کو ایک طرف استوار کرنے کے بعد اسٰمعیل بن قاسم اور یزید بن علسہ دونوں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں ہارون الرشید اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے پڑاؤ کا جائزہ لے رہا تھا جب دونوں قریب آئے تو ہارون الرشید مسکراتے ہوئے دونوں سے بغل گیر ہوا پھر دونوں کا باری باری شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں تم دونوں کی کارگزاری اس وقت ہی دیکھ چکا تھا جب بلغاری تمہارے آگے آگے بھاگتے ہوئے اس میدان کا رخ کر رہے تھے تم دونوں نے ان کے گھات میں بیٹھنے والے لشکر پر ضرب لگا کر ایک طرح سے رومنوں اور بلغاریوں کے اندر کم حوصلگی اور بددلی کے اثرات کھڑے کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اس کے لئے میں تم دونوں کو مبارک دیتا ہوں تمہاری جرات مندی تمہاری شجاعت کو سلام کرتا ہوں۔ گھات میں بیٹھنے والے لشکر کو نقصان پہنچانے کے باعث بلغاریوں کے جذبے پہلے کی نسبت سرد پڑیں گے وہ اپنے آپ کو بڑا خونخوار بڑے شجاع خیال کرتے ہیں لیکن آج اس جنگ میں ہم انہیں بتا دیں گے کہ وہ کس قدر شجاع اور کس قدر دلیر ہیں۔ ابن قاسم میرے عزیز بیٹے میں لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں۔

ایک میرے پاس رہے گا دوسرا تمہاری کمان داری میں کام کرے گا لشکر کا دایاں حصہ تمہارے سپرد ہوگا۔ دو چھوٹے سالار تمہارے نائب ہوں گے لشکر کا بایاں حصہ یزید بن علسہ سنبھالے گا اور تمہاری طرح اس کے تحت بھی دو چھوٹے سالار دیئے جائیں گے اب تم باہم مل کر طے کر لو کہ کس کس کو تم اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو اس کے بعد میں لشکر کی صف درست اور استوار کرنے لگا ہوں اور تم دیکھتے ہو کہ سارے رومنوں اور بلغاریوں کے لشکر کے اندر ایک ہلچل سی برپا ہے۔

جو بلغاری تم دونوں سے شکست خوردہ ہو کر ان سے آن ملے ہیں یاد رکھنا یہ بلغاری اور رومن جذبات میں آ کر ان کا ہم سے انتقام لینے کی کوشش کریں گے اور میرے خداوند کو منظور ہوا تو اس کوشش میں ہم ان کو نیست و نابود کر کے رکھیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید لمحہ بھر کے لئے رکا پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''لشکر کا وہ حصہ جو پڑاؤ کی حفاظت کرے گا اس کو میں نے پہلے ہی علیحدہ کر دیا ہے اب وہ پڑاؤ میں پہنچ کر اپنے فرائض سنبھال چکا ہے اب تم لوگ اپنے اپنے نائبوں کو اپنے ساتھ

رکھنے کے بعد اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دو۔'' اس کے ساتھ ہی سارے سالار
حرکت میں آئے چھوٹے سالاروں کو باہم تقسیم کیا گیا اس کے بعد رومنوں اور بلغاریوں کے
سامنے مسلمانوں کے لشکر کے تینوں حصے اپنی صفیں درست اور استوار کرنے لگے تھے۔

دوسری جانب رومنوں اور بلغاریوں کے اندر بھی ہیبت ناک طبل بج اٹھے تھے وہ تعداد
میں مسلمانون سے زیادہ تھے اس لئے کہ دونوں اقوام کے اتحاد سے ان کی عددی فوقیت ہو
گئی تھی کچھ دیر طبل بجتے رہے رومن اور بلغاری اپنی صفیں درست کرتے رہے اس کے بعد
جنگ کی ابتدا رومنوں اور بلغاریوں نے کی۔

رومن اور بلغاری اندھیری راتوں کی تلخی اور اندھی گمنام وادیوں میں سنگ ریزوں کی
طرح نزول کرتے ظلم و کرب کی خونچکاں داستانوں ہیبت ناک راتوں کے سناٹوں میں ظلم و
ستم کی یورش۔ کرب والم کی یلغار اور ہوس کے شیاطین کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

ہارون الرشید اور اس کے سارے سالاروں نے شروع میں جارحیت اختیار نہیں کی بلکہ
انہوں نے ارادوں کو سلب جسموں کو ریزہ ریزہ اور روحوں کو لخت لخت کر دینے والی عز
آفرین قوت رکھنے والی انوکھی پر اسرار طاقت کی طرح رومنوں اور بلغاریوں کے حملوں کو روکا
تھا فنا کا آنچل پھیلاتے غیر فانی جذبوں نفرت کے طوفان عناد کی آگ اور سرکش آندھیوں کی
طرح رومنوں اور بلغاریوں کے سامنے جمتے ہوئے انہیں اپنے لشکر کے اندر آگے نہ بڑھنے
دیا تھا۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا رومن اور بلغاری بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے رہے جبکہ مسلمان مجاہد
ہارون الرشید کے اشارے پر صرف حملوں کو روکتے رہے پھر ہارون الرشید نے تکبیریں بلند
کیں یہ اس کا اپنے سالاروں اور لشکریوں کو اشارہ تھا کہ اب دفاع کا لبادہ اتار کر رومنوں
اور بلغاریوں کے خلاف جارحیت اختیار کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

تکبیریں بلند ہوتے ہی خود ہارون الرشید اس کے سارے سالار اور لشکری بے وقعت و
بے نصیب مجرموں و حرماں نصیب درماندہ و فرو مایہ کر دینے والے قدیم رسومات کے
پاسبانوں اور کہنہ روایات کے عناصر کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہوئے تھے۔ سیل وقت اور
ہجوم بلا میں وہ آگ و خون کا کھیل کھیلتے اجل کے دست دراز، لو کے گرم تند جھونکوں دھرتی پر
چھاتی کالی رتوں اور غیض و غضب میں ڈوبی آوازوں کی طرح رومنوں اور بلغاریوں پر حملہ
آور ہوتے ہوئے انہیں ان کے سایوں ان کی پرچھائیوں سے محروم کرنے لگے تھے۔

آسمان کی آنکھ فضاؤں کی بصارت، زمین کے ذروں نے دیکھا مسلمان لشکری بڑی

تیزی سے رومنوں اور بلغاریوں کو اپنی جرات مندی کا غلام اپنی شجاعت کا اسیر، اپنی نسلی یکجہتی
کا فکار اپنے زرق میلان کا حرف اپنی سپاہگرانہ قابلیت کا نشانہ اور انوکھی اور عجیب تپش
ریزی اور شرر جیری کا تختہ مشق بنانے لگے تھے۔

فرزندان توحید بے غرض و جفاکش اور مجاہدین جلیل بن کر عجیب بلند ہمتی اور انوکھے سکر و
خود فراموشی میں بڑی تیزی کے ساتھ رومنوں اور بلغاریوں پر زوال و فنا طاری کرنے لگے
تھے۔ وہ گہر آلود سمندر کے عمیق رازداروں کے ترجمان بن کر غیر مرئی پروں کی سرسراہٹ کی
طرح دشمنوں پر چھاتے جا رہے تھے ساتھ ہی ساتھ وہ رعد سے مشابہہ آتش فشاں کے پھٹنے
کی آوازوں جیسی تکبیریں بلند کرتے ہوئے گویا نغمہ عبودیت الاپتے چلے جا رہے تھے اور ان
کی ان تکبیروں ان کے ان جفاکش حملوں کے باعث میدان جنگ میں ایک عجیب سا سماں
برپا ہو گیا تھا۔

اپنے آپ کو وحشی خون خوار قرنوں کے کالے لمحوں جیسا بہادر اپنے آپ کو زندگی کے قفس
میں بند موت کے مناظر جیسا بہادر اور دلیر سمجھنے والے بلغاری مجاہدین کے حملوں کے سامنے
کربناک بیداری میں اپنے آپ کو پت جھڑ کی رتوں دھول میں بکھری درشتی و تلخی اور ادبار کی
لامتناہی پرچھائیوں کے نکار جیسا محسوس کر رہے تھے جبکہ بستیوں کو ویران آبادیوں کو دھواں
دھواں کرنے والے رومن اپنے آپ کو اس کاروان کی طرح محسوس کر رہے تھے جس کا آغاز
درس آمیز جس کا انجام عبرت خیز ہونا شروع ہو گیا ہو۔

رومنوں اور بلغاریوں نے کئی بار آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اپنی پوری
طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی لیکن ان
کی ہر کوشش ناکام رہی اس لیے کہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے مسلمان لشکری صحرا کے
سرگرداں بگولوں سمندر تک کو لرزہ دینے والے بھونچال کے جھکڑوں اور عقبی کی عقوبت سے
اٹھنے والے جابر و قاہر دل آشوب مناظر کی طرح جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان کی صفیں کی
صفیں الٹنے اور ادھیڑنا شروع کر چکے تھے۔

اپنے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہوتے دیکھ کر رومنوں اور بلغاریوں دونوں کو اپنی
بدترین شکست اپنے سامنے دکھائی دینے لگی تھی پھر پسپا ہو کر دونوں تو تیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔

لیکن ان دونوں کی بدبختی کے بھاگنے سے پہلے انہوں نے یہ طے نہ کیا تھا کہ کس سمت
بھاگنا ہے۔

کس جہت کا رخ کرنا ہے جہاں تک رومنوں کا تعلق تھا تو انہیں ان کا شہنشاہ نسی فورس

کے ہرقلیہ شہر کی طرف بھاگا اور پہلی جنگ کی طرح ہرقلیہ شہر میں محصور ہو گیا تھا اس لیے کہ ہرقلیہ شہر کی فصیل بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی تھی انتہائی مضبوط اور مستحکم تھی اس کا خیال تھا کہ اس میں رہتے ہوئے وہ جنگ کو طول دے کر بچ سکتا ہے جبکہ بلغاری جو بھاری رقوم کے عوض نسی فورس کی مدد کے لئے آئے تھے وہ کھلے میدان کی طرف بھاگے اب ان کی بدبختی یہ کہ ہارون الرشید نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اور جو لشکر پڑاؤ کی حفاظت پر معمور تھا ان دونوں کو مجتمع کرنے کے بعد انہیں اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا باقی لشکر کے ساتھ اس نے انتہائی پیاکی اور انتہائی طاقت وقوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلغاریوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

یہ تعاقب دور تک جاری رہا اپنے آپ کو ناقابل تسخیر اور اپنے آپ کو دراز دست خیال کرنے والے بلغاری مسلمان مجاہدین کے آگے بے ضرر بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ رہے تھے جبکہ مسلمان مجاہدین ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد کو کم کرتے چلے جا رہے تھے۔

کافی دور تک بلغاریوں کا قتل عام کرنے اور انہیں اپنے لئے بے خطر بنانے کے بعد ہارون الرشید اس کے سالار مڑے پیچھے آنے والا لشکر اور پڑاؤ کا سارا سامان بھی ان کے پاس پہنچ گیا جب ایسا ہوا تب ہارون الرشید اپنے لشکر کے ساتھ مڑا اور اس نے رومنوں کے شہر ہرقلیہ رخ کیا تھا۔

ہرقلیہ شہر سے باہر پڑاؤ کرنے کے بعد ہارون الرشید اور سارے سالاروں نے جو پہلا کام کیا وہ یہ کہ زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی اس کے بعد لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا آنے والی شب کو لشکریوں کو مکمل آرام اور استراحت کرنے کا موقع فراہم کیا گیا اگلے روز ہارون الرشید نے اپنے خیمے میں اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا جب سارے سالار اس کے خیمے میں جمع ہو گئے تب ہارون الرشید نے ایک نظر غائر ان پر ڈالی کچھ سوچا پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عزیزان من! یہ ہم سب کی خوش قسمتی ہے کہ ہم نے رومنوں اور بلغاری دونوں کے متحدہ لشکر کو شکست دے کر مار بھگا دیا ہے اور یہ خداوند قدوس کا ہم پر بہت بڑا احسان اس کی ایسی مہربانی ہے جس کا ہم شکریہ بھی ادا کریں تو نہیں کر سکتے میرے عزیزو! پہلے بھی ایک بار رومنوں کا بادشاہ نسی فورس ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ہرقلیہ شہر میں محصور ہوا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ ہم نے محاصرے میں سختی پیدا کر دی ہے تو وہ ہمارے ساتھ صلح

کی شرائط طے کرنے پر مجبور ہوا تھا لیکن اس بار میں اس کے خلاف دوسرا طریقہ کار اختیار کروں گا تاکہ یہ بار بار ہمارے خلاف شورش برپا کرنے کی کوشش نہ کرے اور آنے والے دنوں میں مکمل طور پر ہمارا مطیع اور فرمانبردار رہنے کی کوشش کرے۔

یہاں میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ ہرقلیہ شہر کے اندر محصور رہتے ہوئے یہ اس بار دو کام کرنے کی کوشش کرے گا پہلا یہ کہ قسطنطنیہ قاصد بھجوائے گا وہاں سے مزید لشکری منگوائے گا دوسرا کام یہ کرے گا کہ وہ بلغاریوں کی طرف تیز رفتار ہرکارے روانہ کرے گا اور جو نیا لشکر قسطنطنیہ سے آئے اس کے لئے حکم جاری کرے گا کہ وہ بلغاریوں کے ساتھ ملے اور دونوں کے لئے تجویز پیش کرے گا کہ وہ شہر کے باہر سے ہم پر حملہ آور ہو کر رات کے وقت مناسب موقعہ دیکھتے ہوئے ہم شب خون مارتے ہوئے ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں اور شہر کے اندر سے خود نسی فورس دن کے وقت یا رات کے کسی بھی لمحے وقفے وقفے سے نکل کر ہمیں طویل جنگ میں الجھانے کی کوشش کرے گا لیکن میں رومنوں اور بلغاریوں کو ایسا کرنے کی مہلت نہیں دوں گا۔

میرے عزیزو! تم دیکھتے ہو کہ اس علاقے میں درخت بے شمار ہیں۔ لشکر کے اندر ہمارے صناع بھی کافی ہیں تھوڑی دیر تک جب یہ اجلاس تمام ہو جائے گا تو درخت کاٹنے کا سلسلہ شروع کیا جائے گا اور آنے والی شب کو منجنیقیں تیار کی جائیں گی رات کے وقت ہی پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ ہرقلیہ شہر کی فصیل پر سنگ باری کرتے ہوئے فصیل کو توڑ کر شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائے۔

یزید بن عنسہ درخت کٹوانے کی ذمہ داری میں تمہیں سونپتا ہوں جس قدر لشکری تم اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو رکھ لو کوشش یہ کی جائے کہ پہلے خشک درخت کاٹے جائیں ان کی لکڑی لشکر میں ایندھن کے طور پر بھی استعمال ہو جائے گی ان سے منجنیقیں بھی بن جائیں گی۔''

اس کے بعد ہارون الرشید نے اپنے دوسرے سالار سلیمان بن ابی جعفر کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے ذمے میں منجنیقوں کے لئے پتھر اکٹھے کرنے اور لشکر کے سامنے انہیں ڈھیر کرنے کا کام لگا رہا ہوں تم بھی جس قدر لشکری اپنے ساتھ رکھنا چاہو رکھ سکتے ہو دائیں بائیں تم دیکھتے ہو پتھر جمع کرنے کے بے شمار مواقع ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکا پھر دوبارہ وہ اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اسمٰعیل تمہارے ذمے لکڑی کاٹنے والوں پتھر جمع کرنے والوں کی نگرانی لگا رہا ہوں میرے بیٹے یہ کام فی الفور ہونا چاہئے مغرب کی نماز سے پہلے لشکر کے آگے پتھروں کے ڈھیر لگ جانے چاہئے اور لکڑی کٹ کر لشکر کے اندر پہنچ جانی چاہئے رات کے وقت میں چاہتا ہوں کہ منجنیقیں تیار ہو جائیں گی اور جب اگلی صبح کا سورج دھرتی پر اپنی روشنی پھیلائے گا تب ہرقلیہ شہر کے مکین اور شہر کے اندر محصور ہونے والے رومن یہ دیکھیں گے کہ ہم نے ان کے سامنے شہر کی فصیل پر سنگ باری کرنے کے لئے منجنیقیں نصب کر دی ہیں میرے عزیزو! اس سلسلے میں کسی کو کوئی شک ہو تو بولے۔" ہارون الرشید کی ساری گفتگو کے جواب میں جب کوئی نہ بولا تب ہارون الرشید نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سب پر ایک مسکراتی ہوئی نگاہ ڈالی پھر اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن قاسم میرے بیٹے اب اٹھو یزید بن عقبہ کے حوالے کچھ جوان کرو جو لکڑیاں کاٹنے کا اہتمام کریں کچھ جوان سلیمان بن ابی جعفر کی سرکردگی میں دے دو جو پتھروں کے ڈھیر لگائیں یہ کام ابھی اور فی الفور ہو جانا چاہئے اور تم خود ان دونوں کاموں کی نگرانی کرو رات کے وقت منجنیقیں تیار کرنے کی نگرانی میں تمہارے ساتھ خود کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے جب وہ اجلاس برخاست کر دیا تو اسمٰعیل بن قاسم کی نگرانی میں یزید بن عقبہ اور سلیمان بن ابی جعفر نے لکڑی کاٹنے اور پتھر جمع کرنے کا کام طوفانی انداز میں شروع کر دیا تھا۔

آنے والی شب کو لشکر کے کچھ حصے باری باری جاگ کر پہرہ دیتے رہے تاکہ ہرقلیہ شہر سے نکل کر نسی فورس ان پر شب خون نہ مار سکے کچھ دستے باری باری صناعوں کے ساتھ منجنیقوں کی تیاری اور تکمیل کے کام میں مصروف رہے۔ صناعوں کو بھی باری باری رات کو سونے اور آرام کرنے کا موقعہ فراہم کیا جاتا رہا جس وقت منجنیقیں تیار ہو گئی تھیں اس وقت ہارون الرشید بذات خود اپنے سارے سالاروں کے ساتھ کام کی نگرانی کے علاوہ اپنے لشکریوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہر کام پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھا ایک موقعہ پر جبکہ سارے سالار اس کے پاس تیار ہو جانے والی منجنیق کے پاس کھڑے تھے ہارون الرشید نے اسمٰعیل بن قاسم یزید بن عقبہ سلیمان بن ابی جعفر داؤد بن نعمان یزید بن رضوان ہرثمہ بن العین اور چند دیگر سالاروں کو اپنے پاس بلایا جب وہ اس کے اردگرد جمع ہو گئے تب ہارون الرشید نے بڑی راز داری اور سرگوشی میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"عزیزان من! رات آدھی کے قریب گزر رہی ہے ایک منجنیق تیار ہو چکی ہے تھوڑی دیر

تک تین اور منجنیقیں اپنی تکمیل کو پہنچ جائیں گی میرے خیال میں صبح تک ہم سات یا آٹھ منجنیقیں حرکت میں لانے کے قابل ہو جائیں گے ہمارے لیے یہی کافی ہیں۔

جس کام کے لئے تم لوگوں کو یہاں جمع کیا ہے وہ یہ کہ شہر کے اندر نسی فورس کے پاس ابھی اتنا بڑا لشکر ہے کہ وہ ایک مزاحمتی کی قوت کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

جہاں تک بلغاریوں کا تعلق ہے تو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ بلغاری بھاگے نہیں ہیں یہاں سے چند میل شمال میں جا کے وہ پڑاؤ کر چکے ہیں صورتحال کا جائزہ لے رہے ہیں اب جو میں قدم اٹھانا چاہتا ہوں وہ یوں ہے کہ۔

ابھی اسی وقت اپنے مخبروں کی راہنمائی میں چند مسلح دستے متعین کرو جو کہ ہرقلیہ شہر اور بلغاریوں کے درمیان حائل ہو جائیں کسی آنے جانے والے کو وہاں سے گزرنے نہ دیں۔

اسمٰعیل بن قاسم یہ کام میں تمہارے ذمے لگا رہا ہوں اس کو بڑی تیزی اور ذہانت سے اپنی تکمیل تک پہنچانا جو دستے متعین کرو انہیں تنبیہہ کرنا کہ کوئی بھی شخص ہرقلیہ شہر سے نکل کر بلغاریوں کی طرف نہ جانے پائے اور بلغاریوں کی طرف سے کوئی بھی فرد یا مسلح جوان ہرقلیہ شہر کی طرف آکر ہرقلیہ شہر میں داخل نہ ہونے پائے میں نسی فورس اور بلغاریوں کے درمیان ہر قسم کا رابطہ منقطع رکھنا چاہتا ہوں۔

صبح سویرے فجر کی نماز اور لشکریوں کا کھانا کھلانے کے بعد اپنے کام کی ابتدا کریں گے جہاں پتھروں کے ڈھیر لگائے گئے ہیں ان سے آگے منجنیقیں نصب کر دی جائیں گی شہر پر سنگ باری کا کام شروع کر دیا جائے گا میں چاہتا ہوں کہ بلغاریوں کو یہ خبر نہ ہو کہ ہرقلیہ شہر میں کیا ہو رہا ہے اور شہر کے اندر محصور نسی فورس اور اس کے لشکریوں اور سالاروں کو یہ خبر تک نہیں ہونی چاہئے کہ بلغاری کہاں ہیں اور ان کے کیا ارادے ہیں۔

بلغاری اس لئے رک گئے ہیں کہ وہ حالات کا انتظار کریں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم پر شب خون مارنے کی بھی کوشش کریں لیکن ہم انہیں ایسا موقعہ نہیں دیں گے اس وقت بھی ہمارے لشکر کے دو حصے مستعد ہیں ایک ہرقلیہ شہر کی طاقت اور قوت سے نمٹ سکتا ہے اور اگر بلغاری ادھر کا رخ کرتے ہیں تو دائیں جانب جو ہمارا لشکر ہے وہ بلغاریوں کے شب خون کو ناکام بنا سکتا ہے۔

ابن قاسم مسلح دستے مخبروں کی راہنمائی میں بلغاریوں اور ہرقلیہ شہر کی طرف متعین کئے جائیں وہ کل تک وہیں اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے میں چاہتا ہوں کہ یہ سلسلہ کل شام تک قائم رہے اور بلغاریوں کو کچھ خبر نہ ہونے پائے کہ ہرقلیہ شہر میں نسی فورس پر کیا

گزری۔ جبکہ میں ہرقلیہ شہر پر صبح سویرے سے ہی سنگ باری شروع کروں گا اور نسی فورس کو مجبور کروں گا کہ وہ ہمارے سامنے ہتھیار ڈالے اپنی شکست کو تسلیم کرے اور اپنے رویے کی معافی مانگے اور اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو اس کی گردن بھی کاٹی جا سکتی ہے۔

عزیزان من! ہرقلیہ شہر کو تسخیر کرنے نسی فورس کو اپنے سامنے جھکانے کے بعد جو پہلا کام میں کروں گا وہ یہ کہ لشکر کا ایک حصہ یہاں سے دائیں جانب کاوا کاٹتے ہوئے بلغاریوں پر وارد ہوں گا اور ان پر کامیاب شب خون مارا جائے گا اس طرح بلغاریوں کی رہی سہی طاقت وقوت کی کمر ٹوٹ کے رہ جائے گی اور وہ اپنی سرزمینوں کو واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

جہاں تک نسی فورس کا تعلق ہے تو اگر یہ صلح کی ابتدا کرتا ہے تو میرا ارادہ ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے گا اس کا قتل ہمارے لئے کچھ سودمند ثابت نہیں ہو سکتا تاہم میں نے یہ ضرور ٹھان رکھی ہے کہ نسی فورس کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد ہرقلیہ کو بالکل تباہ و برباد کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے گا اور یہاں کے مکینوں سے پہلے ہی کہہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی حفاظت اپنے تحفظ کی خاطر جہاں چاہیں چلے جائیں اس لیے کہ ہرقلیہ شہر کو میں اس کی فصیل سمیت زمین بوس کر کے رہوں گا کہ آنے والے دنوں میں یہ شہر مسلمانوں کے لئے کسی خوف اور اندیشے کا باعث نہ رہے۔" ہارون الرشید کی اس تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تھا پھر سب سے پہلے اسمٰعیل حرکت میں آیا کچھ مسلح دستے اس نے اپنے مخبروں کی راہنمائی میں مقرر کئے جو ہرقلیہ شہر اور بلغاریوں کے پڑاؤ کے درمیان پھیل گئے ان کے ایسا کرنے سے بلغاریوں اور نسی فورس کے درمیان رابطے اور تعلق کی امید ختم ہو کے رہ گئی تھی۔

دوسری جانب اسلامی لشکر میں رات بھر کام ہوتا رہا اور جب مشرق سے سورج طلوع ہوا تو ہرقلیہ شہر کے مکینوں اور شہر کے اندر محصور نسی فورس اور اس کے لشکریوں نے دیکھا کہ شہر کے جنوب مشرق میں آٹھ منجنیقیں نصب ہو چکی تھیں جن کے دائیں بائیں اور پیچھے مسلمان لشکری انتہائی تنظیم کے ساتھ اپنی صفیں درست کر چکے تھے۔

اس موقع پر نسی فورس نے ہرقلیہ شہر کے ایک برج میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لیا اور وہ دنگ رہ گیا چہرے پر پریشانیاں، فکرمندیاں بارش کی طرح برس گئی تھیں اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں کے پاس منجنیقیں نہیں ہیں قلعہ اور فصیل شکنی کے دوسرے اوزار وہ رکھتے ہیں اس بناء پر وہ مطمئن تھا کہ وہ ہرقلیہ شہر میں محفوظ رہے گا شہر میں اس نے پہلے کی نسبت خوراک اور ضروریات کا زیادہ سامان جمع کر رکھا تھا وہ یہ بھی امید لگائے بیٹھا تھا کہ جب مسلمان لشکری رسوں کی سیڑھیوں کی مدد سے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے

فصیل پر اس کے لشکری بڑی آسانی سے انہیں مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے بہر حال نسی فورس ایک طرح سے مطمئن تھا۔ لیکن اب جو اس نے شہر کے نزدیک آٹھ منجنیقیں اور پتھروں کے ڈھیر دیکھے تب اس کے پاؤں تلے سے زمین نکلنی شروع ہو گئی تھی وہ اب مسلمانوں کی کارگزاری اور نئی صورتحال پر پریشان اور فکرمند سا ہو کے رہ گیا تھا۔

نسی فورس انہی سوچوں میں غرق تھا کہ ہارون الرشید کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے اپنے کام کی ابتدا کی اور منجنیق چلانے والوں نے شہر پر سنگ باری کی ابتدا کی سنگ باری سے شہر کے شرقی دروازے کے دائیں جانب جو برج تھا اسے تھوڑی دیر ہی کی سنگ باری میں مسلمانوں نے اڑا گرا کے رکھ دیا تھا۔

برج کے اندر کھڑے نسی فورس نے جب دیکھا کہ شرقی دروازے کا برج گر گیا ہے تب وہ فکرمند ہوا اور برج سے نکل کر اپنے محافظوں کے ساتھ نیچے چلا گیا تھا تاہم اس نے شہر کی فصیل کے اوپر اپنے سالاروں کی نگرانی میں لشکریوں کو بالکل چوکس اور مستعد رہنے کا حکم دے دیا تھا۔

ہارون الرشید کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے شہر کے اندر سنگ باری نہیں کی منجنیقیں صرف فصیل کے برجوں اور فصیل کو اپنا ہدف بنائے ہوئے تھیں کچھ دیر تک سنگ باری جاری رہی شرق کے کئی برج ڈھیر کر دیئے گئے پھر سنگ باری نے اپنا ہدف شرقی دروازے اور فصیل کی دیوار کے اوپر والے حصے کو بنانا شروع کیا آہستہ آہستہ ہرقلیہ شہر کی فصیل اور دروازہ لرزنے شروع ہوئے اور پھر دروازہ اور فصیل کا کچھ حصہ لرز کر زمین بوس ہو گیا فصیل کا ایک حصہ گرتے ہی شہر کے اندر ایک شور ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یونہی شہر کے شرقی دروازے سمیت فصیل کا ایک حصہ گرا ہارون الرشید کے کہنے پر اس کے سالار اور اس کے لشکری بالکل مستعد ہو گئے تھے یہ احتیاط اس لئے کی گئی تھی کہ شرقی دروازہ اور فصیل کا حصہ گرنے کے بعد نسی فورس اگر شہر سے باہر نکل کر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو اس کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے پہلے کی طرح اسے شکست سے دوچار کیا جائے۔

شرقی دروازہ اور شہر کی فصیل کا حصہ گرنے کے باوجود بھی سنگ باری نہیں روکی گئی اب آٹھ منجنیقیں پتھر برساتے ہوئے اپنا ہدف تبدیل کر گئی تھیں چار منجنیقیں شہر کے دروازے کے بائیں جانب جو فصیل تھی اسے اپنا ہدف بنانے لگی تھیں باقی چار شہر پناہ کے بائیں جانب والی فصیل کو توڑنے لگی تھیں اس طرح آہستہ آہستہ فصیل کا حصہ گرنے لگا تھا اور یہ سلسلہ

تھوڑی دیر تک ہی جاری رہا ہوگا کہ شہر کے اندر سے کچھ سوار نکلے وہ سفید علم اٹھائے ہوئے تھے جو اس بات کی نشانی تھی کہ نسی فورس صلح کرنے پر آمادہ ہے۔

سفید علم لئے ان جوانوں کے نکلنے کے باوجود ہارون الرشید نے اپنے لشکر کو چوکس رکھا اس لئے کہ نسی فورس شاید علم کی صورت میں دھوکہ دہی سے کام لے کر اچانک حملہ آور بھی ہو سکتا تھا۔

لیکن ایسا نہیں ہوا جونہی سفید علم لہرانے والے سوار نکلے مسلمانوں نے سنگ باری روک دی تاہم سارا لشکر بالکل حملہ آور ہونے کے لئے تیار رہا سوار قریب آئے گھوڑوں سے اترے ان کے کہنے پر انہیں ہارون الرشید کے سامنے جب پیش کیا گیا تو ان میں سے ایک اپنی گردن کو خوب خم کرتے ہوئے ہارون الرشید کے سامنے جھکا اسے تعظیم دی پھر کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے خلیفہ ہمیں ہمارے بادشاہ نسی فورس نے روانہ کیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ صلح کرنے پر آمادہ ہے اور یہ پیشکش بھی کرتا ہے کہ آئندہ کبھی بھی جب تک وہ زندہ رہا مسلمانوں کے خلاف نہ جنگ کی پہل کرے گا نہ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچائے گا لہٰذا ہماری آپ سے گزارش ہے کہ جنگ کو موقوف کر دیں جو شرائط آپ طے کریں گے ہمارا بادشاہ انہیں منظور کرتے ہوئے ان کا اتباع کرے گا۔'' وہ شخص جب خاموش ہوا تب ہارون الرشید کچھ سوچتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ دوسری بار ہے کہ نسی فورس ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا ہے۔ پہلی بار جب اس نے جنگ کا طبل بجایا تھا تو اسے ہم نے بدترین شکست دی تھی ہرقلیہ شہر میں وہ مقیم ہوا تھا لیکن محاصرے کی شدت کو دیکھتے ہوئے شرائط طے کرنے پر مجبور ہوا تھا۔

لیکن نسی فورس کی بدبختی کہ اس نے اس جنگ سے کوئی سبق نہ لیا ہم سے انتقام لینے کے لئے بلغاریوں کو اپنے ساتھ ملایا اور اب بلغاریوں کے آنے کے بعد جو اس کی حالت ہوئی ہے وہ تم لوگوں کے سامنے ہے۔

لوٹ جاؤ نسی فورس کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ میں اس کے سفیروں کے ذریعے کوئی معاملہ طے نہیں کروں گا وہ خود یہاں چل کر آئے میرے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرے اور میرے ساتھ شرائط طے کرتے ہوئے معاہدہ کرے اور اسے یہ بھی بتا دینا کہ آنے والے دنوں میں طے شدہ معاہدہ کو اگر اس نے توڑنے کی کوشش کی تو پھر ہمارا لشکر قسطنطنیہ کی بجائے کسی اور دوسرے شہر میں رکے گا نہیں اب تم لوٹ جاؤ نسی فورس کو بھیجو اس سے یہ بھی کہنا کہ ہماری طرف سے اسے جان کا کوئی خطرہ نہیں لیکن یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ جو

معاملہ بھی طے ہوگا وہ نسی فورس کے ساتھ ہوگا وہ میرے روبرو آئے اور مجھ سے گفتگو کرے اور جو شرائط میں طے کروں گا ان شرائط کو اس نے ماننا ہوگا اسے یہ بھی بتا دینا کہ شرائط سخت نہیں ہوں گی ہم مسلمان تم لوگوں جیسا وحشیانہ رویہ اور برتاؤ نہیں رکھتے اس پر یہ بھی واضح کر دینا اگر اس نے میرے سامنے آنے اور مجھ سے معاملہ طے کرنے سے انکار کیا تو پھر ساری فصیل کو گرا دیا جائے گا اور نسی فورس اور اس کے سارے لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا صرف ہرقلیہ شہر کے مکینوں کو یہاں سے نکل کر اپنی محفوظ پناہ گاہوں کی طرف جانے کی اجازت دی جائے گی۔ اب تم جا سکتے ہو اس سے زیادہ میں تم سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔'' ہارون الرشید کا یہ حکم سن کر نسی فورس کے وہ نمائندے اور سفیر اپنے سفید پرچموں کو طے کرتے ہوئے لوٹ گئے تھے۔

جب وہ شہر میں داخل ہوئے تب ہارون الرشید کچھ دیر سوچتا رہا اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ چند لمحوں تک بڑے غور سے اسمٰعیل اور یزید بن علسہ کی طرف دیکھتا رہا پھر دھیمے سے لہجے میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن قاسم اور ابن علسہ میں ایک بار پھر تم دونوں کو ایک انتہائی اہم مہم سونپنے والا ہوں۔ دیکھو اگر رومن بادشاہ نسی فورس مجھ سے ملنے کے لئے یہاں نہ آیا تب جس مہم پر میں تمہیں روانہ کرنا چاہتا ہوں وہ ختم نہیں ہوگی لیکن اس میں تاخیر ہو جائے گی اس لیے کہ سب سے پہلے ہم ہرقلیہ شہر پر حملہ آور ہوں گے میں نے ارادہ کیا ہے کہ ہر صورت میں اس شہر کی فصیل گرا دی جائے گی شہر کے مکینوں کو شہر سے نکلنے کا موقع فراہم کیا جائے گا لیکن اس سے پہلے نسی فورس کے پورے لشکر کا خاتمہ کر دیا جائے گا جب شہری اپنا سامان لے کر شہر سے نکل جائیں گے تو میں اس شہر کو مکمل طور پر ویرانے اور کھنڈر میں تبدیل کر دینے کا تہیہ کیے ہوئے ہوں تاکہ آنے والے دور میں کوئی بھی رومن شہنشاہ اسے ہمارے خلاف آماج گاہ اور پناہ گاہ کے طور پر استعمال نہ کر سکے۔

اور اگر نسی فورس مجھ سے روبرو اور بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے آ جاتا ہے تب میری ایک بات غور سے سنو۔

جونہی نسی فورس اپنے محافظ دستے یا اپنے سفیروں کے ساتھ یہاں آتا ہے اس کے یہاں پہنچنے کے ساتھ ہی تم دونوں اس لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جانا جس پر تم گھات لگانے والے بلغاریوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

میں تھوڑی دیر تک ان مخبروں کو روانہ کروں گا تاکہ وہ یہ اندازہ لگائیں کہ بلغاریوں نے

کس جگہ قیام کر رکھا ہے نسی فورس کے آنے کے بعد تم دونوں اپنے اس لشکر کو لے کر روانہ ہو جانا اور اپنے مخبروں کی راہنمائی میں بلغاریوں پر حملہ آور ہونا میں چاہتا ہوں کہ بلغاریوں کی طاقت کو اس قدر کچل کر اس قدر کمزور کر دیا جائے کہ آنے والے دنوں میں کبھی بھی کسی بھی صورت وہ مسلمانوں کے لئے جارحیت اختیار کرنے والی قوت یا مزاحمتی طاقت ثابت نہ ہوں لہٰذا نسی فورس کے آنے سے پہلے پہلے تم اپنے حصے کے لشکر کو تیار رکھو اور جونہی وہ یہاں پہنچتا ہے تم یہاں سے کوچ کر جانا۔" اس کے ساتھ ہی ہارون الرشید نے کچھ مخبروں کو بلایا اور انہیں فی الفور بلغاریوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کر دیا اور دوسری جانب اسمٰعیل اور یزید بن علمہ بھی اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دینے کے لئے ہارون الرشید کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ رومن شہنشاہ نسی فورس اپنے کچھ محافظوں اور سفیروں کے ساتھ شہر سے نکلا سفید علم پہلے کی طرح فضا میں پھڑ پھڑا رہے تھے نسی فورس کو اس کے محافظ سیدھے ہارون الرشید کے پاس لائے ہارون الرشید نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا اسے اپنے سامنے بٹھایا عین اسی وقت اسمٰعیل اور یزید بن علمہ بلغاریوں پر ضرب لگانے کے لئے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

رومن شہنشاہ نسی فورس جب ہارون الرشید کے سامنے بیٹھا تو اس کا رنگ ہلدی ہو رہا تھا جسم پر ہلکی ہلکی کپکپاہٹ تھی آنکھوں میں خوف چہرے پر انجانے اندیشوں کے سراغ دیکھے جا سکتے تھے گفتگو کا آغاز ہارون الرشید نے کیا اور نسی فورس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نسی فورس تیرے اعمال نامے میں بہت سے برے کام لکھے جا چکے ہیں جس کا حساب میں تو تم سے نہیں لوں گا لیکن اس کائنات کا مالک ضرور تم سے باز پرس کرے گا۔

نسی فورس سب سے برا اور بدترین کام تم نے یہ کیا کہ تم نے اپنی ملکہ کے خلاف سرکشی و بغاوت کھڑی کی اسے قید کر دیا اگر تم یہیں تک کرتے تو معاملہ کچھ بگڑا نہ تھا کہ تمہاری سلطنت کا اندرونی معاملہ تھا اس میں ہم دخل اندازی کرنے والے نہ تھے۔

لیکن تم نے دوسرا برا فعل یہ کیا کہ ہمیں خراج دینے سے انکار کر دیا جو ملکہ باقاعدگی سے ادا کرتی تھی ہمیں جنگ کی دھمکیاں دیں تلواروں کا گٹھا ہماری طرف روانہ کیا اور پھر اپنی بدبختی کو مزید پھیلاتے ہوئے تم نے جنگ کی طرح ڈالی۔

ظالم جب ہم نے تمہیں ایک بار شکست دے دی تھی اور تم ہرقلیہ شہر میں محصور ہوئے تھے اپنے کئے کی معافی مانگنے کے بعد صلح پر آمادہ ہوئے تھے تو تمہیں عبرت خیزی سے کام

لیتے ہوئے واپس قسطنطنیہ جا کر اپنے ملک اپنی رعایا کی خدمت کرنے کا فریضہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

لیکن تمہاری نیت میں میل اور کھوٹ تھا تم نے ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کرنے کے لئے ہمیں اپنے سامنے نیچا دکھانے کے لئے بلغاریوں کو بلا لیا اور پھر تمہاری اور بلغاریوں کی متحدہ قوت کا حشر جو ہم نے کیا وہ بھی تمہارے سامنے ہے۔

نسی فورس یوں جانو ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے تھے اسی بناء پر ہم نے اس وقت جنگ رکوا دی جس وقت تمہارے لشکری سفید علم لہراتے ہوئے شہر سے نکلے تھے ورنہ فصیل کا ایک حصہ تو ہم نے گرا ہی دیا ہے اور میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اس شہر کو زمین بوس کر کے رکھ دوں گا اب جبکہ تو میرے سامنے بیٹھا ہے میں نے تیرے گناہ اور جرائم بھی گنا دیئے ہیں تو ہی بول تیرے لیے کیا سزا تجویز کروں۔" ہارون الرشید کی اس گفتگو سے نسی فورس کو کسی قدر حوصلہ ہوا تھا اسے امید ہو گئی تھی کہ مسلمانوں کا امیر المومنین اسے قتل نہیں کرے گا لہٰذا انتہائی عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نسی فورس کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے عظیم حکمران! میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس وقت آپ میرے ساتھ جو چاہیں سلوک کر سکتے ہیں آپ چاہیں تو میری گردن اڑانے کا حکم دے سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو اپنی فطری رحمدلی اور خدا ترسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے معاف بھی کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے محترم اور عظیم حکمران! اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو میں آپ کے ساتھ انجیل مقدس پر ہاتھ رکھ کر پختہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی آپ کے خلاف سرکشی نہیں کروں گا۔ آپ کے خلاف جنگ کی طرح نہیں ڈالوں گا اور جس طرح ملکہ آئرین آپ کو خراج ادا کرتی رہی تھی اسی طرح میں آپ کو خراج ادا کرتا رہوں گا میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ ہرقلیہ شہر کو تباہ و برباد کر کے زمین بوس کرنا چاہتے ہیں میری آپ سے التماس ہے کہ آپ شہر کو تباہ نہ کریں میں آپ کا مطیع و فرمانبردار بن کے رہوں گا شہر کے اندر بے شمار لوگ آباد ہیں پرسکون زندگی بسر کرتے ہیں یہ سارے بے گھر ہو کر میرے اور آپ دونوں کے لئے نا صرف بددعا بلکہ مصیبت کا باعث بنیں گے۔" نسی فورس رکا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

"تاہم میں آپ کو عہد دیتا ہوں کہ ہرقلیہ شہر کو میں عسکری طور پر استعمال نہیں کروں گا اس کی جو فصیل گر گئی ہے اس کی مرمت کرا دوں گا شہر کے اندر کوئی لشکر نہیں رکھوں گا اس طرح آنے والے دور میں یہ شہر پرامن رہے گا۔" نسی فورس جب خاموش ہوا تو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''نسی فورس ہم مسلمان بے ضرر اور امن کے متلاشی لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ امن اور سکون کے ساتھ رہتا ہے اس سے ہم خزاں رسیدہ پتوں اور سکوت آلودہ دھندلکوں سے بے ضرر بے داغ گلگوں آسمان اور عروس کائنات جیسے پرسکون امن بدوش نیلا جنوں کہکشاؤں کے دودھیا آنچل جیسے پرامن رہتے ہیں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے لیکن وہ جو نقصان پہنچاتے ہیں ہماری سرزمینوں کے اندر قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو نسی فورس یاد رکھنا ان کے لئے میں اور میرے رفیقان تیغ و زرہ برق و باراں کے رقص کی طرح حرکت میں آتے ہیں ایسے لوگوں کے وصال قصوں کو ہم ہجر کی داستانوں میں اور ان کے دامان و گریبان کو زخموں میں تبدیل کرنے کا ہنر جانتے ہیں آنے والے دور میں اگر تم نے پھر کبھی ایسا معرکہ برپا کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا پچھتاؤ گے۔'' جواب میں نسی فورس نے صلح مندی کے ساتھ رہنے کا عہد کیا اس پر ہارون الرشید نے اسے واپس جانے کی اجازت دے دی جس کے جواب میں نسی فورس اپنے سفیروں اور اپنے محافظوں کو لے کر اس عہد کے ساتھ ہرقلیہ شہر واپس چلا گیا کہ وہ چند روز ہرقلیہ شہر میں قیام کر کے ہرقلیہ شہر کی فصیل کو دوبارہ درست کر کے واپس قسطنطنیہ میں چلا جائے گا۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ ہرقلیہ شہر کو ہارون الرشید نے تباہ کر کے زمین بوس کر دیا تھا۔

☼......☼

دوسری طرف بلغاری لشکر ابھی تک اپنے خاقان کی سرکردگی میں اس انتظار میں پڑا ہوا تھا کہ دیکھیں نسی فورس کیا قدم اٹھاتا ہے چونکہ بلغاریوں اور نسی فورس کے بیچ میں ہارون الرشید نے اپنے مسلح دستے متعین کر دیئے تھے لہٰذا بلغاریوں اور نسی فورس کے درمیان کوئی رابطہ اور تعلق نہ رہا تھا اسی بناء پر بلغاریوں نے جہاں پڑاؤ کیا تھا وہیں قیام کر کے وہ نسی فورس کی طرف سے نئے پیغام کا انتظار کرنے لگے تھے۔

انتظار کے انہی دنوں میں ایک رات ان کی بدبختی کی ابتدا ہوئی وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلمان اس جگہ پر بھی آ کر ان پر حملہ آور ہو سکتے ہیں جہاں انہوں نے نسی فورس سے رابطہ کی خاطر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا وہ یہی امید لگائے ہوئے تھے کہ مسلمان نسی فورس کا محاصرہ کر لیں گے اور اس محاصرے کے دوران نسی فورس ان سے رابطہ کر کے نئے لائحہ عمل کو طے کرے گا لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔

بہرحال اسمٰعیل اور یزید بن عنسہ رات کی گہری تاریکی میں بلغاریوں کے سر پر پہنچے اور ان پر وہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ جبر کی دھول اڑاتے مشیت کے کارکنان وقت کی سکرتی

چادر میں در دیوار کو شکستہ تہذیب کے بوسیدہ خیموں کو تار تار اور عماسوں تک کے سارے بچوں کو کھول دینے والے بے زنجیر طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

بلغاری آرام کر رہے تھے تاہم انہوں نے سنبھل کر اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن عنسہ کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن اس وقت تک ابن قاسم اور ابن عنسہ دونوں اپنے لشکریوں کے ساتھ زیر وزبر کر دینے والی آتش سیال شکن شکن کر دینے والے آندھیوں کے بگولوں کی طرح ان کے اندر گھس کر ان کا قتل عام شروع کر چکے تھے۔

اس صورت حال کو بلغاریوں کا خاقان زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا اس لیے کہ رات کی تاریکی میں اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے لشکر کی حالت حملہ آور مسلمانوں کے سامنے موت کے متلاشی جذبوں لخت لخت صداؤں کی کرچی کرچی خواہشوں، مقدر کی بدنامی و عریانی پیلے پتوں کی بے پایاں خروش سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی لہٰذا مخصوص آوازیں نکالتے ہوئے اپنے لشکریوں کو اشارہ دیا اور یہ آوازیں سنتے ہی بلغاری اپنے پڑاؤ کی ہر چیز چھوڑ کر اپنے علاقوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن عنسہ نے صبح تک انہی میدانوں میں کچھ قیام کیا پھر اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے ساتھ بلغاریوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے وہ واپس ہارون الرشید کے پاس پہنچ گئے تھے۔

نسی فورس اور بلغاریوں کے مقابل آنے سے پہلے چونکہ ہارون الرشید دشمن کے علاقے میں دور تک یلغار کرتا ہوا اور ان پر حملہ آور ہوتا ہوا اور بے شمار لوگوں کو قیدی بناتا ہوا نسی فورس اور بلغاریوں کے مقابل آیا تھا لہٰذا جس قدر قیدی اس کے پاس تھے ان سب کو لے کر وہ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

☼......☼

ان قیدیوں میں رومنوں کے بادشاہ نسی فورس کی ایک کنیز بھی شامل تھی کہتے ہیں کہ اپنے لشکر کے ساتھ ہارون الرشید راستے ہی میں تھا کہ ایک جگہ اس نے پڑاؤ کیا تھا کہ نسی فورس کے دو پادری ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بڑے احترام اور بڑی عزت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نسی فورس کا ایک خط ہارون الرشید کو پیش کیا اس خط میں نسی فورس نے ہارون الرشید کو لکھا تھا:

''اے شہنشاہ وقت! میری ایک ضرورت آپ سے وابستہ ہے جسے اگر آپ پورا کر دیں تو نہ آپ کے دین کا زیاں ہوگا نہ دنیا کا خسارہ اور میری ضرورت بھی معمولی ہے کہ آپ

کے ایک اشارے پر پوری ہو سکتی ہے جو قیدی آپ اپنے ساتھ لے گئے ہیں ان میں میرے بیٹے استبراق کی منگیتر بھی شامل ہے اگر وہ لڑکی آپ مجھے واپس کر دیں تو آپ کا مجھ پر بڑا کرم ہو گا اپنے بیٹے استبراق کی میں اس سے سگائی کر چکا ہوں اور پھر میرا یہ بیٹا میرا ولی عہد بھی ہے وہ لڑکی چونکہ ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے آپ کے پاس موجود ہے لہٰذا آپ وہ مجھے واپس کر دیں مجھے امید ہے کہ آپ میری اس درخواست کو قبول کریں گے۔''

کہتے ہیں کہ بڑی رحم دلی اور تعاون اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہارون الرشید نے فوراً اس لڑکی کو طلب کیا جب وہ لڑکی ہارون الرشید کے سامنے کھڑی کی گئی تو اسے نی فورس کے خط سے آگاہ کیا گیا اس نے خط کے مندرجات کو تسلیم کیا۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے اس لڑکی کو انتہائی قیمتی اور فاخرہ لباس سے نوازا زیورات دیئے عطیے کے طور پر جواہرات عطا کئے اور جس وقت پادری اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس وقت وہ ایک قیمتی چھولداری کے نیچے کھڑا ہوا تھا وہ چھولداری بھی ہارون الرشید نے اس لڑکی کو دے دی اس کے علاوہ اس لڑکی کے لئے ہارون الرشید نے بے انتہا گراں قیمت عمدہ قسم کے ساز و سامان ظروف اور دوسری چیزوں سے آراستہ سامان تیار کیا اسے عطیے تحائف بھی دیئے پھر ایک محافظ دستے کے ساتھ اس لڑکی کو نی فورس کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ اس لڑکی کو جب نی فورس کے پاس پہنچایا گیا تو نی فورس ہارون الرشید کی اس کمال ظرفی سے بے حد متاثر ہوا اور جو لشکری اس لڑکی کو لے کر نی فورس کے پاس گئے تھے ان کے ہاتھ اس نے پھر ایک خط بھجوایا جس میں اس نے تہہ دل سے ہارون کا شکریہ ادا کیا بہر حال ایک فاتح ایک کامیاب حکمران کی حیثیت سے ہارون الرشید بغداد میں داخل ہوا اور اس کے داخلے پر بغداد میں لوگوں نے خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک جشن کا سماں برپا کر دیا تھا۔

☼......☼

ایک روز قاسم، عطریف، اسمٰعیل، ابراہیم، برسک، ساوا، رویان اور شاریہ سب دیوان خانے میں بیٹھے اسمٰعیل سے گزشتہ جنگوں کے حالات بڑی تفصیل سے سن رہے تھے کہ حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی۔

اس پر برسک اپنی جگہ سے اٹھا اور بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا دیوان خانے میں کھڑے ہو کر ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بھائی ابراہیم حویلی کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے وہ امیر المومنین ہارون کی طرف سے آیا ہے خلیفہ نے آپ کو طلب کیا ہے۔'' برسک کے ان الفاظ پر اسمٰعیل چونکا پھر اپنے باپ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بابا میری غیر موجودگی میں ہمارے گھر کے اندر یا بغداد میں کوئی ایسا واقعہ تو پیش نہیں آیا جو ابراہیم سے منسوب ہو یا جس میں یہ ملوث ہو۔'' قاسم نے بڑی فکرمندی سے اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''نہیں بیٹے ایسا کوئی حادثہ کوئی سانحہ ہوا ہی نہیں ہے تمہارے بعد تمہارا بھائی گھر سے زیادہ باہر نکلا ہی نہیں ہے۔'' جواب میں پھر اسمٰعیل فکرمند لہجے میں کہنے لگا۔

''پھر امیر المومنین نے ابراہیم کو کیوں طلب کیا ہے حالانکہ اس وقت کوئی مہم بھی درپیش نہیں ہے میں جانتا ہوں اس سے پہلے ابراہیم بہت سی جنگی کارروائیوں او حصہ لے چکا ہے اس وقت کوئی مہم درپیش نہیں پھر جو امیر المومنین نے ابراہیم کو طلب کیا ہے تو یہ بغیر علت کے نہیں۔'' اس وقت تک ابراہیم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بھائی آپ فکرمند نہ ہوں میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ امیر المومنین نے کیوں مجھے طلب کیا ہے۔'' اس بار اسمٰعیل نے کسی قدر پرسکون انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''اچھا جاؤ اور اگر کوئی غیر معمولی واقعہ ہو تو مجھے بتا دینا میں حالات کو سنبھال لوں گا ہر چیز

نمٹا لوں گا اور مجھے امید ہے کوئی ایسی بات ہو گی نہیں۔'' اس کے ساتھ ہی ابراہیم چلا گیا جبکہ پہلے کی طرح اسمٰعیل سب کو جنگوں کے حالات سنانے لگا تھا۔

⁕......⁕

حاجب جب ابراہیم کو ہارون الرشید کے کمرے میں لے کر گیا تب ابراہیم نے دیکھا کہ اس وقت ہارون الرشید کے پاس دو اشخاص بیٹھے ہوئے تھے ایک حکیم جبرائیل اور دوسرا نیا وزیر فضل بن ربیع یہ اس سے پہلے ہارون الرشید کا حاجب تھا لیکن جعفر برمکی کے مارے جانے کے بعد نیا حاجب مقرر کر دیا گیا تھا اور فضل بن ربیع کو ہارون الرشید نے نیا وزیر مقرر کر لیا تھا۔

ہارون الرشید نے مسکراتے ہوئے ابراہیم کا استقبال کیا پھر اسے ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا ساتھ ہی ہارون الرشید نے اسے مخاطب کیا۔

''ابن قاسم تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ تم کچھ فکر مند لگتے ہو دیکھو پریشان ہونے کی بات نہیں تمہیں کسی کام کی جواب طلبی کے لئے تو طلب نہیں کیا گیا تمہیں ایک اچھے کام کے لئے بلایا گیا ہے یوں جانو میں ایک عام سے سلسلے میں تمہارے بھائی اسمٰعیل سے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اس لیے تم پرسکون اور مطمئن ہو کے بیٹھو۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید اپنے قریب بیٹھے اپنے وزیر فضل بن ربیع سے سرگوشی کی جس کے جواب میں فضل بن ربیع کمرے سے نکل کر چلا گیا تھا تھوڑی دیر بعد فضل بن ربیع لوٹا اس کے ساتھ ایک انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکی تھی وہ لڑکی جب ہارون الرشید کے سامنے آن کھڑی ہوئی تب ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

''ابراہیم میرے بیٹے یہ جو لڑکی تمہارے سامنے آن کھڑی ہوئی ہے اس کی طرف دیکھو بہت کم لڑکیاں اس جیسی حسین خوبصورت اور پرکشش ہوں گی یہ گزشتہ جنگوں میں جنگی قیدی کی حیثیت سے ہمارے ہاتھ لگ گئی انتہا دانش مند اور سلیقہ شعار لڑکی ہے بغداد پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں اس نے اسلام قبول کر لیا اور اپنا نام تبدیل کر کے اس نے عتابہ رکھ لیا ہے پرانے نام کو فراموش کر دو اب جو جانو اس کا نام عتابہ ہے اور یہ مسلمان ہے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ تمہارے بھائی اسمٰعیل بن قاسم کی میری نگاہوں میں بڑی وقعت بڑی عزت ہے اسے اپنے بیٹوں جیسا جانتا ہوں اس لڑکی کو میں تمہارے بھائی اسمٰعیل کے لئے پسند کر چکا ہوں کہو اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔'' ابراہیم کسی قدر فکرمندی اور پریشانی کا شکار تھا جب اسے اصل موضوع کا پتہ چلا تب وہ کسی قدر آسودہ ہوا اور پرسکون سے لہجے میں

ہارون الرشید کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر المومنین میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ لڑکی بڑی خوبصورت حسین اور پرکشش ہے لیکن میں یہ بھی بتاؤں کہ میرے بھائی اسمٰعیل کی سگائی پہلے سے ہو چکی ہے اور جس لڑکی کو ان سے منسوب کیا گیا ہے امیر المومنین وہ لڑکی اس سے بھی زیادہ خوبصورت اس سے کہیں زیادہ پرکشش ہے۔'' یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم کو رک جانا پڑا اس لیے کہ بیچ میں ہارون الرشید مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

''کہیں تم بہک تو نہیں گئے ہو کیا وہ تمہارے سامنے کھڑی عتابہ نام کی اس لڑکی سے بھی زیادہ حسین و پر جمال ہے۔'' اس پر ابراہیم بن قاسم کی چھاتی تن گئی کچھ سوچا پھر وہ عجیب سے فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

''امیر المومنین جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے وہ لڑکی چاند تاروں کی جاگتی مسکراہٹ محبت کے گلشنوں کے آباد نغمہ ترانوں کے قافلوں، سرود سحر جیسی خوبرو لب رقصاں کی مہک، جوئے محبت کی روانی، تاروں کی گفتگو بہاروں کے کلام سی حسین شبنم کی نگرانی دوستی کی کرنوں کہکشاں کے جال امیدوں کے ریشم جیسی پر جمال ہے وہ لڑکی امیر المومنین سیپوں کے موتی اور مہکتے پھولوں، گداز نغموں کی سی پرکشش ہے وہ اگر لوگوں کے سامنے آن کر کھڑی ہو جائے تو خار کی نوک مورخ کی زبان نقاد کا قلم، شاعر کی شعریت ادیب کا ادب زہر آلود خنجر کی دھار، خون چاٹتی تیغ کی کاٹ تک کام کرنا چھوڑ دے۔

اور پھر سب سے بڑھ کر امیر المومنین وہ لڑکی میرے بھائی کو اپنے شعلہ جمال کا ترجمان اپنے گلاب لبوں کا نطق، اپنی ذات کی انا و آن، اپنی رفاقت کا نغمہ و رنگ اپنے جذبات کا سونا اپنے احساسات کا زیور اپنی جان کا پاسبان اپنی محبت کا محافظ اور اپنی مہکتی دہکتی سانسوں کا امین خیال کرتی ہے۔

جہاں تک میرے بھائی اسمٰعیل کا تعلق ہے تو وہ بھی اس لڑکی کو اپنے لئے محبت کی طلب جسم کی رونق و رنگ، چاہت کی بارش کی بوند قوس قزح کی بیاض، محبت کا آلاپ، شبستانوں کی رقصاں شمع، زندگی کی بے جہتی میں چمکتا افق اپنی ذات کے منظر کی تشکیل معصوم تمناؤں کا محاب اور اپنی فکر کے رزمیہ گیت سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔'' جب تک ابراہیم بولتا رہا ہارون الرشید خوش رہ کر مسکراتا رہا ہاں وہ گاہے گاہے بھی طبیب جبرائیل کی طرف دیکھ لیتا تھا وہ لڑکی جس کا نام عتابہ بتایا گیا تھا وہ بھی مسکراتے ہوئے ابراہیم کی طرف دیکھ رہی تھی قریب بیٹھا ہوا وزیر فضل بن ربیع بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ ابراہیم کو مخاطب

کرنے سے پہلے ہارون الرشید نے عتابہ نام کی اس لڑکی کو مخاطب کیا ایک خالی نشست کی طرف اسے بیٹھنے کے لئے کہا وہ لڑکی جب بیٹھ گئی تب ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے ہارون الرشید کہنے لگا۔

''اس لڑکی کا ذکر اسمٰعیل نے مجھ سے کیا تھا وہ اسے آرمینیا کے جہنم سے نکال کر لایا تھا اور مجھے یہ بھی خبر ہوئی تھی کہ وہ طبیب جرائیل کے ایک عزیز کی بیٹی ہے اور جرائیل کے ہاں رہنے کی بجائے اس نے تم لوگوں کے ہاں قیام کرنا مناسب سمجھا لیکن اسمٰعیل بڑا راز دار ٹھہرا اس نے آج تک مجھ سے ذکر ہی نہیں کیا کہ اس لڑکی سے اس کی منگنی ہو چکی ہے اور وہ لڑکی اس کمال کی پر جمال ہے بہر حال اگر وہ لڑکی ایسا جمال ایسا حسن ایسی خوبصورتی رکھتی ہے تو یقیناً ایسی خوبصورت حسین اور ہنر و گن کی لڑکی صرف اسمٰعیل بن قاسم کو ہی زیب دیتی ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید لمحہ بھر کے لئے رکا پھر اس کے بعد اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''ابراہیم میرے بیٹے میں اس لڑکی کے صرف حسن اس کی خوبصورتی ہی سے متاثر نہیں اس کے اعلیٰ اخلاق اس کی عقل مندی نے بھی مجھے متاثر کیا ہے میری نگاہوں میں اب اس کی حیثیت ایک بیٹی کی سی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کی حیثیت سے ہی اس کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دوں تا کہ یہ اس کے ساتھ پرسکون اور خوش حال زندگی بسر کرے دیکھو ابراہیم اگر اس لڑکی کو میں تمہاری زندگی کا ساتھی بنانا چاہوں تو تمہارے کیا خیالات و جذبات ہوں گے۔'' ایک وزدیدہ سی نگاہ اس لڑکی پر ابراہیم نے ڈالی پھر ہارون الرشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر المومنین اس سلسلے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں آخری فیصلہ تو آخر میرے باپ میرے بڑے بھائی اسمٰعیل بن قاسم نے ہی کرنا ہے۔'' ہارون الرشید مسکرایا اور کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے آخری فیصلہ قاسم اور اسمٰعیل ہی کریں گے لیکن تم یہ تو کہو کہ یہ لڑکی تمہیں پسند ہے۔'' ابراہیم نے ایک عجیب سی نگاہ باری باری ہارون الرشید، طبیب جرائیل، وزیر فضل بن ربیع پر ڈالی آخر میں اس کی نگاہیں لمحہ بھر کے لئے عتابہ پر جم گئیں پھر وہ کہنے لگا۔

''امیر المومنین اس جیسی حسین اور خوبصورت عقل مند اور دانا لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہ بنانا میں سمجھتا ہوں ایک فاش غلطی اور جرم سے کم نہیں لیکن امیر المومنین اس کا فیصلہ تو آخر میرے باپ اور بھائی ہی کو کرنا ہے۔'' ابراہیم جب خاموش ہوا تو طبیب جرائیل کچھ سوچتے ہوئے ہارون الرشید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر المومنین آپ مطمئن رہیں میں ابراہیم کے ساتھ جاتا ہوں اس کے گھر جاتا ہوں اس موضوع پر اس کے باپ بھائی سے بات کرتا ہوں اس کے بعد اس معاملے کو آخری شکل دیتے ہوئے امیر المومنین جس لڑکی کو اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے آپ اس لڑکی کو جانتے ہیں میرے عزیز کی بیٹی ہے اس کے حسن جمال کی ابراہیم تعریف بھی کر چکا ہے ایک منگیتر کی حیثیت سے وہ اسمٰعیل کی حویلی میں قیام کیے ہوئے ہے عتابہ نام کی اس لڑکی سے متعلق بھی میں قاسم اور اسمٰعیل سے بات کرتا ہوں امیر المومنین اتنی دیر تک اس لڑکی کو بغداد کے مہمان خانے میں رکھا جائے مجھے امید ہے کہ آج ہی خود قاسم اور اسمٰعیل دونوں باپ بیٹا اس لڑکی کو ابراہیم کے لئے لینے کے لئے آئیں گے اور اپنی حویلی میں لے جائیں گے۔'' طبیب جرائیل جب خاموش ہوا تو کسی قدر احتجاجی انداز میں ہارون الرشید کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

''امیر المومنین میں سمجھتا ہوں کہ آپ یک طرفہ فیصلہ کر رہے ہیں آپ نے میری رضامندی تو پوچھ لی لیکن اس لڑکی سے تو پوچھا ہی نہیں کہ کیا یہ میری زندگی کی ہم سفر بننے کے لیے تیار ہے امیر المومنین میری نسبت اس لڑکی کی رضامندی اور اس کی خوشنودی کو زیادہ اہمیت دی جانی چاہئے اس لیے کہ اس شہر میں یہ اجنبی ہے مہمان ہے کسی بھی صورت اس کی دل شکنی نہیں ہونی چاہئے ہاں اگر یہ اپنی رضامندی سے ایسا کرنے کے لئے تیار ہے تو امیر المومنین میں سمجھوں گا کہ اسی میں میری خوشی اور سکون ہو گا۔'' ابراہیم کے خاموش ہونے پر ہارون الرشید نے سوالیہ سے انداز میں عتابہ کی طرف دیکھا شاید وہ امیر المومنین کے دیکھنے کے انداز کو بھانپ گئی تھی بلکی دھیمی شرماتی اور لجاتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

''امیر المومنین اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' عتابہ کا جواب سن کر ہارون الرشید خوش ہو گیا تھا پھر دوبارہ ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم جو قیدی لڑکیاں آئی ہیں ان میں سے ایک کا انتخاب خود جرائیل بھی اپنے بیٹے کے لئے کر چکا ہے۔'' ہارون الرشید جب خاموش ہوا تو طبیب جرائیل اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا۔

''امیر المومنین آپ مجھے اور ابراہیم کو اجازت دیں تا کہ اس معاملے کو ہم آگے بڑھائیں۔'' ہارون الرشید نے جب ان دونوں کو اجازت دے دی تب دونوں اس کمرے سے نکل گئے۔

جب دونوں قصر سے باہر آئے کچھ سوچتے ہوئے مسکراتے اور نگاہوں میں شرارت آمیز

تاثر لئے طبیب جرائیل ابراہیم بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم میرے بیٹے اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہارے اہل خانہ کے ساتھ ایک مزاحیہ کھیل کھیلتا ہوں دیکھو عتابیہ نام کی لڑکی کے لئے ہارون الرشید نے انتخاب تو تمہارے بڑے بھائی کا کیا تھا اب میں تمہارے گھر جا کر دو کام کروں گا پہلا کام یہ کروں گا کہ تمہارے باپ سے کہوں گا کہ ابراہیم کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے لیکن بتانا نہیں چاہتا لہٰذا اس سے پوچھا جائے یہ کسے پسند کرتا ہے اس طرح ایک جستجو کا معاملہ شروع ہو گا تم سے جب پوچھیں گے تو تم حالات کی اصلیت ان پر ظاہر کرنا اس طرح وہ لڑکی تمہیں مل جائے گی۔

جو دوسرا کام میں کروں گا اس میں تھوڑی دیر کے لئے شاریہ کو پریشانی اور فکرمندی ضرور ہو گی لیکن یوں جانو یہ بھی ہمارے مزاحیہ کھیل کا ایک حصہ ہی ہو گا میں تمہارے بڑے بھائی اسمٰعیل سے جا کر کہوں گا کہ میں ابراہیم دونوں ابھی ابھی ہارون الرشید کے پاس سے اٹھ کر آ رہے ہیں جو لڑکیاں قید ہو کے آئی ہیں ان میں سے ایک کے لئے امیر المومنین نے تمہارا انتخاب کر لیا ہے اسے یہ بھی کہوں گا کہ عنقریب اس لڑکی سے تمہارے نکاح کا اہتمام کرنے کے لئے ہارون الرشید تمہیں بلائے گا۔

اس طرح ایک ہی موضوع کے دو موضوع بن جائیں گے لیکن یہ دونوں موضوع تھوڑی دیر کے لئے بلکہ میں کہوں چند لمحوں اور مذاق کے طور پر رہیں گے اس لئے......'' طبیب جرائیل اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لئے کہ فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

''میرے محترم اس طرح تو میری بہن شاریہ انتہا درجہ کی فکرمند پریشان مغموم اور الم گزیدہ کی سی ہو کے رہ جائے گی۔ کم از کم اس کی یہ حالت مجھ سے تو نہ دیکھی جائے گی۔''

اس پر طبیب جرائیل نے ہلکا سا قہقہہ لگایا کہنے لگا۔

''دیکھو بیوقوف نہ بنو یہ سارا مزاحیہ کھیل تھوڑی دیر کے لئے ہی رہے گا کون سا اسمٰعیل اسی وقت اٹھ کے سلطان کی طرف چل دے گا تھوڑی دیر تک فکرمندی رہے گی اور جب وہ تم سے پوچھیں گے کہ تم کس لڑکی کو پسند کرتے ہو تو جو حالات کی اصلیت ہے وہ تم سب پر ظاہر کر دینا اس طرح شاریہ بھی خوش ہو جائے گی کہ ہم نے اس کے ساتھ مذاق کیا ہے اس کی اصلیت اور حقیقت کوئی نہیں ہے میرے خیال میں تم اس تجویز سے اتفاق کرو گے۔''

جواب میں ابراہیم نے کچھ سوچا پھر جرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے محترم آپ جیسا جی چاہے کریں میں آپ کے انداز کو سمجھ گیا ہوں۔ بہر حال میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔'' طبیب جرائیل ابراہیم کی اس بات سے خوش ہو گیا تھا پھر

دونوں خاموشی کے ساتھ تیز تیز آگے بڑھنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جرائیل ابراہیم کے ساتھ اس کی حویلی میں داخل ہوا دونوں جب دیوان خانے میں آئے تو سب وہاں بڑی بے چینی سے شاید ابراہیم کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ جرائیل نے آگے بڑھ کر باری باری قاسم اسمٰعیل عطریف اور برمک سے مصافحہ کیا پھر وہ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب اسمٰعیل نے اپنے بھائی ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''ابراہیم میرے بھائی امیر المومنین نے تمہیں بلایا تھا کیا معاملہ ہے تم کچھ سنجیدہ سے بھی لگ رہے ہو۔'' اس پر ابراہیم کی بجائے طبیب جرائیل بول اٹھا کہنے لگا۔

''یہ کیا بتائے گا جس وقت یہ امیر المومنین کے پاس گیا اس وقت میں بھی وہاں ہی بیٹھا ہوا تھا میں سارے معاملے کی تفصیل تم لوگوں سے کہتا ہوں۔'' طبیب جرائیل نے گلہ صاف کیا اور پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیزو! میں تم سے دو موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں پہلا موضوع یہ کہ ابراہیم کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے انکار نہیں کرے گا وہ لڑکی بھی اسے چاہتی ہے میں نے اسے بہت کریدا لیکن بتاتا نہیں ہے تم دونوں باپ اور بھائی بیٹھے ہوئے ہو خود ہی اس سے پوچھ لینا کس لڑکی کو یہ چاہتا ہے اور کون سی لڑکی اسے اپنی محبت کا مرکز بنائے ہوئے ہے۔'' جس وقت طبیب جرائیل یہ بات کر رہا تھا شرم کے باعث ابراہیم کی گردن جھکی ہوئی تھی شاریہ سلوا رویان اور دیگر سارے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے کسی قدر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

''دوسرا موضوع جس پر میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تھوڑی دیر تک امیر المومنین کو اپنے قصر میں بلائیں گے اس لیے کہ نصرانیوں کے علاقوں سے جو لڑکیاں گرفتار ہو کر قیدی کی حیثیت سے آئی ہیں ان میں ایک انتہا درجہ کی خوبصورت ایک اعلیٰ پائے کی سلیقہ شعار اور حسین لڑکی ہے اور اس کا انتخاب امیر المومنین نے اسمٰعیل کے لئے کیا ہے میرے خیال میں تھوڑی دیر تک امیر المومنین اسمٰعیل کو وہاں بلائیں گے اور اس لڑکی سے اس کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔'' یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد طبیب جرائیل بڑے غور بڑے انہماک بڑی توجہ کے ساتھ شاریہ کی طرف دیکھنے لگا تھا اس نے جائزہ لیا شاریہ ایک دم تبدیل ہو کے رہ گئی تھی جیسے اس کی ذات کے اندرونی حصوں میں انقلاب برپا ہو کر ایک دم ظاہر اور نمودار ہو گیا ہو۔

اس نے دیکھا شاریہ بیچاری بے دیار و بے نوا کرتی قسمتوں خیالوں و احساس کے انقلاب میں فنا جذبوں کے عروج جیسی اداس زرد روخزاں میں خواہشوں کی جھلساتی تپش جیسی فکر مند بے خواب آنکھوں میں خوفناک چیخنے بجتی لہروں میں پریشان بے نام سرگوشیوں میں زندگی کی مضطرب کراہوں سی غمگین بحر و بر اور شہر اور نگر میں اداسی کی خنک راتوں کے نوحوں جیسی ملول اور بستیاں مٹاتی تقدیر آبادیاں جلاتی خونی چکیاں چلاتی آندھیوں جیسی بیچاری ہولناک ہو کے رہ گئی تھی۔

اسمٰعیل بھی بڑی تیزی سے شاریہ کی بدلتی ہوئی حالت کا جائزہ لے رہا تھا وہ خود پریشان ہو گیا تھا پھر جبرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے محترم آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں میرا کسی سے نکاح کیسے ہو سکتا ہے آپ جانتے ہیں میری منگنی شاریہ کے ساتھ ہو چکی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو اپنی منزل قرار دے چکے ہیں پھر کیسے امیر المومنین کسی دوسری لڑکی کے ساتھ میرے نکاح میرے عقد کی بات کر سکتے ہیں۔" اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو طبیب جبرائیل اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"لیکن تم نے امیر المومنین پر کبھی یہ انکشاف نہیں کیا کہ تمہاری منگنی شاریہ کے ساتھ ہو چکی ہے اگر تم نے اس منگنی کا ذکر امیر المومنین سے کیا ہوتا تو وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آج وہ میرے ابراہیم اور فضل بن ربیع کے سامنے اپنی پسند کی لڑکی سے تمہارے نکاح کا ذکر نہ کرتے۔

گذشتہ جنگ میں جو نصرانی لڑکیاں قید اور اسیر ہو کے آئی ہیں ان لڑکیوں میں سے ایک انتہا درجہ کی خوبصورت اور حسین ہے امیر المومنین نے تمہارے لئے اس لڑکی کا انتخاب کیا ہے میرے خیال میں تھوڑی دیر تک وہ تمہیں بلائیں گے اور اپنی موجودگی میں وہیں قصر میں تمہارے نکاح کا اہتمام کریں گے۔" طبیب جبرائیل کی اس گفتگو کا جواب اسمٰعیل دینا ہی چاہتا تھا کہ چونک پڑا اس لیے کہ اس نے دیکھا کہ اسی لمحہ شاریہ کی آنکھوں سے آنسو گر کر اس کے دامن کو بھگونے لگے تھے اسمٰعیل نے فوراً بات کا رخ بدلہ اور طبیب جبرائیل کی بجائے شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تمہیں رونے کی کیا ضرورت ہے تم تو اس طرح آنسو بہا رہی ہو جیسے میں نے خود تم سے اپنا رشتہ منقطع کر کے کسی دوسری لڑکی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کر لیا ہے جو کچھ طبیب جبرائیل نے کہا ہے یہ امیر المومنین کی اپنی اور ان کی ذاتی سوچ ہے اس میں میری

اپنی سوچ میرے اپنے خیال میرے اپنے فیصلے میرے اپنے ارادے کا کوئی دخل عمل نہیں ہے تم بالکل مطمئن ہو اپنی جگہ آسودہ اور بالکل بے فکر رہو امیر المومنین نے اگر کسی اور لڑکی سے میرے نکاح کا اہتمام کرنا چاہا بھی تو میں ایسا نہیں ہونے دوں گا دیکھو......" اسمٰعیل کو رک جانا پڑا اس لیے کہ جبرائیل بول پڑا۔

"اسمٰعیل میرے بیٹے کیا تم نے امیر المومنین پر ذکر نہیں کیا کہ شاریہ سے تمہاری منگنی ہو چکی ہے۔" جواب میں اسمٰعیل کہنے لگا۔

"کیوں نہیں امیر المومنین کو تو میں پہلے دن بتا دیا تھا کہ آرمینیا سے میرے ساتھ شاریہ اور اس کا بھائی آیا ہے اور ان دونوں بہن بھائی پر کیا بیتی ہے اس کی تفصیل بتا دی تھی امیر المومنین پر یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ شاریہ اور یرسک دونوں بہن بھائی آپ کے رشتہ دار ہیں اور وہ آپ کے ہاں قیام نہیں کرنا چاہتے اس کے بعد جب گھر والوں نے شاریہ سے میری منگنی طے کر دی تو اس منگنی کا ذکر میں نے خود امیر المومنین سے کیا تھا۔

ہو سکتا ہے انہیں یاد نہ رہا ہو اسی بناء پر انہوں نے کسی اور لڑکی کے ساتھ میری منگنی یا میرے نکاح کا فیصلہ کر لیا ہو اگر یہ فیصلہ انہوں نے بھولے سے کیا ہے تو اس صورت میں ان کا فیصلہ ان کی طرف سے میرے لیے محبت اور جان شعاری کا اظہار ہے اور اگر یہ فیصلہ انہوں نے اس بناء پر کیا ہے کہ میں شاریہ کے علاوہ کسی اور لڑکی کو بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنا لوں تو یہ ان کی طرف سے غلط فیصلہ ہے جسے میں کسی بھی صورت قبول نہیں کروں گا اگر اس سلسلے میں مجھے امیر المومنین نے بلایا تو میں صاف اور واضح طور پر کہہ دوں گا کہ میری منگنی شاریہ کے ساتھ ہو چکی ہے اور میں اپنی زندگی میں شاریہ کی ہی صورت میں صرف اپنی زیست کا ساتھ رکھنا چاہتا ہوں میں دو بیویوں کے درمیان نہ اپنے آپ کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں اور نہ اپنی ذات کو بانٹنا چاہتا ہوں شاریہ وہ پہلی لڑکی ہے جسے میں نے پسند کیا ہے میں وہ پہلا شخص ہوں جسے خود شاریہ نے بھی چاہا ہے لہٰذا ہم دونوں ہی اپنی منزل سے روگردانی نہیں کر سکتے۔" اسمٰعیل کی اس گفتگو سے شاریہ نے کافی حد تک اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا چہرے پر آسودگی تسلی اور طمانیت بھی آ گئی تھی وہ بار بار تشکر سے انداز میں اسمٰعیل کی طرف دیکھ بھی لیتی تھی اس موقع پر گفتگو کا آغاز قاسم نے کیا اور شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹی ابراہیم کس لڑکی کو چاہتا ہے جسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے نہ مجھے پتا ہے نہ اسمٰعیل کو اور اگر ہم نے اس لڑکی سے متعلق ابراہیم سے پوچھا بھی تو یہ نہ مجھے بتائے گا اور نہ اسمٰعیل کو بیٹے تم اس گھر کی ایک محترم اور معزز اکائی ہو گو ابراہیم تم سے عمر میں کافی بڑا ہے

لیکن چونکہ رشتے میں تم اس سے بڑی ہو لہٰذا اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے پوچھو کہ وہ لڑکی کون ہے جسے اس نے پسند کیا ہے جس کو یہ اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے اگر وہ لڑکی عاقل و بالغ ہوئی تو اس کا تعلق خواہ کسی غریب اور نادار خاندان سے ہی کیوں نہ ہوا میں ابراہیم کو اس سے بیاہ دوں گا۔'' شاریہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی پھر ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بھائی اٹھو میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو تاکہ ابھی سب کے سامنے یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے۔'' ابراہیم اپنی جگہ سے اٹھا نہیں بیٹھا رہا اس پر طبیب جبرائیل نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شاریہ میری بیٹی! تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے یہیں بیٹھی رہو بیٹھو میں سارے معاملے کی اصلیت تم پر ظاہر کرتا ہوں۔ نہ تمہیں ابراہیم کو دوسرے کمرے کی طرف لے جانے کی ضرورت ہے نہ اس سے کچھ استفسار کرنے کی ضرورت ہے۔'' اس کے بعد ہارون الرشید کے سامنے قصر میں جو پیش آیا تھا وہ طبیب جبرائیل نے تفصیل کے ساتھ کہہ دیا تھا جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو کچھ دیر سارے ہنستے رہے پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنے والوں میں شاریہ سب سے پیش پیش تھی۔

اس موقعہ پر قاسم نے طبیب جبرائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''جبرائیل تم نے واقعی بڑا بھیانک مذاق کیا یہ ساری کارروائی تم نے راستے میں ابراہیم کے ساتھ مل کر طے کر لی تھی۔'' جبرائیل منہ سے کچھ نہ بولا کچھ دیر مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلاتا رہا پھر کہنے لگا۔

''بھائی قاسم برا مت ماننا ایسا کر کے میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ دراصل شاریہ اور امیر اسمٰعیل ایک دوسرے کو کس قدر چاہتے ہیں یوں جانو یہ ان دونوں کی محبت اور چاہت کا امتحان تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں ٹوٹ کر ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی جدائی اور فرقت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اب تک جو ہوا یہ تو مذاق تھا بہر حال اب میں آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ کیا آپ اس لڑکی کو اپنانے کے لئے تیار ہیں۔'' قاسم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''جبرائیل وہ لڑکی اگر میرے بیٹے ابراہیم کو پسند کر چکی ہے ابراہیم بھی اگر اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے امیر المومنین کے سامنے ہاں کہہ چکا ہے تو پھر مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن یاد رکھنا میرے بعد اس گھر کے پانچ اور اہم افراد بھی ہیں اسمٰعیل، شاریہ،

عطریف، رویان، ساوا جہاں تک برسک کا تعلق ہے تو وہ بچہ ہے ابھی ان کاموں میں اس کی کوئی دلچسپی نہیں سب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر یہ سارے ابراہیم کے لئے اس لڑکی کو لانے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں تو میں ابھی جا کر اس لڑکی کو گھر لے آؤں گا دیکھو میں نے ٹھان رکھی ہے کہ اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں بھائیوں کی اکٹھی شادی کروں جہاں تک اسمٰعیل کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ طے ہو چکا ہے شاریہ سے بہتر کوئی لڑکی مجھے اپنے بیٹے اسمٰعیل کے لئے مل ہی نہیں سکتی۔ مجھے ابراہیم کے لئے کسی اچھے رشتے کی تلاش تھی اب جب کہ عتابہ نام کی لڑکی خداوند قدوس کی طرف سے ہمیں تحفے میں مل رہی ہے تو ہم اس سے انکار نہیں کریں گے لیکن پہلے ان پانچوں افراد کی رضامندی بے حد لازمی ہے۔'' قاسم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل جھٹ سے بول اٹھا۔

''بابا ابراہیم کے لئے اگر عتابہ کو یہاں لایا جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' اسمٰعیل کے یہ الفاظ ادا کرنے تھے کہ باری باری بڑی تیزی کے ساتھ شاریہ عطریف اور رویان اور ساوا نے بھی وہی الفاظ ادا کر دیئے جو اسمٰعیل نے ادا کیے تھے اس صورت حال پر قاسم اور جبرائیل مسکرا اٹھے تھے۔

قاسم جبرائیل کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شاریہ قاسم کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا جس طرح محترم جبرائیل نے کہا ہے عتابہ نام کی وہ لڑکی اس وقت مہمان خانے میں ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ ابھی اور اسی وقت جائیں اور اس لڑکی کو یہاں لے آئیں وہ قیدی کی حیثیت سے یہاں آئی ہے اسلام قبول کر چکی ہے اور اس کا آگا پیچھا بھی نہیں ہے امیر المومنین کی بڑی مہربانی کہ انہوں نے اسے بیٹی کی حیثیت سے ابراہیم کے سامنے پیش کیا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد شاریہ رکی پھر اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''عتابہ کو لانے کے لئے آپ کو بھی بابا کے ساتھ جانا چاہئے۔'' اسمٰعیل فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بابا وقت ضائع نہ کریں انہیں محترم جبرائیل کو بھی ساتھ لے کے چلتے ہیں۔'' اس پر قاسم اٹھ کھڑا ہوا جبرائیل بھی کھڑا ہوا پھر تینوں حویلی سے نکل گئے تھے۔

باقی سب لوگ دیوان خانے میں بیٹھ کر بڑی بے چینی سے ان کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

☼......☼

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ قاسم جبرائیل اور اسمٰعیل حویلی میں داخل ہوئے عنابہ ان کے ساتھ تھی اسے دیکھتے ہی سب سے پہلے شاریہ بھاگتی ہوئی باہر نکلی عنابہ سے گلے ملی جب دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئیں تو اپنا منہ عنابہ شاریہ کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو تم شاریہ ہو بھائی اسمٰعیل کی منگیتر تمہارا حسن واقعی شبینہ کی حد تک غضب ڈھانے والا ہے۔'' شاریہ مسکرا دی عنابہ کی پیشانی چومی کہنے لگی۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔'' اس کے بعد جب بھاگ کر ساوا اس سے ملی تو عنابہ پھر بول اٹھی اور اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ ساوا ہے اس کے بعد رویان گلے ملی اس کا بھی نام اس نے پکارا اس کے بعد گھر کے سب دیگر افراد باری باری اس نے نام لیا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے عطریف بول اٹھا۔

''بیٹا تم تو ایسے بول رہی ہو جیسے برسوں سے ہمارے اندر رہتی رہی ہو۔'' اس پر عنابہ مسکرائی کہنے لگی۔

''بابا ایسی کوئی بات نہیں ہے راستے میں بھائی اسمٰعیل حویلی کے پورے حالات اور حویلی کے مکینوں کے متعلق تفصیل سے بتاتے رہے ہیں لہٰذا میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کون کیا ہے اور کیا نام ہے۔'' عنابہ کی اس گفتگو کا شاریہ جواب دینے ہی لگی تھی کہ قاسم نے شاریہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شاریہ میری بیٹی تم ساوا عطریف اور رویان چاروں میرے پاس آؤ۔'' قاسم کے ان الفاظ پر شاریہ رویان عطریف اور ساوا چونکے تھے اس کے قریب آن کھڑے ہوئے چاروں کو لے کر قاسم دیوان خانے سے ملحقہ کمرے میں داخل ہوا جب وہاں نشستوں پر بیٹھ گئے تب سب کو مخاطب کرتے ہوئے قاسم کہنے لگا۔

''میں اپنے خداوند محترم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے پہلے شاریہ کی صورت میں انتہائی خوبصورت اور حسین بیٹی عطا کی اور اب ایک ایسی ہی بیٹی مجھے ابراہیم کے لئے بھی میرے خداوند نے عنایت کر دی ہے یہ اس کی طرف سے میرے لیے نعمت ہے جس کا میں جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔ میری بچی میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ دونوں بھائیوں کی شادی ایک ساتھ کروں گا بیٹی تم پہلے سے اس گھر میں ہو اور اس گھر میں تمہاری حیثیت سب سے محترم سب سے زیادہ باعزت ہے اس لیے کہ تم بڑے بیٹے اسمٰعیل کی منگیتر ہو جہاں تک عطریف اور رویان کا تعلق ہے تو میرے بعد یہ گھر کے محترم ہیں عطریف بھائی ہے رویان

بہن ہے چاروں کو علیحدہ اس لیے بلایا ہے کہ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب میں وقت ضائع کیے بغیر دونوں بیٹوں کی شادی کر دینا چاہتا ہوں تم چاروں میں سے اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو بولے۔'' سب سے پہلے عطریف بولا کہنے لگا۔

''بھائی جہاں تک میرا اور رویان کا تعلق ہے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے میں سمجھتا ہوں اگر دونوں بھائیوں کی شادیاں ہوں تو ہمارے لیے یہ انتہا درجہ کی خوشی کا موقعہ ہو گا اس لیے کہ ایک عرصے بعد اس گھر میں خوشیاں اتھیں گی ہاں اس سلسلے میں شاریہ سے مشورہ کرنا بہت ضروری ہے یہ اس گھر کی سب سے زیادہ اہم شخصیت ہے اور پھر......'' عطریف اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ شاریہ بول پڑی قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''بابا میں آپ کی بیٹی ہوں آپ کا فیصلہ میرے سر آنکھوں پر میں آپ کے کسی بھی فیصلے سے روگردانی نہیں کر سکتی میں سمجھتی ہوں آپ کو مجھ سے مشورہ کرنا تھا نہ مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا بلکہ آپ کو تو بس آخری فیصلہ کر دینا چاہئے تھا اور آپ کا فیصلہ ہی مجھ جیسی بیٹی کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔'' شاریہ کا جواب سن کر قاسم خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔

''میری بیٹی میں تم سے یہی الفاظ سننا چاہتا تھا تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے ابھی تھوڑی دیر تک میں تمہیں رقم دیتا ہوں رویان، ساوا اور عنابہ کو اپنے ساتھ لے جانا ابراہیم اور اسمٰعیل بھی اگر تم سب کے ساتھ جانا چاہیں تو انہیں بھی ساتھ لے کے جاؤ اور دونوں بہنیں اپنی شادی کے لئے جو کچھ خریدنا چاہتی ہو خرید لو لیکن شادی کا سامان بہترین عمدہ ہونا چاہئے اس کے لئے میری بچی تم رقم کی فکر نہ کرنا نقدی میں تم کو وافر مقدار میں دوں گا۔'' اس کے ساتھ ہی قاسم اٹھ کھڑا ہوا کہنے لگا۔

''اب اٹھو دیوان خانے میں چل کر سب کو یہ خوشخبری سناتے ہیں۔'' چاروں اٹھ کر دیوان خانے میں آئے اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد قاسم نے کہنا شروع کیا۔

''میرے بچو میں نے عطریف، رویان، ساوا اور شاریہ کے ساتھ مل کر ایک فیصلہ کیا ہے کل اسمٰعیل ابراہیم دونوں بھائیوں کی شادی ہو گی اسمٰعیل اور ابراہیم میرے دونوں بچو تھوڑی دیر تک شاریہ، عنابہ، ساوا، رویان کے ساتھ بازار جانا اور جو چیزیں یہ خریدنا چاہیں خریداری میں ان کی مدد کرنا اس کے لئے میں نقدی شاریہ کو دیتا ہوں لیکن ساری خریداری شام سے پہلے پہلے ہو جانی چاہئے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد قاسم اپنی جگہ سے اٹھا دوسرے کمرے میں گیا نقدی کی ایک تھیلی لا کر اس نے جب شاریہ کی گود میں رکھی تو شاریہ نے نقدی کی وہ تھیلی اٹھا کر عنابہ کی گود میں رکھ دی اور کہنے لگی۔

"بابا میں اس گھر میں ایک عرصے سے رہ رہی ہوں اس گھر کے ہر فرد اس گھر کے ماحول اور ہر رسم سے شناسا اور واقف ہو چکی ہوں عتابہ کا اس حویلی میں آج پہلا دن ہے بابا نقدی اس کے پاس رہے گی خریداری کے بعد بھی ادائیگی کرے گی بابا ایسا کر کے میں اسے احساس دلانا چاہتی ہوں کہ اس گھر میں اس کی کتنی وقعت اس گھر میں اس کی کتنی عزت اور وقار ہوگا۔" جب تک شاریہ بولتی رہی عتابہ توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی جب وہ خاموش ہوئی تب عتابہ آگے بڑھ کر اس سے گلے ملی اس کا منہ کئی بار چوما پھر کہنے لگی۔

"میری بہن میں، تیری عظمت تیری فراخدلی کو صد بار سلام پیش کرتی ہوں لیکن نقدی تیرے پاس ہی رہے گی تو بڑے بھائی اسمٰعیل کی منگیتر ہے اس لحاظ سے تیرا رتبہ سب سے اہم ہے میں سمجھتی ہوں تو عمر میں مجھ سے زیادہ نہیں کم ہی ہوگی لیکن رشتے میں بڑی ہے لہٰذا تیرا احترام تیری عزت مجھ پر واجب ہے۔" اس کے ساتھ ہی نقدی کی تھیلی عتابہ نے شاریہ کی گود میں رکھی اور دوبارہ نشست پر ہو بیٹھی تھی۔

شاریہ اپنی جگہ سے اٹھی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سہمی سہمی سی لجاتی اسمٰعیل کی طرف بڑھی بڑے پیارے انداز میں نقدی کی تھیلی اس کی گود میں رکھی پھر انتہائی شیریں آواز میں کہنے لگی۔

"نقدی کی یہ تھیلی اپنے پاس رکھیں چونکہ آپ ہمارے ساتھ خریداری کے لئے جا رہے ہیں بابا کے بعد آپ گھر کے بڑے ہیں لہٰذا اگر نقدی کی تھیلی آپ اپنے پاس رکھتے ہیں اور خریداری کی قیمت چکاتے ہیں تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" شاریہ کی اس حرکت کو سب نے پسند کیا پھر اسمٰعیل، ابراہیم، شاریہ، عتابہ، رویان اور ساوا سب اٹھے اور خریداری کے لئے بازار کی طرف چلے گئے تھے۔

اگلے روز بڑی دھوم اور شان و شوکت کے ساتھ اسمٰعیل اور ابراہیم کی شادی شاریہ اور عتابہ سے ہوگئی تھی۔



انہی دنوں فرانس کے بادشاہ سارلیمان کی طرف سے خیر سگالی کا پیغام لے کر ایک وفد بغداد پہنچا اور ہارون الرشید سے ملاقات کی استدعا اور التجا کی۔ ہوا کچھ یوں کہ شارلیمان اپنے باپ کی موت کے بعد تاج و تخت کا وارث بنا لہٰذا شہنشاہ بننے کے بعد اس نے سلطانوں میں سے اپنے ہم عصر خلیفہ ہارون الرشید سے نامہ و پیغام شروع کیا اور تعلقات روابط کی طرح ڈالی اس طرح ان دونوں کے مابین دوستی قائم ہوئی اس دوستی کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ممالک کے مابین سیاسی تعلقات زیادہ مضبوط ہوں اور دونوں شہنشاہوں کے درمیان خصوصی روابط قائم ہو جائیں گو اس سلسلے میں کوئی باقاعدہ معاہدہ تو دونوں حکمرانوں کے مابین نہ ہو سکا لیکن ایک تعلق ضرور قائم ہوا۔

وہ بھی اس طرح کہ بیت المقدس کے استقف نے شارلیمان کو ایک مکتوب بھیجا اور اس سے التجا کی کہ وہ اپنی مسیح رعایا کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں فلسطین کا حج کرنے پر راغب کرے نیز اس نے شارلیمان سے یہ بھی کہا کہ وہ شہر بیت المقدس کے مسیحوں پر خاص نظر کرم رکھے اس لیے کہ اس وقت خدا کی اس وسیع سرزمین میں وہی سب سے بڑا مسیح شہنشاہ ہے۔

کہتے ہیں شارلیمان نے اپنی طرف سے ایک وفد اس استقف کی طرف روانہ کیا اور اسے ہدایت کی کہ فلسطین کے حج اور استقف کی زیارت ہونے کے بعد وہ وفد بغداد جائے اور مسلمانوں کے خلیفہ کی خدمت میں اس کی طرف سے دوستی اور خلوص کا پیغام پیش کرے۔

یہ وفد کاؤنٹ لائفریڈ کاؤنٹ سیکومنڈ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا ان میں ایک یہودی تاجر اسحٰق بھی شامل تھا اور وہ ان لوگوں کی راہنمائی اور ترجمانی کے لئے رکھا گیا تھا اور یہ یہودی تاجر نام جس کا اسحاق تھا عربی اور فرانسیسی دونوں زبانوں پر خوب عبور رکھتا تھا۔

بہر حال یہ وفد استقف کی زیارت اور ملاقات سے فارغ ہونے کے بعد بغداد پہنچا جو اس وقت شرق اسلام کا پایہ حکومت تھا۔

کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے وفد کے استقبال کا خاص طور پر انتظام کیا ایسے انتظامات

کی تکمیل کی جو بادشاہوں اور وزیروں کے لئے خاص ہوتے ہیں ایسا کرنے سے ہارون الرشید کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے وقار حکومت کے جلال اور خلافت کے دبدبے کا نقش آنے والے وفد کے ارکان پر پڑے۔

وفد سے ملاقات کرنے کے لئے خلیفہ نے خاص اہتمام کیا تھا جب یہ وفد جو فرانس کے بارے شارلیمان کی طرف سے تھا ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا تو وفد کے ارکان نے دیکھا کہ خلیفہ ہارون الرشید اس وقت پالتی مارے سونے کے تخت پر جو جواہرات سے مرصع تھا جلوہ گر تھا۔

یہ تخت ایک اونچے مکان پر کافی بڑے اور وسیع کمرے کے بیچوں بیچ ستونوں کے درمیان رکھا ہوا تھا جن پر ریشم کے زرکار اور نقش و نگار والا کپڑا منڈھا ہوا تھا اس کے دھاگے سونے کے تھے اور ان کی چمک دمک نگاہ کو خیرہ کرتی تھی۔

اس وقت خلیفہ ہارون الرشید پر ایک چتر سایہ فگن تھا جس پر آبنوس اور ہاتھی دانت کا استعمال کیا گیا تھا چتر کی چھت سیاہ ریشم کی تھی یہ بھی سونے کے تاروں سے بنی گئی تھی اور اپنی چمک دمک دکھا رہی تھی۔

چتر کے سامنے اور دائیں بائیں سونے کے چاند تھے ہر ہلال کے ساتھ سونے کی لڑیاں لٹک رہی تھیں اور ہر لڑی میں بڑے بڑے موتی پروئے ہوئے تھے اور موتیوں کے وسط میں سرخ زرد اور ازرق رنگ کے یاقوت کچھ ایسی شان سے لگائے گئے تھے کہ دیکھنے والا مبہوت ہو کے رہ جاتا تھا۔

ہارون الرشید نے جس طرح اپنے تاج و تخت اور اس کمرے کو سجایا ہوا تھا ویسی ہی شان و شوکت سے وفد کا استقبال کیا اور اسی شان کے ساتھ کافی دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا۔

فرانسیسی وفد اور ہارون الرشید کے درمیان کس موضوع پر ملاقات ہوئی اس کے متعلق مورخین کوئی روشنی نہیں ڈالتے تاہم اس وفد کے ذریعے ہارون الرشید اور شارلیمان کے درمیان خیر سگالی کا رابطہ اور تعلق قائم ہوا۔

جب یہ وفد رخصت ہوا تو اسے رخصت بھی اسی شان دار طریقے سے کیا جس طریقے سے ہارون الرشید نے ان کے استقبال کا اہتمام کیا تھا اس وفد کے ساتھ ہارون الرشید نے اپنا ایک عربی وفد شارلیمان کی طرف روانہ کیا ان عربوں کے ساتھ ہارون الرشید نے شارلیمان کے لئے بہت سے تحفے بھی روانہ کئے۔

ان تحفوں میں جو سب سے اہم تحفہ تھا وہ ایک پانی کی گھڑی تھی جس کی سوئیاں بالکل صحیح

وقت بتاتی تھیں اور جسے دیکھ کر شارلیمان کا وفد دنگ رہ گیا تھا ان لوگوں نے جب اس گھڑی کو دیکھا اور گھڑی کو انہوں نے وقت بتاتے ہوئے بھی سنا تب شارلیمان کے وفد کے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اس گھڑی کے اندر شیطان بیٹھا ہے جو اسے حرکت دیتا ہے۔

گھڑی کے علاوہ دوسری اشیاء جو عربی وفد کے ہاتھ ہارون الرشید نے فرانس کے بادشاہ شارلیمان کی طرف روانہ کی تھیں ان میں ایک شطرنج کی ایک بساط بھی بڑی اہمیت رکھتی تھی کہتے ہیں کہ اس بساط کے مہرے بڑے قیمتی ہیروں کے تھے یہ بساط ہیروں سمیت ہاتھی دانت کی ایک صندوقچی میں رکھی ہوئی تھی جو سونے سے مرصع تھی اور اس پر ایک غلاف بھی تھا جس کے دھاگے سونے اور چاندی کے تھے۔

اس کے علاوہ ہارون الرشید نے شارلیمان کو ایک ہاتھی بھی روانہ کیا جو ہندوستان سے منگوایا گیا تھا تا کہ بغداد کے کسی باغ میں اسے رکھا جائے اور لوگ اسے دیکھیں یہ ہاتھی شمالی افریقہ کے راستے فرانس کی طرف روانہ ہوا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہارون الرشید نے عربوں کا جو وفد شارلیمان کی طرف روانہ کیا وہ تنہا شارلیمان کے پاس پہنچا کیونکہ فرانسیسی وفد کے دو بڑے اہم افراد راستے میں وفات پا گئے اسحاق یہودی جو فرانسیسیوں کی راہنمائی کے لئے ان کے ساتھ آیا تھا وہ بھی مسلمانوں کا ساتھ نہ دے سکا اس لیے کہ وہ ہاتھی کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔

بہر حال شارلیمان نے عربی وفد کا شاندار اور پرتپاک استقبال کیا اور ہارون الرشید نے جو تحفے اس کے لئے بھجوائے تھے انہیں دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا جب ہاتھی فرانس پہنچا تو ہاتھی کو دیکھنے کے لئے فرانس کی خلقت ٹوٹ پڑی کیونکہ اس سے پہلے وہاں کے لوگوں نے ایسا عجیب و غریب جانور کبھی نہ دیکھا تھا۔

یہ عربی وفد کئی دنوں تک فرانس میں مقیم رہا فرانس کی حکومت اور ارباب حکومت کی طرف سے اس کی خوب پذیرائی اور مہمان داری ہوتی رہی اور ان کی عزت ان کے احترام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس لئے کہ فرانس کا بادشاہ شارلیمان جانتا تھا کہ مسلمانوں کا خلیفہ ہارون الرشید طاقت اور قوت میں کس پائے کا خلیفہ ہے۔

عربی وفد کے ارکان جب شہر سے باہر نکلتے تو انہیں دیکھنے اور خوش آمدید کہنے کے لئے لوگ ٹوٹ پڑتے اور ان کے حسن اور گندم گوں رنگ کو دیکھ کر جیسے صحرا کی تپش نے چمکدار بنا دیا تھا جوش و جذبات سے اتنے بے قابو ہوئے کہ نغمہ سرائی پر اتر آئے۔

فرانس میں عربوں کی تعریف و توصیف میں نا جانے کتنے گیت اور اشعار لکھے گئے یہ

گیت اور اشعار جہاں جہاں بھی جاتے انہیں جذبے اور جوش کے ساتھ سنایا جاتا۔ شارلیمان یہ نہیں چاہتا تھا کہ عربی وفد اس سے مایوس ہو جائے لہٰذا عربی وفد جب لوٹنے لگا تو اس نے اپنی طرف سے ایک اور وفد اس کی راہنمائی اس کی حفاظت اور خدمت کے لئے ان کے ساتھ روانہ کیا اور عربوں کے لئے شارلیمان نے انتہائی قیمتی تحائف اور ہدایا بھی بھیجے اور کہتے ہیں ہارون الرشید کے لئے بھی شارلیمان نے بڑے قیمتی اور عمدہ تحائف روانہ کئے تھے۔

فرانسیسی وفد نے چونکہ ایک ماہ سے کچھ زائد عرصہ بغداد میں قیام کیا تھا جو حالات انہوں نے دیکھے تھے بغداد میں قیام کے دوران انہوں نے جہاں شہر اور حکام کا جائزہ لیا وہاں رشید کی شخصیت کا بھی خوب انہوں نے مطالعہ کیا رشید سے متعلق جو انہوں نے دیکھا وہ سوانح نگار کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہارون الرشید اپنے لباس اور لباس کی تراش خراش اور وضع و قطع کے اعتبار سے جو مختلف موسم اور مناسبات سے تعلق رکھتے تھے ایک امتیازی حیثیت رکھتا تھا عام طور پر جو لباس وہ استعمال کرتا تھا اس کا ایک لازمی جزو عمامہ ہوتا تھا جس کا نام صافیہ پڑ گیا تھا اس کی ہیکل عمامے ایک ایسی ٹوپی سی ہوتی تھی جو بانس کی باریک تیلیوں سے مخروطی شکل میں بنائی جاتی تھی اس پر سیاہ رنگ کا نہایت قیمتی ریشمی کپڑا منڈھا جاتا تھا ان دونوں پر ایک چھوٹا سا عمامہ ہوتا تھا یہ اون کا ہوتا تھا جو نہایت قیمتی سیاہ رنگ کے ریشم کا ہوتا تھا۔

عمامے کا ایک حصہ سامنے کی طرف ایک سیاہ چوڑے طرے کی طرح ہوتا تھا اور دوسرا پیچھے کی طرف لٹکا دیا جاتا تھا جو گردن کو دھوپ یا راستے کی گرد و غبار سے محفوظ رکھتا تھا ان عماموں کی حفاظت رکھوالی کے لئے ایک خاص ریشم کا تعین بھی کیا جاتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلطنت میں کوئی اور آدمی کوئی ایسا عمامہ نہیں باندھ سکتا تھا جو ہارون الرشید باندھا کرتا تھا رشید کے جسم پر جو قمیض ہوتی تھی وہ اعلیٰ درجہ کی روئی اور بہترین باریک دھاگے سے تیار کی جاتی تھی یہ قمیصیں خاص طور پر خراسان سے تیار ہو کے آتی تھیں۔

ہارون الرشید اپنی قمیض کے اوپر ایک ریشمی چادر استعمال کیا کرتا تھا جو سینے اور گردن کے گرد لپٹی ہوتی تھی یہ چادریں ہارون الرشید کے لئے یمن سے بن کر آتی تھیں کیونکہ یہ کام ان دنوں وہاں کی بہترین دستکاری میں شمار ہوتا تھا اور ساری دنیا میں اس کی شہرت بھی تھی۔

کبھی ایسا ہوتا کہ ہارون الرشید یمنی چادر کی بجائے مصر کا بنا ہوا کرتا یا قمیض استعمال کرتا

جو نہایت قیمتی کپڑے کا ہوتا تھا اور وہ صرف لباس کے لیے بنایا جاتا تھا اس کی آستین اور سینے کا حصہ نہایت خوبصورت رنگ کے دھاگے سے بنا ہوتا تھا اور اس پر طرح طرح کے نقش ہوتے تھے۔

اس قمیض پر ایک سیاہ رنگ کا جبہ استعمال کرتا تھا جو نہایت نادر کپڑے سے بنایا جاتا تھا بھی اس پر ریشم کے نقوش کڑھے ہوتے تھے آستینوں اور سینے کے حصے پر بسم اللہ کڑھا ہوتا تھا یا قرآن شریف کی کوئی چھوٹی سی آیت جو سنہرے دھاگے سے کاڑھی جاتی تھی۔

ہارون الرشید جو جوتے استعمال کرتا تھا وہ خاص عربی کے طرز کے ہوتے تھے ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ وہ عجمی طرز کے بنے ہوئے جوتے استعمال کرتا جنہیں اس کے وزراء پہنتے تھے عموماً جن کا تعلق عجمیوں سے ہوا کرتا تھا۔

ہارون الرشید عربی طرز کے جو جوتے استعمال کرتا تھا وہ قصداً اور عمداً کرتا تھا تاکہ عجمی لوگ اس کی ریس نہ کر سکیں وہ اپنے جوتوں سے متعلق بڑے فخر سے کہا کرتا تھا یہ بھی وہ جوتے ہیں جو میرے آباؤ اجداد استعمال کیا کرتے تھے۔

جوتوں کے ساتھ ہارون الرشید جرابیں استعمال کرتا جو یا تو ملائم ریشم کی ہوتی تھیں یا ہلکی اون کی ان کا طول ٹخنوں سے ذرا اونچا ہوتا تھا جب وہ تخت خلافت پر بیٹھتا تو سوائے جوتے کے اور کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی موزے اس کے پاجامے سے ڈھکے رہتے تھے۔

ہارون الرشید جب محل میں ہوتا یا اپنے کسی مخصوص تفریحی مقام پر ہوتا تو ہاتھ میں تلوار کے بجائے بید کی چھڑی رکھتا تھا البتہ قصر سے باہر جب سواری کا جلوس نکلتا تو چھڑی کی بجائے اس کے پاس تلوار ہوا کرتی تھی یہ امراء عرب اور سابق حکمرانوں کی پرانی عادت تھی۔

ہارون الرشید اکثر و بیشتر سادہ لباس استعمال کیا کرتا تھا اور وہ رومنوں کے قیصر اور ایران کے کسریٰ کی تقلید میں نہایت قیمتی جواہرات سے مزین لباس اور تاج زیب سر نہیں کرتا تھا ہاں یہ ضرور تھا کہ خاص خاص اجتماعات کے موقعہ پر یا جب دوسرے ممالک کے سفارتی وفود باریاب ہوتے تو اس وقت وہ گراں بہار زرکار اور زرنگار لباس ضرور استعمال کرتا تھا تاکہ خلافت کی حیثیت قائم رہے اور اسلام کی سربلندی کا دوسروں پر خوب اثر پڑے۔

دوسرے رفقاء کے مقابلے میں ہارون الرشید کے مختلف قسم کے جواہرات جمع کرنے کا بے حد شوق تھا اس کا خزانہ خاص بے حد قیمتی اور نادر جواہرات سے بھرا ہوا تھا لیکن ان گراں مایہ جواہرات کی وہ نمائش پسند نہیں کرتا تھا البتہ اپنی انگشتری میں قیمتی جواہرات استعمال کرنے کا بے حد زیادہ شائق تھا اس کے پاس انگشتریاں بہت سی تھیں لیکن ایک وقت

میں صرف وہ ایک ہی انگشتری استعمال کیا تھا۔

ان انگوٹھیوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں تھی جو اپنی ایک تاریخ نہ رکھتی ہو اور ان میں سے ہر ایک سے متعلق کوئی بھی دلچسپ اور پر لطف داستان وابستہ ضرور تھی۔

ہارون الرشید کی انگوٹھیوں میں سب سے زیادہ مشہور انگوٹھی کا نام اسمٰعیل تھا یہ نہیں معلوم ہو سکا اس کی اس انگوٹھی کا نام یہ کیوں رکھا گیا تھا۔

بغداد کے جوہریوں کی یہ عادت تھی کہ کسی خاص خصوصیت کی بنا پر وہ اپنی بنائی ہوئی انگشتری کو کسی خاص نام سے موسوم کر دیتے تھے جو نگینے سے مناسبت رکھتے تھے اور ان کے تناسب شکل اور آب و تاب کے لحاظ سے مطابقت کے حامل ہوتے تھے غالباً یہی انگشتری ہے جو بحر کے نام سے بھی یاد کی جاتی تھی گویا اس ایک انگشتری کا نام اسمٰعیل بھی تھا اور بحر بھی اسے اس لیے کہتے تھے کہ یہ سبزی مائل تھی اور یہ ہارون الرشید کو بڑی محبوب اور عزیز تھی۔

ہارون الرشید کے پاس بہت سی انگوٹھیاں تھیں ان میں کچھ خطرناک بھی تھیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک وہ انگوٹھی تھی جس کا نگینہ یاقوت سرخ رنگ کا تھا جو جبل کے نام سے یاد کی جاتی تھی البیرونی کی روایت کے مطابق اس کی قیمت تین لاکھ دینار تھی رشید نے اسے ایک تھیلی میں بہت سے نگینوں کے ساتھ رکھا ہوا تھا کہتے ہیں یہ انگوٹھی تاریخ کی بڑی بڑی شخصیتوں کی انگلیوں میں منتقل ہوتی رہی تھی ایران کے قدیم حکمرانوں سے ہوتی ہوئی یہ انگوٹھی ہارون الرشید تک پہنچی تھی جب یہ انگوٹھی ہارون الرشید کو ملی تو ہارون الرشید نے اس پر لفظ احد نقش کرا دیا تھا۔

اس انگوٹھی کی یہ بھی حقیقت لکھی جاتی ہے کہ اس کا یاقوت سرخ رات کی تاریکی میں اس طرح روشن رہتا تھا جس طرح اندھیرے میں چراغ ہوتا ہے اور تاریکی میں اس پر نظر ڈالنے والا اس میں ایسی تماثیلیں دیکھتا تھا جو نمایاں ہوتی تھیں اور غائب ہو جایا کرتی تھیں اس نادر انگوٹھی کے بارے میں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہارون الرشید کے بعد خلیفہ المستعین باللہ کے بعد یہ انگوٹھی کہیں نہ ملی۔

ان انگوٹھیوں کے علاوہ ہارون کے پاس اور انگوٹھیاں بھی تھیں لیکن ان میں اہم ترین انگشتری خاتم خلافت تھی اس انگشتری کو وہ اجتماعات عامہ میں استعمال کیا کرتا تھا اس پر لا الہ الا اللہ کے الفاظ نقش تھے۔

تفصیل کے مطابق مزید یہ کہا جاتا ہے کہ موسم گرما میں وہ باریک کپڑے کی بنڈی قمیض کے نیچے پہنا کرتا تھا جس کی آستین کچھ زیادہ ہوتی تھیں اور وزن میں بہت ہلکی پھلکی اس

میں مختلف قسم کے نقش کڑھے ہوئے ہوتے تھے۔

ہارون الرشید کی یہ عادت تھی کہ ایک مرتبہ کا استعمال کیا ہوا لباس عموماً دوسری بار نہ پہنتا تھا۔ بجز اس صورت کے کہ وہ اپنی بناوٹ اور نقش و نگار کے اعتبار سے خاص حیثیت رکھتا ہو۔

ہارون الرشید جب مجلس لعب وطرب میں کنیزوں کے ساتھ بیٹھتا تو بدن پر زرکار ریشمی لباس ہوتی اور ان عطروں سے معطر ہوتی جو بعید اقلیم سے تحفے اور بدلے کے طور پر اس کی خدمت میں روانہ کیے جاتے تھے کبھی کبھی بلاد چین اور مشرق سے بھی اس طرح کے تحائف اس کے پاس آیا کرتے تھے۔

شکار کے موقعہ پر جو لباس زیب تن کرتا تھا وہ کشادہ ہوتا تھا اور موٹے کپڑے کا بنا ہوتا تھا تاکہ ریاضت شاہسواری اور شکار کے تعاقب میں آسانی رہے۔

جہاد کے موقعہ پر اس کا لباس مخصوص ہوتا تھا سر پر خود پہنتا تھا جس پر غازی کا لفظ لکھا ہوتا تھا جو زرہ استعمال کرتا تھا وہ حد درجہ مضبوط ہوتی تھی ایسے مواقع پر پاؤں میں جو جوتا پہنتا تھا وہ چمڑے کا نہیں بلکہ دھاتی ہوتا تھا تاکہ اثنائے جنگ میں تلوار کی ضرب سے بآسانی بچاؤ ہوتا رہے۔

ہارون الرشید کو بہترین اور نادر ترین قسم کی تلواریں جمع کرنے کا بھی شوق تھا اس کے پاس نہایت نایاب و عظیم قسم کی تلواروں کا ذخیرہ تھا ان میں وہ تلواریں بھی تھیں جو ان ابطال عرب نے استعمال کی تھیں جو تاریخ میں اپنا نام اور مقام رکھتی تھیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے مجموعہ تلوار میں حضرت علیؓ کی تلوار ذوالفقار بھی تھی اس کے علاوہ رشید کی تلواروں کے ذخیرے میں ایک تلوار صمصامہ بھی تھی جو صحابی رسولؐ حضرت عمرؓ بن معدی کی ہوا کرتی تھی۔ کہتے ہیں کہ تمام خلفاء میں ہارون الرشید پہلا شخص تھا جس نے گھوڑے پر سواری کی حالت میں چوگان کھیلا۔ ہارون الرشید کو یہ کھیل بے حد پسند تھا چوگان بازی میں اس کے ساتھ اس کے وزراء امراء بھی برابر کے شریک ہوا کرتے تھے۔

چوگان کے لئے اس نے ایک میدان تیار کر دیا تھا جس کے اردگرد آرام دہ نشستوں کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ اسے شکار کا بڑا شوق تھا خریف اور ربیع کے موسموں میں شکار کھیلا اس کو جب شکار پر جانا ہوتا تو پہلے حاجب کو تیاری کا حکم دے دیا کرتا تھا حاجب تمیدوں کو سدھانے والوں، جھاڑ جھنکار صاف کرنے والوں شکاری کتوں کے رکھوالوں باز اور پرے

والوں کو اور شکار سے متعلق جملہ کارگزاروں کو حکم دیتا کہ وہ فوراً شکارگاہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

اور یہ لوگ شکارگاہ کے چپے چپے سے واقف ہوا کرتے تھے۔

ہارون الرشید کی شکارگاہ پایہ تخت سے کافی فاصلے پر تھی لہٰذا یہ سفر جو شکار کے لئے لیا جاتا تھا خاصا طویل ہوتا تھا اور اس میں کئی دن لگ جایا کرتے تھے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ قریب میں کوئی مقام شکار کے لئے خاص قرار دے دیا جاتا تھا ایسی صورت میں سفر طے نہ کیا جاتا تھا صبح جا کے شکار کرنے کے بعد شام کو ہارون الرشید لوٹ آتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ بغداد کے قریب دریائے فرات اور دجلہ کے پاس ایک قطعہ ارض ہارون الرشید نے اس کام کے لئے مختص رکھا تھا یہ کافی بڑی شکارگاہ تھی جس کے اندر بعض جگہوں پر نیم دائرے کی صورت میں دیواریں کھڑی کر دی گئی تھیں جو اونچے ستونوں پر تھیں اور بہت زیادہ مضبوط اور مستحکم تھیں۔

شکار کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ جن جانوروں کو شکار کرنا مقصود ہوتا تھا انہیں ہانکا کرتے تھے اور ہانکتے ہوئے شکارگاہ کے اندر دیواروں کی صورت میں جو احاطے بنے ہوئے تھے ان کی طرف لاتے تھے۔

اور جو حصہ کھلا ہوتا تھا ادھر سے آگے بڑھ کر ایک حلقہ سا بنا لیتے تھے اس کے بعد گھوڑوں، سدھائے ہوئے چیتوں اور شکاری کتوں کو ان پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس طرح یہ جانور گھبرا کر اور سر پر پاؤں رکھ کر جھاڑ جھنکار اور جھاڑیوں کی طرف بھاگتے تھے لیکن دائرہ برابر تنگ ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ دیواروں سے گھرے ہوئے احاطے میں داخل ہو جاتے تھے۔

جہاں سے ان کے لیے نکلنا ناممکن ہوتا تھا جب اس طرح شکار کے جانور اس احاطے میں محصور رہ جاتے تب خلیفہ ہارون الرشید اپنے خواص کے ساتھ نمودار ہوتا اور شکار شروع کر دیتا تھا ہارون الرشید کے ساتھ اس موقعہ پر اس کے جانشین اور مصاحب ہوا کرتے تھے۔

ہارون الرشید کو تیر اندازی کے فن میں غیر معمولی مہارت اور کمال حاصل تھا اس کی تیر اندازی میں مہارت کا اندازہ کچھ اس طرح لگایا جاتا ہے کہ کبوتر کے پاؤں میں سبز دھاگا باندھ دیا جاتا تھا پھر تیر اندازی ہوتی دھاگا تیر سے کٹ جاتا اور کبوتر کو کسی طرح کا زخم بھی نہ پہنچتا تھا۔

اس کے علاوہ ہارون الرشید کو کشتی رانی میں بھی بڑی دلچسپی تھی بغداد کے دوران قیام دریا کے اندر کشتی رانی ہوتی تھی اس کے لئے بہترین وقت رات کا مقرر کیا جاتا تھا تا کہ کشتیاں روشنی سے جگمگانے لگیں۔

مقابلے میں حصہ لینے والی کشتیاں ایک ایسی جگہ کا رخ کرتیں جہاں چراغوں سے منعکس ہونے والی روشنی ان پر پڑتی دریائے دجلہ پر بنے پل کھول دیئے جاتے تھے تا کہ وہ کشتیاں آسانی سے ان کے پاس سے گزر سکیں کشتی رانی کے ایسے مواقعے پر ہارون الرشید کے چنگ اور رباب بجانے والے موسیقار بھی ساتھ ہوتے لیکن ان سازوں پر اس وقت تک چوٹ نہ پڑتی اور نغمہ موسیقی کا دور اس وقت تک نہ شروع ہوتا جب تک پایہ تخت بغداد سے کافی دوری نہ ہو جاتی تا کہ دریا کے کنارے گزرنے والے شائقین اور تماشائی اس سیر و تفریح میں دخل اندازی نہ کر سکیں۔

کہتے ہیں ہارون الرشید کو تمام عباسی خلفاء میں سے شطرنج کھیلنے کا زیادہ شوق تھا۔ یہ شغل وہ وقت گزارنے کے لئے نہیں بلکہ بے انتہا ذوق و شوق سے کرتا تھا اس کھیل سے اسے غیر معمولی شغف تھا اس کی غیر معمولی دلچسپی نے اسے شطرنج کا ماہر بنا دیا تھا ایسی ایسی چالیں کھیلتا تھا کہ مدمقابل ششدر رہ جاتا اس فن میں اس کے حریف صرف دو چار ہی آدمی تھے ان میں زیادہ تر شہسوار ابو حفص شطرنجی ابراہیم موصلی اور اس کا بیٹا انس شامل تھے۔

شطرنج سے ہارون الرشید کی غیر معمولی رغبت اور شوق کا اندازہ اس سے بھی ہو جاتا ہے کہ اس نے فرانس کے بادشاہ شارلیمان کو جو تحائف اور ہدایہ بھیجے ان میں شطرنج کی بساط بھی تھی جو انتہا درجہ کی قیمتی تھی۔

شطرنج سے متعلق ہارون الرشید کا قول تھا کہ شطرنج سے جو چیزیں مجھے حاصل ہوتی ہیں وہ صبر سیاست اور عمل و فکر ہیں۔

شطرنج سے متعلق ہارون الرشید کا ایک واقعہ بھی مشہور ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رشید اور موسیقار ابراہیم موصلی کے درمیان شطرنج کی بازی کشتی میں جمی ہوئی تھی شرط یہ تھی کہ جو غالب آ جائے گا اس کا حکم ہارنے والے کو ماننا پڑے گا۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ رشید بازی ہار گیا۔

اس پر ابراہیم موصلی نے کہا امیر المومنین اس بندہ حقیر کا لباس زیب تن کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑے اتارنے شروع کر دیئے۔

رشید کو ہنسی آ گئی اس نے ابراہیم موصلی کو اپنے مخصوص پارچہ جات میں سے کچھ ملبوسات عطا فرمائے اور بہت بڑا انعام بھی دیا تب جا کر اس مخمصے سے اس کی جان چھوٹی۔

ہارون الرشید کو رات کے وقت بھیس بدل کر قصر سے نکلنے اور بغداد شہر میں گھومنے پھرنے کا بڑا شوق تھا ایسے مواقع پر وہ اپنے کسی بھی وزیر یا ندیم کو ساتھ لے لیتا اور ایک نگہبان بھی ساتھ رہتا تھا۔

اس طرح شب کی تاریکی میں ایک عام شہری کا روپ بھر کر وہ مختلف جلسوں مجلسوں اور اجتماع میں خواہ وہ تفریحی ہوں رہی ان میں جا پہنچتا تھا اور ان میں حصہ لیتا تھا یہ رسومات چاہے خوشی کی ہوں یا غم کی کیفیت رکھتی ہوں بھیس بدل کر ہارون الرشید ان میں جاتا اور لوگوں کے احوال جاننے کی کوشش کرتا۔

ہارون الرشید کی اس طرح کی مجلس آرائیوں کی لمبی چوڑی داستانیں قلم اور تخیل کی مدد سے کتابوں کی نظر کی جا چکی ہیں یہ داستانیں پر لطف حکایات، نادر لطائف طنز و مزاح اور ظرافت سے بھری ہوئی ہیں ان داستانوں میں بازاری لوگوں سوداگروں بڑے بڑے تاجروں اور سوسائٹی کی عمر رسیدہ خواتین کے ساتھ بھیس بدل کر ہارون الرشید کے گفتگو کرنے کے معاملات بھی ہیں اور جب تک الف لیلہ کے اوراق زندہ ہیں ہارون الرشید کی یہ داستانیں بھی زندہ رہیں گی۔



جعفر برمکی کے قتل اور اس کے بعد برامکہ خاندان کے مختلف افراد کو زندان میں ڈالنے کے باعث مملکت کے مختلف مقامات پر بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں یہ بغاوتیں صرف برامکیوں کی حمایت میں نہیں تھیں بلکہ مملکت کے حالات دیکھتے ہوئے دوسرے بہت سے عوامل بھی بغاوتوں میں شامل ہو گئے تھے یمن آذر بائیجان خراسان مصر اور عراق کے علاوہ دوسرے بہت سے علاقوں میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

ان بغاوتوں کی بڑی بڑی وجوہات کچھ اس طرح تھیں۔

اول مملکت کا رقبہ بہت زیادہ وسیع تھا اور کہیں نہ کہیں سے لوگوں کی سازشیں، شکایات آتی ہی رہتی تھیں۔

دوئم متعدد صوبے پایہ تخت خلافت سے دور دراز کی مسافت پر واقع تھے لہٰذا سرکشی اور بغاوت کا خطرہ تھا۔

سوئم اس زمانے میں نقل و حرکت کے وسائل بہت محدود تھے جو بغاوت کا باعث بنتے تھے۔

چہارم حکومت کے پرچم تلے مختلف قسم کے افکار و عقائد رکھنے والے بہت سے گروہ بہت سی قومیں اکٹھی ہو گئی تھیں جو ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار ہو جاتی تھیں۔

پنجم خارجی مذہب کا وجود بجائے خود ایک بہت بڑا فتنہ تھا اور یہ فتنہ ہر جگہ کسی نہ کسی صورت اور کسی نہ کسی صوبے میں اٹھتا رہتا تھا۔

ششم بنو عباس کے خلاف دعوت علویہ بھی اپنا کام انجام دے رہی تھیں۔

ہفتم اہل فارس اپنا گذشتہ دار عظیم لانے کے لئے بے قرار تھے اور آزادی و مختاری حاصل کرنے کی تاک میں رہتے تھے۔

اس طرح کے اور بہت سے اسباب ایسے جمع ہو گئے تھے جو بدامنی شورش اور بغاوت کے موجب بنتے تھے۔

بغاوتوں کی حالت کچھ عہد ہارون الرشید میں ہی خاص طور پر نہیں تھی بلکہ عہد سابق میں

بھی یہی کیفیت تھیں اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہوگا کہ عباسی دور میں سیاسی شورشیں اور ہنگامہ آرائیاں بہت زیادہ تھی۔

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہارون الرشید اور اس کے اسلاف کے زمانے میں جو نظم مملکت رائج تھا اس کا تقاضا یہ تھا کہ خلیفہ بار بار صوبوں کے والیوں کا تبادلہ کرنے پر مجبور تھا کہ وہ اپنے صوبے میں خود مختاری کا خواب نہ دیکھنے لگیں اور خلیفہ کے اقتدار اعلیٰ سے روگردانی کرنے کی کوشش نہ کریں۔

اس نظام میں خوبی کم اور خرابی زیادہ تھی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ عدم اعتماد کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی والی یہ خیال کرتے تھے کہ وہ چند روز ہیں اس کے بعد انہیں تبدیل کر دیا جائے گا لہٰذا وہ اپنی من مانی کرنے لگتے تھے جس کی وجہ سے سیاست اور نظم و مملکت میں نئے نئے واقعات رو پذیر ہوتے رہتے تھے والی بجائے اس کے کہ تعمیر اصلاح کی طرف مائل ہوں اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح سے زیادہ سے زیادہ مال جمع کر لیں اور دولت مند بن جائیں کیونکہ ہر وقت انہیں کھٹکا لگا رہتا تھا کہ اب معزول ہوئے اور اب یہ عہدہ ان کے ہاتھوں سے گیا۔

یہ حالت صرف بڑے بڑے صوبوں ہی کی نہیں بلکہ بڑے بڑے شہروں میں بھی یہی کیفیت تھی ان کے والی تیزی سے تبدیل ہوتے رہتے تھے جس کی بناء پر والی رعایا کی بہتری کا کام یا نظم و نسق درست کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے میں لگ جاتے تھے تا کہ جب تک انہیں تبدیل کیا جائے یا معزول کر دیا جائے اس وقت تک وہ کافی رقم جمع کر لیں۔

ہارون الرشید کے دور میں اگر ان عوامل کا جائزہ لیا جائے تو بہت سے شہر ایسے ملتے ہیں جہاں کے والی کئی بار تبدیل کئے گئے کوفہ شہر میں جو وقتاً فوقتاً والی مقرر کئے گئے ان کی تعداد نو تھی۔

بصرہ میں مختلف والیوں کو معزول کرنے کے لئے والی مقرر کئے جاتے رہے اس طرح بصرہ میں لگاتار آگے پیچھے یکے بعد دیگرے پندرہ والی مقرر کئے گئے۔

مدینہ منورہ میں آگے پیچھے گیارہ والیوں کو مقرر کیا گیا مکہ مکرمہ میں ان کی تعداد سولہ تھی اس طرح شام اور مصر میں بھی بہت کم عرصے بعد والیوں کا تبادلہ کر دیا جاتا تھا۔

والیوں کی یہ تعداد اس کے باوجود ہے کہ سارے والی بنو عباس سے مقرر کئے جاتے تھے اور بنو عباس کے خلفاء اس بات پر مجبور تھے کہ اپنے عزیز و اقارب کو مختلف صوبوں کا والی

مقرر کریں اس کی بھی مختلف وجوہات تھیں۔

اول یہ کہ یہ لوگ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ وفادار ہو سکتے تھے۔

دوئم دوسروں کے مقابلے میں یہ کم خطرناک تھے۔

سوئم دوسروں سے کہیں زیادہ سر بلندی عزت شرف اقتدار میں شرکت اور مال و دولت میں حصہ انہیں قرب خلافت کے باعث حاصل تھا لہٰذا خود ان کی بھلائی اس میں تھی کہ حکومت کے خلاف آمادہ عمل نہ ہوں۔

چہارم ان کے لیے وہ بہت زیادہ سہولتیں حاصل تھیں جو خاندان خلافت میں سے ہونے کے باعث تھیں جن سے دوسرے لوگ محروم تھے۔

پنجم اس طرح خلیفہ کو زیادہ اطمینان اور دل جمی کے ساتھ خلافت کی تدبیر کا موقعہ ملتا تھا اور اپنی اولاد میں اس منصب کو متواتر لگاتا اور پر امن طور پر باقی رکھنے کا امکان تھا اس کے باوجود کہ والی زیادہ تر عباسی ہوتے تھے سرکشیاں اور بغاوتیں کھڑی ہوتی رہیں۔

ہارون الرشید کے زمانے میں جو حوادث رونما ہوئے ان کی تہ میں کچھ دوسرے عوامل بھی کارفرما تھے جو کبھی دوسرے مقامات پر اور کبھی خود پایہ تخت خلافت میں رونما ہو جایا کرتے تھے ان بغاوتوں کے کھڑے ہونے میں ولی عہدی کا مسئلہ بھی شامل تھا اس لیے کہ ہارون الرشید کے بڑے بیٹے امین اس کے بعد مامون کو ولی عہد مقرر کر گیا تھا لہٰذا دونوں کے درمیان کشمکش تھی امین کی طرف داری عرب کر رہے تھے جبکہ مامون الرشید کی پشت پناہی ایرانی کر رہے تھے اس طرح دو بڑی قوتوں کے درمیان ایک طرح کی محاذ آرائی بھی تھی جو بغاوت کا باعث بنی تھی۔

بہر حال ہارون الرشید کے دور میں جب مختلف صوبوں میں بغاوتیں اٹھیں اور اسے بغاوتوں کی خبر ہوئی تو اس نے ان بغاوتوں کو فرو کرنے کا پیہم ارادہ کر لیا تھا۔

ان بغاوتوں میں سب سے زیادہ خطرناک صورتحال خراسان کا خطہ تھا اس لیے کہ ایک تو برامکہ یہاں کے رہنے والے تھے اور برامکہ میں سے جعفر کو قتل کرنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے باقی کو زندان میں ڈال دیا تھا اس بناء پر خراسان کا صوبہ پوری شدت سے ہارون الرشید کے خلاف اٹھ سکتا تھا۔

اور پھر اس صوبے میں ایک اور خطرہ بھی منڈلا رہا تھا اس کی بھی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ کہ ہجری 178ء میں ہارون الرشید نے فضل بن یحییٰ برمکی کو خراسان کا والی بنایا تھا فضل برمکی وہاں ایک سال سے کچھ زیادہ مدت تک مقیم رہا اس نے ایک آمر مطلق کی زندگی وہاں

بسر کی وہ بالکل خود مختار تھا کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا یا روک ٹوک کرنے والا نہیں تھا۔ وہاں کے دوران قیام میں اس نے مختلف اور متعدد قسموں کے کارنامے انجام دیئے جن میں سے بعض اچھے بھی تھے اور برے بھی فضل برمکی نے خراسان میں قیام کے دوران جو سب سے زیادہ خطرناک کام کیا وہ یہ کہ اس نے ایک جیش عظیم کی تنظیم قائم کی۔

اس لشکر عظیم کا بہانہ اس نے یہ بنایا کہ حدود خراساں کے دفاع کے لئے اس جیسے لشکر کی بڑی ضرورت ہے اس لشکر کا نام اس نے عباسیہ رکھا تھا اس لشکر کے لوگوں کے نام ایک خاص رجسٹر میں درج کئے جاتے تھے اور انہیں مستقل معاوضہ مسلمانوں کے بیت المال سے ملا کرتا تھا اس لشکر میں سارے ایرانی خراسانی شامل تھے جو شدت کی حد تک برامکہ کے طرف دار تھے یہ پورا لشکر واضح اور غیر معروف طور پر آل برمک کے سوا کسی اور کا فرمانبردار نہیں تھا۔

اس لشکر کی خبریں برابر رشید کو بھی پہنچا کرتی تھیں یہ تفصیل اسے اس کے مخبر روانہ کیا کرتے تھے رشید نے جب اس لشکر کو مرتب کرنے کی خبر سنی اور اسے یہ بھی بتایا گیا کہ آج تک اتنا بڑا لشکر اس مملکت میں قائم نہیں کیا گیا تو وہ اندیشہ ہائے شدید میں مبتلا ہو گیا یہ بات اسے خاص طور پر ناگوار گزری تھی کہ اتنا بڑا اقدام فضل برمکی نے اس کی اجازت اور مشورے کے بغیر کیسے کر لیا۔

لیکن وہ ایسا موقعہ تھا کہ فی الفور ہارون الرشید کوئی تادیبی کارروائی یا حتمی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا وہ بغداد میں مقیم تھا اور وہاں رہ کر خراسان کے اتنے بڑے لشکر کو ختم کر دینا اس کے لیے آسان بھی نہ تھا۔

جو برامکہ اس کی خدمت میں بغداد کے اندر باریاب رہا کرتے تھے ان کے سامنے ہارون الرشید نے اس لشکر کی تنظیم اور تدبیر سے متعلق کبھی اضطراب یا خوف و وحشت کا اظہار بھی نہیں کیا اور کامل صبر اور خاموشی سے کام لیتا رہا۔

اسی اثناء میں اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ یہ لشکر بہت طاقتور ہو گیا ہے اور ساتھ ہی ان مخبروں نے اس لشکر پر فضل برمکی کے تصرفات پر جرح اور تنقید بھی کی تھی۔

ہارون الرشید دن بدن اس لشکر اور فضل برمکی سے نالاں ہوتا جا رہا تھا لہذا جو خبر نامہ اس کے مخبروں نے لکھا تھا اس نے فضل برمکی کے باپ یحیٰ برمکی کے حوالے کر دیا اور اسے کہا۔

اسے ملاحظہ کریں اور اپنے صاحبزادے کو ایک خط لکھ کر نصیحت کریں کہ وہ ایسی حرکتوں سے باز رہے۔

کہتے ہیں یحیٰ نے فورا فضل کو ایک خط لکھا اور اسے بہت سے مفید اور ضروری نصیحتیں کیں لیکن یحیٰ برمکی ایسا چالاک انسان تھا کہ اس نے اس عظیم لشکر کی ترتیب اور تنظیم کے بارے میں ایک حرف بھی نہ لکھا جو خراسان میں برمکیوں کی حمایت کے لیے فضل بن یحیٰ نے قائم کیا تھا۔

ہارون الرشید نے حکمت و مصلحت سے کام لیتے ہوئے فضل برمکی کو اس کے منصب سے معزول یا برطرف تو نہیں کیا بعض اہم امور کی آڑ لے کر فورا اسے بغداد میں حاضر ہونے کی ہدایت کی۔

فضل برمکی نے یہ احتیاط کی کہ لاکھوں نوجوانوں پر جو اس نے ذاتی لشکر تیار کر رکھا تھا جس کا نام اس نے عباسیہ رکھا تھا اس کے چند دستوں کے ساتھ وہ بغداد شہر میں داخل ہوا کہتے ہیں کہ ان چند دستوں میں بھی لگ بھگ دس ہزار عجمی لشکری شامل تھے۔

یہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان لشکریوں میں ایک بھی لشکری عرب نہیں تھا۔

فضل برمکی ان مسلح عجمی دستوں کو لے کر بغداد پہنچا رشید نے اس کا بہترین استقبال کیا اور اپنی ناراضگی اس پر ظاہر نہ کی ہارون الرشید نے بڑی مہارت کے ساتھ اپنے جذبات کو برامکہ اور عوام پر فاش نہیں ہونے دیا بلکہ اس فکر میں رہا کہ یہ عجمی لشکر جو فضل برمکی راستے میں حفاظت کے لئے اپنے ساتھ بغداد لے آیا ہے کسی نہ کسی طرح جلد بغداد سے خراسان واپس چلا جائے لیکن برامکہ اس لشکر گراں کو واپس جانے کے لئے نہیں لائے تھے بلکہ وہ اسے اپنا تابع اور فرمانبردار بنا کر قلب بغداد میں رکھنے کا منصوبہ بنا چکے تھے چنانچہ انہوں نے بغداد میں جو مستقر تھا جس کا نام رصافہ تھا اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا قطعہ زمین لشکر کیلئے حاصل کیا اور وہاں اس لشکر کے قیام کا اہتمام کیا گیا گو لشکر کا یہ حصہ اس بڑے لشکر کا ایک جز تھا پورے بڑے لشکر کا نام عباسیہ رکھا گیا تھا اور جو حصہ بغداد لایا گیا تھا اس کا نام ان برمکیوں نے کرمیہا رکھ دیا برامکہ کے اس لشکر کو بغداد میں قیام کئے ابھی زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ اس کا ایک بڑا حصہ ہارون الرشید کے قصر پر بھی مقرر کر دیا گیا اور اس کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ہارون الرشید کی جان و مال کی حفاظت کے لئے لشکر کے اس حصے کو متعین کیا گیا ہے۔

جو شخص گہری نظر سے برمکیوں کی اس حرکت کا جائزہ لے گا وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہے گا کہ در حقیقت برامکہ کا اتنا بڑا لشکر تیار کرنا نا صرف مسلمانوں بلکہ ہارون الرشید کی حکومت کے خلاف ایک انقلابی قدم تھا جس نے ہارون الرشید اور خلافت عباسیہ کو پورے

طور پر برامکہ کے دست تصرف میں دے دیا تھا۔

بلکہ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ برمکیوں کے اس اقدام نے اہل فارس اور عربوں کے درمیان سخت ترین کشمکش پیدا کر دی تھی اتنی شدید کہ فتح اسلامی سے لے کر اب تک اس کی مثال دیکھنے میں نہیں آتی تھی کیونکہ فی الواقعہ عجمیوں کا عربوں پر غالب آ جانا اس بات کی نشاندہی تھی کہ ہارون الرشید نے برامکہ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔

اور پھر برمکیوں نے جو اپنے مخصوص دستے ہارون الرشید کے قصر پر مقرر کر دیئے تھے تو یہ دستے چند لمحوں کے اندر ہارون الرشید اور اس کے نگہبانوں پر قابو پا سکتے تھے اور کرمیلا کے وہ دستے چند ساعتوں کے اندر ہی اندر بغداد شہر میں داخل ہو کر امراء اور بڑے سالاروں کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے۔

اس صورتحال میں عربوں کا حشر کیا ہوتا وہ کیا کرتے وہ کہاں جاتے کیا ان میں اتنی سکت تھی کہ وہ اس لشکر قاہرہ کے سامنے ٹھہر سکتے جس سے بڑھ کر اب تک کوئی لشکر ساری مملکت میں ترتیب نہ دیا جا سکا تھا۔

لشکر مذکورہ کی طرف سے برامکہ ہارون الرشید کا خاتمہ بھی کر سکتے تھے دوسری صورت ان کے پاس یہ بھی تھی کہ ہارون الرشید کو معزول کر کے اور امراء بنو عباس میں سے اپنی مرضی اور پسند کے آدمی کو مسند آرائے خلافت کر دیتے ان مواقع پر جبکہ لشکر عباسہ کا ایک حصہ بغداد میں آ گیا تھا ایک موقعہ پر جعفر برمکی نے ہارون الرشید کے ایک آدمی سے بڑی کچی پتے اور دل کی بات کہی تھی اور یہ بات ہارون الرشید کے اس آدمی نے ہارون الرشید کو پہنچا دی تھی اور غضب کی حالت میں ایک روز جعفر برمکی نے لشکر عباسہ کی موجودگی کی وجہ سے یہاں تک کہہ دیا تھا۔

''خدا کی قسم اگر ہارون الرشید نے ہمیں ایسی باتوں پر مجبور کیا جو ہماری مرضی اور پسند کے خلاف ہوں تو ہم اس کیلئے وبال صرتح بن کر اس کے چھکے چھڑا سکتے ہیں۔''

اس لشکر کی موجودگی میں حقیقت یہ تھی کہ ہارون الرشید اس وقت بالکل ویسے ہی ہجوم مصائب میں گھرا ہوا تھا جس طرح اس کا دادا ابوجعفر منصور اپنے سب سے بڑے خراسانی دشمن ابومسلم کے مقابلے میں گھرا تھا لیکن منصور کی حالت مختلف تھی اس لیے کہ وہ اپنے پایہ تخت میں ہر طرح سے محفوظ تھا اس کے اردگرد جو لشکری اور سالار تھے وہ سب عرب تھے اور ان کا ایک بہت بڑا جم غفیر اس کی مدد کے لئے موجود تھا جو کسی بھی وقت ابومسلم خراسانی پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر سکتے تھے۔

لیکن ہارون الرشید کا حال اپنے دادا ابوجعفر منصور سے مختلف تھا اس کی حالت برمکیوں کے سامنے ایسی تھی جیسے وہ کسی درندے کے سامنے بالکل یکا و تنہا اور غیر مسلح کھڑا کر دیا گیا ہو اور اس کے سامنے سے بھاگ جانے کی بھی کوئی صورت نہ رہی ہو اور ہر آن اسے یہ دھڑکا لگا رہے کہ نہ جانے کب وہ وحشی درندہ ٹوٹ پڑے اور کام تمام کر دے۔

اگر مورخین کے نزدیک ابوجعفر منصور مسلم خراسانی کو قتل کر دینے اور اس کی جان لینے میں حق بجانب تھا اور یہ خود اس کی سلامتی اور تحفظ کا تقاضا تھا تو ہارون الرشید بھی برامکہ کی ہلاکت اور بربادی کے سلسلے میں حق بجانب تھا ہارون الرشید نے برامکہ کے خلاف جو کچھ کیا وہ صرف اپنے بچاؤ کے لئے نہیں تھا بلکہ اپنی حکومت خلافت اور مملکت کو بچانے کے لئے اس نے کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا یہ دفاع عرب قومیت کی سیادت اور سربلندی کا بھی دفاع تھا جو کچھ عرصہ سے برمکیوں کی وجہ سے مائل زوال و انحطاط ہوتا چلا جا رہا تھا۔

بہر حال جعفر برمکی کے قتل کے بعد برمکیوں کا وہ لشکر جو بغداد کے اندر تھا اس سے تو ہارون الرشید نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا تھا لیکن عباسہ نام کے لشکر کا وہ بڑا حصہ جو خراسان میں موجود تھا وہ کسی بھی وقت کسی برمکی کے اشارے پر ایسی بغاوت کھڑی کر سکتا تھا جو سرکشی کی آگ دوسرے صوبوں میں بھی بھڑکا سکتا تھا۔

عباسہ نام کے اس لشکر کے علاوہ اب برمکیوں نے ہارون الرشید کے لیے ایک اور خطرہ بھی کھڑا کرنے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوتے بھی دکھائی دے رہے تھے یہ بھی ہارون الرشید کے خلاف سرکشی اور بغاوت ہی کا ایک گھناؤنا اقدام تھا۔

وہ اس طرح کہ جعفر برمکی جسے ہارون الرشید کی بے پایاں محبت حاصل تھی اور وہ اس کا وزیر تھا اور اس کے بے پناہ اعتماد کے زیر اثر تھا اور وہ عملاً شریک حکومت بن گیا تھا ہر معاملے میں دخیل تھا اور مخصوص امور میں بھی اس کی چلتی تھی۔

حد یہ کہ دونوں ولی عہدوں امین اور مامون کے معاملے میں بھی وہ ایک حریف اور فریق کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور اس نے باقاعدہ ان دونوں میں رنجش اور بغض و عناد کے جراثیم پیدا کر دیئے بلکہ ان دونوں کے گرد ایسی مسموم فضا پیدا کر دی تھی جو حسد اور عداوت سے عبارت تھی اور اس حسد اور عداوت میں اس درجہ اضافہ ہو گیا تھا کہ اگر ان دونوں بھائیوں میں ٹھن جاتی تو خلافت کا مستقبل خطرے میں پڑ جاتا۔

یہی جعفر برمکی نام کا وہ شخص تھا جس نے ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کی اہانت کی حالانکہ وہ سیدہ قصر خلافت تھی اور بنی ہاشم کی ایک قابل عزت خاتون تھی اس کے خلاف جعفر

اعلانیہ اور خفیہ طور پر برسر جنگ رہا اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ زبیدہ ایک خلیفہ کی بیٹی اور اس کے محسن اعظم رشید کی بیوی ہے۔

اس شخص کی جرات اور بے باکی کا یہ عالم تھا کہ رشید کو جب رقم کی ضرورت ہوتی تو اسکو دینے سے انکار کر دیتا اور آڑ یہ لیتا کہ اموال مسلمین کو صحیح طور پر خرچ نہ ہونے دینا اس کا فرض ہے حالانکہ وہ خود اور اس کے ساتھی اور اس کے قریبی رشتہ دار اموال مسلمین کو بے دریغ اور بغیر حساب کتاب کے خرچ کرتے رہتے تھے اور کوئی ان کا محاسبہ کرنے والا نہیں تھا اصل واقعہ یہ تھا کہ مکروفریب سے یہ خود رشید کا محاسب بن بیٹھا تھا اور اس کے اعتراض اور احتجاج کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

ان حالات میں برامکہ نے تدابیر صریحہ سے کام لے کر حکومت پر مکمل قبضہ کر لیا تھا اور ہارون الرشید پر تمام دروازے بند کرتے چلے جا رہے تھے لہٰذا ہارون کا چوکنا ہونا اور برمکیوں کے جال سے نکلنے کی کوشش کرنا ایک بہترین اور قدرتی امر تھا۔

حالانکہ برامکہ کی حرکتوں اور کاروائیوں کو ہارون الرشید ایک عرصہ دراز تک نظر انداز کرتا رہا لیکن پھر وہ نہایت مناسب موقعے پر ہوشیار ہو گیا جبکہ ان کا نفوذ قلب دولت میں سرایت کر گیا تھا اور ان کی شوکت خود اس کی شوکت پر خود اس کے پایہ تخت بغداد میں غالب آ گئی تھی۔

اور نعرہ سعوبیت و عجمیت اس کی عرب قومیت کے خلاف نہایت شدت کے ساتھ گونجنے لگا تھا اور اب تک جو کچھ وہ کرتے آئے تھے جس طرح اپنے ہاتھ دولت سے رنگتے رہتے تھے حکومت پر اور اس کے محکموں اور شعبوں میں جس طرح قابض اور متصرف ہو گئے تھے لوگوں کو مختلف ترکیبوں سے اپنے گرد جس طرح جمع کر لیا تھا اور امراء دولت کو جس طرح اپنے اشارۂ چشم کا تابع فرمان بنا لیا تھا ان سب چیزوں سے زیادہ جو چیز رشید کو کھل رہی تھی وہ ان برمکیوں کا اقتدار تھا جو ہر چیز پر چھایہ ہوا تھا کوئی بات بھی ان کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔

بہر حال خراسان کے علاوہ یمن آذر بائیجان اور مصر کے اندر بھی بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

☼......☼

اسمٰعیل بن قاسم ایک روز اپنی حویلی میں داخل ہوا صدر دروازے سے داخل ہونے کے بعد وہ صحن میں چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ دیوان خانے سے بڑی تیزی کے ساتھ شاریہ نکل کر کچھ دیر تک بڑے غور اور گھورنے کے انداز میں وہ اسمٰعیل کی طرف دیکھتی رہی پھر انتہائی محبت مٹھاس میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''آج آپ نے گھر آنے میں اتنی دیر کر دی کہاں رہے آپ ابھی تک آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا اور آپ کی وجہ سے گھر کے کسی فرد نے ابھی تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا سب پریشان تھے کہ آپ کہاں گئے ہیں بابا بڑی فکرمندی کا اظہار کر رہے تھے اگر تھوڑی دیر تک آپ نہیں آتے تو وہ آپ کا پتہ کرنے کے لئے بھائی ابراہیم کو بھیجنے والے تھے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے شاریہ رکی پھر اپنے خوبصورت ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم بکھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

''میرے خیال میں گھر سے نکلنے کے بعد آپ بھول جاتے ہیں کہ گھر میں آپ کا شدت سے انتظار کرنے والی آپ کی ایک بیوی بھی ہے۔'' جواب میں اسمٰعیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

''شاریہ ایسی کوئی بات نہیں نہ میں تمہیں بھول سکتا ہوں اور نہ فراموش کر سکتا ہوں میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں گیا ہوا تھا اسی میں تاخیر ہوئی۔'' اتنی دیر تک آگے بڑھتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم دیوان خانے کے قریب آ گیا تھا دونوں میاں بیوی دیوان خانے میں داخل ہوئے سب سے پہلے اسمٰعیل کے باپ قاسم نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

''بیٹے تم کہاں چلے گئے تھے ہم سب لوگ تمہارے متعلق فکرمند تھے کہاں رہے اتنی دیر تک۔'' اسمٰعیل اور شاریہ دونوں قریب قریب نشستوں پر بیٹھ گئے اور پھر اسمٰعیل نے اپنے باپ قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''بابا مجھے چند روز پہلے امیر المومنین نے کہا تھا کہ میں دارالترجمہ کا جائزہ لوں اور اسے اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے اس کی کارگزاری پر گہری نظر رکھوں بابا دو تین دن تک مجھے وہاں

جانے کی مہلت نہ ملی پھر مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں امیر المومنین مجھ سے اس سے متعلق پوچھ نہ لیں لہٰذا میں آج صبح ہی صبح نکل گیا آپ جانتے ہیں کہ پہلے دارالترجمہ یحییٰ برمکی کی نگرانی میں کام کرتا تھا اب اس کے زندان میں چلے جانے کے بعد اس کی نگرانی امیر المومنین نے میرے ذمے لگا دی ہے۔'' اسمٰعیل کے ان الفاظ کے جواب میں اس کا باپ قاسم کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی شاریہ بول اٹھی اور اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

''یہ دارالترجمہ ہے کیا چیز اور اس میں ہوتا ہے۔'' اس موقعہ پر مسکراتے ہوئے اسمٰعیل نے اپنی بیوی شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اس دارالترجمہ میں بڑے بڑے عالم اور مختلف زبانوں پر عبور رکھنے والے لوگ بیٹھتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ یونانی اور عمومیت کے ساتھ ہندوستان سے لائی گئی کچھ کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرتے ہیں۔'' اسمٰعیل جب رکا تو پہلے جیسے مٹھاس بھرے انداز میں شاریہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''اس دارالترجمہ اور وہاں ترجمہ ہونے والی کتابوں سے متعلق تو میں بعد میں کسی وقت گفتگو کروں گی دراصل آپ کی آمد سے پہلے ہم سب ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے اور وہ موضوع ہے بھی بڑا دلچسپ میں اس سے متعلق بابا بھائی ابراہیم عطریف سے وضاحت اور تفصیل چاہ رہی تھی لیکن مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا سب یہی کہہ دیتے ہیں کہ اس کی تفصیل آپ ہی بتائیں گے لہٰذا پہلے سب مل کے کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد جس واقعے کی تفصیل میں چاہ رہی ہوں وہ آپ سے سنوں گی۔'' شاریہ کی اس معصومانہ گفتگو پر اسمٰعیل مسکرا دیا کہنے لگا۔

''جس موضوع کی تم تفصیل جاننا چاہتی ہو پہلے وہ موضوع تو کہو اگر میں اس کے متعلق جانتا ہوا تو تمہیں تفصیل بتا دوں گا۔'' شاریہ نے نفی میں گردن ہلا دی کہنے لگی۔

''نہیں ایسے تمہیں ابھی میں کچھ نہیں کہوں گی اس طرح کھانے میں دیر ہو جائے گی پہلے کھانا لگاتی ہوں کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد آپ تفصیل بتائیے گا۔'' اس کے ساتھ ہی شاریہ اٹھ کھڑی ہوئی عتابہ اور ساوا بھی کھڑی ہو گئی تھیں تینوں نے وہیں کھانے کے برتن لگائے سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانے کے بعد تینوں نے مل کر برتن اٹھائے سارے برتن مطبخ میں رکھنے کے بعد دوبارہ جب سب اپنی نشستوں پر آکے بیٹھ گئیں تب اسمٰعیل نے شاریہ کو مخاطب کیا۔

''اچھا اب کہو تم کس بات کی تفصیل جاننا چاہتی تھی جو تمہیں عطریف بابا اور ابراہیم نہیں بتا سکے اور سب نے یہی کہہ دیا کہ وہ مجھے ہی بتانی ہے اگر مجھے بھی نہ آتی ہوئی تو میں بھی ان کی طرح انکار کر دوں گا۔'' جواب میں شاریہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

''چند دن پہلے میں اماں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو اماں نے میرے سامنے ایک فرضی جنت اور بہشت کا اشارتاً ذکر کیا تھا میں اس کا نام بھول گئی ہوں۔'' اس کے ساتھ ہی شاریہ نے سوالیہ سے انداز میں رویان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اماں کیا نام تھا اس جنت اور بہشت کا جس کی نہ آپ مجھے تفصیل بتا سکی تھیں۔'' رویان نے مسکراتے ہوئے شاریہ کی طرف دیکھا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگی۔

''اس کا نام جنت ارم تھا۔'' شاریہ چونکنے کے انداز میں اچھل پڑی پھر اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''ہاں ہاں اس کا نام جنت ارم تھا یہ نام سن کر مجھے ایک جستجو سی ہو گئی تھی میں نے ہر ایک سے تفصیل جاننا چاہی لیکن کسی نے نہیں بتایا اب آپ مہربانی کریں اگر آپ جانتے ہیں تو اس کی تھوڑی بہت تفصیل تو مجھے بتائیں کہ جنت کیا تھی کس نے آباد کی کہاں آباد کی اس کے اثرات کیا ہیں اگر اس کے اثرات ہیں تو کس جگہ ہیں۔'' شاریہ جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے اسمٰعیل نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اس کی تفصیل جاننے سے تمہیں کیا حاصل ہو گا کیا فائدہ پہنچے گا۔''

''کوئی فائدہ پہنچے نا پہنچے بس آپ اگر جانتے ہیں تو مجھے اس کی تفصیل ضرور بتائیں۔'' ضد کرنے کے انداز میں شاریہ نے کہا تھا۔

اسمٰعیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''اچھا جو کچھ میں جانتا ہوں اس جنت سے متعلق میں تمہیں بتاتا ہوں لیکن میرے ذاتی خیال کے مطابق اس کی کوئی حقیقت اور اصلیت نہیں ہے بہر حال سنو۔

کہتے ہیں ارم ایک شہر کا نام تھا جس کے بڑے بڑے ستون تھے اور عاد بن عوص بن ارم کے دو بیٹے تھے شدید اور شداد جو اس کے بعد تاج و تخت کے وارث ہوئے۔

شداد نے جنت کی صفات سن کر بالکل اس جیسی ایک جنت زمین پر بنانا چاہی چنانچہ اس نے عدن کے جنگلوں میں تین سو برس میں ایک شہر بنایا اور خود کہتے ہیں شداد کی عمر نو سو برس تھی۔

اور جو شہر اس نے بنوایا تھا وہ بہت بڑا تھا کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اس کی دیواریں

چاندی سونے کی اینٹوں سے اس کے ستون زبرجد اور یاقوت سے بنائے گئے تھے۔ اور جب جنت بن کر تیار ہو گئی تو شداد اپنے سارے الاؤ لشکر کو لے کر جنت دیکھنے کے لئے چلا جب وہ اس شہر نما جنت سے ایک منزل کے فاصلے پر رہ گیا تب کہنے والوں کا کہنا ہے کہ خدا نے ایک ایسی ہولناک آواز آسمان سے بھیجی کہ وہ سب مر گئے۔

اس روایت کو طبری ثعالبی اور زمخشری وغیرہ مفسرین نے لکھا اور عبد اللہؓ بن قلابی صحابی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ اپنے اونٹ کو ڈھونڈتے ہوئے اس شہر میں جا پہنچے اور بے شمار جواہرات وہاں سے رول کر اپنی جھولی میں بھر لیے جب امیر معاویہؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت عبد اللہؓ کو طلب کر کے سارا قصہ پوچھا کعب احبار سے اس کی تصدیق چاہی کعب احبار نے کہا کہ یہ شہر ارم ذات العماد ہے اور اس میں ایک شخص مسلمانوں میں سے آپ کے زمانے میں داخل ہو گا سرخ رنگ پست قد اور گردن پر تل ہو گا اور وہ اونٹ کی تلاش میں وہاں پہنچے گا۔

پھر جب اس کے سامنے عبد اللہ بن قلابہ کو لایا گیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اس واقعہ کو بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اس شہر کی خبر آج تک کبھی نہیں سنی گئی اور نہ یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچی کہ زمین کے کسی ٹکڑے پر ایسا شہر آباد کیا گیا تھا۔

مزید یہ کہ عدن کا میدان جہاں ایسا شہر بنایا جانا گمان کیا جاتا ہے یمن کے وسط میں واقع ہے اور اس کی آبادی برابر بڑھتی چلی جا رہی ہے مسافر اور سیاح تمام ملکوں سے وہاں آتے جاتے رہتے ہیں لیکن کسی ایک نے ایسے شہر کی خبر کی نقل تک نہیں کی نہ کسی اور قوم نے اس کا حال بیان کیا۔

پس اگر یہ کہا جاتا کہ یہ شہر ویران ہو گیا اور اس کے آثار اب باقی نہیں رہے تو مناسب اور زیبا تھا مگر لکھنے والوں کے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب تک موجود ہے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دمشق ہے جس پر قوم عاد نے قبضہ کیا تھا اور بعضوں کا ہذیان تو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ۔

کہ وہ شہر نظر سے غائب ہے اور صرف جادوگر اور اہل ریاضت کو نظر آتا ہے سنو شارہ یہ سب باتیں خرافات اور مضحکات سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔

بعض مصنفوں نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اس ارم کے باغ اور محل کو جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا

دنیا سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا تھا اور قیامت کے دن وہ بھی منجملہ آسمان بہشتوں کے ایک بہشت ہو گی لیکن یہ سارا سراسر اتہام اور بے بنیاد داستان کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتا جمہور علماء نے شداد کی جنت سے سراسر انکار کیا ہے اور فی الحقیقت خدا کی بہشت کے مقابلے میں کافر کی بہشت کا ذکر ہی ایک بے معنی اور بے جوڑ بات ہے اور پھر اس جنت سے انکار کرنے والے علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل زمانہ حال کی تحقیقات سے بھی ہوتی ہے کیونکہ قوم عاد جس سے اس جنت کی نسبت ملے کی جاتی ہے وہ عرب کے صحرائی علاقے میں آباد تھی۔

قوم عاد دراصل ایک شخص اوس کی اولاد میں سے تھے۔ جو حضرت نوحؑ کی نسل سے تھا۔ نوحؑ کے بیٹے سام کے پانچ بیٹے تھے عیلام، آشور، ارفکسد، لود اور ارم، ارم کے آگے چار بیٹے تھے اوس جول جسر اور مش اوس کی اولاد کو عاد اولیٰ کا نام گیا ہے اور جسر کی اولاد ثمود کہلاتی ہے۔

بعض مورخین کی تحقیقات کے مطابق یہ قوم یمن اور عمان کے قریب آباد تھی عرب کے نقشے میں جو ریگستان پچاس درجہ طول اور بیس درجہ عرض بلد پر واقعہ ہے وہ احقاف کہلاتا ہے۔ جہاں قوم عاد آباد تھی اس کے آثار آج تک ان مقامات کے ناموں میں پائے جاتے ہیں جو خلیج فارس کے کنارے پر یا قرب و جوار کے میدانوں میں واقع ہیں۔

چونکہ اپنے زمانے میں اوس کی اولاد دیگر قبائل سے بہت ممتاز تھی اور شرقی و جنوبی عرب کی مالک تھی جسامت اور قوت وغیرہ میں اوروں پر فائق تھی اس لیے بطور مثال خداوند قدوس نے قرآن مقدس کی سورہ الفجر میں عاد کا ذکر کیا ہے ان کے رہنے کی عمارتیں تھیں لیکن وہ ریگستانی محل اس قابل نہیں تھے کہ قرآن مجید میں ان کا ذکر کیا جاتا بہر حال جن لوگوں نے شداد کی جنت کا ذکر کیا ہے تو فی الواقعہ اس جنت کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

اس کے علاوہ جن لوگوں نے شداد کو عاد کی اولاد میں لکھا ہے ان کے سلسلے میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ ایک تیسرا عاد تھا جس کی اولاد شداد تھا جس کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ تھا یعنی عاد اولیٰ و ثانی کے بہت زمانہ بعد ہوا تھا یہ شداد بنی عبد الشمس کی اولاد میں سے تھا اور اس کے باپ کا نام بھی عاد تھا جو بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا اور اس نے بڑی عالیشان عمارتیں بنائی تھیں جن کے نشانات اب بھی پائے جاتے ہیں۔" اسمٰعیل بن قاسم کی اس ساری گفتگو کے جواب میں شارہ یہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

دستک سن کر برسک فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''آپ سب لوگ بیٹھے رہیں میں دیکھتا ہوں حویلی کے دروازے پر کس نے دستک دی ہے۔'' ساتھ ہی دیوان خانے سے نکل کر وہ صحن کی طرف بھاگ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ دونوں بھائیوں کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے دروازے پر امیر المومنین کا خادم کھڑا ہے وہ آپ سے بات بھی کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے کہہ آیا ہوں کہ میں آپ کو بھیجتا ہوں۔'' برسک کے ان الفاظ پر اسمٰعیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم بھی کھڑا ہو گیا پھر دونوں بھائی دیوان خانے سے نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دونوں لوٹے جب دیوان خانے میں داخل ہوئے ان کے باپ قاسم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

''میرے بچو کیا بات ہے تم دونوں مجھے کچھ سنجیدہ اور فکرمند سے لگتے ہو خیریت تو ہے۔'' اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر بڑے احترام سے اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''پدر محترم میں اور ابراہیم دونوں قصر کی طرف جا رہے ہیں امیر المومنین نے سارے سالاروں اور سلطنت کے عمائدین کو وہاں جمع ہونے کا حکم دیا ہے دراصل سلطنت کے مختلف صوبوں میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور ان بغاوتوں کو کچلنے اور فرو کرنے کے لئے خلیفہ نے فی الفور ایک مجلس طلب کی ہے جس میں فیصلہ کیا جائے گا کہ بغاوتوں کو کس طرح کچلا جائے آپ لوگ سب بیٹھ کر باتیں کریں میں اور ابراہیم جاتے ہیں فکرمندی کی کوئی بات نہیں ہے ہم تھوڑی دیر تک لوٹ آئیں گے۔'' اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں حویلی سے نکل گئے تھے۔

جب وہ قصر کے کمرہ خاص میں داخل ہوئے تو وہاں سب لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور سلطنت کے کچھ عمائدین ابھی تک آ رہے تھے اسمٰعیل اور ابراہیم بھی اس کمرے میں داخل ہو کر اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی نشستوں پر جا بیٹھے تھے تھوڑی دیر بعد جن لوگوں کو بلایا تھا وہ سب کے سب جب آ گئے تب ان کے آنے کی اطلاع حاجب نے ہارون الرشید کو کرا دی تھی۔

ان دنوں حاجب سلطنت کے وزیر فضل بن ربیع کا بیٹا عباس بن فضل بن ربیع تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہارون الرشید پشتی دروازے سے اس بڑے کمرے میں داخل ہوا سب

نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا ہارون الرشید جب بیٹھ گیا تب سب لوگ اس کے سامنے اپنی اپنی نشستوں پر ہو بیٹھے تھے۔

بسم اللہ پڑھنے اور سلام کہنے کے بعد ہارون الرشید نے یمن آذر بیجان، خراسان اور مصر میں رونما ہونے والی بغاوتوں کی تفصیل اپنے سارے سالاروں سے کہہ دی تھی۔

یہ ساری تفصیل کہنے کے بعد وہ تھوڑی دیر رکا اس کے بعد دوبارہ وہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''عزیزان من! میں نے تم لوگوں کو دو امور کے لئے طلب کیا ہے۔ پہلا ایک چھوٹا سا امر ہے اس کو طے کرتے ہیں اس کے بعد بغاوتوں والے امر کی طرف آتے ہیں۔

میرے عزیزو! قسطنطنیہ کے نسی فورس کے خلاف ہمارے سارے لشکریوں اور سالاروں نے اپنی بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا جس کے نتیجے میں ہمارے ہاتھوں نسی فورس کو بدترین شکست ہوئی سارے لوگوں کی کارکردگی دیکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہر بڑے سالاروں کے ماتحت جو چھوٹے سالار کام کرتے رہے ہیں ان کے نام عباس بن فضل کو دیئے جائیں تاکہ ان کی ترقی اور ان کے درجات میں اضافہ کیا جائے ایک تو یہ کام ہے۔

اسی سلسلے کی ایک دوسری کڑی یہ بھی ہے کہ صرف ایک دن پہلے نسی فورس نے اپنے کچھ قاصد میری طرف روانہ کئے تھے اور اس نے مجھے یہ پیشکش کی تھی کہ اندلس پر میں اور وہ دونوں مل کر حملہ کر دیں اس نے یہ بھی پیشکش کی ہے کہ اندلس پر دونوں ملک حملہ کرنے کے بعد اندلس کو اپنے سامنے زیر اور فتح کر کے سارے اندلس کو آدھا آدھا تقسیم کر لیں۔

نسی فورس ایسا اس لیے چاہتا ہے کہ وہ فرانس کے بادشاہ شارلیمان کا انتہا درجہ کا مخالف ہے اور اسے اپنے سامنے زیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اندلس کے ایک حصے پر اسے قدم جمانے کا موقع مل جائے اور وہاں اپنی عسکری طاقت وقوت میں اضافہ کر کے فرانس کے بادشاہ شارلیمان کے خلاف نئی جنگوں کی ابتدا کرے اور اسے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کرے۔

میرے عزیزو! اس میں کوئی شک نہیں کہ اندلس پر ان دنوں بنو امیہ کی حکومت ہے وہ بے شک ہمارے مخالف ہمارے دشمن ہی سہی لیکن سب سے بڑی بات کہ وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں لہٰذا ہم کسی بھی صورت ایک غیر مسلم حکمران کے ساتھ مل کر اپنے مسلمان بھائیوں پر حملہ آور نہیں ہو سکتے لہٰذا میں نے نسی فورس کے قاصدوں کو کہا دیا ہے کہ ہم کسی بھی

صورت نہ خود اندلس پر حملہ آور ہوں گے نہ ہی یورپ کے کسی اور نصرانی شہنشاہ یا بادشاہ کو اس بات کی اجازت دیں گے کہ وہ اندلس کے مسلمانوں پر ضرب لگائے اگر کسی نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو ہم خود اس نصرانی حکمران کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

اب میں تم سے یہ بھی کہوں کہ میں نی فورس کی فطرت سے خوب واقف ہوں وہ گاہے بگاہے جنگوں کی ابتدا کر کے اپنے لوگوں میں ہر دل عزیز ہونے کے بخار میں مبتلا ہے اب جب اس کے قاصد واپس جا کر یہ کہیں گے کہ میں نے اندلس میں اس کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا ہے تو یاد رکھنا وہ ہماری سرحدوں پر گڑ بڑ کرنے کی کوشش ضرور کرے گا بہرحال اس پر بھی ہم نگاہ رکھیں گے اور اگر اس نے ہماری سرحدوں پر پہلے جیسی ترکتاز کرنے کی کوشش کی تو اس کا خوب سدباب کیا جائے گا یہ بات میں نے آپ لوگوں سے اس لیے کہہ دی ہے تاکہ آپ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بھی ہو کہ جہاں ہمارے مختلف صوبوں میں بغاوتیں اٹھی ہیں وہاں ایک طرف سے قسطنطنیہ کا بادشاہ نی فورس بھی ان بغاوتوں اور سازشوں سے فائدہ اٹھا کر ہمارے سرحدی علاقوں کو اپنا ہدف بنا سکتا ہے اور اس کے لئے ہمیں تیار اور محتاط رہنا ہوگا۔'' ہارون الرشید کے کہنے پر بڑے سالاروں نے اپنے ان چھوٹے سالاروں کے نام پیش کیے جن کی کارکردگی نی فورس کے ساتھ جنگ میں اچھی رہی تھی لہٰذا ان کی سفارش پر ہارون الرشید نے ان کے درجے اور ان کے مراتب میں اضافہ کر دیا تھا اس طرح کئی چھوٹے سالار نیچے سے اٹھ کر اوپر بڑے سالاروں میں آ کر شامل ہو گئے تھے۔

جب چھوٹے سالاروں کی ترقیوں کا یہ معاملہ حل ہو چکا تب کچھ سوچتے ہوئے ہارون الرشید نے اسمٰعیل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''اسمٰعیل میرے بیٹے جن صوبوں میں بھی بغاوتیں اٹھی ہیں ان میں سے میں خراسان کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں یہاں دو قسم کے عوامل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں میرے بیٹے تم جانتے ہو کہ برمکیوں نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے لئے وہاں عبا نام کا ایک لشکر کھڑا کیا تھا وہ کافی بڑا لشکر تھا اس کا نام تو انہوں نے عباسیہ رکھا لیکن اس میں سب عجمی شامل تھے ایک بھی عرب کو اس لشکر میں نہ رکھا گیا تھا۔

اب وقتی طور پر جعفر برمکی کے قتل کے بعد وہ لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے یمن آزر بائیجان مصر شام اور شمال عراق میں جگہ جگہ بغاوتیں کھڑی ہونے کے باعث برمکیوں کے کھڑے کردہ اس لشکر کے حامیوں اور افراد نے پھر متحد ہونا شروع کر دیا ہے اور کسی بھی

وقت وہ ایک بہت بڑے لشکر کی صورت اختیار کر کے خراسان کے اندر ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں خراسان کے اندر جو دوسری قوت سر اٹھا رہی ہے وہ خارجی ہیں میرے عزیز بیٹے خارجیوں کی اس وقت دو اشخاص پشت پناہی کر رہے ہیں ایک حمزہ بن اترک اور دوسرا وہب بن عبداللہ یہ دونوں خارجی ہیں خارجیوں کے بہت بڑے سردار ہیں ان کے علم تلے خارجی بغاوت اور سرکشی کرنے کے لئے متحد ہو چکے ہیں۔

ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے خراسان سے متعلق جو فیصلہ میں نے کیا ہے میرے بیٹے وہ اس طرح ہے کہ اس سے قبل دو لشکر تم اور یزید بن علسہ لے کر دشمن کے خلاف حرکت میں آیا کرتے تھے اسی لشکر کے ساتھ تم خراسان کی طرف کوچ کرو گے برمکیوں کے لشکر عباسیہ کا مکمل طور پر خاتمہ کر دینا اور خارجی جو متحد ہو کر ایک قوت بن رہے ہیں انہیں بھی تہس نہس کر کے رکھ دینا۔ میں نے آج قاصد خراسان کے والی علی بن عیسیٰ کی طرف روانہ کر دیئے ہیں تمہارے وہاں پہنچنے تک وہ سارے انتظامات کو آخری شکل دیدے گا حسب سابق یزید بن علسہ تمہارے ساتھ ہوگا تمہارا چھوٹا بھائی ابراہیم بن قاسم بھی تمہارے نائب کی حیثیت سے اس لشکر میں شامل ہوگا اور تمہارے لشکر کو میں یہ ہدایات دیتا ہوں کہ ہر لشکری اور سالار اس مہم کے دوران اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔

ابن قاسم میں تمہارے ذمے ایک اور کام لگا رہا ہوں آرمینیا میں بھی چونکہ حالات خراب ہو چکے ہیں لہٰذا وہاں کے حالات درست کرنے کے لئے میں نے خزیمہ بن خازم کو نصیبین سے ادھر روانہ کیا تھا جو کبھی تمہارا دست راست بھی رہ چکا ہے لیکن اس کی غیر موجودگی میں چونکہ نصیبین کے حالات خراب ہونے کا خدشہ تھا لہٰذا میں نے سلیمان بن یزید کو اس کی جگہ آرمینیا کی طرف روانہ کیا لیکن وہ بغاوت کو فرو کرنے میں ناکام رہا ہے۔

اب اس وقت خزیمہ بن خازم نصیبین میں ایک لشکر کے ساتھ موجود ہے تمہاری اس مہم میں وہ بھی تمہارے نائب کی حیثیت سے تمہارے ماتحت کام کرے گا۔

آرمینیا کے لئے میں محمد بن زہیر کو وہاں کا والی مقرر کرتا ہوں یہ بھی آج ہی آرمینیا کی طرف روانہ ہو جائے گا اور وہاں موجودہ والی سلیمان بن یزید آرمینیا سے نکل کر تمہارے لشکر میں شامل ہوگا اور تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔

جب تک تم خراسان میں مصروف رہو گے محمد بن زہیر آرمینیا کے حالات درست کرنے میں مصروف رہے گا حالات کو زیادہ پھیلنے نہیں دے گا باغیوں کو روک کے رکھے گا اور جب تم خراسان کے حالات درست کر لو تو پھر خراسان کے انتظامات علی بن عیسیٰ کے حوالے

کرنے کے بعد اپنے پورے لشکر کے ساتھ آرمینیا کا رخ کرنا اور محمد بن زبیر کے ساتھ مل کر آرمینیا کے حالات بھی درست کرنا مجھے قوی امید ہے کہ تم خراسان اور آرمینیا دونوں صوبوں میں بغاوت کے اٹھنے والے شعلوں کو بغیر کسی دقت کے سرد کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

باقی رہ گئے مصر یمن اور شمالی عراق تو یہاں سے اٹھنے والی بغاوتوں کو بہت جلد ختم کر لیا جائے گا۔'' اس کے بعد ہارون الرشید نے مصر یمن اور شمال عراق میں اٹھنے والی بغاوتوں سے نمٹنے کے لئے اپنے لشکر اور سالار مقرر کئے تھے۔

سارے معاملے طے کرنے کے بعد کچھ دیر ہارون الرشید خاموش رہا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم لوگوں کو اس مجلس میں بلانے سے پہلے میں نے اپنے اسلحہ خانوں کا جائزہ لیا ہے اس کے لئے میں نے فضل بن ربیع کو مقرر کیا تھا جس قدر اسلحہ خانے میں ہتھیار ہیں ان کی گنتی مکمل کر لی گئی ہے اور جو کچھ فضل بن ربیع نے گنا ہے اس کے مطابق اس وقت اسلحہ خانے میں دس ہزار تلواریں ایک لاکھ پچاس ہزار نیزے ایک ہزار زرہیں بیس ہزار خود ڈیڑھ لاکھ: چالیس ایک لاکھ کمانیں ایک ہزار سادی زرہیں بیس ہزار جوشن۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ہارون الرشید رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''اب تم لوگ مستقر کی طرف اپنے اپنے حصے کے لشکر کا جائزہ لو جس چیز کی کمی ہو وہ رات کو ہی مجھے بتاؤ تاکہ اگلی صبح وہ پوری کر دی جائے میں چاہتا ہوں بہت جلد عساکر اپنی اپنی مہم کی طرف روانہ ہو جائیں۔'' ہارون الرشید کی اس تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تب ہارون الرشید نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

عشاء کی نماز کے کافی بعد اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں بھائی گھر میں داخل ہوئے جب وہ دیوان خانے میں داخل ہوئے تب سب پریشانی سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقعہ پر گفتگو کا آغاز قاسم نے کیا اور دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

''میرے بچو تم دونوں کہاں رہ گئے تھے تم دونوں قصر میں گئے تھے اس کے بعد تمہارا اتہ پتہ ہی نہیں چلا ہم تو بڑی بے چینی سے تم دونوں کا انتظار کر رہے ہیں ابھی تک تمہاری فکر سے کھانا بھی نہیں کھایا۔'' اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں آگے بڑھ کر اپنے باپ کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور قصر کے اندر ہارون الرشید کی موجودگی میں جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیل اسمٰعیل نے کہہ دی تھی۔

اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب قاسم نے اسے پوچھ لیا۔ ''قصر سے اٹھنے کے بعد تم دونوں

بھائی کدھر گئے۔''

''بابا قصر سے نکلنے کے بعد ہم دونوں بھائی مستقر کی طرف چلے گئے تھے جو لشکر لے کر ہم نے خراسان کی طرف جانا ہے اسے ہم نے تیار کر دیا ہے اور لشکر میں جو جو چیزیں ہمیں چاہئے تھیں یا ضروریات کا جو سامان تھا اس کی فہرست بنا کر بھی ہم نے امیر المومنین کو پیش کر دی ہے اس لیے کہ لشکر پرسوں یہاں سے کوچ کرے گا۔'' اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب برہمی اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ کہنے لگی۔

''یہ لوگ سرکشی اور بغاوت کیوں کھڑی کرتے ہیں چین سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کیوں نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی چین سے رہنے نہیں دیتے۔'' شاریہ کے ان الفاظ پر سب مسکرا دیئے تھے پھر قاسم شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''بٹیا میں تمہارے جذبات کو سمجھتا ہوں میں جانتا ہوں اسمٰعیل کا گھر سے نکلنا تمہیں شاق گزرتا ہے اور......'' قاسم یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ابراہیم بول پڑا۔

''بابا اس بار شاق نہیں گزرے گا اس بار دو تبدیلیاں ہوئی ہیں پہلی یہ کہ مجھے بھی بھائی کے تحت ان کے نائب کی حیثیت سے لشکر میں شامل کیا گیا ہے ورنہ ان سے پہلے جن مہموں میں بھی میں شامل ہوا وہ بھائی سے علیحدہ تھیں۔

بابا دوسری بات جو نئی اور اچھی ہوئی ہے وہ یہ کہ امیر المومنین نے سالاروں کے علاوہ لشکریوں کو بھی اجازت دے دی ہے کہ جو بھی چاہے اپنے اہل خانہ کو لشکر میں اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے اس بناء پر بابا اگر آپ اجازت دیں تو میں اور بھائی شاریہ بہن اور عتابہ کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔'' جواب میں قاسم مسکرایا اور کہنے لگا۔

''ایک شرط پر میں شاریہ اور عتابہ دونوں کو تم دونوں کے ساتھ بھجوانے کے لئے تیار ہوں۔'' چونکنے کے انداز میں سب نے قاسم کی طرف دیکھا تھا پھر کسی نے کچھ پوچھا نہ تھا تاہم اسمٰعیل نے اپنے باپ کو مخاطب کیا۔

''بابا آپ ہم پر کیسی شرط عائد کرنا چاہتے ہیں۔'' قاسم کچھ دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

''بیٹے میری شرط یہ ہے کہ تم دونوں بھائی شاریہ اور عتابہ کو اس صورت میں اپنے ساتھ لے جا سکو گے کہ عطریف تمہارے ساتھ جانے کی بجائے یہاں میرے ساتھ رہے اگر یہ شرط منظور ہے تو پھر تم دونوں بھائی شاریہ اور عتابہ کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔'' قبل اس کے کوئی جواب دیتا عطریف سب سے پہلے بول اٹھا اور قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

لگا۔

''بھائی یہ شرط ہے تو بڑی کڑی لیکن اپنے دونوں بیٹوں اور بیٹیوں کے جذبات ، احساسات کا خیال کرتے ہوئے یہ کڑوی گولی آخر مجھے ہی نگلنا ہوگی میں آپ کے پاس رہوں گا ان چاروں کو جانے دیں۔''

یہ فیصلہ ہونے کے بعد شاریہ عتابہ اسمٰعیل اور ابراہیم سب خوش ہو گئے تھے پھر شاریہ، عتابہ اور ساوا نے اٹھ کر کھانا لگایا سب نے مل کر کھانا کھایا اور پھر ایک روز بعد لشکر خراسان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☼......☼

اسمٰعیل، یزید بن علقمہ ابراہیم اور دوسرے سالار اپنے لشکر کو لے کر جب خراسان پہنچے تو خراسان کے والی علی بن عیسیٰ نے اپنے سالاروں اور سرکردہ لوگوں کے ساتھ ان کا شاندار استقبال کیا۔

خراسان کے حالات بھی عجیب وغریب تھے آمدنی کے لحاظ سے یہ صوبہ سب سے نمایاں تھا اس لیے نہیں کہ یہ وہ صوبہ تھا جہاں بنو امیہ کے خلاف عباسی بغاوت کامیاب ہوئی اور عباسیوں کو برسراقتدار لانے میں اس سرزمین کا بہت بڑا ہاتھ تھا اس سے بھی کہ ہارون الرشید کی مملکت میں سب سے زیادہ باثروت اور مالدار صوبہ تھا بلکہ ثقافت و تجارت اور تہذیب وتمدن کے اعتبار سے بھی اونچا مقام یہ صوبہ رکھتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شکوہ ماضی کو واپس لانے کے لئے یہاں زبردست جوش وجذبہ پایا جاتا تھا۔

عباسی خلیفہ موسیٰ ہارون کے زمانے میں اس صوبہ کا گورنر فضل بن سلیمان طوسی تھا یہ بڑا دوراندیش اور سلجھے ہوئے دماغ کا مالک تھا حسن تدبیر اور نظام میں یکتا تھا ہارون الرشید جب خلیفہ ہوا تو اس نے جعفر بن محمد کو خراسان کا والی مقرر کیا۔

جعفر جب خراسان پہنچا اور وہاں کے حالات کو اچھی طرح قابو پا لیا تو اپنے بیٹے عباس بن جعفر بن محمد کو ایک بڑا لشکر دے کر افغانستان کی فتح پر مامور کیا۔

عباس سرزمین افغانستان میں فاتحانہ داخل ہوا شہر اور دیہات یکے بعد دیگرے اس نے فتح کیے اور دور تک اپنی فتح مندی کے نشان چھوڑتا چلا گیا بہت سا مال غنیمت افغانستان کی فتوحات میں اس کے ہاتھ لگا اور بے انداز دوسرا قیمتی سامان اس نے یہاں سے اکٹھا کیا اور یہ سب کچھ اس نے بغداد کے بیت المال میں بھیج دیا۔

ہارون الرشید کو عباس بن جعفر کی یہ بات پسند آئی اس نے اس کی عزت افزائی کا ارادہ کیا چنانچہ باپ کی جگہ عباس بن جعفر کو خراسان کا والی مقرر کر دیا۔

لیکن حالات کی بدقسمتی کہ ہارون الرشید کا ماموں ابن عطا خراسان کا والی بننے کے لئے بڑا بے چین تھا لہٰذا اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ہارون الرشید نے اسے خراسان کا

والی مقرر کر دیا۔

لیکن ابن عطا کام نہ چلا سکا اس لیے کہ کمزور شخص تھا اور نظم و انتظام میں بھی کورا تھا حالات بگڑنے لگے اور بگڑتے چلے گئے۔ خراسانیوں کی طرف سے فریادیں اور شکایات بغداد میں وصول ہونا شروع ہو گئیں لیکن رشید نے اسے معزول نہیں کیا۔

ہارون الرشید کی اس سرد مہری اور ابن عطا کے طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اضطراب اور فتنہ پیدا ہوتا چلا گیا اور خارجیوں نے شورش برپا کر دی۔

ہارون الرشید نے اپنے ماموں ابن عطا کو لکھا کہ باغیوں کا سختی سے سر کچلا جائے ابن عطا نے خارجیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے داؤد بن یزید کو بھیجا لیکن وہ باغی خارجیوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔

ہارون الرشید کو جب اپنے ماموں کی ناکامیوں کی خبر ملی تو بہت بگڑا اور اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ حمزہ بن مالک کو خراسان کا والی مقرر کیا۔

حمزہ بن مالک نے خارجیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن وہ مکمل طور پر انہیں مغلوب نہ کر سکا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ہارون الرشید نے فضل بن یحیٰی برمکی کو خراسان کا والی مقرر کیا وہ خود تو وہاں نہ گیا لیکن اپنی طرف سے ایک شخص ابن شرجیل کو وہاں کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

لیکن فضل بن یحیٰی برمکی کو بھی آخر معزول کر دیا گیا اس کے بعد علی بن عیسیٰ کو خراسان کا حاکم مقرر کیا گیا جس وقت اسمٰعیل بن قاسم یزید بن عطیہ اور ابراہیم اپنے لشکر کو لے کر خراسان پہنچے تھے اس وقت خراسان کا والی یہی علی بن عیسیٰ ہی تھا۔

خراسان میں داخل ہونے کے بعد پورا ایک دن اسمٰعیل نے اپنے لشکریوں اور سالاروں کو آرام کرنے کا موقع دیا اگلے دن اس نے سب کا اجلاس طلب کر لیا اس میں اس کے اپنے سالاروں کے علاوہ علی بن عیسیٰ اور اس کے ماتحت کام کرنے والے سالار بھی شامل ہوئے تھے۔

جب سب وہاں جمع ہو گئے تب علی بن عیسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''ابن عیسیٰ میرے محترم! مجھے یہ تو بتایا گیا ہے کہ یہاں بغاوت کرنے والی دو بڑی قوتیں ہیں ایک خارجی اور دوسرے فضل برمکی کا قائم کردہ ذاتی لشکر جس کا نام عباسیہ تھا اور مجھے تھوڑی سی ان سے متعلق تفصیل بتاؤ تاکہ میں اسی کے مطابق ان کے خلاف حرکت میں آؤں۔'' اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب علی بن عیسیٰ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابن قاسم میرے عزیز! آپ کا کہنا درست ہے یہاں بغاوت اور سرکشی میں بڑی زمیں سر اٹھا رہی ہیں ایک برمکیوں کا قائم کردہ لشکر عباسیہ اور دوسرے خارجی جہاں تک عباسیہ نام کے لشکر کا تعلق ہے تو وہ ابھی اپنے آپ کو مجتمع کر رہے اکٹھے ہو رہے ہیں اپنے آپ کو مسلح کرنے کی مہم میں ہیں جہاں تک خارجیوں کا تعلق ہے تو وہ ایک شخص حمزہ بن اترک کی سرکردگی میں اکٹھے ہو چکے ہیں اور جگہ جگہ انہوں نے سر اٹھائے ہوئے یلغار، ترکتاز اور لوٹ مار کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے۔'' علی بن عیسیٰ جب خاموش ہوا تو کچھ سوچتے ہوئے اسمٰعیل بول اٹھا۔

''ابن عیسیٰ میرے بھائی عباسیہ کے لشکریوں کو اکٹھا ہونے دو میں دیکھوں گا کہ یہ اکٹھے ہو کر بھی ہمارے خلاف کیا گل کھلاتے ہیں جہاں تک خارجیوں کا تعلق ہے تو بقول تمہارے وہ اکٹھے ہو چکے ہیں سرکشی اور بغاوت پر اترے ہوئے ہیں لوٹ مار بھی کر رہے ہیں لہٰذا آنے والی شب کو خارجیوں پر ضرب لگانے کے لئے ہم یہاں سے کوچ کریں گے جو لشکر تمہارے پاس ہے اس کا آدھا حصہ نظم و نسق درست کرنے کے لئے اپنے مرکز میں رہنے دو اور باقی حصے کے ساتھ تم ہمارے ساتھ شامل ہو گے۔'' یہ فیصلہ ہونے کے بعد آنے والی شب کو خارجیوں پر ضرب لگانے کے لیے اسمٰعیل بن قاسم نے ان کی طرف کوچ کیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل اور علی بن عیسیٰ، یزید بن عطیہ اور ابراہیم جب خارجیوں کے لشکر کے مقابل آئے تو ان کے سردار حمزہ بن اترک نے حملہ آور ہونے میں پہل کی اور اسمٰعیل کے لشکر پر وہ نہ شہروں کو مقبروں، بستیوں کو کھنڈروں شاہراہوں کو سنسان کر دینے والے عذاب، زمین کے درخشاں چہرے کی ساری تابندگی چھین لینے والے تاریکیوں اور نفس میں پھیلتے وقت منحوس سائیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل بن قاسم علی بن عیسیٰ یزید بن عطیہ اور ابراہیم بن قاسم نے دفاع کا لبادہ نہیں پہنا ذرا جارحیت پر اتر آئے اور وہ بھی شکست ذات کی مجبوریاں جانی انجانی لاچارگی طاری کرتی ساعتوں خوابوں کی گونجوں کو سنسان گزرگاہ حیات میں بدل دینے والی وقت کی بے روک یلغار دل کے گوشوں تک کو ریزہ ریزہ کر دینے والے مقدر کے کھردرے ہاتھوں شب کی سانس تندیلیوں کو برہم کر دینے والی آندھیوں اور دلوں میں ہول پیدا کر دینے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

خراسان کی سرزمینوں میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے ہر طرف کرب کے جگنو اٹھ کھڑے ہوئے تھے زمین کے خشک چہرے پر جسم و جان کے عذاب طاری ہونا شروع ہو

گئے تھے۔ پھولوں کے خواب نگر جسموں کے آشوب میں اور غم کا مداوہ بنتی مسکراہٹیں درد کے لمحوں میں تبدیل ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

خارجی جو اپنے آپ کو حرص وستم کے سیال نا کا سا شجاع مردانگی کے نگار خانوں کا محکم ومستحکم حصار زمانے بھر کی وحشتوں سے زیادہ ہولناک اور وقت کے فاصلوں میں کرب والم کی یورش سے بھی زیادہ ہولناک خیال کرتے تھے اب ان کی حالت اسمٰعیل بن قاسم علی بن عیسٰی یزید بن علقمہ اور ابراہیم بن قاسم کے سامنے رسوائیوں کے اندھیروں میں غموں کے بھنور، وحشتوں کے لمحوں میں وہموں کے ہجوم اور کالی رتوں کے سموں میں خون میں نہائی شکستگی سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد خارجیوں کو بدترین شکست اٹھانا پڑی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا اس لیے کہ پڑاؤ میں لشکر کی عورتیں بھی شامل تھیں باقی لشکر کے ساتھ اس نے خارجیوں کا تعاقب شروع کر دیا تھا دور تک ان کا قتل عام کیا گیا اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر اسمٰعیل اس جگہ آیا جہاں خارجیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی خارجیوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا گیا اس کے بعد لشکر کے زخمیوں کی دیکھ بھال ہونے لگی تھی۔

☼......☼

دوسری جانب ہارون الرشید نے یمن کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے اپنے ایک سالار عبدالملک بن مالک کو روانہ کیا اور اسے وہاں کا نیا حاکم بھی مقرر کیا۔

یمن کے حالات شروع سے ہی کچھ عجیب وغریب سے رہے تھے اس لیے کہ جب ہارون الرشید مسندِ خلافت پر بیٹھا تو اس نے عباس بن محمد کو اپنی طرف سے یمن کا پہلا والی مقرر کیا۔

لیکن یہ کوئی معقول انسان نہیں تھا لہٰذا ہارون الرشید نے اسے معزول کر دیا اس کی جگہ ابراہیم بن مہدی کو مقرر کیا لیکن یمن کے بگڑے ہوئے کانوں کو یہ شخص بھی سنوار نہ سکا جو کہ ایک عرصے سے خراب ہو چکے تھے مزید یہ کہ اہل یمن بھی اس سے خوش نہ تھے آخر اسے واپس بلا لیا گیا اور عبداللہ بن مصعب زبیری کو اس کی جگہ نامزد کیا گیا۔

عبداللہ کے بعد ایک شخص احمد بن اسمٰعیل کو یہ ذمہ داری سونپی گئی لیکن حالات درست نہ ہوئے۔

آخر یمن کی آئے روز کی بغاوتوں سے تنگ آ کر ہارون الرشید نے اپنے ایک غلام حماد

بربری کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔

حماد بڑا سنگدل اور سخت مزاج انسان تھا اس نے آتے ہی ظلم و جور کا وہ بازار گرم کیا کہ لوگ دنگ رہ گئے۔

آخر حماد کے ظلم وستم کے خلاف دو سرداروں نے علم بغاوت کھڑا کیا ایک ھیصم بن عبدالحمید اور دوسرا عمر بن ابی خالد حمیری تھا۔

ان دونوں کی خوش قسمتی کہ ایک اور یمنی سردار نام جس کا الصباح تھا وہ بھی ان کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔

یوں کافی تیاریوں کے بعد یہ تینوں باغی سردار ایک بہت بڑا لشکر تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے آخر وہ حماد بربری کے مقابل آئے۔

یمن کے نئے والی حماد نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان تینوں باغیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا طرفین نے بڑی سخت اور خوفناک لڑائی کی اس لڑائی کی شدت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس جنگ میں لگ بھگ بیس ہزار سے زاید آدمی کام آئے۔

بہر حال اس جنگ کے نتیجے میں تین باغیوں میں سے ایک باغی عمر بن ابی خالد پکڑا گیا حماد نے اسے پابجولاں کر کے اسے بغداد کی طرف روانہ کر دیا۔

اب باقی دو باغی سرداروں نے جنگ جاری رکھی جو طول پکڑتی گئی آخر دوسرا باغی ھیصم بھی گرفتار ہوا اور اسے بھی حماد نے زندہ ہارون الرشید کی طرف روانہ کر دیا۔

دو باغیوں کے گرفتار ہونے کے بعد حماد نے اپنا پورا زور تیسرے باغی الصباح کے خلاف لگا دیا اور گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا آخر تنگ آ کر تیسرا باغی الصباح امان کا طالب ہوا لیکن حماد نے اسے امان نامہ دینے سے انکار کر دیا برابر اس سے جنگ کرتا رہا۔

یہاں تک کہ اسے بھی زندہ گرفتار کر لیا لہٰذا اسے بھی ہارون الرشید کے پاس بغداد روانہ کر دیا۔

ہارون الرشید نے ان تینوں کو قتل کرا دیا اور الصباح کی نعش برسر عام عبرت اور سبق آمیزی کے لئے لٹکا دی۔

اب جو بڑے بڑے باغی تھے وہ تو ختم ہو گئے لیکن حماد بربری بڑا سخت مزاج اور ظالم شخص تھا لوگوں کو شدید ترین عذاب اور اذیت میں مبتلا کرتا یہاں تک کے لوگ اس کے ظلم و ستم کے خلاف چیخ پڑے اور فریاد کناں ہوئے وہ ہارون الرشید کی خدمت میں پے در پے خط لکھتے رہے کہ حماد کو واپس بغداد بلا لیا جائے اور کسی نرم شخص کو بھیجا جائے لیکن جب ہارون

الرشید نہ مانا۔

تب یمن میں جگہ جگہ بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

انہیں بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے ہارون الرشید نے حماد بربری کو تو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ عبدالملک بن مالک کو روانہ کیا تاکہ وہ یمن سے اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کرے اور ساتھ ہی وہ یمن کے لوگوں کا دل جیتنے کے لئے ان کے ساتھ نرم رویہ رکھے۔

کہتے ہیں عبدالملک بن مالک جب یمن پہنچا تو اس نے بڑی نرمی سے کام لیا یہ بڑا معقول انسان تھا اس نے لوگوں کے تالیف قلوب میں کوئی کمی نہ رکھی ہر ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرتا اس نے یمن کے لوگوں کے ساتھ ایسا اچھا اور نرم برتاؤ کیا کہ لوگ اس کے ہم نوا ہو گئے جگہ جگہ جو بغاوتیں اٹھیں وہ آپ سے آپ جھاگ کی طرح بہہ گئیں اس طرح یمن سے اٹھنے والی بغاوت کو ختم کرنے کے لئے کسی قسم کی تگ و دو نہ کی گئی بلکہ عبدالملک بن مالک کے نرم رویے ہی نے ان سب بغاوتوں اور باغیوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

☼......☼

آرمینیا خراسان اور یمن کے علاوہ شمالی افریقہ شمالی عراق شام اور مصر میں بھی ہارون الرشید کے دور میں چھوٹی موٹی بغاوتیں اٹھی تھیں لیکن انہیں بڑی آسانی کے ساتھ دبا کر حالات پر مکمل طور پر قابو پالیا گیا تھا۔

خراسان میں خارجیوں کو بدترین شکست دینے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم اور علی بن عیسٰی دونوں نے اپنے عساکر کو کچھ سستانے کا موقعہ فراہم کیا ان کے لیے یہ انکشاف بھی حوصلہ افزا تھا کہ خارجیوں کا سردار اعلیٰ حمزہ بن اترک جنگ میں مارا گیا تھا لہٰذا خراسان کے والی علی بن عیسٰی نے اسمٰعیل کو یقین دلا دیا تھا کہ حمزہ بن اترک کے بعد خراسان میں خارجی سر اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے۔

لیکن اسی دوران دوسرا اور بہت بڑا خطرہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہ یہ کہ فضل برمکی نے عباسیہ کا جو لشکر خراسان میں کھڑا کیا تھا اس کے سارے افراد متحد ہو گئے تھے اور شمالی خراساں میں انہوں نے ایک بہت بڑا اجتماع کر کے اپنی طاقت اور قوت کا اظہار بھی کر دیا تھا تاہم اسمٰعیل بن قاسم اور علی بن عیسٰی دونوں نے اپنے مخبر خراسان کے اندر پھیلا رکھے تھے تاکہ خراسان کے اندر کوئی طاقت سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو تو اس کی نقل و حرکت کی بروقت انہیں اطلاع ہو سکے۔

☼......☼

ایک روز اسمٰعیل شاریہ ابراہیم اور عتابہ چاروں خیمے میں اکٹھے بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے اور یہ خیمہ اسمٰعیل اور شاریہ کا تھا اچانک شاریہ نے گفتگو کا رخ بدلا اور اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"امیر بغداد اپنی حویلی کے اندر آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا دیکھیں اس وقت ہم چاروں فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور اس وقت آپ وعدہ پورا کر سکتے ہیں۔" بڑے پیارے انداز میں اسمٰعیل نے مسکراتے ہوئے اپنی بیوی شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"کون سا وعدہ؟ مجھے کچھ یاد نہیں اگر میں نے تمہارے ساتھ کوئی وعدہ کیا تھا تو کہو۔" جواب میں شاریہ نے گلے کو صاف کیا پھر کہنے لگی۔

"امیر المومنین نے بغداد کے کتب خانے آپ کی تحویل میں کر دیئے تھے میں نے کتب خانوں اور اس کے اندر رکھی جانے والی کتابوں کی تفصیل ایک بار آپ سے پوچھی تھی اور آپ نے کہا تھا کہ کسی مناسب موقعہ پر بتاؤں گا اس وقت ہم چاروں فارغ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کی تفصیل بتائیں اس طرح ہمارا وقت بھی اچھا گزر جائے گا۔" یہاں تک کہنے کے بعد شاریہ خاموش ہوئی اس کے ان الفاظ کے جواب میں اسمٰعیل کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے عتابہ بول اٹھی۔

"بھائی شاریہ ٹھیک کہتی ہے اس طرح ہمارا وقت اچھا کٹ جائے گا دیکھئے انکار مت کیجئے گا۔" اسمٰعیل کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ ان دونوں کے سامنے ہار مان گیا تھا پھر کوئی فیصلہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اچھا اگر تم دونوں کی یہی مرضی ہے تو جس قدر تفصیل میں جانتا ہوں وہ تمہیں بتاتا ہوں۔" اس کے بعد اس نے گلا صاف کیا اور وہ کہہ رہا تھا۔

"بغداد میں دو قسم کی کتب کے تراجم عربی میں ہوتے ہیں ایک کتب جن کا تعلق ہندوستان سے ہے اور دوسری قسم کی وہ کتب ہیں جن کا تعلق یونان سے ہے پہلے میں یہ بتاتا چلوں کہ موضوع کے لحاظ سے ان کتب کا تعلق عموماً چار موضوعات سے ہے اول طب دوئم

علم نجوم سوئم فلسفہ اور چہارم قصص و داستان پہلے میں تم لوگوں کے سامنے ان کتب کا ذکر کروں گا جن کا تعلق ہندوستان سے ہے بعد میں یونانی کتب کا تذکرہ کروں گا۔

پہلے طب کی طرف آتے ہیں جہاں تک طب کا تعلق ہے تو طب کا وجود دنیا میں چھ ہزار قبل مسیح سے ہوا اور اس کے موجد کلدانی عرب تھے لیکن ہندوستان کے اطباء کا دعویٰ ہے کہ طب کی ایجاد کا فخر انہیں حاصل ہے اور مصری طب کو بھی وہ ہندی طب کی شاخ خیال کرتے ہیں لیکن یہ صرف بحث ہے عقلی فیصلہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم اپنے طب کی خود کی موجد ہوتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ جن اقوام نے طب کو عملی حیثیت سے مدون کیا ہے ان میں کلدانی ہندی مصری یونانی اور عرب ہیں اور ہر قوم نے اپنی ہم عصر قوم سے فائدہ بھی اٹھایا ہے۔

ہندوستان کی طب کی جو کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے ان کتابوں کو ویدک کی کتابیں کہتے ہیں ان میں سب سے اہم اور نمایاں کتاب کا نام سسرتاسکھا ہے اس کے مصنف کا نام سسرتا ہے جس نے بنارس کے ایک شخص دیوداس سے تعلیم حاصل کی تھی (یہ کتاب حکیم بوعلی سینا کی کتاب القانون کے ہم پلا خیال کی جاتی ہے)

عربی میں سب سے پہلے یہی کتاب ترجمہ ہوئی اس کا نام سسرونی الطب رکھا گیا ہے یہ امراض کی شناخت اور معالجات میں ایک بسیط کتاب ہے ہارون الرشید کے دور میں اس کتاب کا ترجمہ پہلے فارسی میں ہوا پھر عربی میں اس کا ترجمہ کیا گیا اس کتاب کا ترجمہ منکہ نامی ایک ہندو نے بغداد میں رہتے ہوئے کیا۔

منکہ بذات خود ایک لاجواب طبیب تھا اور اس نے ایک ایسی کتاب بھی لکھی جس میں ہندوستان کی جڑی بوٹیوں پر تفصیل ملتی ہے اور اس کتاب میں اس نے ایک ایک بوٹی کے دس دس نام لکھے ہیں۔

ہندوستان کی دوسری بڑی کتاب جس کا بغداد میں عربی میں ترجمہ کیا گیا اس کو کتب السموم کہتے ہیں یہ ہندوستان کے ایک شخص شاناق ہندی کی تصنیف ہے جس میں ہر قسم کے زہروں کا بیان ہے اور عربوں کی تحقیقات میں ہندوستان کے اطبا کا درجہ بہت بلند ہے عام زہروں کے علاوہ جس قدر زہریلے سانپ ہیں ان کی بھی کافی تحقیقیں ان کتابوں میں ہیں اس کتاب کو بھی حکیم منکہ نے فارسی اور عربی میں ترجمہ کیا تھا۔

ہندوستان کے اطبا کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہونے کے باعث ہندوستان کی بہت سی بوٹیاں بھی علاج و معالجہ کے لئے بغداد میں پہنچ گئیں ان میں زیادہ تر مشہور تر پھلہ یعنی آملہ، بھیڑہ ہڑ پیپلی یعنی فل فل املی یعنی تمر، ہندی، نیلوفر، لیموں ناریل، جائے پھل، کنگ پھل یعنی

لونگ، چندن یعنی صندق کیسر اور الائچی وغیرہ شامل ہیں۔" یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل رکا پھر شاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایک موضوع ختم ہوا یعنی طب کی تفصیل میں نے بتا دی اب علم نجوم کی طرف آتے ہیں۔

علوم نجوم سے متعلق کہتے ہیں کہ یہ علم جسے علم ہیت بھی کہتے ہیں ایشیا کے صحرا نشین چرواہوں کی مرہون منت ہے یہ چرواہے طویل راتوں میں بے کاری سے پریشان ہو کر صفحہ افلاک کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے اور ہر ستارے کی حرکت و سکون پر گہری نظر ڈالتے رہتے تھے اور ان کا دل شہادت دیتا تھا کہ ان ستاروں کا تغیر و تبدل کسی اصول کے تحت ہے اور یہ ستارے موسم اور زراعتی فصلوں پر خاص اثر رکھتے ہیں۔

اس لئے انہوں نے ان کے نام رکھے اور ان کے طلوع غروب کا اندازہ کیا پھر ثوابت کی امداد سے سمتیں مقرر کر کے ہر ستارہ کے لئے ایک منزل مخصوص کی جس سے فصلوں کی بنیاد پڑی اور سیر و سفر میں انہی ستاروں نے میل و فرسنگ کا کام دیا اس علم کے معلم اول کس ملک کے باشندے تھے یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن آثار سے یہ ثابت ہے کہ علم ہیت یعنی نجوم کی ایجاد کا فخر بھی کلدانی عربوں کے سر ہے۔

کہتے ہیں کہ آج سے ہزاروں سال قبل اس قوم نے فلکیات میں انتہائی کمال حاصل کیا تھا اور انہوں نے ان سات ستاروں کی سات ہیکلیں بابل میں تعمیر کی تھیں جن کی یہ پرستش کرتے تھے ان میں نامور کلدانی نجومی بھی ایک شخص حکیم طنکلوش تھا اور وہ ان ہیکلوں کا مہتمم اعلیٰ بھی تھا اس زمانہ میں بابل والے مندروں سے رسد گاہ کا کام لیا کرتے تھے یہ عمارتیں مسطح میدانوں میں بنائی جاتی تھیں اور کئی کئی درجوں کی ہوتی تھیں جن کو بابلی زبان میں ذکورات کہا جاتا تھا۔

کلدانیوں کے بعد علم نجوم میں ہندوستان کا درجہ بہت بلند ہے اور یہ اس علم کے خود ہی موجد تھے ہند کے بعد مصری ان علوم میں سرفہرست نظر آتے ہیں اور ان کے نجوم کے اصول سب سے جداگانہ تھے۔

یونانیوں نے بھی علم نجوم کو خوب ترقی دی اور ایک یونانی حکیم تھالیس نے علم نجوم کو بہت کچھ دیا اس نے زمین کو مرکز کائنات مانا اور اس نے سب سے پہلے زیچ بنائی۔" یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل کو رک جانا پڑا اس لیے کہ بیچ میں بڑے پیارے انداز میں مسکراتے ہوئے شاریہ بول پڑی۔

''امیر ابھی اس سے آگے کچھ نہ کہیے گا پہلے یہ بتایئے کہ زیچ کیا چیز ہوتی ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ کہنے والے ہیں اس کو سمجھنے میں ہمیں آسانی رہے۔'' اس پر اسمٰعیل مسکرایا اور کہنے لگا۔

''علم نجوم زیچ کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ستاروں کی حرکات اور اعمال فلکی کا مفصل حال ہوتا ہے اور رسد گاہوں میں اصطرلاب کے بعد زیچ سے کام لیا جاتا ہے اور پھر زیچ کی مدد سے ہی پتر یا تقویم تیار ہوتا ہے۔

تھیلس کے بعد یونانیوں میں فیثا غورث نے علم کو ترقی دی اور اس نے بجائے زمین کے آفتاب کو مرکز مانا کیونکہ اس حکیم کی رائے میں خود آفتاب کل مرکز میں واقع تھا اور دیگر سیارے ماسوائے زمین کے اس کے گرد گردش کرتے ہیں یہ نظام چونکہ محسوسات کے خلاف تھا لہٰذا دوسرے حکماء نے فیثا غورث کے اس نظریے کو تسلیم نہیں کیا۔

یونان میں فیثا غورث کے بعد ارسترخوس نے یہ ثابت کیا کہ زمین آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہے جبکہ ہندوستان کے حکماء میں آریا بھٹ اور مسلمانوں میں ابوسعید بھی حرکت زمین کے قائل تھے۔

علم نجوم کی سب سے اہم کتاب جو ہندوستان سے بغداد میں داخل ہوئی وہ برہمت سدہانت ہے بغداد میں اس کتاب کے آنے کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ سندھ سے ایک علمی جماعت عباسی خلیفہ منصور کے دربار میں پہنچی ان علماء میں ایک پنڈت بھی تھا جو علم نجوم اور ریاضی کا علامہ تھا اس پنڈت نے ہدیۃً ایک کتاب منصور عباسی کو پیش کی جس کا نام برہمت سدہانت تھا اور بعد میں اس نام کو مخفف کر کے اسے سدھانتا کہہ کر پکارا جانے لگا۔

یہ کتاب ہندوستان کی مشہور زیچ ہے جو راجہ بیگر سے منسوب ہے اس کا مصنف ایک شخص برہم گپت ہے برہم گپت ہندوستان کا ایک نامور عالم تھا اور وہ علم نجوم میں یکتا تھا۔

سدھانتا نام کی یہ کتاب جس کو برہم گپت نے تحریر کیا تھا اس میں زمانے کی تقسیم کلپ کے حساب سے تھی اور ایک کلپ چار ارب اور بتیس کروڑ سال کے برابر خیال کیا جاتا تھا چونکہ اس کے مطابق حساب لگانا دشوار تھا اس لیے ہندوستان کے ایک اور نامور نجومی آریا بھٹ نے ایک کتاب لکھی جو آریا بھٹ کے نام سے مشہور ہے اس کتاب کا ترجمہ ابو الحسن نے عربی میں کیا ہوا ہے آریا بھٹ نے بجائے کلپ کے زمانے کی تقسیم کا حساب جگ سے رکھا ہے اور اس نے ایک جگ کو کلپ کا ہزارواں حصہ قرار دیا ہے۔

یہ علم نجوم کی دو اہم ترین کتب ہیں جن کا ترجمہ ہو چکا ہے اور اس سلسلے کی ایک اور

تیسری کتاب بھی بہت اہم ہے اس کو کرن کھنڈ کہتے ہیں اور اس کا مصنف بھی برہم گپت ہے چنانچہ ہندوستان کی علم نجوم پر تین کتابوں کا بغداد میں عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے ایک سدھانتا دوسری آریا بھٹ اور تیسری کرن کھنڈ عربوں کی یہ ایمانداری کہ انہوں نے ترجموں کا نیا نام نہیں رکھا بلکہ اصل کتاب کے نام کو عربی سانچہ میں ڈال لیا ہے۔

خلیفہ منصور عباسی جب سدھانتا نام کی کتاب سے واقف ہوا تو اپنے دربار کے نامور ریاضی دان اور منجم محمد بن ابراہیم بن خلا فرازی کو کتاب کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا اور یہی وہ ریاضی کا مسلمان عالم ہے جس نے سب سے پہلے اصطراب کا استعمال کیا چنانچہ محمد فرازی نے اس پنڈت کی اجازت سے اس بیش بہا کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا اور ترجمہ کا نام اس نے سندہ ہند کبیر رکھا جہاں تک دوسری کتاب کرن کھنڈ کا تعلق ہے تو اس کا ترجمہ ایک عرب یعقوب بن طارق نے کیا ترجمہ کرنے میں اس نے بھی پنڈت مذکورہ کی خدمات حاصل کیں۔

چنانچہ علم نجوم کی ان تین کتابوں کے ترجمے سے ہی عرب نجوم کے تین مذہب قائم ہوئے لیکن قبولیت کی سند صرف مشہور کتاب سدھانتا ہی کو ملی اور یہ تینوں کتابیں عربوں میں علم نجوم کی ترقی کا باعث بنیں۔

کہتے ہیں کہ علماء اسلام میں کتاب سدھانتا پر سب سے زیادہ ابوریحان البیرونی نے تنقید کی عباسیوں کے دور میں سدھانتا کا جو ترجمہ ہوا تھا ابوریحان البیرونی نے اسے ناقص قرار دیا ابوریحان البیرونی چونکہ سنسکرت کا زبردست فاضل تھا لہٰذا اس نے ازسرنو علم نجوم کی اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اس میں حساب کے جس قدر طریقے تھے ان کو ایک جدا اور علیحدہ رسالے میں مرتب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل پھر رکا اور کہنے لگا۔

''ہندوستان کی علم طب اور نجوم سے متعلق جس قدر کتب ترجمہ ہوئیں ان سے متعلق میں جو تفصیل جانتا تھا بتا دی اب تیسری قسم کی کتب کی طرف آتے ہیں جن کا تعلق قصص اور حکایات سے ہے جہاں تک قصص اور حکایات کا تعلق ہے تو عہد جاہلیت بھی عرب قصص حکایات کے بڑے شوقین تھے چاندنی راتوں میں بیٹھ کر افسانے سنا کرتے تھے یہ مجلس نہایت پر لطف ہوا کرتی تھی چنانچہ یہ ذوق شوق عہد اسلام تک قائم رہا۔

ہارون الرشید کے دربار میں بھی ایام العرب اور تاریخ جاہلیت کے ماہر موجود تھے اور آج کل ہارون الرشید کے پاس علامہ عبداللہ اصمعی حکایات داستانیں قصص اور افسانے سنانے

میں سب سے ماہر خیال کیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں ہندوستان کی قصص و حکایات پر مبنی جو کتاب پہنچی اس کا نام کلیلہ دمنہ ہے اس میں عموماً ایسی کہانیاں ہیں جو حیوانات اور پرندوں کی زبانی بیان کی گئی ہیں نیز سیاسات تدبیر منزل معاملات باہمی اور اخلاق و آداب پر بھی یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔

یہ کتاب سنسکرت میں تھی اور سب سے پہلے حکیم برزویہ نے ایرانی شہنشاہ نوشیروان کے لئے یہ کتاب پہلوی زبان میں ترجمہ کی تھی اور حکیم مذکورہ اس کتاب کی نقل ہندوستان سے لے کر جا رہا تھا یہ پہلا موقعہ تھا کہ سنسکرت سے پہلوی زبان میں یہ کتاب ترجمہ ہوئی۔

پھر پہلوی سے ہی عربی میں ایک شخص عبداللہ بن المقفع نے اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اس پر ایک بیش قیمت مقدمہ لکھا جو ادبیت کے لحاظ سے عدیم النظیر ہے (یہ عربی ترجمہ سن 1816ء میں پیرس کے کتب خانہ سے نکال کر شائع کیا گیا ہے یہ کتاب عربوں میں بڑی مقبول ہوئی پر افسوس ہے اصل سنسکرت اور برزویہ کا پہلوی نسخہ مفقود ہے صرف عبداللہ کا ترجمہ باقی ہے جو مصر اور بیروت میں چھپ چکا ہے اور دوسری زبانوں میں آج تک جس قدر ترجمے ہوئے ہیں ان کی اصل یہی نسخہ ہے عربی کے علاوہ ایک ترجمہ سریانی میں بھی ہوا تھا لیکن سریانی کے ترجمے کو اتنی مقبولیت حاصل نہ ہوئی جتنی کہ عربی ترجمے کو ہوئی۔)

یہ کتاب ایک پنڈت بیدپا کی تصنیف ہے جو سنسکرت میں ہندوستان کے راجہ داشلیم کے لئے لکھی گئی تھی یہ گجرات کے چاورا خاندان کا راجہ تھا (مورخین ہند کی تحقیقات کے مطابق یہ خاندان محمود غزنوی کے حملہ تک باقی رہا تھا اور اس خاندان کے سارے راجہ داشلیم کے خطاب سے یاد کئے جاتے تھے خواجہ نظام الملک طوسی نے بھی فتح سومنات کے حالات میں ایک داشلیم کا تذکرہ کیا تھا ابوریحان البیرونی کے نزدیک اس کتاب کا ماخذ ہندوستان کی ایک کتاب پنچ طنطر ہے لیکن جدید تحقیقات اس کے خلاف ہیں بلاشبہ ہندوستان کے مقبول شاہ کاروں میں پنچ طنطر کتھا۔ ہتواپدیش اور سرت ساگر مشہور کتابیں ہیں اور ان کتابوں میں دلچسپ قصے ہیں لیکن کلیلہ دمنہ ان تینوں کتابوں کا انتخابی مجموعہ کہی جا سکتی ہے پنچ طنطر کی اصلیت یہ ہے کہ یہ کتاب (13) تیرہ ابواب پر مشتمل تھی جس کے نام ترجمہ مراۃ الملوک تھا اور اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ راجاؤں کو اصول حکومت کی تعلیم دی جائے امتداد زمانہ سے اصل کتاب کے آٹھ باب تلف ہو گئے اور صرف پانچ باقی رہ گئے اور ان پانچ بابوں ہی کی وجہ سے اس کتاب کا نام پنچ طنطر رکھ دیا گیا یعنی رشتہ پنجگانہ۔

کتاب کے ابواب کب تلف ہوئے ہنوز اس کی تحقیقات نہیں ہوئیں لیکن حکیم برزویہ یہ

کتاب ہندوستان سے لے کے گیا تھا اور اس کا پہلوی میں ترجمہ ہوا وہ مکمل تھا۔" یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل دم لینے کے لئے رکا پھر سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"کتاب کلیلہ دمنہ جن کتابوں کا مجموعہ ہے ان میں زیادہ تر حالات پیدائش کے اجراء پر کہانیاں شامل ہیں جن کو مختلف مصنفین نے اپنے اپنے خیال اور مزاج کے مطابق ترتیب دیا ہے۔

اور اس کی تفصیل کچھ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہندوستان کے ایک مذہب جس کو بدھ دھرم کہتے ہیں اس کے اعتقادات میں سب سے بڑا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اس عالم فانی میں ایک مرتبہ نہیں آتا ہے بلکہ دنیا کے اعمال کے مطابق وہ بار بار جنم لیتا ہے۔

اور یہ انقلاب انسان اور حیوان کی صورتوں میں ہوا کرتا ہے (اسی عقیدے کو ہندوستان میں آواگون اور یونانیوں میں تناسخ کہا جاتا ہے)

(اور چونکہ یہ غیر متناہی سلسلہ ہے لہٰذا ہر دین دار بدھ مت کی یہی خواہش رہتی ہے کہ جس طرح ممکن ہو یہ سلسلہ ختم ہو جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ انسان کی چند زندگیوں میں سے کسی میں ایسے نیک اعمال سرزد ہوں کہ وہ پھر دنیا میں نہ آئے اور اس کا چراغ زندگی ہمیشہ کے لئے گل جائے۔

بدھ مذہب کی اصطلاح میں اخیر زندگی کا نام نروان ہے لہٰذا نروان انسانوں کے لئے خاص قسم کی زندگی نہیں بلکہ سلسلہ حیات سے دوامی علیحدگی کا نام نروان ہے۔

اس مذہب کے پیروکاروں کے اصول کے مطابق مہاتما گوتم بدھ نے بھی اپنی زندگی کے متعدد ادوار ختم کئے تھے اور اس کو روحانی طاقت سے اپنی پچھلی زندگیوں کے حالات یاد تھے جو اپنے شاگردوں سے بیان کیا کرتا تھا چنانچہ ان جمع شدہ روایات کی تعداد پانچ سو پچاس ہے اور اس مجموعہ کا نام جاتک ہے اور کلیلہ دمنہ کتاب میں کئی جاتک بیان کئے گئے ہیں۔

کہتے ہیں اس اصول کے مطابق مہاتما بدھ کی زندگی بھی دو حصوں میں تقسیم ہوئی ہے ایک وہ زمانہ جو نروان سے قبل گزرا ہے اس وقت تک وہ دیوتاؤں کی اعانت کا محتاج تھا اور دوسرا حصہ نروان ہے جس کے بعد وہ خود وجود ربانی تسلیم کیا گیا چنانچہ مہاتما بدھ کے زندگی کے یہی ابواب مبتہم بالشان ہیں چنانچہ دنیا کے اکثر محققین نے تسلیم کیا ہے کہ یونانی روایات کو چھوڑ کر دنیا میں افسانوں کی جس قدر مشہور کتابیں ہیں ان کا ماخذ زیادہ تر بدھ مت کی ہی کتاب پیدائش سے ہے اور اسی چشمہ کے چند قطروں کا نام کتاب کلیلہ دمنہ ہے۔" یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل رکا پھر کہنے لگا۔

"یہ تو تفصیل ان کتب کی ہے جو ہندوستان سے لائی گئیں اور بغداد میں ان کا ترجمہ کیا گیا اور آج کل یہ بغداد کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اب دوسرا حصہ ایرانی کتب کا ہے اور یہ ایران کا تاریخی سرمایہ ہے جو عربی میں منتقل کیا گیا فارسی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کر کے منتقل کرنے کا سہرا زیادہ تر ابن المقفع کے سر ہے جو فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں خوب مہارت رکھتا تھا اس نے بہت سی فارسی کتب کا ترجمہ عربی میں کیا ہے جو آج کل بغداد کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ان میں ایک کتاب کا نام خدائی نامہ ہے یہ عجم کی تاریخ ہے جس میں آغاز سلطنت سے آخر دور تک کے حالات درج ہیں۔

دوسری کتاب جس کا فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوا وہ آئین نامہ ہے یہ ملکی قوانین کا مجموعہ ہے اور کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد دو اور کتب کا ترجمہ فارسی سے عربی میں ہوا وہ ادب الکبیر اور ادب الصغیر ہیں یہ دونوں کتابیں آداب و اخلاق میں لاجواب خیال کی جاتی ہیں۔

ان کتب کے علاوہ کچھ اور کتب بھی فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں اور یہ بھی بغداد کے کتب خانے میں موجود ہیں ان میں سے ایک تاج ہے یہ نوشیروان کی سیرت ہے اس کتاب کے علاوہ بھی سیرت پر بہت سی فارسی کتب کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

ایک اور کتاب مزدک نامہ ہے یہ وہی مزدک ہے جس نے ایرانیوں کے شہنشاہ [illegible] کے زمانہ میں زرتشتی مذہب میں اصلاح کی اور خود مجتہد اعظم ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کو نوشیروان نے قتل کروا دیا تھا۔

ایک اور کتاب کا ترجمہ عرب عالم جبلہ بن سالم نے کیا اس کتاب میں رستم و اسفند اور بہرام کے حالات درج ہیں اس کے علاوہ فارسی کی ایک تاریخ بھی عربی میں ترجمہ کی گئی ہے جس کا نام ہلکیین ہے (قدیم ایرانیوں کے ہاں یہ کتاب ویسی ہی عظمت اور اہمیت رکھتی جس طرح ہندوؤں کے ہاں مہا بھارت کی عظمت ہے۔)

سب سے اہم کتاب جو فارسی سے عربی میں ترجمہ ہوئی وہ الف لیلہ ہے شاریہ اس سے متعلق میں تمہیں تفصیل نہیں بتاؤں گا اس لیے کہ اس کتاب سے متعلق سب کے سامنے حویلی میں ایک بار میں تمہیں اس کی تفصیل بتا چکا ہوں نیز یہ کہ فلسفہ کی وہ کتب جو بغداد میں ترجمہ ہو چکی ہیں ان کے متعلق بھی کچھ نہیں کہوں گا اس لیے کہ ان کی تفصیل بھی ایک بار میں نے بابا اور ابراہیم کے سامنے تم سے کہہ دی تھی میرے خیال میں تمہیں یاد بھی ہو گی۔"

خلیل جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے شاریہ نے پوچھ لیا۔

"کیا کتب خانہ کھولنے کا سلسلہ خلیفہ ہارون الرشید کے دور سے شروع ہوا یا اس سے پہلے بھی مسلمانوں میں کتب خانوں کو رکھنے کی کوشش کی تھی۔" اس سوال کے جواب میں خلیل نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"نہیں شاریہ کتب خانوں کی روایت اس سے بہت پہلے ملتی ہے خلافت امیہ میں سب سے پہلے خالد بن یزید نے کتب خانے کی بنیاد ڈالی تھی چونکہ شروع اسلام میں تحریری سرمایہ صرف اس قدر تھا کہ قرآن مجید کی متفرق سورتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ مبارک کے علاوہ شعراء کے قصائد تھے اس کے بعد امیر معاویہ کے دور میں کچھ اور اضافہ ہوا اور خالد کے زمانے میں کتب خانے کی باضابطہ بنیاد قائم ہوئی اور عہد ہارون میں کتب خانوں کی یہ بنیاد آسمانوں تک پہنچ گئی۔

ہارون الرشید کے بعد یہ شوق اسلامی مملکتوں میں عام ہو گیا امراء اور علماء کے مکانات کتب خانوں سے سج گئے۔ متوکل اللہ کے عہد میں فتح بن خاقان کا کتب خانہ بے نظیر خیال کیا جاتا تھا اس کے علاوہ اسپین کا کتب خانہ جس کو خلیفہ حکم نے قائم کیا تھا اس میں کہتے ہیں چار لاکھ کتابیں تھیں اور تمام ممالک کا خراج کتابوں کی فراہمی میں خلیفہ صرف کر ڈالتا تھا۔

اسلامی دنیا کا دوسرا حصہ جو خلافت عباسیہ کے ضعف کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا جن میں جدا جدا تاجدار و حکمران تھے ان کے کتب خانے علیحدہ تھے نوح بن منصور جو بخارا کا حاکم تھا اس کا کتب خانہ بھی بالکل بے نظیر و بے عدیل تھا مشہور حکیم بو علی سینا نے بھی بہت کچھ اسی کتب خانے سے فائدہ اٹھایا تھا اس کے علاوہ شیراز میں ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔

قرطبہ میں ایک ایک جاہل تک کے گھر میں کتب خانہ تھا لیکن وہاں کوئی عام کتب خانہ قائم نہ ہوا تھا اس کے علاوہ مدرسہ نظامیہ بغداد کے قائم ہونے کے بعد ہر مدرسہ مسجد میں ایک ایک کتب خانہ بھی رکھا گیا تھا ان کتب میں البیرونی کی کتب بھی بہت ملتی ہیں اس شخص نے ہندوستان میں پندرہ سال تک قیام کرنے کے بعد ہندوؤں کے رسوم و عقائد، مذہب، مادہ، تاریخ، تہذیب و تمدن، قانون و قوائد علوم و فنون ان کے علاوہ مقامات مقدسہ وغیرہ پر قلم اٹھایا اس کی تحریریں نادر ہیں اور اس عہد کی بہترین عکاسی کرتی ہیں محض ہندوستان کے شوق میں بیرونی نے پیرانہ سالی میں سنسکرت جیسی مشکل زبان حاصل کی اور ہندوستان سے واپس آ کر غزنی میں قیام کے دوران اس نے ہندوستان پر کتب لکھیں البیرونی منجم تو تھا ہی تاریخ

میں بھی وہ خاصی شہرت رکھتا ہے چوتھی صدی ہجری سے ہندوستان میں علماء یورپ کی قدر دانی سے البیرونی کو بڑی شہرت ملی کہتے ہیں کہ اس کی ولادت یوم پنجشبہ اور صبح کے وقت ہوئی اور محل ولادت کی نسبت سے البیرونی مشہور ہے۔

بیرون کو سندھ کا ایک شہر بتایا جاتا ہے لیکن یہ قطعی غلط ہے سندھ کا مشہور شہر نیرون ہے جو دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر دیبل اور ٹھٹھہ کے درمیان واقع تھا حقیقت میں یہ شخص خوارزم کا باشندہ تھا بیرونی اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں جب شہروں کی آبادی زیادہ ہو جاتی تھی تو شہر فصیل کے باہر آباد ہو جانا شروع ہو جاتا تھا اس طرح فصیل سے باہر اور بیرونی ہونے کی وجہ سے اس کا نام بیرونی پڑ گیا ورنہ اس کا پورا نام ابوریحان تھا۔'' اسمٰعیل مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے رک جانا پڑا اس لیے کہ خیمے سے باہر کسی کے کھنکارنے کی آواز سنائی دی تھی ساتھ ہی کسی نے اسمٰعیل بن قاسم کو پکارا بھی تھا۔

اس پکار پر اسمٰعیل بن قاسم کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم بھی کھڑا ہو گیا دونوں بھائی جب باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ خیمے سے باہر یزید بن عنسہ اور خراسان کا حاکم علی بن عیسیٰ چند مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑے تھے جب اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں بھائی ان کے قریب گئے تو علی بن عیسیٰ نے اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ابن قاسم میرے عزیز! ہم نے فضل برمکی کے قائم کردہ لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے جو مخبر مقرر کیے تھے وہ لوٹ آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ عباسیہ کے عسکری خراسان کے شمالی علاقوں میں جمع ہو چکے ہیں اور کسی بھی وقت وہ اپنی کارروائیوں کی ابتدا کر سکتے ہیں اگر انہوں نے ایسا کیا تو بہت سارے علاقوں میں ترک تاز کرتے ہوئے وہ تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلیں گے اس بناء پر کیا یہ بہتر نہیں کہ قبل اس کے کہ وہ تباہی اور بربادی کی ابتدا کریں ہم خود حرکت میں آئیں اور انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔'' علی بن عیسیٰ جب خاموش ہوا تب اسے مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''میرے محترم تم ٹھیک کہتے ہو لشکر ابھی اور اسی وقت یہاں سے شمال کی طرف کوچ کرے گا جو مخبر آئے ہیں وہ ہماری راہنمائی کریں گے اور عباسیہ پر حملہ آور ہوں گے نہ انہیں پر پرزے نکالنے کی اجازت دیں گے نہ کسی علاقے میں انہیں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کا موقع فراہم کریں گے تم جاؤ لشکر کو کوچ کا حکم دے دو۔'' اس کے ساتھ ہی علی بن عیسیٰ اور یزید بن عنسہ ان مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔ اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں

جب خیمے میں آئے تو بڑی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے شاریہ نے پوچھ لیا۔

''کیا بات ہے کون لوگ تھے جنہوں نے آپ کو خیمے سے باہر آواز دے کر بلایا۔''

جواب میں اسمٰعیل نے گفتگو کی تفصیل کے علاوہ لشکر کے کوچ کرنے کی تفصیل بھی کہہ دی تھی تھوڑی دیر بعد خیمے اکھاڑ دیئے گئے پھر لشکر نے بڑی تیزی سے شمال کی طرف کوچ کیا تھا تاکہ عباسیہ پر ضرب لگا کر اس کا خاتمہ کیا جا سکے۔

دوسری جانب عباسیہ نام کے لشکر کے سالاروں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ ہارون الرشید کا سالار اسمٰعیل بن قاسم اور خراسان کا والی علی بن عیسیٰ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں لہٰذا انہوں نے بھی اسمٰعیل بن قاسم اور علی بن عیسیٰ پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھنا شروع کیا تھا۔

اسمٰعیل کے مخبر عباسیہ نام کے لشکر کی نقل و حرکت کی پوری اطلاعات اس تک پہنچا رہے تھے لہٰذا راستے میں تھوڑی دیر رک کر اسمٰعیل نے اپنے سارے سالاروں کے ساتھ ایک رازدرانہ مشورہ کیا یہ مشورہ انتہائی سرگوشی اور راز درانہ سے انداز میں ہوا تھا اس کے بعد دوبارہ پیش قدمی شروع کر دی گئی تھی۔

دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تب ایک خونی انقلاب رونما ہوا اس لیے کہ عباسیہ نام کے لشکر کے سالاروں نے اسمٰعیل بن قاسم اور علی بن عیسیٰ کے لشکر پر کوہساروں کا وقار لہو لہو کرتے جان کنی کے لمحات، زمین پر خون کی خیرات بانٹتی سنگ ریزوں کی بارش تن تہذیب کو زخم زخم کر کے ہر عزم کو ہلا دینے والی قضا اور قاتلوں کی تسکین کے باب کھولتی چیل کوؤں کی یلغار کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف اسمٰعیل بن قاسم نے اپنے لشکر کی ترتیب عجیب و غریب رکھی تھی لشکر کا وہ حصہ جو عموماً اس کی سرکردگی میں جنگوں میں حصہ لیا کرتا تھا وہ آگے تھا اس لشکر کی کمان داری خود اسمٰعیل کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے اس کا بھائی ابراہیم بھی تھا جب کہ لشکر کا دوسرا اور بڑا حصہ اسمٰعیل بن قاسم کے حصے کے لشکر کے پیچھے تھا اور اس کی کمانداری خراسان کا والی علی بن عیسیٰ اور یزید بن عنسہ کر رہے تھے۔

عباسیہ لشکر نے جب حملہ کیا تو اس حصے کو صرف اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں بھائیوں نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ روکا تھا وہ لشکر جس کی کمان داری علی بن عیسیٰ اور یزید بن عنسہ کر رہے تھے وہ غیر متحرک رہا پیچھے ہی رہتے ہوئے کسی اشارے کسی مناسب لمحے کا منتظر تھا۔

عباسیہ کے لشکر اور سالار جب اپنے حملے کی تکمیل کر چکے تب اسمٰعیل نے ابراہیم کے ساتھ اپنے کام کی ابتدا کی تھی اور وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عباسیہ لشکر پر نفس نفس کی امیدوں خیالات کے ہجوم عقیدتوں کی جنتوں نگاہ و فکر کے زاویوں کو دہکتی آگ سی بدترین ہزیمت میں تبدیل کر دینے والے فطرت کے سیل بلاخیز اور وقت کی بساط کو الٹتی آندھیوں کی خوفناک دستک کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جب اسمٰعیل اور ابراہیم دونوں بھائیوں نے دشمن پر ضرب لگانی شروع کی تب وقت کی آنکھ نے دیکھا ان بھائیوں کے پیچھے جو لشکر تھا وہ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا ایک حصے کی کمانداری علی بن عیسیٰ کے پاس تھی دوسرے کی کمان داری یزید بن علسہ کر رہا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے پہلے علی بن عیسیٰ نے اپنے کام کی ابتدا کی اور وہ اپنے حصے کے لشکر کو بائیں جانب سے نکالتا ہوا دشمن کے پہلو پر آیا اور اس کے پہلو پر وہ ظلمتوں کے سیل میں صدیوں کی خاموشیوں پر ہلچل برپا کر دینے والے حادثوں اندھیرے کے مسافروں کی آنکھ کو چکا چوند کر دینے والی روشنی اور قضا کے شوریدہ سر سانحوں کی طرح حملہ آور ہوا۔

دوسری جانب یزید بن علسہ دائیں جانب سے ہوتا ہوا دشمن کے دوسرے پہلو کی طرف گیا اور پھر اس نے فضا کے سہمے ہوئے لمحوں میں گردش روک دینے والی آندھیوں کے جھکڑوں نرمی کو تختی خوشی کو غم اقدام کو پسپائی میں تبدیل کر دینے والی فوق الفطرت ساحرانہ رسومات کی طرح ضرب لگانا شروع کر دی تھی۔

میدان جنگ پوری طرح بھڑک اٹھا تھا زندگی و موت فتح و شکست نیکی و بدی سزا و جزا بری طرح ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے تھے عصیان میں ڈوبے شیطان کے بھیانک گماشتے انسانیت کو عریاں کرنے کا رقص شروع کر چکے تھے انسانی نعشیں زمین پر اس طرح گرنے لگی تھیں جیسے چٹانوں پر نازک آبگینے گر کر کرچی کرچی ہو جاتے ہیں چار سو روتی رلاتی آہیں زندگی کو ادھیڑنے لگی تھیں موت زہر اپنے زہر آگیں سایوں، رینگتے خوفناک اژدھاؤں برق تپاک بن کر قدرت کے قہر کی طرح آدمیت کی رگ رگ سے خون چوسنے لگی تھی قضا کی سوجیں چار سو مرگ کے اندھیرے بھنور کھڑے کرتے چلی گئی تھیں۔

عباسیہ نے بڑی شدت سے حملوں کی ابتدا کی تھی لیکن جب اسمٰعیل، علی بن عیسیٰ یزید بن علسہ اور ابراہیم نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے انہیں اپنا رنگ دکھانا شروع کیا اپنی شجاعت اپنی مردانگی اور اپنی عسکری مہارت کے علم کھڑے کرنے شروع کئے تب عباسیہ کی حالت ان

کے سامنے بڑی تیزی سے درد کے بستروں ٹمٹماتی حیات کی مشعلوں شام کی اداسیوں غم کی دیوداسیوں، نفرت کی میلی محرابوں اور غموں کے اضطراب سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

چند ہی ساعتوں بعد عباسیہ کو بدترین شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اسمٰعیل ابراہیم علی بن عیسیٰ اور یزید بن علسہ نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ پوری طاقت اور قوت سے ان کا تعاقب شروع کیا یہ تعاقب آہستہ آہستہ ہولناکی اور خوفناکی اختیار کرتا چلا گیا جوں جوں تعاقب طول پکڑتا گیا۔ عباسیہ کی بدبختی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اس لئے کہ ان کی پشت پر صرف علی بن عیسیٰ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رہ گیا تھا اسمٰعیل بن قاسم اور یزید بن علسہ اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کے دائیں بائیں پھیلتے چلے گئے تھے اور اب بھاگنے والے عباسہ لشکر کا پشت اور دونوں جانب کے پہلوؤں سے سہ طرفہ قتل عام شروع ہو گیا تھا اس طرح فضل برمکی نے اپنی حفاظت کے لئے خراسانیوں پر مشتمل جو لشکر تیار کیا تھا جس کا نام اس نے عباسہ رکھا تھا اس جنگ کے دوران مکمل طور پر اس لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا۔

اسمٰعیل اور علی بن عیسیٰ اپنے لشکر کو لے کر جب اپنے پڑاؤ میں لوٹے تو پڑاؤ میں ایک واویلا مچا ہوا تھا لشکر میں شامل جو عورتیں پڑاؤ میں موجود تھیں بہت سی رو رہی تھیں یہ صورتحال یقیناً اسمٰعیل ابراہیم علی بن عیسیٰ اور یزید بن علسہ کے لئے پریشان کر دینے والی تھی اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ جب پڑاؤ میں داخل ہوا تو اس نے اپنے لشکریوں کو تو آرام کرنے کا حکم دیا لشکری اپنے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے اسی دوران کچھ عورتیں بڑی تیزی سے بھاگتی ہوئی اس طرف آئیں جہاں اسمٰعیل ابراہیم علی بن عیسیٰ اور یزید بن علسہ چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ اپنے گھوڑوں پر سوار تھے جب عورتیں ان کی طرف آئیں تو اسمٰعیل اپنے گھوڑے سے اتر گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سب لوگ بھی اتر کر کھڑے ہو گئے تھے۔

وہ عورتیں جب قریب آئیں تو قبل اس کے ان سب سے کوئی کچھ کہتی بڑی پریشانی اور فکرمندی میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل نے پوچھ لیا۔

کیا ہوا یہ لشکر میں شور و واویلا کیوں مچا ہوا ہے اور کچھ عورتوں کی رونے کی آوازیں کیوں آ رہی ہیں؟

اس پر ایک عورت آگے بڑھی اور اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی دکھ و پریشانی اور

فکرمندی میں کہنے لگی۔

''امیر غضب ہوگیا جس وقت آپ لوگوں نے دشمن کو شکست دی دشمن بھاگا اور اس کے تعاقب میں آپ لوگ کھڑے ہوئے تب کچھ مسلح جوان ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوئے انہوں نے آپ کی بیوی شاریہ کو اٹھا لے جانا چاہا وہ شاریہ کو زبردستی اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا بھی چکے تھے اور جس وقت بھاگنے لگے تھے تو پڑاؤ کی عورتوں کو اس کی خبر ہوگئی پڑاؤ کی بہت سی عورتوں نے تلواریں سونت لیں اور ان کی راہ روک کھڑی ہوئیں ان کے ساتھ کش مکش ہوئی اس کشمکش میں وہ شاریہ پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے لیکن پڑاؤ کی عورتوں کے ایک دم حملہ آور ہونے کی وجہ سے وہ شاریہ کا خاتمہ تو نہ کر سکے پر اسے ایسا نقصان پہنچایا کہ بیچاری کو اپاہج کر دیا ہے اس کی ایک ٹانگ پاؤں کے قریب سے کٹ گئی ہے پڑاؤ کے اندر جو طبیب تھے انہوں نے زیادہ خون نہیں بہنے دیا بروقت پٹیاں باندھ کر خون تو روک دیا ہے لیکن وہ اس وقت سخت اذیت اور کرب میں ہے طبیب نے اس کے آرام سکون اور درد میں کمی کے لئے اس کو دوا تو پلائی ہے امیر اس وقت شاریہ کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے وہ عورت رکی پھر کہنے لگی۔

''اس حادثے میں عتابہ نے بھی کشمکش اور مزاحمت کی تھی لیکن وہ بچ گئی ہے وہی شاریہ کو سنبھالے ہوئے ہے۔

حملہ آور ہونے والے تعداد میں تین تھے اور تینوں کی نعشیں اس وقت امیر آپ کے خیمے سے ذرا فاصلے پر پڑی ہوئی ہیں۔'' اس موقعہ پر اسمٰعیل بن قاسم کچھ نہ بولا تھا لگتا تھا اسے چپ اور سکوت کا مرض لاحق ہوگیا ہو پھر بڑی تیزی سے وہ اپنے خیمے کی طرف بڑھا تھا ابراہیم علی بن عیسیٰ اور یزید بن عنسہ اس کے ساتھ تھے۔

جب وہ چاروں خیمے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا نعش کی صورت میں شاریہ بستر پر پڑی تھی اس کا بستر لہولہان تھا بائیں ٹانگ پر پٹی بندھی ہوئی تھی پاؤں کٹ چکا تھا پڑاؤ میں کام کرنے والے دو طبیب اس کے پاس بیٹھے تھے اور ایک طرف ابراہیم کی بیوی عتابہ بیٹھی رو رہی تھی۔

جونہی اسمٰعیل بن قاسم اپنے تینوں سالاروں کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا خیمے میں پہلے سے بیٹھے طبیب اٹھ کھڑے ہوئے ان کی طرف دیکھتے ہوئے عتابہ بھی کھڑی ہوگئی تھی اچانک عتابہ حرکت میں آئی بھاگی اور پھر بیچاری اسمٰعیل بن قاسم کے شانے پر سر رکھ کر بری طرح رونے لگی تھی۔

اسمٰعیل نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اسے علیحدہ کیا ایک طرف بٹھایا پھر اس نے بستر پر پڑی شاریہ کا جائزہ لیا اس کی آنکھیں بند تھیں بے ہوش پڑی ہوئی تھی جواب طلب سے انداز میں جب اسمٰعیل نے دونوں طبیبوں کی طرف دیکھا تو ایک طبیب بول اٹھا۔

''امیر فکرمند ہونے کی بات نہیں ہے بٹیا جلد ٹھیک ہو جائے گی ابھی تک یہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے میں نے اس کا زخم صاف کر کے پٹی باندھ دی ہے اس کا کچھ دیر بے ہوش رہنا ہی اس کے لئے سودمند ہے اس لئے کہ میں نے جو مرہم لگائی ہے اور اس کے حلق میں جو دوا اتاری ہے وہ اپنا اثر اتنی دیر تک کر جائے گی کیونکہ درد میں کافی حد تک کمی آ جائے گی اس طرح یہ زخم سے اٹھنے والی ٹیسوں اور درد کی شدت سے نجات پا جائے گی۔'' شاریہ اپنے بستر پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی بستر کا کچھ حصہ خون آلود تھا اس کا لباس بھی خون سے تر تھا تاہم عتابہ کی حالت اس سے مختلف تھی وہ بالکل ٹھیک تھی اس کا لباس بھی ٹھیک تھا تاہم اس کے بازوؤں اور چہرے پر خراشیں ضرور تھیں اسمٰعیل چپ چاپ خاموش شاریہ کے بستر کے پاس کھڑا رہا اس موقعہ پر اس کے چہرے پر سوچوں کو زنگ آلود کر دینے والی غضبنا کی بادبانوں میں گرہیں ڈال دینے والی تیز طوفانی ہواؤں جیسا غضب تھا چہرے کے تاثرات ایسے شدید اور سخت ہو گئے تھے جیسے شب کے سرابوں میں طلسم کی آندھیاں ہر شے کو خونی قصا پیہائی چلی جائیں گی۔

اس کی آنکھوں کی حالت بھی یکسر تبدیل ہوگئی تھی جیسے تقدیر و تدبیر کی کشمکش میں زندگی کی زنجیریں کاٹتے جلتے کہر کے اندر ان گنت جذبوں کا خون ہونا شروع ہوگیا ہو آنکھوں میں غصے کے باعث سرخی اتر آئی تھی یزید بن عنسہ اور علی بن عیسیٰ اسمٰعیل کی حالت دیکھتے ہوئے فکرمند ہوگئے تھے وہ چپ بالکل بے حس و حرکت کھڑا تھا بالکل یوں جیسے فطرت کا کوئی نمائندہ زمین کی کوکھ سے دکھ کے طوفان اور درد کے صحراؤں میں ہر چیز کو بے صدا کرتی کرب بھری چپ کے غبار کا منتظر ہو۔

ابراہیم بن قاسم کی حالت بھی اپنے بھائی اسمٰعیل سے مختلف نہ تھی اس کے چہرے اور آنکھوں میں بے پناہ غصے اور غضبناکی کی کیفیت تھی وہ بھی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

پھر خیمے میں اسمٰعیل کی دکھ بھری آواز بلند ہوئی اس نے طبیبوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''آپ دونوں یہیں بیٹھے رہیں جب تک یہ ہوش میں نہیں آ جاتی میں چاہتا ہوں آپ

دونوں یہیں رہیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں میں ذرا حملہ آوروں کی نعشوں کا جائزہ لے لوں۔" اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل خیمے سے نکلا ابراہیم، یزید بن علقمہ اور علی بن عیسیٰ تینوں اس کے پیچھے پیچھے تھے چاروں نعشوں کے قریب جا کھڑے ہوئے نعشیں خون میں لت پت پڑی ہوئی تھیں اسمٰعیل کچھ دیر تک ان نعشوں کا جائزہ لیتا رہا پھر علی بن عیسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"علی بن عیسیٰ انہیں غور سے دیکھو کیا تم انہیں پہچانتے ہو۔" اس موقعہ پر ابراہیم بن قاسم کی حالت یک سر بدل گئی تھی اس لیے کہ اس کی نگاہیں ان تینوں کے گلوں میں لٹکتی ہوئی صلیبوں پر جم کے رہ گئی تھیں۔

جس وقت اسمٰعیل علی بن عیسیٰ سے مخاطب ہوا تھا اس کی توجہ علی بن عیسیٰ کی طرف ہوئی تھی جبکہ علی بن عیسیٰ اور یزید بن علقمہ بھی اسمٰعیل کی طرف دیکھ رہے تھے تب ابراہیم فوراً حرکت میں آیا اس نے بڑی تیزی سے ان تینوں کے گلوں سے سنہری صلیبیں اتارنی شروع کر دیں صلیبیں اتارتے ہوئے وہ دزدیدہ نگاہوں اور چور سے انداز میں اپنے بھائی اسمٰعیل کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا پھر صلیبیں اتارنے کے بعد ایک دم اس نے وہ صلیبیں اپنے لباس کے اندر چھپا لیں اس کے انداز بتا رہے تھے جیسے ان صلیبوں کے اندر شاریہ پر حملہ آور ہونے والوں کے راز چھپے ہوں اور ان صلیبوں کی مدد سے حملہ آوروں کے ٹھکانے اور ان کے مسکن تک پہنچنے میں کامیابی ہو سکتی ہو۔

اسمٰعیل بن قاسم کے استفسار پر لمحہ بھر کے لئے دکھ بھرے انداز میں علی بن عیسیٰ کی گردن جھک گئی تھی، پھر وہ کہنے لگا۔

"ابن قاسم میرے عزیز مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہے کہ خراسان کے اندر ہماری بہن پر حملہ آور ہوا اور ان ظالموں نے اسے ایک ٹانگ سے محروم کر دیا ہے جس وقت اس پر حملہ آور ہونے کی خبر مجھے آپ کے ساتھ ملی تھی میں نے یہ خیال کیا تھا کہ شاید حملہ آور خارجی ہوں۔ لیکن نہیں یہ نصرانی ہیں ان کا تعلق کس گروہ سے ہے انہوں نے ہماری بہن شاریہ پر حملہ آور ہونے کی کیوں کوشش کی ایسا کرنے میں ان کا کیا مقصد کیا مفاد تھا یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا اور پھر میں ان تینوں قاتلوں کو ان کے چہرے سے نہیں پہچانتا اور نہ میں نے انہیں پہلے دیکھا ہوا ہے۔"

اس کے بعد وہی سوال اسمٰعیل نے یزید بن علقمہ سے کیا اس نے بھی نفی میں جواب دیا تب اسمٰعیل نے کچھ سوچا پھر یزید بن علقمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن علقمہ میرے بھائی ان تینوں کی نعشوں کو ٹھکانے لگا دو میں اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف جاتا ہوں تم دونوں زخمیوں کی مرہم پٹی کے علاوہ لشکر کے کھانے کا بھی انتظام کرو۔" اس کے ساتھ ہی اسمٰعیل بن قاسم اپنے بھائی ابراہیم کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف ہو لیا تھا جبکہ علی بن عیسیٰ اور یزید بن علقمہ جنگ کے دوران زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی اور لشکر کے کھانے کا اہتمام کرنے کے لئے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

خیمے کی طرف جاتے ہوئے صرف چند لمحوں تک ابراہیم نے اپنے بھائی اسمٰعیل کی طرف غور سے دیکھا پھر دکھ بھرے لہجے میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بھائی یہ کوئی معمولی اور عام واقعہ نہیں ہے میری بہن پر جان لیوا حملہ کیا گیا ہے ایسی بہن جسے میں صرف بڑی بہن ہی نہیں ماں کا درجہ دیئے ہوئے ہوں اسے اس کی ٹانگ سے محروم نہیں کیا گیا میں سمجھتا ہوں میری ٹانگ کاٹ دی گئی ہے بھائی اس حادثے اس سانحے کے پیچھے ضرور کوئی سازش ہے۔ بغیر سازش کے یہ کام نہیں ہو سکتا کسی کے ایما پر کسی کے کہنے پر کسی کے بلانے پر یہ تینوں قاتل ہمارے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور اس وقت داخل ہوئے جس وقت ہم دشمن کو شکست دینے کے بعد اس کے تعاقب میں یہاں سے ہٹ گئے تھے۔

بھائی لگتا ہے یہ تینوں قاتل یہاں پڑاؤ کے اندر یا کہیں قریب ہی قیام کئے ہوئے تھے اور ان کا رابطہ ہمارے پڑاؤ کے اندر کسی فرد یا افراد سے ہے بھائی حالات کچھ بھی ہوں میں کچھ مخبروں کو اس کام پر لگاؤں گا جو یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہماری بہن کو زخمی کرنے والے اسے داغ دار کرنے والے کون تھے اور اس پڑاؤ میں کون لوگ ہیں جن کے ساتھ ان کا رابطہ تھا اور اسی رابطے سے کام لیتے ہوئے انہوں نے میری بہن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بن قاسم رکا پھر وہ انتہائی دکھے ہوئے دل اور کرب آمیز انداز میں کہہ رہا تھا۔

"بھائی آپ کی خوش قسمتی کہ آپ کو شاریہ بہن جیسی بیوی ملی میری خوش قسمتی کہ اس کی صورت میں مجھے بڑی بہن اور ماں کا پیار ملا جس کسی نے بھی یہ حرکت کی ہے جو بھی اس حادثے اس خونی سانحے میں ملوث ہے بھائی میں اسے چھوڑوں گا نہیں میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اس حادثے میں ابراہیم بن قاسم کی ذات بھی ملوث ہوئی تو میں اس کا بھی حلقوم کاٹنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔" ابراہیم جب خاموش ہوا تو اسمٰعیل نے بڑے غور سے اس کی طرف

دیکھا پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابراہیم میرے بھائی ابھی پرسکون رہو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہوا ہے۔'' اسمٰعیل اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے کہ بیچ میں بے پناہ غصے اور کرب کا اظہار کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

''بھائی کیا یہ معاملہ صبر کرنے کا ہے میری بہن کی ٹانگ کٹ چکی ہے اس کا لباس اس کا بستر خون آلود ہے خدا کی قسم اس کا بستر خون میں آلود نہیں ہوا میرا دل میرا ضمیر سب لہو کے آنسو رو رہے ہیں یہ سانحہ میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔

بھائی میں جانتا ہوں آپ اس حادثے کو کس قدر تحمل اور ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں بھائی میں جانتا ہوں آپ اندر سے چربی کی طرح پگھلے ہوئے ہیں آپ کا دل رو رہا ہے اس لیے کہ میں آپ کا بھائی ہوں اور آپ کی اندرونی کیفیت کو بھانپ سکتا ہوں میرے عزیز بھائی اس خیمے میں داخل ہونے سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں اور ساتھ ہی میرے ساتھ ایک وعدہ بھی کریں۔'' چلتے چلتے اسمٰعیل رک گیا پھر ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''کیسا سوال اور کیسا وعدہ؟'' ابراہیم نے کچھ سوچا پھر انتہائی دکھ اور کسی قدر غصے کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ تسلیم نہیں کرتے کہ میری بہن کے خلاف یہ ایک سازش ہے سازش بے شک ناکام ہو چکی ہے لیکن میری بہن کی ٹانگ کا تو نقصان ہو گیا۔'' ابراہیم کے اس سوال پر اسمٰعیل تھوڑی دیر تک گہری سوچ میں کھویا رہا پھر کہنے لگا۔

''ابراہیم میرے بھائی میں تمہارے اس خیال سے اتفاق کرتا ہوں سازش ضرور ہے لیکن میرے بھائی فی الحال اس پر نہ کوئی تبصرہ کرنا اور نہ ہی کسی عزم اور ارادے کا اظہار کرنا اگر تم لوگوں کے سامنے ایسا کرو گے تو یاد رکھنا وہ لوگ جو اس سازش میں ملوث ہیں محتاط ہو جائیں گے یا تو وہ کہیں چھپ جائیں گے یا ہم سے اتنے دور چلے جائیں گے کہ ہم ان پر اپنی گرفت نہ کر سکیں اور میں نہیں چاہتا کہ ایسا ہو میں ہر صورت میں انہیں پکڑ کر انہیں ان کے کئے کی سزا دینا چاہتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل رکا پھر وہ دوبارہ ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابراہیم میرے عزیز بھائی میں نے تمہارے سوال کا جواب تو دے دیا ہے اب یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کون سا وعدہ لینا چاہتے ہو۔'' ابراہیم نے کچھ سوچا پھر بڑے غور سے اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بھائی میں آپ سے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ جب میں اس مجرم کو پکڑ لوں جو میری بہن کو نقصان پہنچانے کا ذمہ دار ہے تو آپ اسے معاف نہیں کریں گے وہ جو کوئی بھی ہوا بھائی اس کی گردن میں ضرور کاٹوں گا اگر آپ نے مجھے منع بھی کیا تو تب بھی میں اسے معاف نہیں کروں گا خواہ اس کے لئے آپ میرے لیے کوئی بہت بڑی سزا ہی کیوں نہ تجویز کر دیں۔''

ابراہیم جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے احتجاجی سے انداز میں اسمٰعیل کہنے لگا۔

''ابراہیم میرے بھائی تم تو اس قدر گہرے وثوق اور عزم کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو جیسے تم نے اس حادثے میں ملوث لوگوں کا کچھ کچھ سراغ پا لیا ہے اور یہ کہ تم ان پر گرفت کرنے کے نزدیک ہوتے جا رہے ہو۔'' ابراہیم کے ماتھے پر سوچوں کی لکیریں گہری ہو گئی تھیں پھر بھاری سی آواز میں کہنے لگا۔

''بھائی یونہی سمجھ لیں میں ان لوگوں کا کسی قدر سراغ لگانے میں ضرور کامیاب ہو چکا ہوں جو اس حادثے میں یا تو براہ راست ملوث ہیں یا کسی کے ساتھ ان کا رابطہ اور تعلق ہے اور یہی رابطہ اور تعلق رکھ کر میری بہن کو نقصان پہنچایا گیا ہے۔'' اسمٰعیل نے چونکنے کے انداز میں ابراہیم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تم نے کون سا ایسا سراغ پا لیا ہے جس کی بناء پر تم یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ تم حادثے کے ذمہ دار لوگوں کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہو۔'' ابراہیم کی چھاتی تن گئی کہنے لگا۔

''بھائی فی الحال میں کچھ نہیں کہوں گا بہر حال میں آج آنے والی شب کو ہی کچھ مخبر مقرر کروں گا اور انہیں اپنے اندازے کے مطابق جو کچھ میں نے سوچا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے قاتلوں کی کسی قدر نشاندہی بھی کروں گا بھائی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت جلد ہمارا ہاتھ سازشیوں کے گریبان پر ہو گا۔''

ابراہیم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل بن قاسم بڑی محبت اور شفقت میں اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''ابراہیم میرے عزیز اس وقت شاریہ اور عتابہ دونوں کو ہماری توجہ اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے لہٰذا ہمیں زیادہ دیر ان سے دور نہیں رہنا چاہئے جس موضوع پر تم گفتگو کرنا

چاہتے ہو اس سے متعلق ہم دونوں بھائی بعد میں بھی تبادلہ خیال کر سکتے ہیں فی الوقت ہمیں فوراً خیمے میں جا کر شاریہ اور عنابہ کی دیکھ بھال کرنی چاہئے۔

میرے بھائی ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا کے رکھنا جو لوگ بھی اس حادثے میں ملوث ہیں وہ میری گرفت اور اپنے اس گھناؤنے گناہ کی سزا سے بچ نہیں پائیں گے میرے خیال میں میری طرف سے تمہارے لیے تسلی کی خاطر اتنے ہی الفاظ کافی ہیں اب آؤ خیمے کا رخ کرتے ہیں۔'' اسمٰعیل کے ان الفاظ پر ابراہیم خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر دونوں بھائی بڑی تیزی سے خیمے کی طرف بڑھے تھے۔

جب وہ خیمے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا وہ طبیب جسے وہ شاریہ کے پاس چھوڑ کے گئے تھے اسی جگہ بیٹھے شاید ان دونوں کی ہی آمد کا انتظار کر رہے تھے عنابہ شاریہ کے سرہانے بیٹھی آہستہ آہستہ اس کا سر دبا رہی تھی۔

دونوں بھائی چپ چاپ آگے بڑھے جب وہ شاریہ کے قریب گئے تو انہوں نے دیکھا شاریہ ہوش میں آ چکی تھی اس کی آنکھیں کھلی تھیں اس موقعہ پر عجیب سے انداز میں ٹکٹکی باندھے شاریہ اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھے جا رہی تھی دونوں بھائی شاریہ کے قریب بیٹھ گئے اسمٰعیل بڑے غور سے بڑی توجہ بڑی محبت اور اپنائیت کے ساتھ شاریہ کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس نے دیکھا اس لمحے شاریہ کی آنکھوں میں ایسی کیفیت تھی جیسے حال و فردا سے بالکل بے خبر کوئی مسافر دشتوں کے حلقے میں پھنسا شکستہ ضمیر ہو کے رہ گیا ہو۔ اس موقع پر شاریہ کی آنکھوں میں کرب کی سی صدیوں میں گھل مل کر تمام حیات کو فراموش کر دینے والے اس بے منزل مسافر کی سی کیفیت تھی جو تنہا اور اکیلا گردش ایام کی نامہربانیوں کا شکار ہو گیا ہو۔

شاریہ کے چہرے پر اس وقت دھوپ کی لمبی داستانوں میں دن بھر دھوپ میں تپتے ثمر اندھیری رات اور سناٹوں کے جنگل میں گم پیلے پتوں کی بے پایاں آنکھوں جیسی ہو رہی تھی۔

وہ بیچاری اس وقت سوئے منظر برہنہ پیڑوں جیسی افسردہ دھوئیں کی بوجھل سانسوں میں بیتے لمحوں کی تاثیر جیسی اداس اور زمین کی کوکھ سے نکلتے افلاس کے طوفانوں جیسی بے کل ہو رہی تھی۔

اس کے لب پھڑپھڑا رہے تھے کپکپا رہے تھے شاید اس موقعہ پر اسمٰعیل کو مخاطب کر کے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہ پا رہی تھی آخر اسمٰعیل حرکت میں آیا دو ایک بار اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اس کا گال تھپتھپایا پھر انتہائی محبت میں وہ شاریہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ

رہا تھا۔

''شاریہ شب کے سناٹوں میں جنہوں نے بھی ہماری خواہشوں کو آوارگی کا شکار کیا ہے جنہوں نے بھی ہماری امیدوں کے جھروکوں کو خوابوں کی اندھیری تعبیر سے سجایا ہے وہ مکافات عمل سے بچ نہیں پائیں گے وہ لوگ جنہوں نے ہماری تمناؤں کے آنگن میں وقت کی تاریک خواہشات بھرنے کی کوشش کی ہے جنہوں نے اس عالم تغیر میں ہمارے جذبہ تعمیر ہماری وضاحت جاں کو دکھ کی دھول میں روشناس کیا ہے وہ کہیں بھی چلے جائیں میں ان سے انتقام ضرور لوں گا۔

شاریہ میں نہ تو کوئی حرف شناس ہوں نہ تقدیر حروف ارقام پر کوئی گرفت رکھتا ہوں اس کے باوجود میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جن لوگوں نے تمہیں اس اذیت میں ڈالا ہے میں عنقریب ان کے شعور اور لاشعور دونوں کو بے قرار غموں کے متاع بنا کے رکھوں گا۔ ان کی حالت معذور اور مسترد الفاظ روحوں کی درماندگی زرد ہزیمت اور ناامیدیوں کے خونی ساحلوں سے بھی زیادہ ابتر بنانے کی ابتدا کر دوں گا۔

جو لوگ بھی اس حادثے میں ملوث ہیں۔ شاریہ انہوں نے تمہیں جسمانی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ میری پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے اور جس کسی نے بھی یہ شرارت کی ہے میرے خداوند نے چاہا تو وہ میرے انتقام سے بچ نہیں پائیں گے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل خاموش ہو گیا اور اس کی ساری گفتگو کے جواب میں شاریہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن کہہ نہ پا رہی تھی اس لیے کہ اس لمحے اس کی آنکھوں سے پانی بہہ نکلا تھا ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ بچاری ضبط کرنے کے لئے وہ اپنے خوبصورت ہونٹوں کو بار بار کاٹ رہی تھی اس موقعہ پر اس کی تسلی اور تشفی کے لئے اسمٰعیل ہی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ باہر سے کسی نے آواز دے کر اسمٰعیل کو بلایا۔ اس پر اسمٰعیل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں باہر کون ہے۔''

اسمٰعیل باہر نکل گیا تھوڑی ہی دیر بعد وہ لوٹا دوبارہ جب شاریہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا تب ابراہیم نے اسے مخاطب کیا۔

''بھائی کون تھا اور کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا چہرہ کچھ اداس اور پریشان ہے کیا کوئی خاص بات ہے۔''

اس موقعہ پر شاریہ بھی بڑی فکرمندی بڑی پریشانی سے اسمٰعیل بن قاسم کی طرف دیکھ رہی تھی دکھ بھرے انداز میں اس کے ہونٹ پھڑپھڑا رہے تھے آنکھیں بار بار جھپک رہی تھی

شاریہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی کہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے اسمٰعیل بول اٹھا۔

''جو حالات پیش آ رہے ہیں ان کے مطابق ہمیں فی الفور یہاں سے کوچ کرنا ہو گا جن لوگوں نے مجھے خیمے سے باہر بلایا ان میں کچھ مخبر بھی تھے جنہوں نے آرمینیا کے متعلق اطلاعات فراہم کی ہیں اور کچھ مخبر ہارون الرشید کی طرف سے بھی آئے ہیں ان سب سے گفتگو کا حصہ کچھ یہ ہے کہ امیر المومنین کے حکم کے مطابق اپنے لشکر کے ساتھ مجھے یہاں سے آرمینیا کا رخ کرنا ہو گا آرمینیا میں جو حالات خراب ہوئے تھے جگہ جگہ بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں انہیں فرو کرنے کے لئے امیر المومنین نے یہاں میری آمد سے پہلے ہی نصیبین سے خزیمہ بن خازم کو روانہ کیا تھا لیکن اب جو پیغام آیا ہے اس کے مطابق خزیمہ بن خازم وہاں پھنسا ہوا ہے اور لوگ اس کے سامنے فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار نہیں کر رہے اس بناء پر جس لشکر کو لے کر وہ وہاں پہنچا وہ وہاں دشواریوں کا شکار ہے۔

امیر المومنین کا یہ حکم ہے کہ میں یہاں سے فی الفور اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا کا رخ کروں اور آرمینیا کے حالات درست کرنے کے بعد میں الجزیرہ اور قنسرین کے سرحدی علاقوں کا رخ کر جاؤں ان علاقوں کی طرف بغداد سے بھی ایک لشکر روانہ ہو چکا ہے۔

میرے عزیزو! تمہیں یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ پہلے قسطنطنیہ کے بادشاہ نس فورس نے امیر المومنین ہارون الرشید کو یہ پیش کش کی تھی کہ دونوں قوتیں مل کر اندلس پر حملہ آور ہوں۔

نس فورس نے یہ تجویز اس لیے پیش کی تھی کہ اندلس پر بنو امیہ کی حکومت ہے جو بنو عباس کے دشمن خیال کیے جاتے ہیں نس فورس چاہتا تھا کہ اس طرح ہارون الرشید لالچ میں آ جائے گا اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے اندلس پر حملہ آور ہو گا اور اندلس کو فتح کرنے کے بعد آدھے اندلس پر نس فورس قابض ہو جائے گا اور دوسرا آدھا حصہ ہارون الرشید کی سلطنت میں شامل کر لیا جائے گا لیکن اس کی اس تجویز کو ہارون الرشید نے بڑی حقارت سے رد کر دیا تھا۔

اب اپنی تجویز رد کیے جانے پر نس فورس انتقامی ہو چکا ہے اور ہمارے الجزیرہ اور قنسرین کے سرحدی علاقوں پر اس نے چھوٹے چھوٹے لشکر پھیلا رکھے ہیں جو گاہے گاہے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہیں اس طرح الجزیرہ اور قنسرین میں نصرانیوں کے لشکر کے باعث ایک بے چینی بھی پائی جاتی ہے اسی بناء پر مجھے امیر المومنین نے الجزیرہ اور قنسرین کے علاقوں کا رخ کرنے کا حکم دیا ہے اور بغداد سے بھی ایک لشکر ان علاقوں کی طرف روانہ کیا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل بن قاسم جب خاموش ہوا تو پہلی بار اسے مخاطب کرتے ہوئے دھیرے دھیرے اور ہلکے ہلکے سے لہجے میں شاریہ کہہ رہی تھی۔

''میں اس وقت جو میری حالت ہے وہ آپ کے سامنے ہے میں جانتی ہوں آپ میرے دکھ میرے غم میں برابر کے شریک ہیں لیکن اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے میں آپ کو مشورہ دوں گی کہ مجھے آپ بغداد واپس بھجوا دیں گھر پڑی رہوں گی وہاں میرا علاج ہوتا رہے گا وہاں میں پرسکون ماحول میں آپ کا انتظار کر سکوں گی اور پھر اس حالت میں میں آپ کے لئے پریشانی اور فکرمندی کا باعث بنی رہوں گی آپ مجھے ان مہموں کے دوران کہاں کہاں اور کیسے اپنے ساتھ گھسیٹتے رہیں گے۔''

اس قدر کہنے کے بعد شاریہ خاموش ہو گئی دکھ اور تکلیف وہ احساس میں ہونٹ کاٹنے لگی تھی اس کے ان الفاظ کے جواب میں اسمٰعیل نے سوچا پھر بڑی محبت میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''شاریہ تم تکبیر کی اذانوں کے جلو میں صبح نو کے قافلوں کی طرح میری ذات کا حصہ ہو منزلوں کی دوریوں سے گلے ملتے راستوں کی جھلمل جیسی میری تجسیم کی ایک اہم اکائی ہو میرا تمہارا ساتھ تصورات کے شبستانوں میں آبگینوں سے اٹھتی خوشبو کی مانند ہے یہ مت خیال کرنا کہ تمہاری ٹانگ کٹ جانے سے میری نگاہوں میں تمہاری اہمیت کم ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ اس کشاکش ہائے دنیا میں اسمٰعیل بن قاسم تمہارے بغیر سرد رات کے تنہا اندھیروں اور قدیم آرزوؤں کی کھنڈر بستیوں، ظلمت کی کہر آلود فضاؤں سے بھی زیادہ بے وقعت اور بے حقیقت ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے مداوائے الم زخموں کا مرہم درد کا نایاب درماں ہیں۔ شاریہ! پہلے کی طرح اب بھی تم میرے لیے کہکشاں کی بے کنار بستیوں تمناؤں کے گمر کا سنہرا حرف مقصود اور تخریب کی سیاہ راتوں میں میری تعمیر کی تزئین ہو۔

اب پہلے کی نسبت تمہیں میری دیکھ بھال میری نگرانی میری چاہت اور محبت کی زیادہ ضرورت ہے میں تمہیں واپس گھر نہیں بھیجوں گا اپنے ساتھ رکھوں گا تمہاری دیکھ بھال کروں گا یہ جو روگ تمہیں لگ گیا ہے یاد رکھنا اس کی وجہ سے قطعی کسی بھی صورت اپنے آپ کو کمر تلی کا شکار مت ہونے دینا میں ہمیشہ تم پر فخر کرتا رہوں گا کہ تم میری بیوی ہو اور تم ہمیشہ مجھ پر اعتماد رکھنا کہ میں تمہارا شوہر کہیں بھی چلا جائے لوٹ کر تمہارے ہی پاس آئے گا۔'' شاریہ کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی اسمٰعیل نے اپنے بھائی ابراہیم کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم تم اٹھ کر ذرا یزید بن علسہ کی طرف جاؤ اس کے ساتھ مل کر ایک بگھی کا اہتمام کرو لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرے گا سب سے پہلے میں ایک چھوٹی مہم کا رخ کروں گا اور وہ چھوٹی مہم خارجیوں کی ہے گو خارجیوں کو ہم نے ان کے سردار حمزہ بن اترک کی سرکردگی میں شکست دی تھی اور حمزہ بن اترک کو ہم نے قتل بھی کر دیا تھا لیکن اب خارجی پہلے کی نسبت اپنے ایک دوسرے سالار وہیب بن عبد اللہ کی سرکردگی میں زیادہ متحد ہو چکے ہیں اور ان کے لشکر کی تعداد بھی پہلے کی نسبت زیادہ ہے وہیب بن عبد اللہ شمال کی طرف ایک بہت بڑا لشکر استوار کر چکا ہے اس سے نمٹنے کے بعد میں آرمینیا کا رخ کروں گا اور وہاں کے حالات درست کرنے کے بعد میری منزل الجزیرہ اور قنسرین کے سرحدی علاقے ہوں گے۔''

اسمٰعیل بن قاسم کی اس گفتگو کے جواب میں ابراہیم تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نہ جانے کیا سوچ کر خاموش رہا پھر اٹھ کر باہر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا گیا شاریہ کے لئے بگھی کا انتظام بھی کر دیا گیا تھا پھر لشکر نے وہاں سے شمال مغرب کا رخ کیا تھا جہاں خارجیوں کا ایک لشکر اپنے نئے سردار وہیب بن عبد اللہ کی کمانداری میں جمع ہو چکا تھا۔

خارجیوں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ ہارون الرشید کا سالار اسمٰعیل بن قاسم خراسان میں فضل برمکی کے کھڑا کردہ لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اس کا رخ کر رہا ہے لہٰذا انہوں نے بھی خم ٹھونک کر اسمٰعیل بن قاسم کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی جس جگہ انہوں نے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے انہوں نے کوچ کیا شاید وہ آگے بڑھ کر اسمٰعیل بن قاسم پر حملہ آور ہونے میں پہل کر کے کچھ فوائد حاصل کرنے کے متمنی تھے۔

اسمٰعیل بن قاسم کے مخبر بھی اسے خارجیوں کی نقل و حرکت سے متعلق پوری طرح آگاہ رکھے ہوئے تھے لہٰذا وہ اپنے لشکر کی صفیں درست کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔

پھر وہ موقع بھی آیا جب خارجیوں کا خونخوار لشکر سامنے کی طرف سے نمودار ہوا پھر خارجی اپنے سالار وہیب بن عبد اللہ کی سرکردگی میں چشم انسانیت کو لہو لہو کرتی بربریت کی آنکھ بھولی ماؤں کے دودھ کے ذائقے تک تبدیل کر دینے والے خون بھرے خوف انسانیت و آدمیت کے چیتھڑے اڑا کر عصمتوں پر گندگی اچھال دینے والی کڑوی راتوں اور پریشان دلوں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

خارجیوں نے جو پہلے حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اس میں وہ بری طرح ناکام رہے تھے اس لیے کہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم علی بن عیسٰی یزید بن علسہ اور ابراہیم بن قاسم اپنے لشکریوں کے ساتھ بوند بوند پانی کو ترستے صحرا میں پاتال سے آسمان تک رگ رگ میں لہو کے لاوے کھڑی کر دینے والی اجل کی کارکشا شعوری حقیقت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے بڑی تیزی کے ساتھ خارجیوں کے لشکر میں وہ نشاط انگیزیوں کو آتش ہجراں چشم سوی خوش و خنداں ساعتوں کو اجل کی کارگاہوں میں تبدیل کرتے شعلوں کی لاکنار بے تابی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

شمال کی ان اندھی مسافتوں میں دونوں لشکریوں نے ٹکرانے سے وقت کے گہرے سمندر میں زیر نقاب راز کی طرح فضا چار سو ہیبت و جلال کی تصویر بن کر دائم مسافت میں رہنے والی سرابیں تصورات کی طرح ہر خواہش کو بے نشان کرنا شروع کر دیا تھا۔ تیزی سے بنتے بگڑتے حبابوں کی طرح خونی لہریں ہر ساعت کے باب پر آشوب کی طرح دستک دینے لگی تھیں امیدوں کے جھروکوں میں خوف بھری صدائیں گردش کر رہی تھیں موت جھکتے آوارہ ابر اور چھا جانے والے بے قرار جھکڑوں کی طرح دونوں لشکریوں کے اندر سرگرداں ہو گئی تھی۔

رگ و پے میں چاہت نشے کے بجائے عداوتوں کے جلتے لمحے بھر دینے والے خارجی اب اسمٰعیل بن قاسم اور اس کے لشکریوں کے سامنے ہواؤں کی زد میں بکھرتے زرد پتوں کی طرح گرنے لگے تھے بادلوں کی گڑگڑاہٹ کی سی آوازیں نکالتے ہوئے حملوں کی ابتدا کرنے والے خارجی بھاگنے کے سوا اب کوئی عافیت اپنے روبرو محسوس نہ کر رہے تھے کفن باندھ کر لڑائی کی ابتدا کا فیصلہ کرنے والے خارجی اب اپنے پاؤں کی انگلیوں سے لے کر سر تک اپنے اندر ہر خواہش کی نفی کر رہے تھے۔

اسمٰعیل علی بن عیسٰی اور یزید بن علسہ کے سامنے ان کی حالت اب بڑی تیزی سے دل شکنی کے کاروانوں، مٹ جانے والے نقش پا کی جستجو کرتے مسافر شمال کے برفانی دھندلکوں میں اپنی ریاضت کی ثمر آوری پر آنسو بہاتے عناصر جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی اسمٰعیل اور اس کے لشکریوں کے مقابل وہ ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے تخلیق کے گونگے لمحوں میں انہیں کسی نے ہجرت کے اندھے سفر میں لا کر کھڑا کر دیا ہو پھر جب انہیں یقین ہو گیا کہ ان کی شکست ان کی ذلت، بربادی ان سے نحوست بننے لگی ہے تب وہ پردیسی سرزمینوں میں یادوں کے سلگتے تیروں اور سرابوں کے ہجوم کی طرح میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ اسمٰعیل نے دور تک بھاگتے خارجیوں کا تعاقب کیا اور ان کی حالت

ایسی منادی کر آنے والے دنوں میں بھی وہ بغاوت اور سرکشی کرنے کی کوشش نہ کریں آخر تعاقب ترک کر کے اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ میں آیا زخمیوں کی دیکھ بھال کی خارجیوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا میدان جنگ میں اسمٰعیل نے صرف چند روز قیام کیا اب چونکہ خراسان کے حالات درست ہو چکے تھے لہٰذا ہارون الرشید کی ہدایت کے مطابق اس نے خراسان سے بڑی تیزی کے ساتھ آرمینیا کا رخ کیا تھا۔



ایک روز اسمٰعیل اپنے لشکر کو لے کر باکوشہر کے نواح میں نمودار ہوا علی بن عیسیٰ کو اس کے لشکر کے ساتھ اس نے خراسان میں ہی چھوڑ دیا تھا اس لیے کہ علی بن عیسیٰ خراسان کا والی تھا لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ اس کا وہاں قیام کرنا ضروری تھا تا کہ پھر کوئی قوت اٹھ کر سرکشی اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائے۔

باکوشہر کے نواح میں اچانک ابراہیم اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اسمٰعیل کے قریب آیا اور پھر بڑی راز داری میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بھائی اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔'' اسمٰعیل نے بڑے غور سے ابراہیم کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اگر تم کوئی فیصلہ کرنا ہی چاہتے ہو تو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے میں جانتا ہوں تم کوئی غلط قدم نہیں اٹھاؤ گے اس کے باوجود اگر تم یہ سمجھتے ہو جو تم کرنا چاہتے ہو اسے میرے علم میں لانا چاہتے ہو تو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' اسمٰعیل کے ان الفاظ پر ابراہیم مسکرا دیا کہنے لگا۔

''بھائی جو داغ میری بہن شاریہ کو لگا ہے وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے میں جانتا ہوں بظاہر آپ مطمئن اور آسودہ ہیں لیکن اندر ہی اندر شاریہ بہن کے سلسلے میں آپ سلگتے رہتے ہیں آپ کے باطن میں ایک آتش ہے جو لاوے کی طرح کھولتی رہتی ہے اور یہ انتقام کی حدت ہے جو از خود انسان کے باطن میں اپنا رنگ جمالیتی ہے۔

بھائی میں نے لشکر میں شامل کچھ عورتوں کو تیار کیا ہے جب لشکر پڑاؤ کیا کرے گا تو وہ دھیان رکھیں گی ان میں سے کچھ کو میں نے آپ کی اجازت کے بغیر خصوصی طور پر تربیت بھی دی ہے میرے بھائی میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ ہر صورت میں ان لوگوں کو تلاش کروں گا جن کے ایماء پر جن کی انگیخت پر میری بہن شاریہ پر حملہ کیا گیا اور اسے ایک پاؤں سے محروم کر دیا گیا میں جب کبھی بھی آپ کے خیمے میں جاتا ہوں تو بھائی شاریہ بہن کی وہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی لہٰذا میں ہر صورت میں قاتلوں تک اور قاتلوں کا ساتھ دینے

والوں تک ضرور پہنچوں گا جو ہمارے لشکر میں شامل ہیں بھائی میں آپ سے یہ بھی اجازت لینا چاہتا ہوں کہ آنے والی مہموں کے دوران اگر کبھی میں قاتلوں کو تلاش کرنے کے لئے ادھر اُدھر غائب ہو جایا کروں تو بھائی آپ برا مانئے گا نہ میری طرف سے فکر مند رہئے گا اس لئے کہ جن مہموں پر ہم نکلے ہیں مانتا ہوں وہ بڑی اہم ہیں لیکن میرے سامنے اپنی بہن کے دشمنوں کی مہم بھی کوئی کم اہمیت نہیں رکھتی میں آپ کے ساتھ ہر مہم میں شامل ہوں گا پر ساتھ ہی ساتھ میں ان لوگوں کو بھی تلاش کر کے رہوں گا جنہوں نے میری بہن کو نقصان پہنچایا ہے بس میں اسی سلسلے میں آپ سے گفتگو کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل نے بڑی محبت اور چاہت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''میرے بھائی تم میری بیوی شاریہ کا کس قدر احترام کس قدر اس کی عزت کرتے ہو میں جانتا ہوں تم جو بھی کرو تمہیں میرا تعاون حاصل ہوگا اگر تم حملہ آوروں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں سمجھوں گا کہ تم نے کافی حد تک میری مشکلات کو آسان کر دیا ہے۔''

اسمٰعیل کے ان الفاظ پر ابراہیم خوش ہو گیا تھا کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ بولا۔

''بھائی میری بھی خواہش ہے کہ شاریہ بہن اس حالت میں خیمے کے اندر نہ رہے میں چاہتا ہوں اس کے لئے یہاں باکوشہر میں کوئی اچھی رہائش کا اہتمام کیا جائے جہاں وہ پرسکون حالت میں دن رات گزارے اور ہم اپنی مہم میں لگے رہیں۔

بھائی میری یہ بھی خواہش ہے کہ جہاں بھی شاریہ بہن قیام کرے عتابہ اس کے ساتھ نہ رہے عتابہ کو میں ایک انتہائی اہم مہم سونپنے والا ہوں اس مہم کی نوعیت کیا ہے یہ تو میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا اس لیے عتابہ کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں میں دشمنوں کے نقش پا تک پہنچنے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو جاؤں گا۔'' ابراہیم جب خاموش ہوا تب اسمٰعیل نے کہنا شروع کیا۔

''ابراہیم تو جو چاہو کرو جہاں تک شاریہ کا تعلق ہے تو میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا ہوں کہ وہ لشکر گاہ میں نہیں رہے گی دیکھو باکوشہر میں میرے کچھ جاننے والے ہیں ان میں ایک کا نام ثمامہ بن سلیمان ہے پیشے کے لحاظ سے وہ نعل گر ہے اس کی بیوی کا نام برصومہ ہے دونوں میاں بیوی بڑے نیک بڑے مہمان نواز ہیں وہ شاریہ کو بھی جانتے ہیں شاریہ چند دن تک اپنے بھائی برسک کے ساتھ ان کے ہاں قیام بھی کر چکی ہے مجھے اس وقت سب سے

بڑا خوف جو طاری ہے وہ یہ کہ جب ہم اس مہم سے لوٹیں گے اور برسک اپنی بہن کی یہ حالت دیکھے گا تو اس پر کیا بیتے گی بہر حال جو حالات ہمارے سامنے ہیں انہیں ہم نے برداشت کرنا ہے میرے بھائی شاریہ کو میں باکوشہر میں ثمامہ بن سلیمان کے ہاں رکھوں گا وہاں وہ آسودہ اور خوش حال رہے گی اس کے بعد عتابہ کے ساتھ مل کر جو کام بھی تم کرو گے حملہ آوروں کو پکڑنے کے لئے جو بھی تم ابتدا کرو گے میری پوری تائید تمہیں حاصل ہوگی۔''

ابراہیم خاموش رہا لگتا تھا اسمٰعیل کی گفتگو سے وہ مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ باکوشہر کے مستقر میں داخل ہوئے تھے۔

مستقر میں خزیمہ بن خازم نے بہترین انداز میں اسمٰعیل بن قاسم اس کے سالاروں اور لشکریوں کا استقبال کیا یہ وہی خزیمہ بن خازم تھا جو اس سے پہلے آرمینیا میں ہونے والی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے اسمٰعیل بن قاسم کے نائب کے طور پر کام کر چکا تھا۔

جس وقت خزیمہ بن خازم اسمٰعیل بن قاسم کے استقبال کے لیے آیا تو اس کے ساتھ جو چھوٹے سالار تھے ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر تعجب اور حیرت کا اظہار کر کے اسمٰعیل بن قاسم کہنے لگا۔

''سلیمان بن یزید تم یہاں۔'' جس شخص کو اسمٰعیل نے مخاطب کیا تھا وہ جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی جگہ خزیمہ بن خازم بول اٹھا اور اسمٰعیل بن قاسم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابن قاسم آپ اس بات پر تعجب کر رہے ہوں گے کہ آپ سلیمان بن یزید کو بغداد چھوڑ کر آئے تھے یہ یہاں کیسے پہنچ گیا یہ چند دن پہلے ہی یہاں آیا ہے امیر المومنین نے اسے آرمینیا کا نیا حاکم مقرر کیا ہے اور مجھے واپس نصیبین جانے کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں میں آپ کی آمد کا ہی منتظر تھا اب آپ یہاں پہنچ گئے ہیں تو میں خداوند نے چاہا تو ایک دو روز تک یہاں سے نصیبین کی طرف روانہ ہو جاؤں گا آرمینیا کا نظم و نسق اب سلیمان بن یزید سنبھالے گا۔''

خزیمہ بن خازم جب خاموش ہوا تو اسمٰعیل بن قاسم نے اسے مخاطب کیا۔

''ابن خازم میں یہ بتاؤں کہ یہاں کہ حالات کیسے ہیں؟'' جواب میں خزیمہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ابن قاسم آرمینیا میں جو بغاوتیں اور شورشیں اٹھی تھیں انہیں میں نے کافی حد تک فرو کر دیا ہے دبا دیا ہے لیکن اب بھی گاہے گاہے کبھی کبھی کہیں نہ کہیں سے باغی عناد اٹھ کھڑے

ہوتے ہیں لوٹ مار کا بازار گرم کرتے ہیں اور مسلمانوں کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے آگ لگا دیتے ہیں جب تک ایسے لوگوں کا مکمل طور پر قلع قمع نہیں کیا جاتا اس وقت تک آرمینیا میں امن اور سکون نہیں ہو سکتا۔

یہ جو باغی عناصر آرمینیا کے اندر شورشیں برپا کرتے ہیں بغاوت کھڑی کرتے ہیں میرے اپنے اندازے کے مطابق دو قوتیں ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔

ایک خزر کا خاقان جسے ماضی میں میں اور آپ دونوں بدترین شکستوں سے دوچار کر چکے ہیں اور دوسری بڑی قوت جو یہاں کے لوگوں کو سرکشی پر ابھار رہی ہے وہ قسطنطنیہ کا نصرانی حکمران نسی فورس ہے۔''

جب تک خزیمہ بن خازم بولتا رہا دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے اسمٰعیل بن قاسم اس کی طرف دیکھتا رہا سنتا رہا اس کے خاموش ہونے پر بول اٹھا۔

''ابن خازم تم ان سرزمینوں میں میری نسبت بہتر واقفیت رکھتے ہو جو کچھ تم نے کہا ہے یہ درست ہے ان علاقوں میں سرکشی اور بغاوت انہی دو قوتوں کے ایماء پر ہوتی ہے جہاں تک خزر کے خاقان کا تعلق ہے تو میرے خداوند نے چاہا تو یہاں چند دن قیام کے بعد میں اس کے حامیوں کا سر کچل کے رکھ دوں گا جہاں تک قسطنطنیہ کے بادشاہ نسی فورس کا تعلق ہے تو اسے زیر کرنے کا ایک منصوبہ بھی زیر غور ہے۔

دراصل نسی فورس صرف آرمینیا میں ہی مسلمانوں کے لئے مشکلات کھڑی نہیں کر رہا بلکہ الجزیرہ اور قنسرین کے ساتھ جو اس کی سرحدیں ملتی ہیں وہاں بھی اس نے اپنے بڑے بڑے کئی عساکر جمع کر رکھے ہیں جو گاہے گاہے اور وقفے وقفے سے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر دور تک یلغار کرتے ہیں اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھتے ہیں۔

امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے جو میرے لیے پیغام آ چکے ہیں ان کے مطابق آرمینیا کے حالات کو درست کرنے کے بعد مجھے الجزیرہ اور قنسرین کی سرحدوں کا رخ کرنا ہے جہاں نسی فورس نے اپنے لشکر کی بہت بڑی قوت جمع کر رکھی ہے وہاں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے بغداد سے بھی ایک لشکر میری مدد کے لئے روانہ ہو چکا ہے لہٰذا میں آرمینیا میں زیادہ دن نہیں لگاؤں گا یہاں کے حالات میرے اندازے کے مطابق کسی قدر پرسکون کرنے کے بعد میں یہاں سے کوچ کروں گا اور اگر ہم الجزیرہ اور قنسرین کی سرحدوں پر جمع ہونے والے نسی فورس کے لشکریوں کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیں تو میرا اندازہ ہے جہاں الجزیرہ اور قنسرین کی سرحدیں محفوظ ہو جائیں گی وہاں آرمینیا میں بھی امن اور سکون

ہو جائے گا اس لئے کہ وہ قوتیں جو نسی فورس کے کہنے پر ان علاقوں میں شورش برپا کرتی ہیں وہ سرد اور ٹھنڈی پڑ کے رہ جائیں گی۔'' اسمٰعیل رکا کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''ابن خازم تم دو تین روز تک مزید قیام کرو اس دوران تم دو کام کرو گے پہلا یہ کہ سلیمان بن یزید کو یہاں کے پورے حالات سے آگاہ کرو اس دوران میں بھی کچھ موضوعات پر تفصیلات کے ساتھ تم سے گفتگو کروں گا اس کے بعد تم نصیبین کی طرف روانہ ہو جانا میں سلیمان بن یزید کے ساتھ مل کر یہاں کے باغی عناصر کا قلع قمع کرنے کی کوشش کروں گا اس وقت میں تمہارے ساتھ طویل گفتگو نہیں کر سکتا میری بیوی میرے ساتھ ہے زخمی ہو چکی ہے اور اسے باکو کے نعل گر ثمامہ بن سلیمان کے ہاں رکھنا چاہتا ہوں۔'' اس کے بعد مختصر انداز میں اسمٰعیل نے اپنی بیوی شاریہ پر حملہ آور ہونے کی تفصیل کہہ دی تھی۔

اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب خزیمہ بن خازم نے انتہائی برہمی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ابن قاسم جن لوگوں نے ہماری بہن شاریہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی اور اس کے جسم کو نقصان پہنچایا وہ لوگ گو مارے جا چکے ہیں لیکن یہ سراغ ضرور ملنا چاہئے کہ یہ کام انہوں نے کس کے ایماء پر کیا اس لیے کہ بغیر کسی رابطے اور تعلق کے وہ لشکر گاہ میں داخل نہیں ہو سکتے آپ کے لشکر میں ضرور کوئی ایسا شخص ہے جو ان کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس کے اشارے پر یہ سارا کام ہوا ہے۔'' جواب میں اسمٰعیل کہنے لگا۔

''ابن خازم تمہارا کہنا درست ہے میں اور میرے بھائی ابراہیم نے تہیہ کر رکھا ہے کہ ان لوگوں پر ضرور گرفت کریں گے جن کے اشارے پر شاریہ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی گئی اب تم یزید بن عقبہ اور سلیمان کے ساتھ مل کر میرے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کرو میں اپنی بیوی اور بھائی کو لے کر ثمامہ بن سلیمان کے ہاں جاتا ہوں۔''

اسمٰعیل کے کہنے پر ابن خازم اور یزید بن سلیمان تینوں وہاں سے ہٹ گئے اور لشکر کے کھانے کے انتظامات میں لگ گئے اس موقع پر اسمٰعیل نے پہلو میں کھڑے اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم کو بڑی رازداری سے مخاطب کیا۔

''ابراہیم میرے بھائی تم نے کہا تھا کہ تم اپنی بیوی عتابہ کو لشکر گاہ میں ہی رکھنا چاہتے ہو ثمامہ بن سلیمان کے ہاں شاریہ کے پاس نہیں رہنے دینا چاہتے شاید اس سے تم کوئی کام لینا چاہتے ہو میں شاریہ کو لے کر ثمامہ بن سلیمان کے ہاں جاتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو لیکن پہلے عتابہ کو بتاؤ کہ ہم اپنے ایک جاننے والے کے ہاں جا رہے ہیں اور تم لشکر میں ہی

رہو گی۔"

ابراہیم وہاں سے ہٹا نہیں اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر اسمٰعیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"بھائی اس سلسلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں عنابہ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ لشکر میں رہے گی اور بھائی شاید بہن کو اپنے جاننے والے کے ہاں لے کر جائیں گے اب آپ وقت نہ ضائع کریں آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوں میں بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھتا ہوں بگھی کے گھوڑے ہانکنے والے کو میں مستعد کرتا ہوں تا کہ وہ بگھی کو ہانکو شہر کے اندر لے کر چلے۔"

اسمٰعیل نے اپنے بھائی ابراہیم کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں بھائی گھوڑوں پر سوار ہوئے جب انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر شہر کا رخ کیا تب بگھی کے گھوڑے ہانکنے والے نے بھی دونوں گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے بگھی کو ان دونوں بھائیوں کے پیچھے لگا دیا تھا۔

ثمامہ بن سلیمان اور اس کی بیوی برصومہ دونوں اپنی حویلی میں شام کے کھانے کی تیاری کر رہے تھے کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

دستک سن کر دونوں چونکے تھے پھر برصومہ نے اپنے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے فکر مند سے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"ہماری حویلی کے دروازے پر اس وقت دستک کون دے سکتا ہے۔" جواب میں ثمامہ بن سلیمان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگا۔

"تم تو یونہی حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہونے سے سہم جاتی ہو میں دیکھتا ہوں کون ہے۔" اس پر برصومہ کہنے لگی۔

"چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" اس طرح دونوں میاں بیوی حویلی کے صدر دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

ثمامہ نے جب حویلی کا صدر دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ حویلی کے سامنے ایک بگھی کھڑی تھی اور بگھی کے سامنے اسمٰعیل اور اس کا بھائی ابراہیم دونوں اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے۔

ابراہیم کو دونوں میاں بیوی نہیں پہچانتے تھے لیکن اسمٰعیل کو اپنی حویلی کے دروازے پر دیکھتے ہوئے ان کے چہرے پر ایسی خوشی ایسی طمانیت تھی جس کی کوئی حد ہی نہ تھی بڑی تیزی سے ثمامہ آگے بڑھا اور اسمٰعیل سے بغلگیر ہوا تھا اس موقعہ پر اسمٰعیل نے ثمامہ بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

"یہ میرا چھوٹا بھائی ابراہیم ہے۔" اس تعارف پر ثمامہ کی خوشی میں اور اضافہ ہو گیا جس طرح وہ اسمٰعیل سے ملا تھا اسی انداز میں ابراہیم سے بھی بغل گیر ہوا پھر جب وہ علیحدہ ہوا تب برصومہ نے باہر نکل کر دونوں کی پیٹھ پر شفقت آمیز ہاتھ پھیرا اس موقعہ پر ثمامہ بول اٹھا۔

دونوں بھائی اب یہاں کھڑے نہ ہوں اپنے گھوڑوں کو لے کر اندر چلو گھوڑوں کو اصطبل میں باندھتے ہیں پھر بیٹھ کے گفتگو کرتے ہیں اور اکٹھے کھانا کھاتے ہیں۔" اسمٰعیل اپنی جگہ پر کھڑا رہا پھر بڑے غور سے ثمامہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں حویلی میں داخل ہونے سے پہلے آپ پر ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں اور ایک اجازت بھی لینا چاہتا ہوں۔" ثمامہ نے آگے بڑھ کر اسمٰعیل کا ہاتھ پکڑ لیا کہنے لگا۔

"ابن قاسم تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے نہ تمہیں کوئی انکشاف کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اجازت لینے کی دونوں بھائی حویلی میں داخل ہو جو کچھ تم نے کہنا ہے حویلی میں بیٹھ کے بات کریں گے میرے بچے یہ گھر تم دونوں کا اپنا ہے۔" جواب میں بڑے دکھ بھرے انداز میں اسمٰعیل کہنے لگا۔

"عم ثمامہ! تمہارے ہاں قسطنطنیہ کی ایک لڑکی شاریہ نے قیام کیا تھا۔ وہ میرے ساتھ بغداد گئی تھی اب وہ میری بیوی ہے وہ ایک حادثے کا شکار ہو گئی ہے اس کی تفصیل تو میں تمہیں اندر جا کر بتاؤں گا اس وقت وہ بگھی میں ہے۔" اسمٰعیل کے اس انکشاف پر ثمامہ اور اس کی بیوی برصومہ ٹھٹھک کر رہ گئے تھے دونوں بھاگنے کے انداز میں جب بگھی کی طرف گئے تو بگھی کے اندر بے سدھ سی حالت میں شاریہ پڑی تھی وہ رو رہی تھی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے شاید ثمامہ کے ساتھ ہونے والی اسمٰعیل کی گفتگو وہ سن رہی تھی۔

ثمامہ اور اس کی بیوی برصومہ نے جب دیکھا کہ شاریہ بیچاری کی ایک ٹانگ کٹ چکی ہے تب ان کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے ان دونوں کو کسی انتہائی خوف ناک سانپ نے سونگھ لیا ہو کچھ دیر تک دونوں کچھ نہ بول سکے پھر ثمامہ کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ سب کچھ میری بچی کے ساتھ کیسے ہوا ابن قاسم آؤ شاریہ کو اندر لے کے چلیں اس پر کیا بیتی یہ تو میں حویلی کے اندر جا کے سنوں گا۔" اسمٰعیل آگے بڑھا بگھی کے اندر سے نکال کر اس نے شاریہ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھایا پھر بگھی کے سائیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"بگھی کو تم لشکر گاہ میں لے جاؤ میں کچھ دیر یہیں قیام کروں گا اس کے بعد لشکر میں آؤں گا۔" اس کے ساتھ ہی سائیس نے گھوڑوں کو ہانک دیا تھا اس کے جانے کے بعد

اسمٰعیل شاریہ کو اٹھائے اور ابراہیم دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑے برصومہ اور ثمامہ کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئے تھے ثمامہ نے دروازہ بند کر کے اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔

ثمامہ کے اشارہ کرنے پر ابراہیم دونوں گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔

دوسری جانب ثمامہ کی راہنمائی میں شاریہ کو اٹھائے اسمٰعیل ایک کمرے میں داخل ہوا جس میں ایک صاف ستھرا بستر لگا ہوا تھا اس بستر پر شاریہ کو لٹا دیا گیا اس کمرے میں مٹی کی ایک انگیٹھی کے اندر آگ جل رہی تھی شاید تھوڑی دیر پہلے وہیں بیٹھ کر ثمامہ اور برصومہ گفتگو کر رہے تھے تھوڑی دیر بعد دونوں گھوڑوں کو اصطبل میں باندھنے کے بعد ابراہیم بھی وہاں آ گیا تھا۔

شاریہ کی آنکھوں سے ابھی تک آنسو بہہ رہے تھے جو ثمامہ اور برصومہ دونوں کے لئے ناقابل برداشت تھے اس موقعہ پر برصومہ اٹھی شاریہ کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا کئی بار اس کا منہ چوما پھر کہنے لگی۔

''بیٹی تیرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ابھی تک مجھے معلوم نہیں لیکن تو بیٹی ہے اور ایک ماں کی طرح اپنی بیٹی کو انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی دیکھ تیری اس حالت سے اسمٰعیل اور اس کے بھائی پر کیا بیت رہی ہے وہ کس طرح اداس اور افسردہ اور غمگین ہیں جیسے ان کی کل متاع ان سے چھین لی گئی ہو۔'' برصومہ کے ان الفاظ پر شاریہ نے جلدی جلدی سر پر بندھے ہوئے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کر لیں اتنی دیر تک اسمٰعیل ابراہیم ثمامہ کے سامنے کی نشست پر ہو بیٹھے تھے جبکہ برصومہ شاریہ کے پلنگ پر بیٹھ گئی تھی۔

اس کے بعد ثمامہ کے کہنے پر اسمٰعیل نے ہاکو شہر سے شاریہ کے بغداد جانے وہاں دونوں کے ایک دوسرے کو پسند کرنے دونوں کے علاوہ ابراہیم اور عتابہ کی شادی کے ساتھ خرا..زن میں حملہ آوروں کے باعث شاریہ کی ٹانگ کٹ جانے کی داستان تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی تھی۔

یہ سارے حالات سن کر ثمامہ اور اس کی بیوی برصومہ تھوڑی دیر تک کھوئے کھوئے سے رہے دونوں کی حالت عجیب و غریب ہو رہی تھی جیسے ان سے کسی نے ان سے زندگی بھر کا اثاثہ چھین لیا ہو اس موقعہ پر اسمٰعیل اور ابراہیم بھی دونوں گردنیں جھکائے خاموش چپ بیٹھے ہوئے تھے اس خاموشی کو آخر کار ثمامہ نے توڑا اور اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بیٹے جو حالات تم نے بیان کئے ہیں ان کے مطابق تمہیں کچھ دن ہاکو شہر میں قیام کرنا ہو گا جو حالات تم درست کرنے آئے ہو وہ چند .. میں تو درست نہیں ہو جائیں گے بیٹے

میری خواہش ہے کہ جب تک تم دونوں بھائیوں کا قیام یہاں ہے شاریہ کو میرے ہاں ہی رہنے دو یہاں اس کی میں بہتر دیکھ بھال کر سکتا ہوں میرے علاوہ میری بیوی برصومہ ہمہ وقت اس کی دل جوئی کرتی رہے گی اس کی خاطر خدمت میں لگی رہے گی اس طرح جہاں ہم دونوں میاں بیوی کا دل لگا رہے گا وہاں شاریہ بھی اپنے اس حادثے کو فراموش کرتے ہوئے آسودہ رہے گی۔'' ثمامہ جب خاموش ہوا تو اسمٰعیل کہنے لگا۔

''حویلی کے دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ پر ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں اور ایک اجازت بھی لینا چاہتا ہوں انکشاف یہی تھا کہ میری بیوی شاریہ ایک حادثے کا شکار ہو چکی ہے اور اجازت میں اس بات کی لینا چاہتا تھا کہ میں چند روز تک شاریہ کو آپ کے ہاں رکھنا چاہتا تھا اس لئے کہ خیمے کی زندگی اس کے لئے آسودگی اور طمانیت فراہم نہیں کر سکتی میں چاہتا ہوں یہ چند دن یہاں رہے اتنی دیر تک اس کا زخم بھی ٹھیک ہو جائے گا پھر مجھے امید ہے کہ یہ بیساکھی کے سہارے چلنے پھرنے کے قابل بھی ہو جائے گی۔'' اسمٰعیل نے شاید ابھی اپنی بات مکمل نہ کی تھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں ثمامہ بول پڑا کہنے لگا۔

''میرے بچے جو کچھ انکشاف کی صورت میں کہنا تھا کہہ چکے تمہیں اجازت لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے یہ گھر تمہارا اپنا ہے تمہیں بیٹا کہا تھا شاریہ اس گھر میں پہلے ہی ایک بیٹی کی حیثیت سے قیام کر چکی ہے اگر تم ان حالات میں شاریہ کو یہاں سے لے جانا بھی چاہو تو میں نہیں لے جانے دوں گا اس لیے کہ یہ میری بیٹی ہے جب تک اس کی ٹانگ کا زخم مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو جاتا اور یہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو جاتی اس وقت تک یہ میرے ہاں قیام کرے گی۔'' اس موقعہ پر ابراہیم پہلی بار بولا اور اپنے بھائی اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''بھائی اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی عم سے کچھ کہوں۔'' اسمٰعیل مسکرا دیا کہنے لگا۔

''تمہیں کچھ کہنے اور بولنے کے لئے میری اجازت کی تو ضرورت نہیں ہے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' ابراہیم خوش ہو گیا پھر ثمامہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عم جیسا کہ بھائی بتا چکا ہے کہ ہماری بہن شاریہ پر کوئی حملہ آور ہوا تھا وہ لوگ کون تھے میں ان کی تلاش میں ہوں انہوں نے کس کے ایما پر یہ کام کیا اس بھید کو میں بہت جلد حل کروں گا جس کے کہنے پر یا جس کی انگیخت پر ایسا کیا گیا ہے وہ یقیناً ہمارے لشکر میں شامل ہے اور میں ہر صورت میں اس کو بے نقاب کر کے رہوں گا۔

جب تک میری بہن شاریہ یہاں قیام کرتی ہے آپ نے اس پر نگاہ رکھنی ہے کوئی بھی شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس سے ملنے کے لئے آئے اس کا نام اور پتہ آپ نے پوچھنا ہے اسے ملنے نہیں دینا اس سلسلے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے اپنے لشکر میں سے کچھ قابل احترام ساتھی میں یہاں مقرر کروں گا جو دن رات ادھر اُدھر گھوم پھر کر آپ کی حویلی کا تحفظ کریں گے اس دوران جو بھی ملنے کے لئے آئے میری آپ سے گزارش ہے کہ اس کا نام آپ نے ضرور پوچھنا ہے نام پوچھنے کے بعد اس کو حویلی میں نہیں داخل ہونے دینا جیسا کہ بھائی آپ کو بتا چکے ہیں میرے ساتھ میری بیوی بھی ہے اس کا نام عتابہ ہے میں اسے بھی سختی کے ساتھ منع کروں گا کہ وہ بھی شاریہ بہن سے ملنے کے لئے اس حویلی میں نہیں آئے گی اس طرح میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا ہوں جن کے کہنے یا جن کی انگیخت پر میری بہن پر حملہ کیا گیا اور اسے ایک ٹانگ سے محروم کر دیا گیا ایسے لوگوں سے میں ہر صورت انتقام لینا چاہتا ہوں۔'' ابراہیم جب رکا تب اسمٰعیل بول اٹھا۔

''عم اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا اس لیے کہ یہاں کی صورتحال سے میرا بھائی ابراہیم واقف نہیں ہے عم آپ دن بھر سرائے کے باہر گھوڑوں کی نعل بندی کا کام کرتے رہتے ہیں گھر پہ اس کی خالہ برصومہ ہوتی ہے۔'' یہاں تک کہتے ہوئے اسمٰعیل کو رک جانا پڑا اس لیے کہ ابراہیم بول اٹھا کہنے لگا۔

''بھائی جو کچھ آپ کہنے والے ہیں میں سمجھ گیا ہوں آگے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ میں خود ثمامہ اور خالہ برصومہ سے کہتا ہوں۔

عم اگر دن بھر گھر سے باہر رہتے ہیں گھوڑوں کی نعل بندی کا کام کرتے رہتے ہیں آپ کی غیر موجودگی میں خالہ برصومہ گھر پر اکیلی ہوتی ہے تو اس سلسلے میں فکرمندی اور پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے میں اپنے لشکر کی دو عورتوں کو یہاں مقرر کردوں گا وہ ہمہ وقت خالہ کے ساتھ اس حویلی میں رہیں گی۔

آپ ان کے اخراجات سے متعلق بھی کوئی پریشانی نہ اٹھایئے گا اس لئے کہ ان کے اخراجات پورے کئے جائیں گے یہاں رہتے ہوئے ایک تو وہ میری بہن شاریہ کی بہتر انداز میں خدمت کرسکیں گی اور اس گھر میں ان دونوں عورتوں اور ایک طبیب کے علاوہ کسی کو نہ آنے دیں گی جو میری بہن شاریہ کے زخم کا علاج کر رہا ہے زخم کو کافی حد تک بھر چکا ہے پھر بھی طبیب روزانہ میری بہن کو دیکھنے آیا کرے گا۔ میں اسے آپ سے ملا دوں گا۔

اس پر مزید یہ کہ اس طبیب کے علاوہ اگر کوئی شاریہ سے ملنے کے لئے آئے گا تو وہ

عورتیں جان جائیں گی کہ اس سے ملنے والا کون ہے اور پھر میں ان عورتوں سے اطلاعات حاصل کرلوں گا کہ کون کون ملنے آیا ہے اس لئے کہ جو بھی ملنے آئے گا وہ ہمارے حکم کی عدولی کرے گا چونکہ ہم نے کسی کو بھی شاریہ سے ملنے نہیں دینا۔

میں بہت جلد ان حملہ آوروں کی بنیاد پر پہنچنا چاہتا ہوں جنہوں نے میری بہن کو نقصان پہنچایا ہے۔'' ابراہیم جب خاموش ہوا تو تفکرات بھرے انداز میں ثمامہ بول اٹھا۔

''ابراہیم میرے بیٹے جہاں تک ان دونوں عورتوں کے اخراجات کا تعلق ہے تو اس سے متعلق تم دونوں بھائیوں کو بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں میرے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے اخراجات کی کوئی بات نہیں تاہم میرے اور میری بیوی کے لئے سب سے تشویش ناک انکشاف یہ ہے کہ شاریہ کے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے جس کی بنیاد پر اسے ایک ٹانگ سے محروم کیا گیا ہے اور یہ کہ اس سلسلے میں آپ کو کسی پر شک بھی ہے۔'' ابراہیم نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''آپ کا اندازہ یقیناً درست ہے ابھی تک میں شک کی حالت سے گزر رہا ہوں لیکن اس شک کو یقین میں تبدیل ہونے میں دیر نہیں لگے گی جس وقت میرا شک یقین میں بدل گیا ان لوگوں کے خلاف میں ایسا حرکت میں آؤں گا کہ سب کی گردنیں کاٹ کے رکھ دوں گا جنہوں نے ہمیں ایسا نقصان پہنچایا جس کی کوئی تلافی جس کا کوئی مداوا نہیں ہے۔''

ابراہیم کے خاموش ہونے پر اسمٰعیل نے شاریہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''شاریہ تم یہاں پرسکون حالت میں رہو اس گھر کا ماحول تمہارے لیے اجنبی ہے نہ گھر کے مکین تمہارے لیے ناآشنا ہیں اس حویلی میں تم پہلے سے رہ کے گئی ہو جب تک میں کسی مہم کا آغاز نہیں کرتا اس وقت تک میں اپنا زیادہ وقت تمہارے پاس گزاروں گا جب کسی مہم پر نکلوں گا تو تم سے مل کے جاؤں گا میں آرمینیا کے اندر امن بحال کرنے میں زیادہ دن نہیں لینا چاہتا اس لیے کہ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین کے حکم کے مطابق مجھے فی الفور الجزیرہ اور قنسرین کے سرحدی علاقوں کا رخ کرنا ہے وہاں قسطنطنیہ کا بادشاہ نسی فورس اپنے عساکر جمع کر رہا ہے اور میری مدد کے لئے بغداد سے بھی ایک لشکر آئے گا وہ اگر مجھ سے پہلے پہنچ گیا تو میرا انتظار کرے گا اس کے ساتھ مل کر مجھے نصرانیوں کے شہنشاہ نسی فورس کے لشکروں سے نمٹنا ہوگا۔

میرے خیال میں اب تم آرام کرو میں اور ابراہیم جاتے ہیں تھوڑی دیر تک ابراہیم ان دو عورتوں کو لے آئے گا جو یہاں تمہاری نگرانی کریں گی اور تمہارے تحفظ کا بھی خیال رکھیں

گی۔'' اسمٰعیل کی اس ساری گفتگو کے جواب میں شاریہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ثمامہ نے اسمٰعیل کا بازو پکڑ لیا کہنے لگا۔

''نہیں بیٹے میں تم دونوں بھائیوں کو یوں نہیں جانے دوں گا شام کا کھانا کھانے کے بعد یہاں سے جانا اور پھر میں نے دیکھا ہے کہ شاریہ بھی نہیں چاہ رہی کہ تم فوراً چلے جاؤ رات کا کھانا سب مل کے یہاں کھاتے ہیں کچھ دیر شاریہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہیں گے پھر تم دونوں بھائی اگر جانا چاہو تو میں تمہاری راہ نہیں روکوں گا۔'' اسمٰعیل نے اس سے اتفاق کیا سب مل کر شاریہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ برصومہ نے اٹھ کر کھانا تیار کر دیا تھا سب نے مل کر کھانا کھایا پھر اسمٰعیل اور ابراہیم وہاں سے چلے گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ابراہیم لوٹا اس کے ساتھ دو عورتیں تھیں جنہیں حویلی کے اندر مقرر کر دیا گیا اور انہیں سارا معاملہ سمجھا دیا گیا تھا اس طرح ثمامہ بن سلیمان کی حویلی میں رہتے ہوئے شاریہ کسی قدر سکون اور آسودگی محسوس کرنے لگی تھی جبکہ اسمٰعیل اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ آرمینیا کے اندر اٹھنے والی چھوٹی موٹی بغاوتوں اور سرکشیوں سے نمٹنے لگا تھا دوسری جانب خزیمہ بن خازم آرمینیا کے نئے والی کے آ جانے کے بعد اسمٰعیل سے مل کر اور اس سے اجازت لے کر باکو شہر سے نصیبین کی طرف چلا گیا تھا۔

☼......☼

خلیفہ ہارون الرشید جہاں اپنے مختلف صوبوں میں بغاوتیں اٹھنے کی وجہ سے پریشان اور فکر مند تھا وہاں بغداد میں اسے ایک اور پریشانی اور فکر مندی لاحق ہو گئی تھی اور وہ دونوں ولی عہدوں کا آپس میں ٹکراؤ اور ان کے درمیان ناراضگی اور لاتعلقی کی بڑھتی ہوئی خلیج تھا۔

دراصل خلفاء عباسیوں کا بھی مسئلہ ولی عہدی میں خلفاء امیہ کے ہی مقلد تھے اور یزید بن معاویہ کی ولی عہدی کے بعد ہر ایک خلیفہ نے اپنی حیات میں ولی عہد کا انتخاب کیا کرتا تھا جس میں سیاسی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا اور بعض مختلف ولی عہدوں کو زہر کے پیالے بھی پینے پڑتے تھے۔

ہارون الرشید کے دونوں بڑے بیٹے محمد اور عبد اللہ دونوں ولی عہد مقرر کیے گئے تھے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ شہزادہ محمد کا اتالیق فضل برمکی کو مقرر کیا گیا تھا اور عبد اللہ کا اتالیق جعفر برمکی کو۔

جن دنوں فضل برمکی خراسان کا والی تھا ان دنوں شہزادہ محمد اس کے پاس ہی اس کی اتالیقی میں قیام کیے ہوئے تھا اس وقت کہتے ہیں کہ اس کی عمر صرف پانچ سال تھی ہارون الرشید سے مشورہ کیے بغیر فضل برمکی نے یہ قدم اٹھایا کہ اس نے ازخود مسئلہ ولی عہد پر توجہ کی سب سے پہلے اس کے پاس جو لشکر کے سپہ سالار تھے ان سے مشورہ کیا اس کے بعد جو عرب سالار اور دوسرے معززین تھے انہیں اپنے اعتماد میں لیا خراسان کے امراء اور دیگر عباسی معززین سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے اپنی اتالیقی میں رہنے والے شہزادہ محمد کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا اور ملک محروسہ میں قاصدوں اور منادوں کے ذریعے منادی بھی کی گئی جس قدر لشکری فضل کے ہمراہ تھے انہوں نے بھی اس ولی عہدی کی بیعت کی اور اس بیعت کے بعد فضل برمکی نے شہزادہ محمد کو امین الرشید کا خطاب دیا۔

کہتے ہیں جب یہ خبر بغداد پہنچی تو ہارون الرشید حیرت زدہ رہ گیا لیکن اس نے اعتراض نہیں کیا اس لیے کہ شہزادہ محمد یعنی امین اس کی ہر دل عزیز ملکہ زبیدہ کا بیٹا تھا زبیدہ اور ہاشمیوں کے دباؤ سے امین الرشید کی قبل از ولی عہدی کو اس نے بلاحیل و حجت تسلیم کر لیا۔

ولی عہد کے اعلان پر زبیدہ کی خاطر ہارون الرشید نے بغداد میں جشن منانے کا بھی حکم دیا لشکر کے ارکان وزراء اور ہاشمیوں نے بیعت کی اور زبیدہ نے زنانہ جلسے کیے۔ زبیدہ کے کہنے پر امین الرشید پر دینار اور موتی نچھاور کئے گئے شعراء نے قصیدے پڑھے زبیدہ کو مبارکباد دی۔

دوسرے شہزادہ عبد اللہ کا اتالیق جعفر برمکی تھا جہاں شہزادہ محمد یعنی امین الرشید ایک عرب دوشیزہ زبیدہ کے بطن سے تھا وہاں دوسرا شہزادہ عبد اللہ ایک ایرانی خاتون کے بطن سے تھا۔
جعفر برمکی چونکہ شہزادہ عبد اللہ کا اتالیق تھا اسے جب خبر ہوئی کہ فضل برمکی نے شہزادہ محمد کو ولی عہد مقرر کر کے اسے امین الرشید کا لقب دیا ہے تب اس نے اس سلسلے میں ہارون الرشید سے بات کی اور ہارون الرشید کو اس بات کی تحریر و ترغیب دی کہا ہم امین الرشید کو ولی عہد مانتے ہیں لیکن امین الرشید کی حیات میں ہی دوسرے بیٹے عبد اللہ کی بھی ولی عہدی کا اعلان کر دیا جائے دونوں بھائی مطمئن ہو کر زندگی بسر کریں۔ اور دونوں کو سلطنت کے صوبے مختص کر دیئے جائیں اور دونوں اپنے اپنے صوبوں میں حکومت کرتے رہیں۔

اس تجویز سے ہارون الرشید نے اتفاق کیا چنانچہ جعفر کے کہنے پر اس نے عبد اللہ کی ولی عہدی کا بھی اعلان کر دیا۔ جہاں محمد کو امین الرشید کا خطاب دیا گیا وہاں عبد اللہ کو مامون الرشید کا خطاب ملا۔

اس کے ساتھ ہی سلطنت میں اعلان جاری کیا گیا کہ امین الرشید کے بعد مامون الرشید خلیفہ ہوگا۔ جعفر برمکی کی اس عملی کاروائی سے رشید خوش بھی ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے بیٹوں سے عبد اللہ کو سب سے لائق و فائق سمجھتا تھا۔ اور فخریہ کہتا تھا عبد اللہ یعنی مامون الرشید میں عباسی خلیفہ منصور کی سیاست عباسی خلیفہ مہدی کی متانت اور عباسی خلیفہ ہادی کی شان و شوکت پائی جاتی ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر میں مامون کو اپنی ذات سے تشبیہ دوں تو دے سکتا ہوں۔

چنانچہ رسم ولی عہدی کے بعد ہارون الرشید نے مامون کو جعفر کی تجویز سے صوبہ خراسان کا حکمران بنایا اور امین کو عراق مصر اور شام کی حکومت سپرد کی۔ اس طرح پہلے ولی عہد امین الرشید کے حصے میں بغداد، واسط، بصرہ، کوفہ، شام، عراق، حجاز یمن، موصل، جزیرہ اور مصر آئے۔ جبکہ مامون الرشید کے حصے میں کرمان شاہ، نہاوند، قم، کاشان، اصفہان، فارس، رے، قومس، طبرستان، خراسان زابل و قابل ہندوستان کے مقبوضہ جات ماوراء النہر، ترکستان اور ہمدان وغیرہ کا علاقہ آیا۔

رقبے کے لحاظ سے مامون کا علاقہ زیادہ وسیع تھا۔ لیکن خراج یعنی مالیہ میں کوئی زیادہ

فرق نہ تھا کیونکہ مصر اور شام کے صوبے بہت زرخیز تھے اور ان کا مالیہ طلائی سکوں میں وصول ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اس تقسیم میں برامکہ کی یہ بھی مصلحت تھی کہ جو سلطنت کا حصہ دیا جائے وہ عربوں پر مشتمل ہو۔ اس لئے کہ امین الرشید خالص عربی خون تھا۔

اور مامون الرشید جو مراجل نام کی ایرانی عورت کے بطن سے تھا عجمی تھا اس کو خراسان اور فارس وغیرہ کا علاقہ دیا جو ایرانیوں کا گہوارہ تھا۔ اور اسی مادری رشتے سے خراسانی مامون الرشید کو اپنا بھانجہ سمجھتے تھے۔

چنانچہ یہ سیاسی تقسیم تھی جس سے عرب و عجم میں آخر وقت تک رقابت قائم رہی اور مامون الرشید نے ہمیشہ ایرانیوں کی مدد سے امین الرشید کے خلاف یلغار کی یہ وہ واقعات تھے جن کے نتائج سے ہارون الرشید بے خبر نہ تھا لیکن پھر بھی ملکی تقسیم کے بعد امین اور مامون کے صوبوں میں دور حکومت کو پانچ سال تک نظر غائر سے دیکھا اور اپنے وسیع تجربے سے وہ یہ جان گیا کہ فی الحقیقت خلافت کا اہل مامون الرشید ہی ہے اور امین ایک تساہل پسند اور عیش پسند ولی عہد ہے۔

ہارون الرشید نے جو ملکی تقسیم کی تھی اس سے فتنہ کا انسداد مقصود تھا اور اس کی دلی خواہش تھی دونوں بھائی شیر و شکر ہو کر رہیں لیکن حالات کچھ ایسے تھے کہ ہارون الرشید مطمئن نہ تھا وہ جانتا تھا کہ اس کے بعد جب امین خلیفہ ہوگا تو سلطنت کی تمام قومیں اور قبائل عرب اس کے ساتھ ہوں گے جو مامون کی بربادی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں گے۔

ساتھ ہی اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ مامون جو سراپا عقل و حکمت تھا اور عجم کی پوری طاقت کا مالک تھا وہ بھی تخت و تاج کے لیے میان سے تلوار نکالے گا لہٰذا ان خطرات کے بعد سد باب کے لیے اس نے ایک ترکیب نکالی تھی۔ اس ترکیب پر عمل کرنے کے لیے اس نے مکہ مکرمہ کا سفر کیا تھا۔

اس سفر میں اہل حرم اور قبائل عرب سے غیر معمولی فیاضیاں کی گئی تھیں چنانچہ دوران قیام مکہ میں ایک دن ہارون الرشید حرم میں داخل ہوا اور تخلیہ میں پہلے امین الرشید کو بلایا اور اس سے ولی عہدی کے مسئلہ پر گفتگو کی اور پھر مامون الرشید کو طلب کیا اور دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ اور پھر اس کے بعد دونوں بھائیوں سے الگ الگ معاہدے لکھوائے جس میں سے ہر ایک نے ان حقوق اور ملکی تقسیم کو منظور کیا جو اس سے قبل ہو چکے تھے یہ دستاویزات مسلسل عبارت میں تھیں تاہم اس کا لفظی ترجمہ بھی پیش کیا گیا جس سے یہ بھی اندازہ ہوتا تھا کہ عربوں میں دوسری صدی میں تحریری دستاویزات کا کیا اسلوب تھا۔

ولی عہدی کے سلسلے میں امین الرشید سے لکھوائی گئی دستاویزات جن میں اسے مامون الرشید کا خیال رکھنے کو کہا گیا۔ اس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

باحالت ثبات عقل وصحت، جسم و درستی ہوش و حواس اور بلا جبر واکراہ یہ تحریر محمد بن امیر المومنین ہارون الرشید نے بحق مامون الرشید لکھی ہے۔

امیر المومنین نے مجھے ولی عہد سلطنت کیا ہے اور تمام مسلمانوں پر میری بیعت لازم کی ہے۔ اور میرے بعد میرا بھائی عبد اللہ یعنی مامون الرشید ولی عہد ہوگا۔

امیر المومنین نے میری رضامندی سے اپنی حیات میں اور اپنے بعد عبد اللہ کو صوبہ خراسان لشکر، خراج، محکمہ بریہ، بیعت المال، بیعت الصدقہ کی وزارت تفویض کی ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ خلیفہ ہارون الرشید نے بیعت، خلافت، ولی عہدی اور مسلمانوں کے عام معاملات کی کمانداری میرے بھائی کو دی ہے میں ان جملہ امور کو تسلیم کروں گا۔ اور حکومت خراسان کے علاوہ جو جاگیریں اور اراضیات، زمین خاصہ یا جس قدر جواہرات اور اسباب و کپڑے اور غلام و مویشی عنایت کئے ہیں وہ سب مامون الرشید کی ملکیت سمجھ کر کچھ عذر نہیں کروں گا۔

جملہ عطیات کی فہرست مرتب ہوگئی ہے اور میں نے اسے سمجھ لیا ہے۔ اور اگر کسی چیز کی نسبت ہمارے درمیان اختلاف رائے ہو تو عبد اللہ کا قول قابل تسلیم ہوگا۔

میں عبد اللہ کو خراسان یا کسی دوسرے صوبے جس کی حکومت امیر المومنین نے اس کو دی ہے نہ معزول کروں گا نہ خلع بیعت کروں گا نہ کسی اور کو ان کا قائم مقام کروں گا نہ کسی اور شخص کو ولی عہدی اور خلافت میں مامون الرشید پر مقدم کروں گا۔ اور ان کی جان یا خون بلکہ ایک بال کو بھی ضرر نہ پہنچاؤں گا نہ کسی صوبے کا حساب سمجھوں گا نہ کسی ملکی انتظام میں دست اندازی کروں گا نہ اس علاقے میں اپنے لئے جاگیر طلب کروں گا نہ عبد اللہ کے خلاف کوئی بات سنوں گا۔ ضرورت کے وقت دشمنوں سے عبد اللہ کی جان و مال کی حفاظت کروں گا۔

ہارون الرشید کی وفات کے بعد اگر عبد اللہ صوبہ خراسان سے باہر ہوگا تو میرا فرض ہوگا کہ میں مامون الرشید یعنی عبد اللہ کو خراسان روانہ کروں اور وہاں حکومت اسے سپرد کروں۔

عبد اللہ کے ہمراہ وہ عمال اور ندیم ہوں گے جن کو ہارون الرشید نے پہلے سے نام زد کر دیا ہے اور میری جانب سے عبد اللہ یعنی مامون الرشید پر کوئی پرچہ نویس مقرر نہ ہوگا۔

جو شرائط اس دستاویز میں درج ہیں ان کا ایفا شرعاً مجھ پر فرض ہے۔ بصورت خلاف درازی اس کا کفارہ مجھ پر لازم ہوگا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر ایک عورت جو میرے نکاح

میں ہے یا آئندہ تیس سال میں ہو ان سب پر طلاق ہوگی تین طلاقوں سے اور میں کعبۃ اللہ کے حج پر ننگے پاؤں جاؤں گا اور جس قدر غلام اور لونڈی آج میرے ہیں یا آئندہ تیس سال میں ہوں گے وہ آزاد خیال کئے جائیں گے۔

اگر میں اس معاہدے کی خلاف ورزی کروں تو تمام لشکر کے سالار اور لشکری اور تمامہ مسلمان میرے عہد بیعت و خلافت سے بری ہوں گے اور خلع بیعت سے ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ حتی کہ میں ایک بازاری آدمی کے برابر ہوں گا مجھ کو ان لوگوں پر کوئی حق نہ ہوگا نہ ولایت کا، نہ اطاعت کا، نہ بیعت کا اور ان لوگوں کو بے مواخذہ شرعی ان تمام قسموں سے اور معاہدات کو توڑنا جائز ہوگا جو انہوں نے میرے حق میں کئے ہوں گے۔

جس موقع پر امین نے یہ عہد کیا تھا اس موقع پر جعفر برمکی نے انتہائی قبیح اور بری حرکت کی اپنی جگہ سے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے امین الرشید کی چادر کا کونہ کھینچتے ہوئے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"کہئے خدا مجھے ذلیل و رسوا کرے اگر میں مامون الرشید کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کروں۔" امین نے بلاتوقف یہ الفاظ ادا کر دیئے۔

جعفر برمکی نے تین مرتبہ ان الفاظ کا اعادہ کروایا اور تینوں مرتبہ امین نے بغیر کسی تامل کے وہ الفاظ دہرا دیئے۔

جعفر برمکی کی یہ حرکت یقیناً اس کی قلت تدبیر اور مصلحت پر مبنی تھی اور اس کے ایسا کرنے سے اہم ترین سبب یہ ہے کہ جعفر نے ہمیشہ مامون الرشید کا ساتھ دیا اور اس کا ایسا کرنے سے دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا ہوگئی تھی۔

اور پھر اس موقع پر جعفر نے ہارون الرشید کے احساس وشعور کی ذرہ بھی پروا نہ کرتے ہوئے امین الرشید سے یہ نازیبا کلمات اگلوائے۔

حالانکہ یہ بڑی کٹھن اور نازک گھڑی تھی اس موقع پر بنو عباس کے تمام سربرآوردہ اور اکابر موجود تھے ان سب کے سامنے ان کے نجیب اور اعلیٰ نسل کے عرب امین الرشید سے تین مرتبہ اس طرح کے الفاظ کہلوانا ہرگز دانش مندی نہیں تھی۔

ان الفاظ سے صاف طور پر مترشح ہو گیا تھا کہ جعفر برمکی ولی عہد اول اور مستقبل کے خلیفہ امین الرشید کے قول پر اعتماد نہیں کرتا تھا تو پھر تین مرتبہ وہ کلمات کہلانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی حالانکہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ جو معاہدہ ہارون الرشید نے دونوں بھائیوں سے لکھوایا ہے وہ الفاظ اور معانی کے اعتبار سے پہلے ہی بہت سخت ہے اور

اس میں یہ ایفائے عہد کی تائید و تاکید پہلے سے موجود تھی۔

جعفر برمکی کی اس حرکت نے ہارون الرشید کو اس کے خلاف مشتعل کر دیا تھا اس لیے کہ ایسا کر کے اس نے امین الرشید اور مامون الرشید دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت کی خلیج اور گہرا کرنے کی کوشش کی تھی جعفر برمکی کی اس حرکت پر بعد میں ہارون الرشید نے اپنی دلی نفرت کا اظہار بھی کیا وہ اس طرح کہ جعفر کا معمول تھا کہ جب بھی ہارون الرشید فریضہ حج ادا کر کے واپس آتا تو عفان کے علاقہ میں جو اس نے شاندار محل تعمیر کروایا ہوا تھا وہاں اس کی پر تکلف اور شاندار تواضع کرتا تھا۔ عفان بغداد کے جنوب مغرب میں واقعہ تھا بالکل بر لب دریائے فرات تھا۔

لیکن اس مرتبہ جعفر برمکی نے جب ہارون الرشید دونوں بھائیوں کو ولی عہد بنانے پر اس لیے آمادہ ہو گیا تھا کہ اسے امید تھی کہ دونوں نو عمر سن شعور کو پہنچیں گے تو خود معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں میں سے ولی عہد کا درحقیقت سزاوار کون ہے یا جو بہتر ہو گا اسے اختیار کر لیا جائے گا۔ رشید نے ان دونوں یعنی امین اور مامون کے لئے بہترین استادوں اور اتالیقوں کا انتظام کیا تھا۔

ان دونوں کی تادیب اور تعلیم و تربیت کا اس نے بڑا خیال کیا تھا اس نے ان کے معلمین میں سے ہر ایک کو ایک ایک کر کے اپنے حضور میں طلب کیا اور انہیں تاکید کی کہ اس وضع کو ہرگز فراموش نہ کریں جو ان کی عقلیت کے سلسلے میں اس کے پیش نظر تھے۔

ایک موقع پر ہارون الرشید نے مامون اور امین دونوں کے استادوں سے کہا تھا۔

''یاد رکھو امیر المومنین نے تمہیں اپنے اپنے دل کا قرار اور نفس کا سکون سونپا ہے ان دونوں بچوں کو قرآن پڑھاؤ دین کی تعلیم دو اور اشعار کی روایت کرو یہ بتاؤ کہ بات کب کرنی چاہئے اور آغاز سخن کس موقع پر کرنا چاہئے ہنسنے سے روکو ہاں مگر خاص موقعہ پر یہ تعلیم دو کہ مشائخ بنی ہاشم کی تعظیم و تکریم بھی فراموش نہ ہو جہاں وہ ان کے پاس آئیں اور قائدین لشکر میں جب حاضر ہوں تو ان کے ساتھ شایان شان برتاؤ کریں میرے بیٹوں کے ساتھ تمہاری کوئی گھڑی ایسی نہ گزرے کہ تم انہیں کچھ سکھا نہ دو لیکن زیادہ سختی کے ساتھ نہیں اس سے ذہن مر جاتا ہے جہاں تک ہو سکے شفقت اور نرمی کا برتاؤ کرو لیکن اگر اس کا اثر الٹا ہو تو پھر شدت اور سختی سے کام بھی لو۔'' ہارون الرشید اپنے دونوں بچوں کو ہر اس جگہ دیکھتا جہاں سمع اور نظر کو فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ ان دونوں کو مساجد میں بھیجتا جہاں وقت کے ساتھ اساتذہ حلقہ بنائے بیٹھے رہتے تھے اور مختلف موضوعات اور عنوانات پر وعظ ہوتے تھے

اسباق پڑھائے جاتے تھے اور حاضرین کو وعظ و ارشاد سے مستفید کیا جاتا تھا وہ ان دونوں کے پاس اہل کلام اور نظر کو بھیجتا تھا تاکہ دونوں باتوں میں طاق ہو جائیں وہ انہیں جنگلوں اور ورزش گاہوں میں بھی بھیجتا تھا کہ اپنی آنکھوں سے شجاعت اور قوت و طاقت کے پیکروں کو بھی دیکھیں ایسے موقع پر بھی ان دونوں کی حاضری لازمی تھی جب عساکر اپنے اسلحہ اور گھوڑوں کے ساتھ امیر المومنین کے سامنے سے گزرتے تھے۔

اور ٹھیک اس وقت جب یہ دور اندیش باپ اپنے دونوں بیٹوں کو بہترین آدمی بنانے کی جدوجہد میں مصروف تھا اور ان کے لیے عمدہ طریقے وضع کرتا تھا کہ مستقبل میں یہ اپنی حکومتی ذمہ داری اس احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔

ملکہ زبیدہ کی ممتا اور اس کا لاڈ پیار اس کے بیٹے امین کو بگاڑ رہے تھے اس نے اپنے بیٹے کے لئے جملہ وسائل مہیا کر دیئے تھے وہ استادوں اور اتالیق کو تاکید کرتی تھی کہ ہر وقت اسے درس و نصائح میں نہ الجھائے رکھیں اور تہذیب و تادیب اور تربیت کی افراط سے اسے دل تنگ نہ کیا کریں وہ ڈرتی تھی کہ اس طرح بچہ کہیں پریشان نہ ہو جائے وہ معلموں سے کہلایا کرتی تھی کہ اسے ڈانٹا نہ کریں میری تم سے التجا ہے کہ امین کے ساتھ بے انتہا کی شفقت اور نرمی کا برتاؤ کیا کرو وہ میرے دل کا قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور میں اسے بہت چاہتی ہوں۔

بہر حال رفتہ رفتہ بچے جب بڑھتے گئے تو ہارون الرشید محسوس کرنے لگا کہ دونوں بھائیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسے جیسے ان دونوں کی عمریں بڑھتی گئیں اور یہ معاشرے میں نمودار ہونے لگے یہ احساس شدید ہوتا گیا ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی جلد بازی میں ندامت بھی محسوس کرنے لگا کہ کیوں اس نے بیک وقت دونوں کو ولی عہد مقرر کر دیا کیونکہ اسے اب یقین ہوتا جا رہا تھا کہ مامون الرشید اپنے بھائی امین الرشید سے زیادہ خلافت کا مستحق ہے اسے ماں کے لاڈ پیار نے بگاڑ دیا ہے اور وہ یہ بھی سوچنے لگا تھا کہ اس نے اسے ولی عہد بنا کر خلافت کے مستقبل کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔

ایک طرف ہارون الرشید کا یہ حال تھا تو دوسری طرف اس کا وزیر جعفر برمکی کوئی ایسا لمحہ ضائع نہ کرتا تھا کہ ہارون الرشید کے دل میں مامون الرشید کی محبت اور امین کے خلاف نفرت پیدا کرتا اس نے اندر ہی اندر ہارون الرشید کے دل میں امین کی نفرت اور مامون کی محبت کو بڑی تیزی سے اجاگر کرتے ہوئے ہارون الرشید کو اس بات پر بھی آمادہ کرنا شروع کر دیا تھا کہ وہ امین الرشید کی ولی عہدی کو فسخ کر دے۔

روایت ہے کہ بعض خاص لوگوں سے جن پر رشید نے اپنے اور جعفر برمکی کے تاثرات کا اظہار کر دیا تھا یہ خبر اڑ کر ملکہ زبیدہ تک پہنچ گئی اور اس نے ہارون الرشید کی خوب مزاحمت کی اس سے روٹھ گئی آخر وہ بے بس ہو گیا اور ملکہ زبیدہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تمہیں اپنا بیٹا بہت لاڈلا ہے اور ہر ماں کا سلوک اپنے بچے کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے لیکن خدا سے ڈرو خدا کی قسم تمہارا بیٹا مجھے بہت زیادہ محبوب ہے لیکن خلافت صرف اسی کو سزاوار ہے جو اس کا اہل اور مستحق ہو ہم خلق خدا کے بارے میں خدا کے سامنے جواب دہ ہیں ہمیں خدا کے سامنے ان کا بوجھ لے کر جانا چاہئے اور نہ اس طرح اس کے حضور میں حاضر ہونا چاہئے کہ ان کا بوجھ ہم پر لدا ہوا ہو۔" ہارون الرشید کی ان باتوں سے ملکہ زبیدہ اور زیادہ چڑھ گئی وہ اس کے پاس سے برہمی کی حالت میں اٹھ گئی اور کافی دنوں تک اس کے سامنے نہ آئی اور بہانہ یہ کرتی رہی کہ اس کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔

دوسری جانب جعفر برمکی جو ہر صورت میں امین الرشید کو ہارون الرشید کی نگاہوں میں گرانا چاہتا تھا اس نے دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کے کام کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا اور پھر جعفر برمکی زبیدہ کے مقابلے میں ہار ماننے والا نہیں تھا اس نے ایرانی عورت مراجل کے بیٹے مامون کو ہر صورت میں آگے بڑھانے کا عزم کیا ہوا تھا یہ مراجل فارس کی رہنے والی تھی اس لیے جعفر کو اس سے بہت ہمدردی تھی جعفر برمکی موقعہ بہ موقعہ مامون الرشید کو اس کے بھائی امین کے خلاف اکساتا رہتا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا رہتا تھا کہ امین کے مقابلے میں وہی خلافت کا زیادہ حقدار ہے جعفر برمکی اپنے تمام لوگوں کے ساتھ جو بجا طور پر آل برمک کے حواری کہے جا سکتے تھے خفیہ طور پر اس تحریک کو چلا رہا تھا کہ مصلحت عامہ کے نام سے ولی عہدی سے امین کو معزول کروا دیا جائے اور مامون کو یہ منصب دلایا جائے یوں جعفر برمکی نے جو دونوں بھائیوں کے درمیان نفرت کا بیج بویا تھا وہ جعفر برمکی کے قتل ہونے کے بعد بھی اپنا رنگ دکھاتا رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس بیج نے ایک پوری فصل کی صورت اختیار کر لی اور یہ فصل یقیناً امین الرشید اور مامون الرشید کے درمیان نفرت اور عداوت کی فصل تھی۔

بہر حال جعفر برمکی نے ان دونوں بھائیوں کے درمیان جو نفرت کا بیج بویا تھا وہ اب ہارون الرشید کے لئے پریشانیوں کا باعث بنا ہوا تھا مملکت میں جہاں مختلف صوبوں کے اندر بغاوتیں اور شورشیں اٹھ رہی تھیں وہاں بغداد کے اندر مامون اور امین کی آپس میں نفرت بھی ہارون الرشید کے لئے اذیت کا باعث بنی ہوئی تھی۔

بہر حال یہ واقعہ کچھ بھی ہو ہارون الرشید پر واجب تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرتا اور دوسرے کو ولی عہد سے بالکل محروم کر دیتا کہ اس کے دل میں کسی قسم کی امید پیدا نہ ہوتی۔

وحدت اور اتحاد و تعاون کا تقاضہ یہی تھا کہ یہ دونوں میں سے جسے ولی عہد بناتا اس کی تربیت اور اصلاح پر پورا زور صرف کر دیتا لیکن جو چیز سب سے زیادہ حیران کر دینے والی ہے وہ یہ ہے کہ ہارون الرشید نے یہ رائے کہ دونوں ولی عہد ہوں کیسے قبول کر لی۔

شاید وہ بھول گیا تھا کہ اس کے باپ مہدی اور عیسیٰ بن موسیٰ کے مابین ماضی قریب میں کیا کچھ نہ ہوا تھا اور خود اپنے برادر بزرگ موسیٰ ہادی اور اپنے ولی عہدی کے سلسلے میں جو کچھ گزرا تھا وہ تو گویا ابھی ہی کا واقعہ تھا شاید وہ محسوس نہیں کر سکا کہ اپنے اس فعل سے تقدیر کے صفحے میں وہ ایک ایسا ورق رکھ رہا تھا جو خون سے رنگین تھا جس نے آخر کار اس کی موت کے بعد ملک میں زبردست افراتفری پیدا کی۔

ہارون الرشید کے اس فیصلے کے متعلق عجیب و غریب پہلو یہ بھی ہے کہ ہارون الرشید کے اس فیصلے سے دونوں ولی عہدوں میں سے کوئی بھی خوش نہیں تھا بلکہ ہر ایک بھڑک اٹھا تھا دونوں بھائیوں میں نفرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور دونوں بھائیوں کی اس نفرت نے نا صرف خلافت بلکہ عام لوگوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ عجمی چونکہ مامون الرشید کا ساتھ دے رہے تھے اور عرب عناصر امین کے ساتھ تھے لہٰذا عربوں اور عجمیوں میں ایک طرح کی تقسیم اور نفرت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

بہر حال ان حالات میں بغداد کے اندر ہارون الرشید حد درجہ پریشان اور فکر مند رہتا تھا وہ سوچتا تھا کہ اس کے بعد ملک اور حکومت کا کیا بنے گا اور یہ تشویش اس وقت اور بڑھ جاتی تھی جب اسے معلوم ہوا کہ امین اور مامون کے درمیان باقاعدہ ٹھن گئی ہے دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بد کلامی پر اترنے لگے ہیں جو اس بات کا ثبوت تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے متنفر اور ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہیں یہ بات اسے سخت ناگوار ہوئی اور اسے یقین ہو گیا کہ دونوں میں لڑائی کسی نہ کسی روز ضرور ہو کے رہے گی اس بناء پر ہارون الرشید ایک تو مختلف صوبوں میں اٹھنے والی بغاوتوں سے متعلق فکر مند تھا دوسری جانب بغداد میں لحہ بہ لحہ گہری ہوتی ہوئی امین اور مامون کی نفرت نے بھی اسے دل گیر افسردہ اور بد حال بنا کے رکھ دیا تھا۔

☼......☼

باکو شہر میں قیام کے دوران آرمینیا کے اندر اٹھنے والی چھوٹی بڑی بغاوتوں اور شورشوں کو بڑی تیزی کے ساتھ اسمٰعیل بن قاسم نے فرو کر دیا تھا شاریہ کا قیام ثمامہ بن سلیمان ہی کے ہاں رہا اس کی ٹانگ کا زخم اب بالکل اور مکمل طور پر ٹھیک ہو چکا تھا اور وہ بیساکھی کے سہارے چلنے پھرنے کے قابل بھی ہو چکی تھی۔

اس دوران بغاوتوں کو فرو کرنے کے سلسلے میں اسمٰعیل بن قاسم کئی ہفتوں تک اس سے دور رہا تاہم ابراہیم بن قاسم زیادہ تر باکو ہی میں مقیم رہتے ہوئے حالات کا جائزہ بھی لیتا رہا گاہے گاہے وہ اپنے بھائی اسمٰعیل بن قاسم کے ساتھ مختلف مہموں میں شریک بھی ہو جاتا تھا۔

ایک روز اسمٰعیل ثمامہ بن سلیمان کی حویلی میں داخل ہوا اس وقت شاریہ کے پاس ابراہیم بن قاسم کے علاوہ ثمامہ بن سلیمان برصومہ اور وہ عورتیں تھیں جنہیں ابراہیم نے وہاں شاریہ کی نگرانی اور تحفظ اور خدمت کے لئے مقرر کیا تھا۔

اپنے گھوڑے کی باگ تھامے جس وقت اسمٰعیل حویلی میں داخل ہوا تو اسے سب سے پہلے ابراہیم نے دیکھا وہ بھائی کی آمد کا شور کرتا ہوا باہر نکلا صحن میں آ کر اسمٰعیل سے پر جوش انداز میں گلے ملا پھر اس کے گھوڑے کی باگ اس سے لیتے ہوئے گھوڑے کو اس نے اصطبل میں باندھ دیا پھر جلدی جلدی بھائی کو لے کر اس کمرے میں داخل ہوا جہاں شاریہ کے پاس ثمامہ بن سلیمان برصومہ بیٹھے ہوئے تھے۔

اسمٰعیل کو دیکھتے ہوئے شاریہ کی خوشیوں اس کے اطمینان اور آسودگی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ لگاتار ٹکٹکی باندھے وہ اسمٰعیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اسمٰعیل بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اس کی آمد سے پہلے شاریہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی اٹھ بیٹھی آگے بڑھ کر اسمٰعیل نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا پھر بڑی محبت اور چاہت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''لیٹی رہو تمہیں اٹھنے کی ضرورت نہیں آرام کرو۔'' جواب میں شاریہ مسکرائی پھر کہنے

لگی۔

''میں سمجھتی ہوں اب مجھے لیٹنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کی تسلی اور اطمینان کے لئے میں کہوں کہ اب میں چل پھر سکتی ہوں وہ سامنے میری بیساکھی پڑی ہوئی ہے یہ ابن سلیمان لے کے آئے تھے میں اب بالکل ٹھیک ہوں زخم مکمل طور پر ٹھیک ہو چکا ہے طبیب نے بھی آنا چھوڑ دیا ہے اور میں صبح شام اس بیساکھی کے ذریعے گھر کے صحن میں خوب چہل قدمی کر لیتی ہوں۔'' جواب میں اسمٰعیل بن قاسم مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''میرے لئے یہ انکشاف انتہائی خوشی اور اطمینان کا باعث ہے کہ تم مکمل طور پر صحت یاب ہو چکی ہو تمہارا زخم بھی ٹھیک ہو چکا ہے اور اب تمہیں کسی طبیب کی ضرورت نہیں ہے جہاں تک میرا تعلق ہے تو آرمینیا کے اندر اٹھنے والی ساری مہموں سے میں فارغ ہو چکا ہوں آرمینیا میں ایک طرح سے امن قائم ہو چکا ہے میں باکو شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے تمہارے پاس آیا ہوں یہاں سے اٹھ کر میں لشکر گاہ کی طرف جاؤں گا اپنے سالاروں سے مشورہ کروں گا میں چاہتا ہوں کل ہم اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے الجزیرہ اور قنسرین کی طرف کوچ کر جائیں اس لیے کہ وہاں نسی فورس کے لشکریوں کے حملے تیز ہو چکے ہیں اور میری مدد کے لئے جو لشکر بغداد سے آتا ہے وہ بھی وہاں پہنچ کر کسی محفوظ مقام پر میرا انتظار کر رہا ہو گا میں نے اپنے کچھ طلایہ گر اور مخبر روانہ کر دیئے ہیں جو میرے اور بغداد سے آنے والے لشکر کے درمیان رابطہ اور تعلق قائم کریں گے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد اسمٰعیل جب خاموش ہوا تب شاریہ نے ہلکی اور دھیمی سی مسکراہٹ میں اسے مخاطب کیا۔

''میں علیحدگی میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔'' اس پر ابراہیم، ثمامہ، برصومہ اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر ثمامہ کہنے لگا۔

''میری بیٹی تم اپنے شوہر سے علیحدگی میں بات کرنے کا حق رکھتی ہو ہم تینوں جاتے ہیں جس موضوع پر تم نے گفتگو کرنی ہے کر لو اس کے بعد ہمیں آواز دینا ہم آ جائیں گے۔'' شاریہ نے آگے بڑھ کر ثمامہ کا ہاتھ پکڑا کہنے لگی۔

''آپ تینوں اپنی جگہ پر بیٹھیں میں نے اپنی گفتگو مکمل نہیں کی۔'' شاریہ کے کہنے پر تینوں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے پھر شاریہ نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

''امیر علیحدگی میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے میں چاہتی ہوں کہ آپ ابراہیم سے ان لوگوں سے متعلق گفتگو کریں جو مجھ پر حملہ آور ہوئے مجھے نقصان پہنچایا اس لئے کہ آپ دونوں بھائیوں کی غیر موجودگی میں دونوں

عورتیں جو اس حویلی میں میرے تحفظ اور میری نگرانی پر مقرر تھیں انہوں نے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر ابراہیم سے کیا ہے جو مجھ سے ملنے کے لیئے آئے دروازے پر دستک دی لیکن انہیں اندر نہیں آنے دیا گیا۔

جو لوگ منع کرنے کے باوجود مجھ سے ملنے کے لئے آتے رہے وہ کون تھے وہ مجھ پر مقرر کی گئی دونوں محافظ عورتیں انہیں جانتی ہیں اور ان کے نام انہوں نے ابراہیم کو بتا دیئے ہیں اب آپ ابراہیم سے پوچھیں کہ وہ کون لوگ تھے تا کہ میں بھی جان سکوں مجھ پر حملہ آور ہونے والے کون تھے کس بنا پر مجھ پر حملہ آور ہوئے اس لیے کہ میری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی اور عداوت تو تھی ہی نہیں۔'' جواب میں اسمٰعیل بڑے غور سے ابراہیم کی طرف دیکھنے لگا تھا اس کے کہنے سے پہلے ہی ابراہیم بول پڑا۔

''بھائی جو کچھ میری بہن نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے کون لوگ منع کرنے کے باوجود میری بہن سے ملنے کے لئے آئے تھے فی الحال میں ان کے نام نہیں بتاؤں گا۔ سب کچھ راز میں رکھوں گا میں ان لوگوں کو پکڑنا چاہتا ہوں جنہوں نے میری بہن کو مجراح اور معذور کیا پہلے میں مکمل طور پر شبہات کی حالت میں تھا تاہم کچھ لوگوں پر مجھے شک ضرور تھا اب وہ شبہات کافی حد تک صاف ہوتے جا رہے ہیں میرے خیال میں بہت جلد میں ان لوگوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا جو اس حادثے میں ملوث ہیں ان کا تعلق خواہ ہمارے لشکر سے ہو ان کا تعلق ہمارے دشمنوں یا عزیز و اقارب سے ہوا انہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔'' یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم رکا پھر بڑی عاجزی میں وہ اپنے بڑے بھائی اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''بھائی آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ کا کہا ٹالا نہیں آپ کے ہر فیصلے آپ کی ہر بات کو حکم کا درجہ دیا پر بھائی اس موقع پر میری آپ سے گزارش ہے کہ فی الحال مجھ سے ان لوگوں کے نام جاننے کی کوشش نہ کیجئے گا اس میں ہم سب کی بہتری ہے ساتھ ہی میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ فی الحال اس معاملے کو مکمل طور پر ایک بھید اور راز میں رہنے دیں عنقریب میں آپ پر ایک بہت بڑا انکشاف کروں گا پھر میں ان لوگوں کو آپ کے سامنے عیاں کر دوں گا جو میری بہن کے ساتھ ہونے والے اس حادثے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ دونوں طرح سے ملوث رہے ہیں۔'' ابراہیم خاموش ہو گیا اور بڑی مسکینیت سے ابراہیم کی طرف دیکھنے لگا تھا اس موقع پر اسمٰعیل کے چہرے پر بھی ہلکا سا تبسم نمودار رہوا پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی جو کچھ تم کر رہے ہو میں اس سے پورا تعاون اور اتفاق کروں گا پر میرے بھائی ایک بات یاد رکھنا اس معاملے میں کسی بھی صورت اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی کوشش مت کرنا اگر ایسا کوئی لمحہ آئے تو مجھے بروقت اس کی اطلاع کرنا میں خود ہی ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔'' اسمٰعیل کے ان الفاظ پر ابراہیم بھی خوش ہو گیا تھا کہنے لگا۔

''بھائی آپ بالکل فکر مند نہ ہوں جب میں ان لوگوں کے قریب پہنچ جاؤں گا تو خداوند نے چاہا تو آپ کو بروقت اطلاع کروں گا بلکہ جب ان سے انتقام لوں گا تو۔ آپ کی اجازت اور آپ کی موجودگی میں ایسا ہوگا میں ان لوگوں کو دوسروں کے لئے عبرت خیزی کا سامان بنا کے رکھنا چاہتا ہوں۔'' ابراہیم رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے تھا۔

''بھائی اب اس حویلی میں ان دو عورتوں کی ضرورت نہیں وہی جو میں نے اپنی بہن کی حفاظت اور خدمت پر مقرر کی ہوئی تھیں اس لیے کہ میری بہن چلنے پھرنے کے قابل ہو چکی ہے میں نے ان دونوں عورتوں کو آپ کی آمد تک روکا ہوا تھا اب جب کہ آپ تشریف لے آئے ہیں تو آج سے میں ان دونوں کو واپس لشکر گاہ میں بھیج دوں گا۔'' اس کے ساتھ ہی ابراہیم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر دوبارہ اسمٰعیل کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''بھائی آپ ابھی ابھی اپنی مہم سے لوٹے ہیں کئی ہفتوں بعد بہن سے مل رہے ہیں پھر اس پر مستزاد یہ کہ وہ خود بھی علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے اللہ کرے جو کچھ وہ کہنا چاہتی ہو بہتری اور بھلائی پر مبنی ہو بہر حال میں ثمامہ اور خالہ برصومہ جاتے ہیں اور بہن شاریہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے اسے کہنے کا موقع دیتے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی ابراہیم نے ثمامہ اور برصومہ کو اشارہ کیا جس پر وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر تینوں اس کمرے سے نکل گئے تھے۔

ان تینوں کے چلے جانے کے بعد کمرے میں کچھ دیر تک گہری خاموشی طاری رہی پھر شاریہ اور اسمٰعیل دونوں بڑے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر کمرے میں اسمٰعیل کی دھیمی راز دارانہ اور محبت بھری آواز ابھری تھی۔

''شاریہ اب کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو تم نے کہا تھا کہ تم علیحدگی میں کسی اہم موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہو اب جبکہ عم، خالہ اور ابراہیم جا چکے ہیں کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔''

اسمٰعیل کے ان الفاظ کے جواب میں تھوڑی دیر تک شاریہ نے بڑے غور سے اسمٰعیل کی طرف دیکھا گلا صاف کیا پھر وہ انتہائی دکھ بے پناہ غمزدہ اور ملول سے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''امیر اس افسردہ کار وجود میں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے لبوں پر بچی محبت کی عبارت طفل خوش نگاہ کی سی خوشی وصفی وخوش خصالی اور ماں کے بوسے کے منتظر کسی معصوم بچے کے راز آشنا لبوں جیسے ہوتے ہیں۔

امیر جہاں ایک شوہر اپنی بیوی کے لئے جبر کے سوکھے موسموں اور سیاہ لمحوں کے سفر میں حسین خوابوں کی حقیقت جیسا پاسبان دلوں کی کبیدہ مزاجی اور گھیرے بے روک استبداد کی ازلی ابدی داستانوں میں تسخیر کے خوابوں جیسا محافظ ہوتا ہے وہاں بیوی تشنہ کامی کی سوچوں میں آبگینوں کی فرحت بن کر شوہر کے ساتھ اپنی رفاقت کو حقیقت اس حقیقت کو چاہت اور چاہت کو عقیدت میں تبدیل کر سکتی ہے ایک اچھی بیوی زندگی کے سفر میں اپنے شوہر کے لئے محبتوں کی سفیر بہاروں کا مخصوص لمحہ اخلاص کا تراشہ اور چاہتوں کا سرور بن جاتی ہے۔

امیر! اس تارگی روز شب میں اب میں اس قابل نہیں رہی کہ آپ کے ساتھ چشموں اور ندیوں کی طرح رقص کر سکوں ٹانگ کٹ جانے کے باعث میں معذور ہو چکی ہوں آپ کی وہ خدمت نہیں کر سکتی جو ایک بیوی کو اپنے شوہر کے لئے کرنی چاہئے اب میری حالت تصویر کے بکھرے رنگوں، زندگی کی ساری جہتوں کو دکھ کا اثاثہ بناتے زخموں کے اثرات اور وحشت تنہائی میں ذات کی محرومیوں جیسی ہو کے رہ گئی ہے وقت کے موڑ پر حالات نے رستے زخموں کو میرا نصیب دوریوں کی منزل میں بھٹکتے پیاسے سرابوں کو میرا مقدر بنا دیا ہے۔

امیر! ٹانگ کٹ جانے سے میں اس کسب و ہنر اس ریاضت سے محروم ہو چکی ہوں جسے حقیقت کا روپ دیتے ہوئے ایک اچھی بیوی، دل آویز شب نغمہ گر روح، ستارہ فروزاں، محبت بھرا چشمہ، شکرانی تبسم، کلیوں کا رنگ، شگوفوں کی لالہ سامانی اور حسن فطرت کی موج بن کر اپنے شوہر کی زندگی کو بہاروں کی رگ و جان، کرن کرن خوشبو اور مہک مہک تخیل جیسا بنا سکتی ہے۔

امیر! اس حالت میں جب کہ میں معذور ہو چکی ہوں جس طرح پہلے آپ کی خدمت کرتی رہی ہوں اس خدمت کو جاری نہیں رکھ سکتی مجھے اب خود اپنی ذات پر قائم رہنے کے لئے بیساکھی کا سہارا لینا پڑے گا ان حالات میں میں آپ کو کسی تشنگی کسی قسم کی کمی کا احساس نہیں دلانا چاہتی اسی بناء پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ اگر دوسری شادی کرنا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے۔'' یہاں تک کہنے کے بعد بڑے دکھ بھرے انداز میں شاریہ کی گردن جھک گئی تھی خاموش ہو گئی تھی اس کی آواز سے لگتا تھا جو الفاظ اس نے ادا کئے ہیں وہ انتہائی مجبوری اور غم ناکی میں ادا کئے ہیں۔

جب تک شاریہ بولتی رہی اسمٰعیل چپ چاپ سنتا رہا بالکل سنجیدہ تھا جب شاریہ سب کچھ کہہ کر خاموش ہو گئی اور گردن جھکا لی تب بھی اسمٰعیل کچھ نہ بولا بڑے غور سے اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا جب کچھ وقت اسی طرح گزر گیا تب شاریہ چونکی گردن سیدھی کر کے اس نے جب اسمٰعیل کی طرف دیکھا تو دنگ رہ گئی اسمٰعیل آنکھیں جھپکے بغیر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں ناپسندیدگی کے آثار چہرے پر دور دور تک شکوؤں گلوں شکایتوں کے تاثرات تھے۔

اس موقع پر شاریہ نے زبردستی اپنے لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھیرا پھر اسمٰعیل کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے ہلایا اور کسی قدر شیریں آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

''امیر! آپ کہاں کھو گئے ہیں جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا کم از کم جواب تو دیں۔''

اسمٰعیل نے لبوں پر زبان پھیری تیز نگاہوں سے اس نے شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''شاریہ میں تمہارے ان سارے الفاظ کا کیا جواب دوں میرے پاس ایک ہی جواب ہے کہ مجھے تم سے ایسی گفتگو کی ہرگز امید نہیں تھی شاریہ تم میری زندگی کی ساتھی ہو میرا اثاث البیت ہو۔ یوں جانو اس زیست اس زندگی میں میرے لیے سب کچھ ہو اگر میں تم سے ایک سوال کروں تو اس کا جواب دو گی۔'' شاریہ منہ سے کچھ نہ بولی بیچاری نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب اسمٰعیل کہنے لگا۔

''شاریہ تمہاری ٹانگ کٹ گئی تو تم نے بڑی آسانی سے عمدہ الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے مجھے اجازت دے دی کہ دوسری شادی کر لوں۔ تاکہ کوئی لڑکی ہم دونوں کے بیچ میں آئے اور ہمارے درمیان نفرت بے تعلقی بے ربطی کی خلیج کو گہرا اور بے کنار کر کے رکھ دے۔

میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ میں لشکر کا ایک سالار ہوں بغاوت ہو یا سرکشی دشمن کے خلاف جنگ کی ابتدا ہو یا کوئی اور معرکہ میں اپنے لشکر کے آگے ہوتا ہوں کسی بھی جنگ کسی بھی مہم میں شاریہ تمہاری طرح اگر میری ٹانگ کٹ جائے تو کیا تم مجھے چھوڑ کر دوسری شادی کر لو گی؟'' اسمٰعیل کے ان الفاظ پر شاریہ تڑپ اٹھی تھی بجلی کے کوندے کی طرح حرکت میں آئی اور اپنا ہاتھ اسمٰعیل کے منہ پر رکھ دیا پھر انتہائی دکھ اور کرب بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''اس قسم کی گفتگو کر کے کیا آپ رہی سہی کسر بھی نکالنا چاہتے ہیں کہ میں اگر زندہ رہنا چاہتی ہوں تو نہ رہوں اور اپنی غیر طبعی موت مر جاؤں۔'' شاریہ نے جو ہاتھ اس کے منہ پر

رکھا تھا وہ اسمٰعیل نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا پھر کہنے لگا۔

''دیکھو شاریہ جو الفاظ میں نے ادا کئے ہیں ان کا تمہیں کتنا دکھ اور صدمہ ہوا ہے لیکن جو الفاظ تم نے ادا کیے ہیں وہ میرے الفاظ سے کہیں زیادہ کرب ناک اور زیادہ تیز دھار رکھنے والے تھے ان کا مجھے کس قدر صدمہ ہوا میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

شاریہ! تم میری زندگی کی ساتھی ہو۔ میری زیست کی پونجی ہو اگر حالات اور وقت نے تمہیں اپاہج کر دیا ہے تو اس سے اس رشتے میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اس محبت و چاہت اور حقیقت اور ارادت میں بال برابر فرق نہیں آتا جو ہم دونوں کے بیچ میں ہے پھر تم نے کیسے بڑی آسانی سے یہ الفاظ ادا کر دیئے کہ میں اپنی خدمت کے لئے کسی دوسری لڑکی سے شادی کر لوں۔

شاریہ بیوی شوہر کی خدمت کے لئے وقف نہیں ہوتی اس کی زندگی کی ساتھی ہوتی ہے گھر کو چلانے میں دونوں میاں بیوی کو یکساں کردار ادا کرنا چاہئے جو حالات تم پر بیتے ہیں اگر وہ مجھ پر بیتتے تو میں جانتا ہوں کہ تم مجھے کبھی بھی چھوڑ کر نہ جاتی۔'' سوالیہ سے انداز میں اسمٰعیل نے جب شاریہ کی طرف دیکھا تو شاریہ نے فوراً نفی میں گردن ہلا دی اس پر مسکراتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو جو الفاظ تم نے کہے ہیں پہلے ان پر معذرت کرو اس کے بعد میں گفتگو کو آگے بڑھاؤں گا۔'' شاریہ نے اس پر مسکراتے ہوئے معذرت کر لی اس پر کسی قدر پرسکون انداز میں اسمٰعیل کہہ رہا تھا۔

''شاریہ تم زندگی میں اکیلی نہیں ہو میں تمہارے ساتھ ہوں جو کام تم پہلے کرتی تھی وہ میں کر سکتا ہوں اگر بیوی شوہر کی خدمت کر سکتی ہے تو شوہر کو بھی اس کی خدمت کرنی چاہئے اس سلسلے میں تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے نہ تمہارے ہنر نہ تمہارے کسب نہ تمہاری کسی ریاضت میں کمی آئی ہے ہم دونوں کا رشتہ پہلے جیسا قائم رہے گا اور زندگی بھی پہلے ہی کی طرح رواں دواں رہے گی اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا اب تم میرے ساتھ وعدہ کرو کہ کبھی اپنے آپ کو کسرِ نفسی کا شکار کرو گی نہ اس موضوع پر آئندہ مجھ سے گفتگو کرو گی۔'' مسکراتے ہوئے جب شاریہ نے وعدہ کیا تب اسمٰعیل بھی مسکرایا کہنے لگا۔

''میں ابراہیم کو لے کر تھوڑی دیر تک لشکر گاہ میں جاؤں گا لشکر کو تیاری کا حکم دوں گا میں چاہتا ہوں کہ کل یہاں سے ہم جزیرہ اور قنسرین کی طرف روانہ ہو جائیں میری ایک اور بھی خواہش ہے جب تک میں ان مہموں میں مصروف ہوں تم میرے ساتھ رہو گی میں تمہیں گھر

نہیں بھیجوں گا اس لیے کہ گھر والے تمہاری حالت دیکھ کر پریشان ہوں گے میں جب بھی لوٹا تمہیں اپنے ساتھ لے کے جاؤں گا تا کہ تمہاری وجہ سے گھر کے تبدیل ہونے والے حالات پر میں قابو پا سکوں اب تم بیٹھو میں لشکر گاہ میں جاتا ہوں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا بہت جلد لوٹوں گا۔''

شاریہ نے جب اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اسے جانے کی اجازت دے دی تب اسمٰعیل وہاں سے نکل گیا تھا اگلے روز اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ ہاکوشہر سے الجزیرہ اور قنسرین کی سرحدی پٹی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

٭......٭

ہارون الرشید کے لئے جہاں مختلف صوبوں میں بغاوت و سرکشی کی پریشانی اٹھی تھی اور اندرونی طور پر وہ اپنے دونوں بیٹے امین الرشید اور مامون الرشید کے درمیان، نفرت بیزاری اور بڑھتی ہوئی عداوت کا سامنا کر رہا تھا وہاں اس کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی وہ یہ کہ رومنوں کے شہنشاہ نسی فورس کی طرف سے جہاں قنسرین اور الجزیرہ کی سرحدوں پر مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع ہو چکے تھے ان سرحدوں پر نسی فورس کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا تھا چھوٹے چھوٹے لشکر مختلف سمتوں میں پھیلے ہوئے تھے وہاں قبرص کی طرف سے بھی رومن اٹھے اور بحری بیڑے کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کے ساحلی شہروں کو اپنا ہدف بنانا شروع کر دیا تھا۔ ہارون ان دنوں اقہ شہر میں قیام کئے ہوئے تھا۔

لیکن ان ساری پریشانیوں کے باوجود ہارون الرشید نے ہمت نہیں ہاری اس نے قبرص کی طرف سے حملہ اور رومنوں کا سدباب کرنے کے لئے اپنے امیر البحر حمید بن مایوب کو مقرر کیا مسلمانوں کی جو کشتیاں شام اور مصر کے ساحل پر کھڑی تھیں ابن مایوب انہیں حرکت میں لایا اور جزیرہ قبرص پر انتہائی خوف ناک انداز میں اس نے حملہ کیا۔

پہلے سمندر کے اندر ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں مسلمان امیر البحر حمید ابن مایوب نے قبرص کے بیڑے کو سمندر کے اندر ڈبو کے رکھ دیا۔

اس کے بعد ابن مایوب قبرص کے ساحل پر اترا خشکی پر بھی قبرص کے رومنوں کے ساتھ الںناک جنگ ہوئی اس جنگ میں ابن مایوب نے رومنوں کو ذلت آمیز شکست دی اور قبرص کے اندر جس قدر مضبوط اور مستحکم قصبے تھے انہیں ابن مایوب نے منہدم کر کے آگ لگا دی اور وہاں کا سارا مال و اسباب خوب لوٹا۔

مورخین کہتے ہیں کہ ابن مایوب نے قبرص پر حملے کے دوران لگ بھگ ستر ہزار نصرانیوں کو گرفتار کیا اور انہیں رافقہ میں جا کر فروخت کر ڈالا قبرص کے اندر جو نصرانیوں کا جو اسقف تھا اس نے دو ہزار دینار دے کر مسلمانوں کی قید سے رہائی پائی۔

ہارون الرشید کے ان کارناموں کے پیش نظر بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ اس نے تن تنہا

اپنی حکومت کو بغیر برامکہ کی مدد اور اعانت کے مستحکم کیا اور اسے نہایت بلند مقام پر سرفراز کیا۔

اس نے محض اپنے دست بازو کی مدد سے وہ مقام اور مرتبہ تاریخ میں حاصل کیا جو دوسرے بڑے بڑے کشور کشاؤں اور فرمانرواؤں کو نصیب نہ ہوا۔ اگر مشیت الٰہی اور قضا و قدر کا فیصلہ کچھ اور ہوتا اور اس مسلسل جہد اور سعی اور سرگرمی نے اس کی عمر مختصر نہ کر دی ہوتی تو بلاشبہ اس کی شان اور زیادہ رفیع و اعلیٰ ہوتی۔

کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ برامکہ کے بغیر وہ محض ہیچ تھا۔ یا یہ کہ برامکہ کے بعد اس کی حکومت مائل بہ زوال ہو گئی تھی۔ یا بعض دوسرے ماہرین کا یہ قول کہ اس نے جو کچھ شہرت اور وقعت حاصل کی وہ صرف خوش بختی کا نتیجہ تھی تو یہ سب کم علمی اور بے سروپا باتیں ہیں۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ برامکہ کے بعد نظام مملکت میں کچھ رخنہ سا پڑ گیا تھا لیکن یہ ایک بالکل طبعی بات تھی جو زبردست سیاسی انقلاب رونما ہوا تھا اس کے بعد یہ باتیں خلاف توقع قرار دی جا سکتی ہیں نہ ان پر حیرت بجا ہے۔

اس لئے کہ برامکہ جو ہر شعبہ زندگی میں چھائے ہوئے تھے ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان کا قتل اور ہلاکت بربادی اور اپنے اقتدار اعلیٰ کو ان کو فجور سے بچانے سے کوشش کے بعد یہ ہونا ہی تھا۔

اور پھر یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ صورت احوال صرف انہی چند امور تک محدود نہ تھی۔ اس کے کچھ اور پہلو بھی تھے نیز یہ کہ برامکہ کی ہلاکت اور بربادی کے بعد اس نے دشواریوں راستے کے پتھروں اور طرح طرح کے ناقابل تصور پریشانیوں کے باوجود داخلی امن و امان بحال کرنے میں غیر معمول کامیابی حاصل کی۔

اور سب سے عظیم و جلیل بات یہ کہ اس نے خلافت کو ایرانی اثر و نفوذ سے آزاد کر کے یکسر اور خالص عربی بنا دیا اور ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے باقی ماندہ برائیوں کمزوریوں اور قصائص کو دور کرنا شروع کر دیا تھا جنہوں نے دیمک کی طرح حکومت کے نظم و نسق اور استحکام کو چاٹنا شروع کر دیا تھا۔

☼......☼

اسمٰعیل بن قاسم نے آرمینیا کی سرزمینوں سے کوچ کرنے کے بعد بڑی تیزی سے الجزیرہ اور قنسرین کے سرحدی علاقوں کی طرف کوچ کیا تھا شاریہ مکمل طور پر تندرست ہو گئی تھی اس کے ساتھ سوار ہو کر گھوڑے پر سفر کر رہی تھی لشکر کے اندر وہ ساری عورتیں جو اس کے لشکر میں بغداد سے روانہ ہوئی تھیں وہ ساری کی ساری لشکر میں شامل تھیں۔

اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ ابھی سرحدی علاقے سے دور ہی تھا کہ اس کی مدد کے لئے بغداد سے آنے والے لشکر کے سالار کے کچھ قاصد اس کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس سالار کا یہ پیغام اسمٰعیل بن قاسم کو دیا کہ اسمٰعیل آگے بڑھ کر نسی فورس کے لشکر سے ٹکرا جائے۔

اور یہ کہ بغداد سے آنے والا سالار قریب ہی گھات لگا چکا ہوگا اور کسی خاص وقت پر وہ اپنی گھات سے نکل کر رومنوں کے لشکر پر ٹوٹ پڑے گا اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گا۔

یہ خبر یقیناً اسمٰعیل کے لئے حوصلہ افزا تھی لہٰذا وہ قاصد جو بغداد سے آنے والے سالار کی طرف آئے تھے ان کی راہنمائی میں بڑی تیزی سے اس سمت بڑھا جہاں سرحدی علاقوں کے ایک خاص مقام پر نسی فورس کی عسکری طاقت جمع ہو رہی تھی۔

اس سے پہلے نسی فورس کے لشکر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سرحدی علاقوں میں پھیل کر مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی و بربادی اور پامالی کا کھیل کھیل رہے تھے لیکن جب انہوں نے سنا کہ ہارون الرشید کا ایک سالار ان کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ آرمینیا سے کوچ کر چکا ہے تب ان سارے چھوٹے چھوٹے لشکریوں نے ایک جگہ جمع ہو کر ایک بڑے اور جرار لشکر کی صورت اختیار کرنا شروع کر دی تھی۔

اسمٰعیل اب بڑی تیزی سے اپنے راہنماؤں کے ساتھ اس سمت بڑھا جہاں رومن جمع اور اکٹھے ہو رہے تھے اس دوران ابراہیم بھی بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا اور وہ ان عوامل اور ان سازشوں پر گرفت کرنے اور انہیں عیاں کرنے کے لئے بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا جنہوں نے شاریہ پر حملہ آور ہو کر اسے اپاہج اور مفلوج بنا کے رکھ دیا تھا۔

رومنوں کے لشکر کے سامنے جاتے ہی اسمٰعیل نے اپنے لشکر کی ترتیب درست کرنا شروع کر دی تھی شاید وہ وہاں پہنچتے ہی رومنوں سے ٹکرانے کا عزم کر چکا تھا دوسری جانب رومن بھی جوابی کارروائی کرنے اور اپنے ردعمل کا اظہار کرنے کے لئے بڑی تیزی سے اپنے آپ کو استوار کرنے لگے تھے۔

دونوں لشکر جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے جب تیار ہو گئے تب حملہ آور ہونے کی پہل خود اسمٰعیل نے کی اور وہ رومنوں پر لہو میں زنگ کی دھار دینے والی بے جہت اذیتوں زہریلے دھاگوں سے کفن بنتی دشت در دشت اڑتی بے باکی، یم بہ یم کی روانی قطرے قطرے سے اٹھتی طوفانوں کی گم شدہ وقت کی ویرانیوں ورق ورق کی تحریروں کو بے ثبات کر کے لہو کو منجمد کر دینے والے برفانی طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

رومنوں نے بھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی شرابی فضاؤں میں اٹھتی آتش عصیاں من وتو کی تفریق پیدا کرتے تعصب کے ہیولوں اجالوں کے رسول چہرہ پر غم و طغیانیاں بکھیر دینے والی شرر برساتی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

رومنوں کو امید تھی کہ وہ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی مسلمانوں کو پسپا ہونے اور ہزیمت اٹھانے پر مجبور کر دیں گے اس لیے کہ وہ تعداد میں زیادہ تھے لیکن تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد ان کے یہ سارے اندازے سارے ارادے اور سارے ولولے جھاگ کی صورت اختیار کرنے لگے اس لیے کہ اچانک ایک سمت سے بغداد سے آنے والا لشکر رومنوں پر بپھرے صحرا اور بے کراں دشت میں کسی بھی دامن کسی بھی جھولی میں جہت و منزل اور سمت و چارے کی کوئی رمق نہ رہنے دینے والے غموں کے اٹھتے بلا خیز اندھیاؤں کی طرح حملہ آور ہوا تھا بغداد سے آنے والے اس لشکر نے دلوں کی زمین کو روند کر روحوں کے ذروں کو پامال کرتے ہوئے وقت کے بدترین اور مسلسل کرب کی طرح رومنوں پر وارد ہونا شروع کر دیا تھا۔

میدانوں میں یوں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے موت خانہ بدوشوں کے غبار، رواں کاروانوں کی گرد، تعصب کی سر بسر انسانیت کی خریانی جذبات کو جلا دی۔ رگ رگ چوستی صلیب زخموں کی تحریک آندھیوں کی شناسا، طوفانوں کی محرم بن کر چاروں طرف ہیولوں اور دھوئیں کی طرح پھیلنے لگی تھی۔ میدان جنگ کے اندر چنگیز خان کی وحشت تیمور کی خوں خواری ہلاکو کی ہلاکت خیزی بھڑکتے تنور کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ رومن جو شروع میں یہ اندازہ لگا رہے تھے کہ مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باعث زیادہ دیر تک ان کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے وہ اب دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کے سالاران کے لشکر میں تمناؤں کے سمندر میں بہاروں کے نوخیز گداز کی سی تر و تازگی قطرے کو بحر، موج کو بھنور ذرے کو دشت شرر کو جوالا مکھی میں تبدیل کر دینے والا ایک سحر انگیز اسلوب ہوا تھا۔

مسلمانوں کے ان بے باکانہ اور جان لیوا حملوں کے سامنے اب رومنوں کی حالت بڑی تیزی سے کئی شاخوں کے قصوں زخم خوردہ زمانوں ریزہ ریزہ شیشہ جاں، ٹکڑے ٹکڑے قریۂ دل اور فطرت کے بے رنگے پن سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو چکی تھی یہاں تک کہ انہوں نے اپنی شکست اور ہزیمت تسلیم کی اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسمٰعیل بن قاسم اور دوسرے سارے مسلمان سالاروں نے بھاگتے رومنوں کا تعاقب تند جولان دریاؤں کے اضطراب سیال آتش پھیلاتی مشعلوں کی بے تابی اور شب کے غرور کو پامال کرتی شفق و برق کی انگڑائیوں کی طرح کیا تھا۔

یہ تعاقب دور تک جاری رہا اور رومنوں کے لشکر کا قتل عام کر کے ان کی تعداد اس قدر کم کر دی گئی کہ آنے والے دنوں میں مسلمانوں کے لئے کسی خطرے اور اندیشے کا باعث نہ بن سکتے تھے۔

اس طرح ہارون الرشید کے دور میں رومنوں کے شہنشاہ نسی فورس کی عسکری طاقت کو مکمل طور پر کچل کے رکھ دیا گیا تھا اس نے آرمینیا کے اندر بغاوتیں کھڑی کرانے کی کوشش کی تھی جنہیں سرکر دیا گیا اس نے قبرص کے محاذ پر مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانے پر مجبور کرنا چاہا لیکن الٹا وہ قبرص کی سرزمینوں سے ہی محروم ہو گیا۔ اس نے الجزیرہ اور قنسرین کے سرحدی علاقوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جس لشکر کو اس نے اس محاذ پر بھیجا تھا اس کا قلع قمع کر کے رکھ دیا گیا تھا اس طرح عسکری لحاظ سے ہارون الرشید نے مقابلے میں رومنوں کے شہنشاہ نسی فورس کی کمر توڑ کے رکھ دی گئی تھی۔

تاہم ہارون الرشید نے اسمٰعیل بن قاسم کو اپنے لشکر کے ساتھ احتیاط کے طور پر وہیں قیام اور پڑاؤ کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔

☼......☼

ایک روز عتابہ اپنے خیمے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی خیمے میں ابراہیم داخل ہوا اسے دیکھتے ہی عتابہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور لبوں پر پرکشش مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے ابراہیم کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

عتابہ نے دیکھا اس موقع پر ابراہیم انتہائی سنجیدہ بلکہ کسی قدر غصے کی حالت میں تھا عتابہ کے قریب آ کر اس نے اپنے لباس کے اندر سے ایک صلیب نکالی پھر وہ صلیب اس نے عتابہ کے سامنے لہرائی اور کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

''کیا تم اس صلیب کو پہچانتی ہو۔'' لمحہ بھر کے لیے عتابہ نے ذو معنی انداز میں ابراہیم کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی۔

''یہ صلیب گزشتہ کئی ہفتوں سے میرے سامان سے غائب ہے۔ اور میں اسے تلاش کر رہی تھی لیکن مجھے ملی نہیں آپ کے ہاتھ کیسے لگی۔'' خفگی کے انداز میں ابراہیم نے عتابہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''تم فی الحال اس معاملے کو بھول جاؤ کہ یہ صلیب میرے ہاتھ کیسے لگی پہلے یہ بتاؤ کہ اس صلیب پر جو نشان بنا ہوا ہے اور نیچے جو تحریر ہے اس کا کیا مقصد اس کا کس سے تعلق ہے۔'' ابراہیم کے اس انکشاف پر عتابہ مزید فکر مند ہو گئی تھی کہنے لگی۔

''یہ نشان رومنوں کی ایک خاص تحریک کا ہے اور اس کے نیچے جو تحریر لکھی ہے وہ اس تحریک کا نام ہے۔''

''کیا یہ تحریک قاتلوں اور پیشہ ور ظلم کرنے والوں کی ہے۔'' انتہائی غضبناکی میں عتابہ کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم نے پوچھ لیا۔ عتابہ پھر بول اٹھی۔

''آپ کا کہنا درست ہے یقیناً یہ تحریک ایسے ہی لوگوں کی تھی میں جانتی ہوں آپ مزید کیا پوچھیں گے لہٰذا میں خود ہی تفصیل بتا دیتی ہوں میں رومنوں کے لشکر میں شامل تھی اور میرا تعلق اسی تحریک سے تھا اس تحریک کے ہر فرد کے پاس ایسی ہی صلیب ہوتی تھی اور یہ صلیب تحریک کے ارباب اختیار مہیا کیا کرتے تھے جب میں جنگ کے دوران گرفتار ہوئی بغداد لائی گئی اس وقت تک میں اس تحریک کی ایک فرد تھی لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد میں اپنا رخ اپنی جہت تبدیل کر چکی ہوں اب اس تحریک سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے تاہم یہ صلیب چونکہ سونے کی ہے اس بناء پر اسے میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔'' جواب میں ابراہیم نے کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے پوچھا۔

''کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتی ہو جس کا نام رفزا ہو اور وہ خفیہ طور پر تخریبی کارروائیاں کرنے کے لئے ہمارے لشکر میں شامل ہوا ہو بظاہر مسلمان ہو لیکن حقیقت میں نصرانی ہو۔''

عتابہ مزید فکر مند ہو گئی چہرہ اس کا پیلا ہو گیا تھا کہنے لگی۔

''میں جانتی ہوں آپ مجھے کدھر گھسیٹ کر لے جا رہے ہیں میں اس شخص کو جانتی ہوں سچ بولوں گی انکار نہیں کروں گی اس سلسلے میں آپ میری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دیں۔''

ابراہیم نے اپنے لباس کے اندر سے تین مزید صلیبیں نکالیں پھر کہنے لگا۔

''یہ وہ صلیبیں ہیں جو ان مرنے والوں کے گلوں سے میں نے اتاری تھیں وہ میری بہن شاریہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور اسے مفلوج، اپاہج اور بے بس بنا دیا تھا جو صلیب تمہارے پاس تھی اسے میں نے بہت پہلے سے دیکھ رکھا تھا میں نے ان مرنے والوں کے گلے سے صلیبیں اس لیے اتاری تھیں کہ وہ صلیبیں اس صلیب سے ملتی تھیں جو تمہارے پاس تھی اس بناء پر مجھے اس وقت تو یہ شک تھا کہ ان صلیبوں کے حوالے سے ان سے تعلق ہے اب تم نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ تمہارا تعلق ایک تحریک سے تھا اور جو لوگ میری بہن شاریہ پر حملہ آور ہوئے وہ بھی اسی تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔

جہاں تک لشکر میں شامل شخص کا تعلق ہے تو اس کا بھی مرنے والوں سے رابطہ تھا اسی کے رابطے سے انہوں نے میری بہن شاریہ کو اٹھا کر قسطنطنیہ لے جانا چاہا لیکن بھلا ہو لشکر

میں شامل عورتوں کا کہ وہ ان پر حملہ آور ہوئیں انہیں تینوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور شاریہ کو اغواء ہونے سے بچالیا اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس بات کو تسلیم کرتی ہو کہ تمہارے کہنے پر تم سے رابطہ کرنے کے بعد مرنے والے تینوں میرے بھائی کے خیمے میں داخل ہوئے اور انہوں نے میری بہن شاریہ کو اٹھا کر لے جانے کی ہمت جرات اور کوشش کی۔''

ساتھ ہی ایک جھٹکے کے ساتھ ابراہیم نے اپنی تلوار نکالی اور تلوار کی نوک اس نے عتابہ کی گردن پر رکھ دی تھی۔ عتابہ ہکلانے لگی تھی کچھ نہ کہہ سکی لگتا تھا اس کا نطق اس سے چھین لیا گیا ہو جو الفاظ وہ ادا کرنا چاہتی تھی وہ اس کے حلقوم میں ڈوب کے رہ گئے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ابراہیم تحکمانہ انداز میں بول اٹھا۔ ''میرے آگے لگو بھائی کے خیمے میں چلو بھائی اور شاریہ دونوں اس وقت خیمے میں موجود ہیں تمہارا معاملہ میں ان کے سامنے ہی اختتام کو پہنچاؤں گا۔'' عتابہ چپ چاپ اس کے آگے ہولی جب وہ خیمے سے باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے باہر دو نوجوان کھڑے تھے اور ان کے پاؤں کے قریب ایک نوجوان رسی میں بندھا ہوا پڑا تھا۔

باہر نکل کر ان دو جوانوں کو ابراہیم نے اس بندھے ہوئے جوان کو اٹھا کر اپنے پیچھے لانے کیلئے کہا۔

عتابہ کو اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا ابراہیم اپنے بھائی اسمٰعیل کے خیمے کی طرف بڑھا وہ دونوں نوجوان رسیوں میں بندھے ہوئے شخص کو اٹھا کر اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے تھے۔

ابراہیم سب کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا اس کو دیکھتے ہی اسمٰعیل چونک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ بیساکھی کا سہارا لیتے ہوئے شاریہ بھی کھڑی ہو گئی تھی ابراہیم کے کہنے پر دونوں نوجوانوں نے رسی سے بندھے ہوئے نوجوان کو خیمے کے اندر ڈال دیا پھر ابراہیم کے کہنے پر وہ دونوں باہر نکل گئے۔

ان دونوں کے جانے کے بعد بڑی ناپسندیدگی اور خفگی میں ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل کہنے لگا۔

''ابراہیم یہ کیا حماقت ہے تم نے کیوں اپنی تلوار کی نوک عتابہ کی گردن پر رکھی ہے اور یہ شخص جو تم رسی میں باندھ کے لائے ہو یہ کون ہے۔'' ابراہیم غصے میں کہنے لگا۔

''بھائی اس موقع پر آپ کسی قسم کی نرمی کا کام نہ لیجئے گا یہ عتابہ جو میری بیوی ہے یہ بھی میری بہن کو نقصان پہنچانے میں برابر کی شریک ہے۔ یہ جو شخص رسی میں بندھا ہوا ہے اس

کا نام رفزا ہے یہ بظاہر مسلمان ہے لیکن حقیقت میں نصرانی ہے۔ اپنا آپ بدل کر ہمارے لشکر میں شامل ہو گیا تھا اسی سے میری بہن پر حملہ آور ہونے کے لئے رابطہ قائم کیا اور اسی کے رابطے کے ذریعے انہوں نے بہن کو اٹھا کر قسطنطنیہ لے جانا چاہا خدا کا شکر کہ ان کی اس کوشش کو ناکام بنا دیا گیا اور ساری کارروائی میں میری بیوی عتابہ بھی شریک ہے لہٰذا یہ شخص جو رسیوں میں جکڑا ہوا ہے اور عتابہ دونوں واجب القتل ہیں میں ان دونوں کو مجرم کی حیثیت سے آپ کے پاس لایا ہوں اور تھوڑی دیر بعد دونوں کو خیمے سے باہر نکال کر دونوں کی گردنیں کاٹوں گا۔'' اسمٰعیل چند قدم آگے بڑھا پھر ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم پہلے عتابہ کی گردن سے تلوار ہٹاؤ تم مطمئن اور پرسکون رہو یہ شخص جو رسیوں میں بندھا ہوا ہے اس کی رسیاں بھی کھول دو بھاگے گا نہیں بھاگے گا تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔'' اسمٰعیل کے کہنے پر ابراہیم نے عتابہ کی گردن سے تلوار ہٹا لی فرش پر پڑے ہوئے شخص کی رسیاں بھی کھول دیں اور اسے کھڑا ہونے کے لئے کہا وہ چپ چاپ دونوں بھائیوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اسمٰعیل نے پہلے عتابہ کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

''عتابہ میری بہن تیرے ساتھ جو میرا رشتہ ہے وہ بڑا عزیز اور محترم ہے دیکھ میری بہن جو کچھ ہوا سچ سچ کہہ دے اس لیے کہ مجھے اپنی بیوی کے اس طرح داغدار اور بے بس ہونے کا بے حد دکھ اور صدمہ ہے۔'' اس پر عتابہ کہنے لگی۔

''بھائی رومنوں نے ایک خاص تحریک بنائی تھی اس تحریک کا کام مسلمانوں کے اندر انتشار افراتفری اور تخریب کاری پھیلانا تھا بھی میں اس تحریک کی باقاعدہ ایک اکائی تھی جنگ میں گرفتار ہونے اور بغداد میں داخل ہونے کے بعد میں اس تحریک میں شامل تھی اس تحریک کے ہر فرد کو ایک خاص قسم کی صلیب مہیا کی جاتی تھی جو میرے پاس بھی تھی اور وہ صلیب اس وقت میرے شوہر ابراہیم کے پاس ہے لیکن خدا گواہ ہے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اس تحریک سے اپنا کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھا تھا۔

یہ جو خیمے میں شخص ہے یہ اسی تحریک کا ایک فرد ہے اس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا یہ کیسے اور کس طرح آپ کے لشکر میں شامل ہو گیا یہ میں نہیں جانتی اس نے مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ میں شاریہ کو لشکر گاہ سے اٹھانے میں اس کی مدد کروں۔

اس شخص سے پوچھ لیں میں نے صاف طور پر انکار کر دیا اس نے تین چار بار مجھ سے رابطہ قائم کیا ہر بار میں نے انکار کر دیا اور میں نے یہی کہا کہ اب میرا اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں شاریہ میری بہن ہے اور میں اپنی بہن کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

آخر میں مجھے اس نے دھمکی دی کہ اس تحریک کے لوگ بڑے دراز دست ہیں اگر تم نے تعاون نہ کیا تو خفیہ طور پر تمہیں قتل کر دیا جائے گا اس نے یہ بھی دھمکی دی کہ اگر میں نے ان کی اس مہم کا انکشاف اپنے شوہر یا آپ پر کیا تب بھی میں ان کے ہاتھوں سے قتل ہونے سے بچ نہ سکوں گی بھائی خدا گواہ ہے کہ میں ان کے رابطے کی اطلاع آپ کو یا اپنے شوہر کو کرنا چاہتی تھی لیکن انہوں نے مجھے ایسی دھمکیاں دیں کہ میں خاموش رہی پھر یہ میری بہن پر حملہ آور ہوئے جب یہ شاریہ کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے تو لشکر کی دوسری عورتوں سے پوچھ لیں سب سے پہلے میں نے ہی شور مچایا کہ میری بہن شاریہ کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں اگر میں ان کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی تو جونہی شاریہ کو خیمے سے لے کر نکلے میں شور نہ کرتی اگر آپ کو میری بات پر اعتبار نہ ہو تو سامنے شاریہ کھڑی ہے اس سے پوچھ لیں میں نے اپنے ماضی کی حقیقت بھی شاریہ سے کہہ دی تھی۔'' عتابہ جب خاموش ہوئی تب شاریہ ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''ابراہیم میرے بھائی جو کچھ عتابہ کہہ رہی ہے درست ہے اس نے بہت ہفتے پہلے مجھ پر انکشاف کر دیا تھا کہ اس کا تعلق اس تحریک سے رہا تھا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رکھا دیکھو اگر اس کی نیت بری ہوتی تو یہ مجھ پر کبھی ظاہر نہ کرتی کہ اس کا تعلق اس تحریک سے رہا ہے اور جب وہ لوگ مجھے اٹھا کے خیمے سے باہر نکال رہے تھے لے جانا چاہتے تھے تو یہ بھی درست ہے سب سے پہلے مجھے بچانے کے لئے عتابہ ہی نے شور مچایا تھا اس کے شور کرنے پر ہی لشکر کی عورتیں باہر نکل آئیں ان تینوں مسلح جوانوں پر حملہ آور ہوئیں اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جب میری ٹانگ کٹ گئی تو سب سے پہلے میری مدد کے لئے عتابہ ہی آئی جلدی جلدی اپنا لباس پھاڑ کر اس نے میری کٹی ہوئی ٹانگ کے زخم پر باندھا اور میرا خون بند کر دیا اگر یہ ایسا نہ کرتی تو میں بچ نہ سکتی تھی۔'' شاریہ جب خاموش ہوئی تب بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے ابراہیم کہنے لگا۔

''حالات کچھ بھی ہوں اس کا تعلق ہمارے دشمنوں سے تھا یہ جو شخص کھڑا ہے میں اس کی گردن کاٹوں گا اور جس طرح میری بہن کی ٹانگ کٹی ہے اس طرح میں اس عتابہ کی ٹانگ بھی کاٹوں گا اور اسے طلاق دے کر فارغ کر دوں گا میں اسے اپنی بیوی کی حیثیت سے اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا یہ جہاں چاہے چلی جائے۔'' ابراہیم جب خاموش ہوا تب انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے عتابہ کہنے لگی۔

''آپ بے شک میری ٹانگ کاٹ دیں یہیں کھڑے کھڑے میری ٹانگیں کاٹیں میں

اف نہیں کروں گی لیکن میں آپ کی منت کرتی ہوں اور آپ سے التماس اور گزارش کرتی ہوں کہ مجھے طلاق نہ دیجئے گا میں آپ کی بیوی کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں کہیں جانا نہیں چاہتی بے شک ٹانگ کاٹ لیں میں ایک اپاہج لڑکی کی حیثیت سے بھی آپ کے ساتھ رہنا پسند کر لوں گی۔'' عتابہ جب خاموش ہوئی تب ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے اسمٰعیل بول اٹھا۔

''ابراہیم میرے بھائی ان دونوں پر تم اپنا ہی فیصلہ مسلط کرنا چاہتے ہو یا کسی اور کی بات بھی مانو گے۔'' ابراہیم نے بڑے غور سے اسمٰعیل کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی میں آپ کو ان دونوں کا منصف تسلیم کرتا ہوں پر ایک بات یاد رکھئے گا آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور ٹانگ کے بدلے ٹانگ اس فیصلے کی بنیاد ہونی چاہئے۔'' جواب میں اسمٰعیل مسکرایا پھر دوبارہ ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابراہیم اس معاملے کا انصاف نہ تم کرو نہ میں نقصان شاریہ کا ہوا ہے تم نے مجھے منصف مقرر کیا میں شاریہ کو منصف مقرر کرتا ہوں جو فیصلہ یہ کرے وہ ہم دونوں بھائیوں کے لئے قابل قبول ہونا چاہئے۔ بولو!'' ابراہیم نے مسکرا کر شاریہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''جو فیصلہ میری بہن کرے آخری ہوگا۔'' جواب میں شاریہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

''ابراہیم میرے بھائی اگر آپ دونوں فیصلہ مجھ پر چھوڑتے ہیں اور میرے شوہر بھی مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں تو پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ اس شخص کو جو کہ دھوکہ دہی سے ہمارے لشکر میں شامل ہوا قتل کر دیا جائے۔ رہا سوال عتابہ کا تو اسے معاف کر دیا جائے اس لیے کہ معاف کرنا اسلام کا ایک بہت بڑا بنیادی اصول ہے۔'' شاریہ کے ان الفاظ پر اسمٰعیل مسکرا رہا تھا پھر اس نے بھی ابراہیم کو مخاطب کیا۔

''ابراہیم جو فیصلہ شاریہ نے کیا ہے خدا کی قسم یہ وہی فیصلہ ہے جو میں کرنا چاہتا تھا اس شخص کو باہر لے جا کر قتل کرنے سے پہلے آگے بڑھو ہم دونوں کی موجودگی میں ایک محبت کرنے والی بیوی کی حیثیت سے عتابہ کو گلے لگاؤ۔'' اس موقعہ پر عتابہ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی ابراہیم آگے بڑھا عتابہ کو گلے لگا کر اس کا گال تھپتھپایا پھر اسمٰعیل کے کہنے پر اس شخص کا سر قلم کرنے کے لئے وہ اسے خیمے سے باہر لے گیا تھا۔

٭......٭

ہارون الرشید بغداد شہر سے جانے کی تیاری کر رہا تھا رقہ شہر اس کا دوسرا دارالحکومت تھا روانگی سے پہلے اس نے پہلے اپنے محل کے سارے حصوں کا جائزہ لیا یہ محل جو حریم خلافت کے مغربی حصہ میں میلوں تک پھیلا ہوا تھا اس کے اندر قصر الخلد اور قصر الذہب دو محلوں کے علاوہ زبیدہ خاتون کا خاص محل قصر اسلام بھی واقعہ تھا ہارون الرشید انہی محلوں میں رہتا تھا اور ہر محل مختلف دائروں میں تقسیم تھا جس میں رشید کے بیٹے بیٹیاں مع خدام الگ الگ رہتے تھے جس طرح قسطنطنیہ میں قصر کے پاس بازار جامع مسجد اور مقامات تھے اور ان محلات کے دونوں طرف دریائے دجلہ رواں تھا اور کوئی محل باغ سے خالی نہ تھا باغ میں سنگ مرمر کے حوض اور فوارے تھے۔

اس کے علاوہ قصر خلافت میں سات سو خواجہ سرا اور دو ہزار سے زائد غلام تھے جو ایرانی رومی اور یونانی تھے جن میں سے تین سو غلام سوڈانی تھے اور دو ہزار کنیزیں مختلف شہروں کی تھیں یہ جملہ خدام نچلے طبقے میں رہتے تھے اور ہر ایک کے حجرے بلحاظ مدارج جداگانہ تھے کنیزوں میں جو خلیفہ کے شبستان عیش میں جا سکتی تھیں وہ چار سے زیادہ نہ تھیں کسی غلام کا لباس سو دینار سے کم نہ تھا اور سال میں کئی بار انہیں لباس کے جوڑے ملتے تھے کنیزوں کو ریشمی لباس کے ساتھ زیورات بھی مہیا ہوتے تھے اور حکم تھا کہ یہ ہر وقت ریشمی مکلف لباس اور بناؤ سنگار سے رہا کریں کنیزوں کے جوڑے تین قسم کے تھے سادہ رنگین اور زرتار اور یہ لباس لوازمات حسن میں سب سے دل کش عنصر ہے۔

ان قصروں اور ایوانوں کی آرائش نہایت سلیقہ سے کی جاتی تھی نشست گاہ اور خواب گاہ کے کمروں میں طلائی نقش و نگار ہوتے تھے بڑے طاقوں میں ایرانی ریشمی پردے لٹکائے جاتے تھے اور ان پر طلائی اور زریں تاروں سے اشعار بھی کاڑھے جاتے تھے یہ زرنگار پردے پہلے عرب ہی میں تیار ہوا کرتے تھے۔

قصر کے اندر ہارون الرشید نے نوادرات بھی رکھے ہوئے تھے ان میں قدیم ظروف اسلحہ اور کپڑے وغیرہ جمع تھے محل کے ایک کمرہ میں یہ نمائشی سامان جمع تھا ایک صندوقچے میں

خلفائے راشدین اور بنو امیہ کی انگوٹھیاں اور مہریں بھی محفوظ کی گئی تھیں۔

بہر حال اپنے محل کو اور اس کے اندر رکھی جانے والی ساری اشیاء کا جائزہ لینے کے بعد ہارون الرشید سے رقہ شہر پہنچا تھا۔ رقہ سے بغداد وہ ایک بغاوت کو فرو کرنے کے سلسلے میں گیا تھا۔

اس بغاوت کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک شخص رافع بن لیث بن نصر خراسان کے آخری اموی گورنر نصر بن سعید کا پوتا تھا بغاوت کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک شخص نام جس کا یحییٰ بن اشعد تھا وہ ہارون الرشید کے بڑے ہر دلعزیز ندیموں میں سے تھا اور خراسان میں رہتا تھا۔

اس نے اپنی بنت عم سے شادی کر لی جو حد درجہ حسین اور بے انتہا کی مال دار تھی لیکن زبان کی کڑوی اور مزاج کی کچھ سخت تھی یحییٰ بن اشعد اس کے ساتھ گزارا نہ کر سکا اور اسے سمرقند میں اکیلی چھوڑ کر خود بغداد آ گیا اور یہاں کی گویا مستقل سکونت اختیار کر لی۔

جب بغداد میں اس کی اقامت کو ایک زمانہ گزر گیا تو اس کی بیوی کو سمرقند میں اطلاع ملی کہ اس کا شوہر بغداد میں حسین اور طرح دار باندیوں کے ساتھ داد عیش دیتا ہے یہ سن کر وہ بپھر گئی لیکن یحییٰ بن اشعد بدستور بغداد میں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتا رہا۔

آخر اس لڑکی نے طلاق کا مطالبہ کیا لیکن جواب انکار میں ملا اس نے اپنے بے وفا شوہر سے صلح کے لئے بہت جتن کئے لیکن کامیاب نہ ہوئی وہ بڑی عفیفہ اور عصمت مآب لڑکی تھی لیکن شوہر کی زیادتی کے سامنے بے بس تھی۔

ان واقعات کا علم جب رافع بن لیث کو ہوا تو اس کے دل میں مال و جمال سے لطف اندوز ہونے کی طمع پیدا ہوئی اس نے کسی ذریعہ سے اس عورت کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ شوہر سے گلو خلاصی کی واحد صورت یہ ہے کہ مذہب توحید چھوڑ کر شرک اختیار کرے اور اپنے اس ارتداد پر گواہ عادل بھی لائے اور ان کے سامنے اپنے نئے مسلک کا بالالفاظ واضح اعلان کر دے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مذہب شرک اختیار کرتے ہی یعنی مرتد ہونے کے فوراً بعد شرعی طور پر خود بخود طلاق واقعہ ہو جائے گی۔

طلاق واقعہ ہو جانے کے بعد صدق دل سے اسی وقت اور اپنی عارضی لغزش اور توبہ کر کے از سر نو اسلام قبول کرے اور اس کے بعد اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ یہ جس سے چاہے شادی کرے۔

یہ بات اس عورت کی سمجھ میں آ گئی اس نے ایسا ہی کیا بعد میں رافع نے اس سے پیار

اور محبت کی پینگیں بڑھانی شروع کر دیں آخر اس سے شادی کر لی۔

اس عورت کی شادی کرنے کی خبر جب یحییٰ بن اشہد کو بغداد میں ملی تو وہ تلملا گیا وہ فوراً ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری کہانی اسے سنائی رشید اس عمل قبیح اور منکر پر بہت برہم ہوا اس نے حکم دیا کہ فوراً اس نئے جوڑے میں تفریق کرا دی جائے اور رافع پر زنا کی حد شرعی جاری کرتے ہوئے اسے کوڑے لگائے جائیں پھر گدھے پر بٹھا کر سارے شہر سمرقند میں گھمایا جائے اور اس کی تشہیر کی جائے تا کہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں بعد ازاں رافع کو جیل میں ڈال دیا جائے۔

رشید کا حکم پا کر رافع پر زنا کی حد شرعی جاری کرتے ہوئے کوڑے لگائے گئے میاں بیوی میں تفریق کرا دی گئی اور اسے بیڑی جکڑ کر گدھے پر بٹھایا اور سارے شہر میں گھمایا پھر اسے ایک جگہ مقید کر دیا گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ زنا کا ارتکاب شادی شدہ شخص کرے تو اس کی سزا موت ہے اور اگر غیر شادی شدہ شخص کرے تو درے لگائے جائیں شرعی طور پر ہارون الرشید کا یہ فیصلہ اس عورت کے حق میں درست نہیں تھا یحییٰ بن اشہد کی بیوی نے مذہب شرک اختیار کر لیا تھا شرعی فیصلہ نیت پر نہیں بلکہ ظاہر پر ہوتا ہے چونکہ مومن اور مشرک کا نکاح ناجائز ہے لہٰذا وہ یحییٰ کے حبالہ عقد سے نکل گئی تھی۔

اس عورت کو ارتداد کی سزا ملنی چاہئے تھی لیکن مرتد کو فوراً سزا نہیں دی جاتی اپنے فیصلے پر نظر ثانی کا شرعی طور پر کافی اسے وقت دیا جاتا ہے اگر توبہ کرے تو پھر کوئی سزا نہیں ملتی اس عورت نے خود ہی توبہ کی اور دوبارہ اسلام قبول کر لیا لہٰذا اس کی سزا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

اور پھر یہ کہ رافع بن لیث نے جس وقت اس عورت سے شادی کی اس وقت وہ اپنے سابقہ شوہر کے حلقہ زوجیت سے شرک کے باعث باہر ہو چکی تھی توبہ کے بعد یحییٰ بن اشہد سے اگر صلح ہو جاتی تو بھی از سر نو اسے نکاح کرنا پڑتا شرک سے قبل کا نکاح جاری نہیں رہ سکتا لیکن شرعی طور پر اب وہ کسی کی بیوی نہیں تھی جس سے چاہتی شادی کر سکتی تھی چنانچہ اس نے رافع بن لیث سے شادی کر لی اور یہ نکاح بالکل جائز تھا اس جائز نکاح کو زنا قرار دینا میاں بیوی میں تفریق کرانا شوہر پر زنا کی حد بندی کرنا گدھے پر بٹھا کر کوچہ و بازار میں اس کی تشہیر کرنا اور پھر زندان میں ڈال دینا ان میں سے کوئی بات بھی از روئے شرع اسلامی درست اور جائز نہیں تھی خلیفہ وقت کو بہت سے خصوصی اختیارات حاصل تھے لیکن وہ حلال کو

حرام اور حرام کو حلال نہیں کر سکتا تھا رافع کا نکاح بالکل جائز تھا اسے باطل قرار دینے کا حق خلیفہ کو تھا نہ کسی اور کو نا انصافی کی اس سزا کے بعد رافع بن لیث اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے پاس گیا انہیں جمع کیا اور جس شخص نے اس کی سزا پر عمل کروایا تھا اسے قتل کر دیا اور حکومت کے خلاف اس نے علم بغاوت کھڑا کر دیا۔

اب بڑی تیزی سے لوگ اس کے علم تلے جمع ہونا شروع ہو گئے اس کی طاقت اور قوت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا یہ خبر سن کر خراسان کے والی علی بن عیسیٰ نے اس کے مقابلے کا ایک لشکر بھیجا اہل سمرقند کو جب خبر ہوئی کہ علی بن عیسیٰ کا ایک لشکر سمرقند کی طرف روانہ ہو چکا ہے تو انہیں فکر ہوئی کہ کہیں سمرقند میں کشت خون کا کھیل نہ شروع ہو جائے لہٰذا کچھ مسلح جوان جمع ہوئے اور انہوں نے رافع بن لیث کو گرفتار کر لیا لیکن جوابی کارروائی کرتے ہوئے رافع بن لیث کے حامی حرکت میں آئے انہوں نے رافع بن لیث کو رہا کروا دیا پھر کیا تھا رافع بن لیث کے جو پہلے ساتھی تھے ان کے علاوہ سمرقند کے بے شمار مسلح جوان بھی اس کے ساتھ مل گئے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے علی بن عیسیٰ کا بیٹا لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے رافع بن لیث پر حملہ آور ہوا لیکن رافع بن لیث نے اسے بدترین شکست دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خراسان میں رافع کی شوکت اور دبدبے میں اضافہ ہو گیا اور جو لوگ حکومت کے دشمن اور مخالف تھے وہ جوق در جوق اس سے ملنے اور اس کے لشکر میں شریک ہونے کے لیے حرکت میں آ گئے۔

اس پر مستزاد یہ کہ وہ لوگ برامکہ کے طرف دار تھے اور دب کر بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور رافع بن لیث کے لشکر میں جوق در جوق شامل ہونا شروع کر دیا۔

شکست کھانے کے بعد ابن علی نصف شہر چلا گیا اس کے تعاقب میں رافع بن لیث نے ایک ترک سردار کو روانہ کیا جو اس کا بہترین ساتھی تھا وہ ترک سردار اپنے لشکر کے ساتھ علی بن عیسیٰ اور اس کے بچے کھچے لشکر پر حملہ آور ہوا اس نے اس کے لشکریوں کا قتل عام کیا اور اس قتل عام میں خود ابن علی بھی مارا گیا۔

خراسان کے والی علی بن عیسیٰ کو اپنے بیٹے علی کے قتل کی خبر ملی تو وہ تیاریاں مکمل کر کے بلخ سے نکلا اور اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا تا کہ رافع بن لیث سے جنگ کرے۔

اسی دوران مزید بدقسمتی یہ ہوئی کہ رقہ شہر میں ہارون الرشید بیمار پڑ گیا تاہم اس کی بیماری کے دوران اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ خراسان کے والی نے چونکہ اکثر

مواقع پر رافع بن لیث کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں اس کی بناء پر اس نے بغاوت کھڑی کی ہے ہارون الرشید کو یہ بھی بتایا گیا کہ علی بن عیسیٰ انتہا درجہ کا ظالم اور ستم گر شخص ہے جو ولائت کے سلسلے میں احکامات ہارون الرشید نے جاری کر رکھے ہیں ان سے صریحی طور پر بغاوت کرتا ہے اور اس کے ظلم وستم کی وجہ سے خراسان کے لوگ اس سے بڑے تنگ ہیں۔

یہ حالات سن کر ہارون الرشید نے اپنے محافظ دستوں کے سالار ہرثمہ بن الیمن کو طلب کیا اور مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے تمہارے بارے میں کسی سے مشورہ نہیں کیا نہ اپنے راز سے کسی کو باخبر کیا ہے مشرق کے حالات تم جانتے ہو کہ رافع بن لیث کی وجہ سے حالات بگڑے ہوئے ہیں اور حالات کے بگڑنے کا ذمہ دار حاکم خراسان ہے کیونکہ اس نے جو احکامات میں نے جاری کر رکھے تھے ان کے خلاف کام کیا۔

اب رافع بن لیث سے نمٹنے کے لئے وہ مجھ سے مالی امداد اور مزید لشکر کا طالب ہے میں اسے جواب دے رہا ہوں کہ تمہاری مدد کو ہرثمہ بن الیمن کو بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ اموال و اسلحہ کا ذخیرہ بھی ہے اس خبر سے وہ مطمئن ہو جائے گا اور اس کا احتراز رفع ہو جائے گا پھر تمہارے ہاتھ ایک نامہ میں اسے بھیجوں گا جب تک تم نیشا پور نہ پہنچ جاؤ خبردار اس خط کے مندرجات سے کوئی واقف نہ ہونے پائے بلکہ خود بھی اس خط کو نہ کھولنا نہ اسے پڑھنا ہاں نیشا پور میں جا کر میرا نامہ پڑھنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہو اس پر عمل کرنا میری ہر بات کی پوری تعمیل کرنا اور کسی حکم سے سرتابی نہ کرنا۔'' احکامات کے بعد ہارون الرشید نے ہرثمہ بن الیمن کو ایک لشکر دے کر روانہ کر دیا اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر بھی اس کے حوالے کیا۔

نیشا پور پہنچ کر ہرثمہ بن الیمن نے جب وہ خط کھولا تو وہ خط خراسان کے والی کے نام تھا جس میں لکھا تھا۔

''اے ابن زانیہ میں نے تیرا مرتبہ بڑھایا تیرا نام اونچا کیا تجھے آگے بڑھا کر عرب سرداروں کو پیچھے رکھا۔ میں نے ملوک عجم کو تیرا تابع اور فرمانبردار کر دیا اور تو نے اس کا صلہ یہ دیا کہ میرے احکامات کی خلاف ورزی کی اور پس پشت ڈال دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ تو نے رعایا پر ظلم وستم شروع کر دیا اپنی بدسیرتی اور بدکرداری کے باعث اور پھر کھلی خیانت کے سبب اپنے خدا کو اور خلیفہ کو خفا کر لیا پس میں نے ہرثمہ بن الیمن کو سرحدات خراسانی کا والی بنا کر بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ تجھے کیف کردار تک پہنچائے اور تیری

اور تیرے اعمال کو قرار واقعی سزا دے اب تم لوگوں کے پاس یہ درہم بھی نہیں چھوڑا جائے گا نہ کسی کا حق جو تو نے مارا ہے پامال ہونے دیا جائے گا۔

اگر تم نے تعمیل حکم سے انکار کیا تو اور تیری اولاد نے مال دینے سے گریز کیا تو ہرثمہ بن الیمن بڑا سخت عذاب دے گا تم لوگوں کو کوڑے مارے جائیں گے تم سے وہ سلوک کیا جائے گا جو ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جو عہد شکن ہوتے ہیں تاوان دار ہوتے ہیں ظالم ہوتے ہیں تشدد کے خوگر ہوتے ہیں اور عہد میثاق میں تبدیلی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں یہ انتقام ہے سب سے پہلے خدا کے لئے پھر خلیفہ کے لئے اور بغدادی مسلمانوں اور معاہدوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے خبردار کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے مفر کی صورت نہ ہو جو پیش آئے بارضا و رغبت یا جبر و اکراہ قبول اور برداشت کر لینا۔'' بہر حال ہرثمہ بن الیمن نے ہارون الرشید کی ان ہدایات کے مطابق عمل کیا خراسان کے والی اور اس کے سارے آدمیوں کو اس نے جمع کیا۔ اور ان لوگوں کے زر نقد جائیداد اور املاک کی فہرست بنائی یہ سب چیزیں لے لی گئیں۔

حتیٰ کہ عورتوں کے زیور تک نہ چھوڑے گئے اور جو مال ظلم و جور سے جمع کیا گیا تھا وہ سب لوگوں کے سامنے لایا گیا کوئی بھی چیز باقی نہ رہنے دی گئی اور جو کچھ خراسان کے والی اور اس کے رشتہ داروں سے حاصل کیا گیا تھا ہرثمہ بن الیمن نے وہ بیت المال میں بھجوا دیا۔

✵......✵

خلیفہ ہارون الرشید بڑی بے چینی اور بے تابی سے ہرثمہ بن الیمن اور رافع بن لیث کے تصادم اور اس کے نتائج کا اعلان کرنے لگا تھا اپنے بڑے بیٹے امین کو اس نے بغداد میں اپنا قائم مقام چھوڑا تھا جبکہ مامون الرشید اس کے ساتھ تھا جب محاذ جنگ کی طرف سے ہارون الرشید کو کوئی خبر نہ ملی تب اس نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا براستہ خیزران روانہ ہوا۔ یہاں سے روانہ ہونے کے بعد نہروان پہنچا اور وہاں سے کوچ کرتے ہوئے کریاسین میں جا کے پڑاؤ کیا رمضان کا پورا مہینہ اس نے کریاسین میں ہی قیام کیا پھر رے شہر کی طرف بڑھا رستے میں طوہان کے مقام پر اس نے قیام کیا یہاں وہ ہیجان خون کی تکلیف سے دو چار ہوا اور یہ مرض بڑھتا گیا شاہی طبیبوں نے ہدایت کی کہ خرما کے درخت کا گودہ کھایا جائے چنانچہ طوہان کے دہقان طلب کیے گئے اور ان سے گودہ لانے کو کہا گیا انہوں نے جواب دیا کہ طوہان میں خرما کا درخت ہے ہی نہیں تو گودہ کہاں سے آئے گا البتہ حقبہ کے مقام پر دو کھجوروں کے درخت ہیں ان میں سے ایک کو کاٹنے کا حکم دیا گیا اور اس کا گودہ لا کر پیش کیا

گیا رشید نے اسے کہا پھر کوچ کا حکم دیا راستے میں بیماری کی شدت کو برداشت کرتا ہوا کسی نہ کسی طرح ہارون الرشید طوس شہر جا پہنچا۔ یہاں پہنچ کر ہارون الرشید کی بیماری جب زور کر گئی تو وہ ہرثمہ بن اعین کی طرف سے نتائج کا زیادہ بے چینی سے انتظار کرنے لگا پھر جب اس سے رہا نہ گیا تو اس نے اپنے بیٹے مامون الرشید کو ایک لشکر دے کر ہرثمہ کی مدد کے لئے بھجوایا اور ہارون الرشید اس شک و شبہ میں مبتلا ہو گیا کہ کہیں رافع بن لیث ہرثمہ پر غالب نہ آ گیا ہو۔

لیکن مامون الرشید ابھی سمرقند کے راستے میں ہی تھا کہ اسے ہرثمہ کے قاصد راستے میں ملے جو ہارون الرشید کی طرف جا رہے تھے ان لوگوں نے مامون الرشید کو بتایا کہ بخارا شہر کے قریب ہرثمہ نے رافع بن لیث کو بدترین شکست دی ہے پوری طرح اس پر غالب رہا شہر فتح کر لیا اور رافع بن لیث کے بھائی بشیر بن لیث کو گرفتار کر لیا گیا جس سے وہ بہت بڑے سامان کے ذخیرے کے ساتھ ہارون الرشید کے پاس لے کے جا رہے ہیں نیز یہ کہ رافع بن لیث نے اب سمرقند میں بڑی سختی کے ساتھ سمرقند کا محاصرہ کر رکھا ہے۔

یہ خبریں بڑی حوصلہ افزا تھیں لہٰذا مامون الرشید بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بڑھا تھا۔

حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو گئے رافع بن لیث کی بغاوت تو فرو ہو گئی لیکن طوس شہر میں ہارون الرشید نے محسوس کیا کہ موت کا پنجہ اس کی طرف بڑھ رہا ہے اس نے اپنے خدام کو طلب کیا اور انہیں اس قصر میں جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا قبر کھودنے کا حکم دیا چنانچہ اس کے حکم پر قبر تیار کر دی گئی وہ پاس بیٹھا دیکھتا رہا پھر کئی لوگوں کو قبر میں اتارا جو قرآن کی تلاش کر رہے تھے اور وہ سن رہا تھا اور استفسار کر رہا تھا اور بعض آیات کو دوران ساعت وہ دہراتا بھی جا رہا تھا پھر اس نے حکم دیا کہ اسے بستر پر لٹا دیا جائے۔

آخر اس کا مرض بڑھ گیا فوراً تمام طبیب آ موجود ہوئے لیکن انہیں اس کی صحت زندگی سے مایوسی ہو چکی تھی۔ موت سے کچھ پہلے رشید نے کچھ سنبھالا لیا نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کا خادم خاص مسرور سامنے کھڑا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مسرور مجھے چادر اوڑھا دے اور میرے لیے کفن کا انتظام کر۔" مسرور نے حکم کی تعمیل کی اور آخر وہ ہولناک گھڑی آ گئی۔ جب رشید کا دل ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

یہ الم خیز خبر جب بغداد پہنچی تو لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے مسجد میں ایک بڑی تعداد خلقت کی جمع ہوئی ایک شخص عیسیٰ ہاشمی منبر پر چڑھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

لوگو ہارون الرشید کا انتقال ہو گیا ہے لیکن امین زندہ ہے وہ خدا کی طرف سے ہمیں بہت اچھا عوض ملا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے لوگوں کو امین کی اطاعت کی دعوت بھی دی۔

موت کے وقت ہارون رشید کی عمر صرف پینتالیس سال تھی اسے طوس میں دفن کر دیا گیا۔

اسمٰعیل بن قاسم لشکر کے ساتھ ابھی تک الجزیرہ اور قنسرین کی سرحدوں پر قیام کیے ہوئے تھا اسے جب ہارون الرشید کے مرنے کی خبر ملی تب وہ بغداد پہنچا جب اس نے اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دی تو دروازہ کھولنے والا شاریہ کا بھائی برسک تھا۔

برسک نے دروازہ کھولنے کے بعد جو صورت حال دیکھی وہ اس کے لئے بڑی پریشان کن تھی اس نے دیکھا اسمٰعیل ابراہیم عتابہ تینوں اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے دروازے کے سامنے کھڑے تھے جبکہ اس کی بہن شاریہ گھوڑے پر سوار تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس کی بہن گھوڑے سے کیوں نہیں اتری تاہم وہ ایک طرف ہٹ گیا اسمٰعیل ابراہیم اور عتابہ اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے حویلی میں داخل ہوئے ان کے پیچھے پیچھے اپنے گھوڑے کو ہانکتے ہوئے شاریہ بھی حویلی میں داخل ہوئی تھی شاریہ پریشان فکرمند تھی پھر ایسا ہو گیا تھا جیسے اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ پھر اس وقت برسک کی حالت پریشانی دکھ اور غم میں دیکھنے کے قابل تھی جب شاریہ کو سہارا دے کر اسمٰعیل نے نیچے اتارا جب اسے نیچے اتارا گیا اور اسمٰعیل نے اسے بیساکھی تھمائی تب برسک نے اس کی کٹی ہوئی ٹانگ کو دیکھا بیچارہ لمحہ بھر کے لئے ٹھٹکا پھر بھاگا اس کے بعد اپنی بہن سے گلے مل کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے شاریہ بیچاری بھی برسک سے لپٹ کر سسک سسک کر رونے لگی تھی ان کے قریب اسمٰعیل ابراہیم اور عتابہ تینوں گردنیں جھکائے کھڑے تھے اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے قاسم سلوا اور عطریف اور رویان بھی نکل آئے دونوں بہن بھائی کو گلے مل کر اور روتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئے تھے پھر جب دونوں بہن بھائی علیحدہ ہوئے تب انہیں صورتحال سے آگاہی ہوئی اس کے بعد باری باری رویان اور سلوا شاریہ سے گلے مل کر خوب روئیں پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے اس کے بعد جن حالات میں شاریہ کی ٹانگ کٹی تھی وہ المناک حادثہ شاریہ بیچاری رو رو کر سب کو سنا رہی تھی۔

(ختم شد)